بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ ابداً وسرمداً اما بعد واضح ہو رائے ذوی الافہام ومتبعین سنت رسول
انام علیہ وعلی آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام ہو کہ ہر چند ہر زمانہ میں مبتدعین لباس اسلام میں آکر تخریب دین متین میں سعی کرتے رہے اور مجددین
سنت نبوی علیہ وعلی آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہر عصر میں احیائے سنت و اجرائے احکام دین فرما کر مبتدعین کے کلام کو باطل فرماتے
رہے مگر یہ طریق کہ جمیع بدعات و مخترعات کو اغوائے خلق کے لئے با دلائل واہیہ کمتر کسی نے جائز کیا ہوگا جیسے اس دور آخر میں
مولوی عبد السمیع نامی رامپوری نے تخریب دین متین پر کمر باندھ کر اصول و قواعد دینیہ سے برطرف ہو کر کتاب انوار ساطعہ کو کہ جو واقع میں
ظلمات باطلہ ہیں رسائل مبتدعین سے انتخاب کر کے جمع کی اور اس میں وہ عقائد بدعت لکھے کہ ایک عالم ان کے دیکھنے سے
...ہوا اور باب تعلیم محدثات مزخرفہ و مفتریات مموہہ ایسا وسیع کیا کہ خدا تعالیٰ ہی اپنے فضل سے جسکو بچالے وہ بچے ورنہ مولف نے
...ہی اور اغوائے عوام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اللہ تعالیٰ اوسکو ہدایت و انابت نصیب کرے اور راہ راست پر لاوے
...کتاب کا رد ضروریات دین سے تھا و بحمد اللہ تعالیٰ اوس کتاب کی ہر ہر ظلمت کا انکشاف اور ہر ایک بدعت کا ابطال اس
...مسمی بالبراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ نے کردیا اور حقیقت ان ظلمات باطلہ کی سب پر منکشف کردی واقعی
کتاب براہین قاطعہ سراپا دلائل کتاب و سنت و اصول وفقہ سے مزین ہے اسکی ہر دلیل قاطع بدعات اور حجت دافع ظلمات ہے
...کے مسائل دقیقہ اور تحقیقات انیقہ اسکے مصنف سلمہ اللہ تعالیٰ کے بحر زخار اور واقف حقائق و اسرار ہونے پر دلائل واضحہ ہیں
...مگر چونکہ دلائل اسکے محققانہ اور تدقیقات اسکی عالمانہ ہیں اسلئے خواص کو بلا تدبر و تامل اور عوام کو بلا مدد عالم محقق کے سمجھنا اس کا
...ہے طالب حق کو چاہئے کہ دیدہ انصاف و حق بینی سے اسکے مسائل کو دیکھے اور کسی عالم منصف سے اوسکو سمجھے تا کہ حق کو حق اور
باطل کو باطل جانے اور خلاف حکم خدا اور رسول پر اصرار کرکے اپنے دین و دنیا برباد نہ کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

اور واضح ہو کہ اس کتاب براہین قاطعہ کے ساتھ انوار ساطعہ بھی طبع کرادی گئی تاکہ ناظرین مولف کے مقاصد خفیہ و مکائد
مستترہ پر بخوبی آگاہی پاویں۔ اس کتاب کے آخر میں ایک خط ہدایت نمط حضرت مرشد عالم و عالمیان حضرت حاجی امداد اللہ
... نور اللہ مرقدہ کا بھی طبع کرا دیا ہے جس میں حضرت نے براہین قاطعہ کے مضامین اور اوسکے مصنف نظام العلماء
کی طرفداری اور حمایت زبانی ہے اور اونکی طرف سے فرقہ مخالفہ کے اعتراضات کے جواب دئے ہیں اللہ تعالیٰ اس تالیف
نفیس اور تحقیق عجیب کو قبول فرما کر باعث افادہ متبعین سنت اور ہدایت مبتدعین و سرگشتگان کوی ضلالت فرماوے

وما ذلک علی اللہ بعزیز ہذا — الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد
وصحبہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار ہزار شکر تیرا اے منعم حقیقی کہ تو نے ایسا حبیب مقبول عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا جس کا وجود باجود مومنین کے لئے موجب نور
ایمان اور باعث آرام جان ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم پھر لاکھوں کروڑہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدی اللہ فلا مضل
لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ
وعلی آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین۔ اما بعد بندہ احقر الناس **خلیل** احمد انبہٹوی عفا اللہ تعالی عنہ بخدمت
مستفیدان باد انش عرض کرتا ہے کہ ہر چند جناب حق تعالی نے منشور عام واجب الاذعان انزال فرمایا کہ الیوم اکملت لکم دینکم و
اتممت علیکم نعمتی اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اشتہار علی الاعلان فرما دیا کہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین
المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ الحدیث مگر تاہم عوام کالانعام باغوای شیطانی
اختراع فی الدین سے باز نہ آئے اور محدثات کو عمدہ عبادت تصور کرکے مرتکب ان سیئات کے ہوئے اور پھر علماء ربانیین نے
اگرچہ قلع قمع میں ان محدثات کے سعی بلیغ فرمائی مگر علماء دنیا نے بتسویل نفسانی ان بدع کی تحسین میں رسائل تالیف کئے
ہر چند یہ سب کچھ تھا لیکن کسی نے فقہاء مجتہدین وعلماء راسخین کو سب وشتم سے یاد نہ کیا تھا اور نہ علماء و اولیاء کے طعن سے اپنا دنیا و
دین برباد کیا اس پر تیرہ سو تین ہجری کے ماہ شعبان میں ایک کتاب مسمی بانوار ساطعہ کہ فی الواقع وہ ظلمات باطلہ ہے اس احقر
کی نظر سے گذری کہ اس کے مولف نے صراحۃً علماء راسخین اور اولیاء مقبولین پر طعن وشتم کرکے مورد من عادی لی ولیا فقد
آذنتہ بالحرب کا ہوا ہے اور طرفہ یہ کہ وہ خود علم وفہم سے بالکل عاری جہل مرکب کا مبتلا ہے نہ مسائل کی مراد سے واقف ہوا نہ
مجیب کے جواب کو سمجھا اور نہ اپنے دعوے ودلیل کو جانا کہ کیا لکھتا ہوں اور کیا مقصود تھا اور اس پر دعوی علم وتبحر وتفقہ کا وہ کچھ کہ
گویا دنیا میں لاثانی ہے اور باوصف اس زعم وتبحر وناز اپنے علم کے کہ جہل مرکب ہے اپنے نام کو ستر اخفا میں مکنون کیا ہے کہ جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنی اس تحقیق باطل میں متردد ہو رہا ہے تا گنجایش انکار باقی رہے مگر بقول ع نہان کے ماند آن رازی
کزو سازند محفلہا، چونکہ مولف مجمع جہلا میں فخر اپنی اس تالیف کو بزعم خود بے مثل تصور کرکے توجہ کرکے داد چاہتا ہے اور

درود و سلام امام رسل ہادی سبل کی روح پر فتوح پر جسکے فیض تعلیم وہدایت سے ہر زندہ دل اپنے مُردگان غمناک کی
ارواح کو فاتحہ و درود سے راحت رسان ہے۔ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین
آمنوا ربنا انک روف رحیم۔ اما بعد اہل اسلام کو اپنی اس حالت نازک پر رونا چاہیئے کہ اسلام ایک گل پژمردہ کی طرح سموم
اختلافات بیجا سے آناً فاناً کُملایا جاتا ہے اور عناد و فساد ایک تند باد شدید ظلمانی کی طرح ہر طرف سے اوٹھا چلا آتا ہے نہ
زبانین تھکی نہ سینے صاف ہیں سیکڑون مفسدین ہزارون اختلافات کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ جسکی شان عالی ہے
برین فہم و دانش و علم چند جہلا کی تحسین پر اپنے جامہ مین نہین سماتا چنانچہ خود تحریر رسالہ گواہ اس دعوی کی ہے لہذا خوب
روشن ہو گیا اور مثل آفتاب نیمروز کے واضح ہوا کہ مولف اوسکا مولوی عبد السمیع رامپوری ہے جو میرٹھ مین برکان شیخ الہی بخش
مرحوم رہتا ہے کہ اُس نے ابتدائے طفلی سے رسائل مبتدعین کی جمع کرکے یہ ملکہ اپنے بہم پہونچایا اور باوجودیکہ خدمت جناب
مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری محدث اور مولوی سعادت علی صاحب سہارنپوری اور مولوی شیخ محمد صاحب تھانوی اور
مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم مین یہہ بضاعۃ مزجاۃ علم بے فہم کی حاصل کی تھی انکو بھی مع دیگر علماء متقدم
و متاخر کے نشان سہام طعن و شتم بنایا۔ اسوجہ سے زیادہ تر موجب ملال و تعجب کا ہوا چونکہ جہلاء ضلال اس کتاب پر نازکرتے
ہین اور خود مولف بھی اس تار عنکبوت کو حصن حصین تصور کرتا ہے اسکی حقیقت جہل کو کشف کرنا ضرور جانا تا کہ مولف کو مبلغ اپنے
علم و فہم کا واضح ہو جاوے اور ہر ناظر پر کیفیت مولف کی اور استعداد و لیاقت اوسکی ہویدا ہو جاوے۔ اور اس رد انوار
ساطعہ کا نام البراہین القاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ رکھا گیا اور اس رد مین لفظ مولف سے مراد مولوی
عبد السمیع رامپوری ہوویگا اور مجیب سے وہ عالم کہ جسکے جواب پر مولف نے بحث شروع کی ہے اور اس جواب مین مقاصد مضامین
اس رسالہ کا ابطال اور حاصل مراد مولف کا قمع کیا گیا ہے اور اوسکے الفاظ و عبارت کی اغلاط اور ہفوات و خرافات کا جواب
اور سب و طعن کا انتقام اور جملہ جملہ کا افساد و ابطال بسبب خوف طوالت کے ترک کیا گیا ہے الا ما شاء اللہ تعالی پس بغور
ملاحظہ طلب ہے کہ مولف کے جملہ مطالب کو نیست و نابود اور جمیع قبائح و مفاسد کو باختصار تمام معاین و مشہود باذنہ تعالی کر دیا
گیا ہے کہ تھوڑی فہم والا بھی اس تالیف و مولف کی قدر پر مطلع ہو جاویگا واللہ ولی التوفیق و علیہ الاعتماد و بیدہ ازمۃ التحقیق
والتحقیق۔ **قولہ**۔ کوئی یہہ کہہ رہا ہے کہ جناب باری عز اسمہ الخ **اقول** امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہین
نکالا بلکہ قدما مین اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید ایا جائز ہے یا نہین چنانچہ رد محتار مین ہے ہل یجوز الخلف فی الوعید
فظاہر ما فی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ لانہ لا یعد نقصا بل جود او کرما انتہی ایسا ہی دیگر کتب مین لکھا ہے
پس اسپر طعن کرنا مولف کا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اسپر تعجب کرنا محض لاعلمی ہے ہان حق تعالی کو اپنی مخلوق کی مثل پیدا
کرنے پر قادر ہونا آج تک کسی اہل علم نے نہ لکھا تھا جیسا اس سیزدہم صدی کے مبتدعین نے کہا ہے اور عجز قادر مطلق کے مقر ہوے
ان اللہ علی کل شیء قدیر کے خلاف عقیدہ ٹھیرایا اسپر مولف کو افسوس اور عبرت نہوئی پس یہ ماجرا لائق دید ہے کہ [illegible]

من اصدق من اللہ حدیثا اوسکو امکان کذب کا دھبہ لگاتا ہے اور حضرت فخر موجودات سرور کائنات جسے خود اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے کہ ایکم مثلی یعنی کون ہے تم مین میری مانند لستُ کاحدکم یعنی ایک تم مین میری طرح نہین۔ اور وہ تو وہی ہین اونکی بیبیون کی یہ شان عالی ہے کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا انسا النبی لستن کاحد من النسا پھر اس زمانہ میں ایک ادنی سا آدمی ہے کہ وہ کہہ رہا ہے رسول اللہ میرے بھائی ہین۔ واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہین سب اپنے باپ کے کل ترکہ مین برابر کے شریک ہوتے ہین۔ اس لفظ مین ایہام دعوی برابری حضرت فخر الانبیا کے ساتھ ہے معاذ اللہ منہا اب کس کس اختلاف کو بیان کیجئے ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت پڑھو تین رکعت ضرور نہین۔

امت کے خلاف حق تعالی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مولف کے پیشوایان کا دین ہے اور مولف اسپر افسوس نہین کرتا اور امکان کذب کہ خلف وعید کی فرع ہے جو قدما مین مختلف فیہ ہو چکا ہے اوسپر طعن کرتا ہے اس سے حال علم و فہم مولف کا ہر شخص امتحان کرکے دیکھے فقط **قولہ** اور حضرت فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم الخ **اقول** ایکم مثلی مین مماثلۃ تقرب الی اللہ تعالی کی مراد ہے چنانچہ لفظ مابعد کا یطعمنی ویسقینی خود ظاہر اسپر دلالت کرتا ہے اور ایسا ہی لستن کاحد من النسا مین نفی مماثلۃ شرف زوجیت و لوازم زوجیت کی مقصود ہے پس کوئی ادنی مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوۃ کے تقرب و شرف کمالات مین کسیکو مماثل آپ کا نہین جانتا البتہ نفس بشریت مین مماثل آپ کے جملہ بنی آدم ہین کہ خود حق تعالی فرماتا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم اور بعد اسکے یوحی الی کی قید سے پھر وہی شرف تقرب کو بعد اثبات مماثلۃ بشریت کے ثابت فرمادیا پس اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونیکے آپکو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کے کہدیا وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے اور فخر عالم نے بھی فرمایا وددت لی قد رایت اخوانی الحدیث۔ پس اخوت بوجہ اولاد آدم ہونیکے کہنا اور یہی وجہ قائل کی ہے موافق قرآن و حدیث کے ہوا اسپر طعن کرنا قرآن و حدیث پر طعن ہے اور اس کے خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے لہذا چونکہ جس نے آپکو اخ کہا ہے بوجہ اولاد آدم ہونے کے کہا ہے اور تقرب کی مماثلت کا وہ ہرگز قائل نہین تو اسپر طعن سوای مخالفت نصوص کے اور کیا ہوویگا۔ اور آپکی ذات کو بشریت سے نکالکر جو اشرف المخلوقات ہے کسی دوسری نوع مین داخل کرنا محض گستاخی اور ہتک شان رفیع آپ کا ہے۔ سو مولف کو ہنوز یہ بھی خبر نہین کہ قائل کی کیا مراد ہے اور طعن مولف کا خود قرآن و حدیث پر ہوتا ہے مگر اپنی کم فہمی کی کہانی کہنی ضرور ہے علی ہذا حال آیۃ لستن کاحد من النسا کا ہے **قولہ** واضح ہو کہ بھائی جسقدر ہوتے ہین الخ **اقول** لاریب اخوۃ نفس بشریت مین اور اولاد آدم ہونے مین ہے اس مین مساواۃ بنص قرآن ثابت ہے اور کمالات تقرب مین نہ کوئی بھائی کہے نہ مثل جانے سو یہ طعن بالکل سفسطہ ہے خلاف فہم و عقل کے تامل درکار ہے۔ **قولہ** ایک کہتا ہے کہ وتر ایک رکعت الخ **اقول** وتر کی ایک رکعت احادیث صحاح مین موجود ہے اور عبد اللہ بن عمر اور ابن عباس وغیرہما صحابہ اوس کے مقر اور مالک شافعی و احمد کا مذہب پھر اسپر طعن کرنا مولف کا ان سب پر طعن ہے کہو اب ایمان مولف کا کیا ٹھکانا جب آنکھ بند کرکے ائمہ مجتہدین پر اور صحابہ پر اور احادیث پر تشنیع کی پس یہ تحریر بجز جہل کے اور کیا وجہ رکھتی ہے معاذ اللہ منہا۔

پر چھپکر اکثر اطراف مین تشہیر کیا گیا ہے حاصل فتویٰ اوس کا یہہ ہے کہ محفل مولد شریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گناہ ہے اور ایصال
ثواب اموات کا فاتحہ و درود جو ہندوستان مین مروج ہین یہہ سب خرابی تباہ ہے کچھ دن اسپر گذرے تھے کہ ایک فتویٰ دوسرا چوبیس
صفحہ کا مطبع ہاشمی مین چھپکر دربدر پھرنے لگا اس مین زیادہ تر مذمت میلاد شریف کی ہے۔ اور وہی چو ورقہ جو پہلے چھپا تھا پھر
دوبارہ اوس مین چھاپا ہے بعض اخوان طریقت نے بتاکید تمام یہہ فرمایش کی کہ اس فتویٰ کے سبب لوگون مین ایک نزاع و جدال
ہو رہا ہے اور کچے دل کے آدمی تشکیکات مین پڑے جاتے ہین۔ بعض اس فتویٰ کو بجا بجا کہتے ہین اب تم کو چاہئے کہ
تم خبر لو ورنہ یہہ عوام بیچارہ گرداب ضلالت مین ڈوب جاوینگے پھر کبھی ساحل ہدایت کی طرف خروج نہ پاوینگے ہرچند کہ
مین مریض نقیہ کم طاقت طالب علائق سے کم فرصت ... ربنا اتنا الکتم الصدق والصواب جسکے قبضہ قدرت مین
آدمی کا دل ہے پھیرے دل مین ... بالضرور اس باب مین افراط و تفریط سے خالی لکھدینا چاہئے ایسے موقع مین
سکوت کرکے عوام کالانعام کو اغوای ... ڈھونڈنا چاہئے۔ تب مین نے نظر ڈالی دونون فتوون مطبوعہ ہاشمی
پر تیسرا پایا فتویٰ پچھلے مین زیادہ تر اہتمام فقط مذمت مولد شریف کا اور دیکھا پہلے فتویٰ مین انکار مولد شریف پر اور نیز طعن و تشنیع چند
امور خیرات و حسنات پر لکھے ہین ... سی فتویٰ اول کا جس پر ... چند امور تھے اور نیز اوس کے مکرر چھپنے سے اوسکی تائید
سمجھی گئی تھی لہٰذا فتویٰ ثانیہ ... اسکے ذیل ... اصالۃً کہین ضمناً رد کیا گیا ہے چاہئے کہ ناظرین بچشم
تدبر ملاحظہ فرماوین اور نام رکھا ہے اس فتویٰ کا فتویٰ انکاری جس مقام پر یہہ نام آوے جان لیجئے کہ وہی فتویٰ چو ورقہ بلع الحرات
مراد ہے اور نام رکھا ہے اپنے رسالہ کا انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ مشتمل چار انوار پر نور اول مین دو لمعے ہین
لمعہ اولیٰ مین بیان ہے اون علماء و مشائخ کا جو مفتیان فتویٰ انکاری کے مقتدا ہین لمعہ ثانیہ مین اوس سوال کی نقل ہے
لفظاً لفظاً جو اس فتویٰ انکاری مین درج ہے پھر جو کچھ خطا مین اوس سوال مین ہین اونکی تشریح پھر ثبوت دیا گیا ہے خوشی آدمی
اور فرش تکلفی بچھانے اور تقسیم شیرینی اور روشنی کرنیکا اور حرمین شریفین کی عظمت اور خطاب حاضر رسول صلی اللہ علیہ وسلم
مین کرنیکا اور یہہ کہ حکم شرعی موقوف فقط حدیث پر نہین نور دوم مین پانچ لمعے ہین لمعہ اولیٰ مین جو جواب مانعین منقول ہے بالفظ
رد مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول مدرسہ دیوبند کی ... لمعہ ثانیہ مین رد جواب مانعین و ثبوت بدعت حسنہ بدلائل
ساطعہ لمعہ ثالثہ مین نقل ہے عبارت مولوی عبدالخالق صاحب واعظ دیوبندی کی پھر رد کرنا اوس کا لمعہ رابعہ مین ہے رد عبارت
مولوی عبدالجبار اور اثبات ہر جگہ موجود ہونے ملک الموت اور ابلیس اور چاند سورج کا ورنہ مشرک ہوتا آدمی کا اس اعتقاد
سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک محفل مولد شریف مین آتی ہے لمعہ خامسہ نقل عبارت مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

منع کرنا بوجہ قیود و ہیئت کے ہے نہ بوجہ ایصال کے اوس فتویٰ مین جسکا رد کرنیکو مولف نے یہہ کتاب لکھی سب صحیح ہے مگر
دیدۂ حق بین نہو تو اوس کا کیا چارہ۔ پس اگر کسی نے مسلمانون کو خسران دین و دنیا سے بچا پایا کرا سبھی ضائع ہوا اور مقصود بھی
حاصل نہوا کہ مقصود ثواب اموات تھا نہ کہ معصیت سے تلوث ہونا تو یہہ مین دین ہے اسکو تسلیم کوئی اہل دین و دانش ہرگز نہین

کی پھر اسکی طرح لمعہ سادسہ عبارت مولوی امیر باز خان صاحب واعظ جامع مسجد سہارنپوری کی پھر جواب اس کا اور ذکر سماع اور حقہ کا تو رسوم میں چھ لمعے ہیں لمعہ اولی - جواز فاتحہ اور جواب دلائل النعین لمعہ ثانیہ - بکمرات کی فاتحہ لمعہ ثالثہ عیدین وشب برات وعشرہ محرم میں فاتحہ لمعہ رابعہ جواز طریقہ فاتحہ سوم لمعہ خامسہ ذکر چہلم وبستم ودہم کا اور بھیجنا گھر اسجد میں لمعہ سادسہ اسماع درباب اصوات نور چہارم میں آٹھ لمعے ہیں لمعہ اولی اثبات محفل مولد شریف لمعہ ثانیہ یہہ اعتراض کہ محفل مولد شریف کو کنہیا کے جنم اور نصاری کے بڑے دن سے مشابہت ہے پھر اسکا جواب لمعہ ثالثہ یہہ اعتراض کہ یہہ محفل بدعت سیئہ ہے پھر اسکا جواب اور اصول مقررہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے ثابت کرنا کہ یہہ محفل سنت ہے بدعت ہرگز نہیں کیونکہ اسکی اصل بھی ثابت ہے اور نظیر اور مثل بھی لمعہ رابعہ - یہہ اعتراض کہ محفل خاص بارھوین ربیع الاول کو کیون کرتے ہیں اور ہرسال التزام کیون ہے پھر اسکا جواب اور ثبوت تخصیص یوم والتزام دائمی چند دلائل سے لمعہ خامسہ - یہہ اعتراض کہ قیام شرک ہے اور روح کا وہان حاضر جاننا شرک ہے پھر ان سب کا جواب اور چلنا پھرنا روحون کا دلائل قویہ سے ثابت کرنا اور یہہ بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچتی ہے محفل مولد شریف کی لیکن قیام اسواسطے نہین کہ روح مبارک تشریف لاتی ہے بلکہ قیام چند وجوہ سے شرع میں پایا گیا ہے لمعہ سادسہ - یہہ اعتراض کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہیں الفاظ حاضر مخاطب اون کے واسطے بولنے کفر ہین پھر اسکا جواب دلائل قاطعہ سے اور ثبوت اوسکا عہد صحابہ سے ابتک لمعہ سابعہ - اعتراضات متفرقہ واہی تباہی پھر اون کا جواب لمعہ ثامنہ - اسماء مبارک حضرات عالیدرجات فقہا ومحدثین مجوزین این عمل برکات تضمین احسینی مولد ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ واولیاء اُمتہ اجمعین مولف رسالہ - جمیع اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب مین نے یہہ بات دیکھی کہ بعض جاہلین یہہ فتوی انکاری پڑھ پڑھکر اپنے مسلمان بھائیون کو بیدردی سے چڑاتے ہین اور فتنہ کی آگ جو اس قسم کی تحریکات نفسانی سے بھڑکتی ہے بھڑکاتے ہین تب اس نزاع باہمی پر کمال افسوس ہوا اگر یہ مفتیان دین سمجھتے کہ بیآدمی فتوی لکھوا کر باہم سر پھوڑین گے اور شیشہ اتفاق وجمعیت سنگ تفرقہ سے توڑین گے نہایت درجہ کے یقین کامل سے کہتا ہون کہ کبھی یہہ علما اس مین قلم نہ اُٹھاتے اور مسلمانون مین پھوٹ ڈالکر کفار کو اپنی خانہ جنگی کا تماشا نہ دکھاتے خیر گذشتہ را صلوات اب مین بصد التجا سب صاحبون کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ مین ایک مرد مبتلائی افکار ہون ترددات سے دم بھر خالی نہین جنگ وجدال اور تضیع اوقات سے بچتا ہون کیونکہ مین کوئی وارستہ مزاج لااُبالی نہین اپنے کاروبار کو

کہہ سکتا البتہ واعظین ومدرسین پر جو کہ ممتثل امر بلغوا عنی ولو آیۃ کے ہین اور امر وا بالمعروف دیتا ہوا عن المنکر کے عامل طعن وتشنیع کرنا اور بدظنی کو کام فرمانا کہ منہی عنہ بنصوص قطعیہ ہے لاریب تسویل شیطان اور ارضاء لعین ہے اور توہین نواب فخر عالم کی کرکے اپنی عاقبت کا برباد کرنا اور خلق کا گمراہ کرنا ہے پس مولف اپنے اس فعل شنیع سے اپنا انجام سوچ لے کیا ہے اور یہہ عذر کہ وہ بطمع دنیا یہہ وعظ ودرس کرتے ہین سو اس کا حساب علی اللہ تعالی ہے مولف کو حکم حسن ظن کرنے کا تھا نہ بدظنی کا لقولہ علیہ السلام ایاکم والظن الحدیث سو مولف عدول حکم ہو کر کون ہوتا ہے اور جو وہ اُجرت لیتے ہین تو آخر علماء متاخرین نے درس اور وعظ پر اسکی

اصلاح دین کے لئے چھوڑ کر یہہ رسالہ لکھتا ہون — اے اہل اسلام للہ نظر انصاف سے اسکو دیکھیو نفسانیت کو ہرگز دخل نہ دیجیو اگر حق بجانب
اسماو ے قبول کیجیو اور قول سابق سے رجوع کرنے کو کسر شان مت جیو اور اگر دلائل کی جمی ہوئی دل سے نہ نکالو تو اتنا بالضرور
کرو کہ طرف ثانی کی تشنیع سے زبان سنبھالو — مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان ٭ وہ لوگ جو باقتدائے سلف صالح ان امور
حسنہ کے قائل ہین دیکھو انکے پاس اپنی تقویت مین کسقدر دلائل ہین اور دلائل شرعیہ سے مدلل اونکے مسائل ہین نور اول مین دو لمعے
ہین لمعہ اولی مین بیان ہے اون علما و مشائخ کا جو مفتیان فتوی انکاری کے اساتذہ اور مشائخ اور معتقد اور پیشوا ہین واضح
ہو کہ اس فتوی کے جسقدر مفتی ہین وہ معتقد ہین ان دو عالمون کے یعنی مولوی اسمعیل صاحب دہلوی اور مولوی اسحاق صاحب
دہلوی کے پس بعضون کو ان صاحبون کے خاندان مین واسطہ در واسطہ رابطہ شاگردی حاصل ہے اور بعضون کو مریدی طالبی
اور بعضون کو محض تقلید اور اتباع پس مولوی اسمعیل صاحب کا خاندان طریقت یہہ ہے کہ وہ مرید ہین سید احمد صاحب کے
اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی اسحق صاحب علم حدیث مین شاگرد ہین شاہ
عبد العزیز صاحب کے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے اور مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب کا ایک
سلسلہ تو صابریہ ہے اور دوسرا نقشبندیہ مجددیہ وہ منتہی ہوتا ہے شاہ ولی اللہ پر اسطرح کہ یہہ دونون صاحب اور نیز تیسرے
مولوی محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور یہہ تینون صاحب مرید ہین جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے اور وہ
میانجی نور محمد صاحب سے اور وہ سید احمد صاحب سے اور وہ شاہ عبد العزیز صاحب سے اور وہ شاہ ولی اللہ صاحب سے
حاصل یہہ کہ ان صاحبون کے اوستاد یا پیر امام معتقد فیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ٹھیرے اور شاہ ولی اللہ صاحب کا
سلسلہ اوپر کو اس طرح چلتا ہے خاندان مجددیہ مین کہ وہ مرید ہین اپنے باپ شاہ عبد الرحیم صاحب کے وہ مرید ہین سید عبد اللہ
سے وہ سید آدم بنوری سے وہ امام ربانی مجدد الف ثانی سے الی آخرہ اور دوسرا سلسلہ اپنا شاہ ولی اللہ صاحب نے
کتاب انتباہ مین یہہ لکھا ہے کہ اس فقیر نے علم حدیث لیا اور خرقہ تصوف پہنا اور خلافت پائی شیخ ابو طاہر سے اور انھون نے
شیخ ابراہیم سے اور انھون شیخ احمد قشاشی سے اور انھون شیخ احمد شناوی سے اور انہون نے اپنے باپ علی بن عبد القدوس
سے اور انھون نے شیخ عبد الوہاب شعرانی سے اور انھون نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور انھون نے شیخ کمال الدین امام

جواز کا فتوی دیا ہے اور خود مولف بھی ایک رسالہ اس باب مین طبع کرا چکا ہے پس یہہ طعن اپنے اوپر اور علماء متاخرین و فقہا پر
ہوا کہ اپنی غرض فاسد کے اتباع مین اپنا قول بھی یاد نرہا سخت تعجب ہے معہذا جو کچھ واعظ کو اور مدرسہ مین بہ نیت ایصال ثواب
دیا جاتا ہے اوسکا ثواب بھی تو اموات کو پہونچتا ہے سو اموات کا حرمان نہ معلوم کہ مولف کس طرح سمجھ گیا مگر شاید مولف کے نزدیک
وعظ و درس کوئی گناہ ہے کہ اوس کے صرف مین وصول ثواب بھی نہین ہوتا معاذ اللہ ورنہ وعظ و درس چونکہ فرض ہے اون
کے صرف مین اجر بھی زیادہ ہوتا ہے تو مساکین کے دینے سے اس مین اموات کو زیادہ نفع ہے حسب حکم شرع پس مولف کا یہہ
کلام محض کینہ کا اظہار اور بیخبری علم دین سے ہے پس جواب مسئلہ و طعن ناموزون مولف کا حاصل ہو چکا اور جو کچھ کلام لایعنی

بھی آجاتا ہے کوئی منقبت یا مدح یا حمد خوش آوازی سے پڑھدیتا ہے سو یہ کہین قرآن حدیث فقہ اصول سے ثابت نہین کہ امردون کو قرآن پڑہنا یا اپنے رسول کریم کی مدح اور نعت کا پڑہنا ممنوع ہے کچھ تعریف زلف و رخ و خال و خد محبوبان نازنین کا ذکر نہین پہنچتے باقی رہی الحان خوش سو اس فرقہ کے مسلم الثبوت عالم ربانی مجدد الف ثانی جلد ثالث مکتوبات مین فرماتے ہین دیگر درباب مولود خوانی اندراج یافتہ بود بنفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن است والتزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت بآن بطریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است انتہی اس سے معلوم ہوا کہ خوش آوازی سے مولود پڑھنا جائز ہے ہان البتہ تالی بجانا اور رعایت راگنی کے قواعد کی بیجا ہے یہ ادنی کا قول اور مواہب لدنیہ مین علامہ قسطلانی لکھتے ہین۔ والحق ان السماع اذا وقع بصورت حسن بشعر تضمن الصفات العلیۃ والنعوت النبویۃ المحمدیۃ عریا عن الآلات المحرمۃ و اثارکامن الحلیۃ الشریفۃ العلیۃ کان من الحسن فی غایتہ ولتمام تزکیۃ النفس نہایتہ الی آخرہ اور بھیر مولوی اسمعیل صاحب صراط مستقیم مین لکھتے ہین حب عشقی کے بیان مین از جملہ مویدات ان استماع الحان خوش و اصوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار عشق انگیز است انتہی۔ اور ابن جزری پر سید احمد صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب کے مشائخ مین ہین لکھا ہے کہ مین سن سات سو پچاسی مین بادشاہ مصر نے محفل مولد شریف کی تھی مین اوس مین حاضر ہوا محفل کا اہتمام دیکھکر حیرت ہوئی

ہے مطلق قرآن و مدح کو اوس نے کہان پوچھا ہے اور جو مولف کی یہ غرض ہے کہ اصل ذکر تو درست ہے مگر جس فتنہ عارض ہو گیا تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حرمت عارضی بھی مثل اصلیہ کے معلوم ہوتی ہے اگر یہ مراد ہے کہ مطلق جب حلال ہو تو پھر جس قید مین اوس کا وجود ہو حلال ہی رہے گا تو یہ بھی سراسر غلط ہے کہ مطلق حلال قید ذوع سے ممنوع ہو جاتا ہے چنانچہ نماز ارض مغصوبہ مین ممنوع و مکروہ ہے اور جو یہ مراد ہے کہ امرد اگر خد و خال کے اشعار پڑھے تو منع ہین مگر مدح فخر عالم علیہ السلام کا اندیشہ نہین تو یہ بھی محض غلط ہو گا شہوت پرستون اور جوانان باشہوت کو مدح اور قرآن اور غزل مین اور صلوۃ و ذکر مین کچھ تمیز نہین ہوتی طبعا اور یہ امر بدیہی ہے ہر شخص جانتا ہے گو مولف دیدہ و دانستہ انکار کرے یا بوجہ ضعف دماغ کے قوت شہویہ زائل ہو گئی ہو دیکھو درمختار مین امرد صبیح کی امامت کو مکروہ لکھا ہے اور وجہ اسکی وہی مظنہ فتنہ ہے جب نماز اور قرآن مین علماء مکروہ لکھتے ہین تو ایسی مجلس مین مدح خوانی کب درست ہوویگی اور احیاء العلوم مین امرد کی صورت کو در صورت مظنہ فتنہ کے مکروہ لکھا ہے مولف آنکھ کھول کر مطالعہ کرے۔ پس ہرگاہ کہ اوس زمانہ صلاح مین اوسکو مکروہ لکھا ہے تو اب اس زمانہ فتن مین تو صلحاء کا بھی حال قابل طمانیت نہین چہ جائیکہ اوس محفل مین جہان فساق موجود ہون لیس حاصل یہ کہ مولف نے کمال فہم کو کام فرمایا کہ سائل تو ایسی محفل کے حضور کو پوچھتا ہے جس مین فتنہ کا ظن غالب ہے امرد کا وہان ہونا موجب فتنہ کا ہے اور مولف جواب دیتا ہے کہ امرد کا قرآن و مدح پڑہنا درست ہے یہ علم مولف کا قابل داد ہے قولہ الحان خوش الخ **قول** یہان سے مولف اپنے دعوی پر دلیل لایا ہے کہ صوت حسن جائز ہے فرشتہ عبید کا قول اور مواہب کی عبارت اور صراط مستقیم کی تقریر مگر کوئی مولف سے پوچھے کہ ان روایات سے صوت حسن کا جواز معلوم ہوا مگر امردون حسین کا مجمع فساق مین پڑھنا تو ثابت نہین ہوتا سائل اس ہیئت کو پوچھتا ہے نہ مطلق صوت حسن کو تو آپکو ان روایات [illegible]

اور مین اوسکو دیکھکر خوش ہوا خیال کرتا ہون اوس محفل میں تین ہزار مثقال سونا خرچ ہوا ہوگا کھانے پینے کی چیزون اور خوشبوئین اور روشنی شمعون مین پچیس حلقے تو چھوٹی عمر کے لڑکون قرآن قرات سے پڑہنے والون کے تھے نقل کیا اس حکایت کو ملا علی قاری نے نے مورد الروی مین اور اوس کے قریب قریب ذکر کیا نور الدین ابو سعید بورنی نے اور یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے خوش آواز کو روایت ہے کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا ابی موسی کا فرمایا لقد اوتی ہذا مزمارا من مزامیر آل داود جب یہ خبر ابی موسی کو پہونچی اونھون نے عرض کی یا رسول اللہ جو مین جانتا کہ آپ سنتے ہین تو خوب ہی بنا کر پڑہتا غرضکہ حسن صوت اور خوش الحان ہر سلیم الطبع کو پسند ہے مگر جو لوگ ملید الطبع ناموزون ہین وہ اس کی قدر نہین جانتے علامہ قسطلانی نے مواہب مین لکھا ہے وہذا الجمل مع بلادۃ طبعہ یا ثر الحداء تاثرا یدہ بثقل ویصغی سمعہ الی الحادی فمن لم یتاثر فہو فاسد المزاج بعید العلاج انتہی اسی معنی سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

اشتر بشعر عرب در حالت است و طرب ۔۔۔ گر ذوق نیست ترا کج طبع جانورے

قولہ زیب و زینت **اقول** یہ لفظ اکثر مانعین و منکرین میلاد سے سنا ہے کہ وہ منجملہ دلائل منع کے زیب و زینت کو بھی منہیات مین شمار کرتے ہین محفل میلاد مین زیب و زینت یہ ہوتی ہے اہالی محفل دری چاندنی قالین خوبصورت جو اوسکو بہم پہونچتے ہین

ہو اور سوائے تطویل کے کوئی نفع ملا علی بذا ابن جزری نے تصدیق کی پچیس حلقے لڑکون کے قرآن خوانی کہ وہ بھی بچگان کی قرآت خوانی کو مفید ہے نہ اوس سائل کے مقصد کو مضر علی ہذا حدیث لقد اوتی مزمارا من مزامیر آل داود اور قسطلانی کا قول اور سعدی کا شعر ان سب سے سوال کا جواب ہرگز حاصل نہین ہوتا مولف کی محض تطویل اور سواہ نقول و روایات بے محل کا ہے جس سے جہلا تو سمجھ گئے کہ مولف نے بہت سے دلائل سے مدعی اپنا ثابت کیا اور اہل علم جان گئے کہ مولف کو سوائے جمع الفاظ کے معنی اور مطلب کی بھی مناسبت نہین سائل کچھ پوچھتا ہے اور مولف کچھ اور ہی جواب دیتے ہین جس امر کو سائل لکھتا ہے اوسکو فقہا خود منع کرتے ہین نماز و قرآن مین بھی اور جسکا جواب مولف دیتا ہے وہ بیشک نزدیک درست ہے اوسکو اوس سے کچھ مناسبت ہی نہین ہے پس ایسے فہم مولف پر ہمکو بڑا اندیشہ ہوتا ہے کہ جب مولف کا یہ طریقہ ٹھیرا اگر کوئی مقید کا حکم پوچھے تو مولف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کیا کریگا مثلا سائل کہیگا کہ بکری چوری کی کیسی ہے تو مولف جواب دیگا کہ بکری حلال ہے قرآن حدیث مین اوسکو حلال لکھا ہے حرام کہین نہین لکھا اگر یہ پوچھیگا کہ زوجہ سے نفاس مین صحبت کیسی ہے تو مولف کہیگا صحبت اپنی زوجہ سے حلال ہے کہین حرام نہین لکھا علی ہذا تمام ابواب فقہیہ کو قیاس کر لے کہ سائل قید کے حکم کا طالب ہوگا مولف مطلق کا حکم بتلا کر گمراہ کریگا اور تمام دین کو درہم برہم کر دیویگا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ جیسا اس سوال مین علم و فہم کو مولف نے صرف کیا کہ سائل ایسے مجمع مین کہ مظنہ فتنہ کا ہے امردون کی قصیدہ خوانی کو پوچھتا ہے مولف صوت حسن کے جائز ہونے اور امرد کی قرآن میں پڑہنے کو جواز کی دلیل قرار دیکر جواز اس امر مکروہ کا ثابت کرتا ہے اور پھر اسپر علم پر فخر و ناز ہے اور جو کوئی اوس سے بزعم مولف کچھ ایسا بظاہر سرزد ہو جاوے تو اوسپر سخت اعتراض کرتا ہے اور خود اپنی خبر نہین

قولہ زیب و زینت **اقول** یہ لفظ اکثر مانعین الخ **اقول** اسکو بھی مولف خوب سمجھے اور خوب جواب دیا اور مصداق تامرون الناس

سہ بہت تقسیم اگر مٹھائی ہوئی + تم کہو اسمین کیا برائی ہوئی + مومنون کا تو منھ ہوا میٹھا + ہاتھ ململ کے تمنے سر پیٹا
دونون نعمت نصیب ہے ہمکو مومن + ذکر شیرین ولقمۂ شیرین + دونون لذت سے تم ہو محروم + کیا کرین اپنا اپنا ہے مقسوم
تمکو دیتا کوئی جلیبی نہین + تا لہ منکر کا دل جلیبی کہین + اور کبھی اوسکی اشعار پڑہ کر اون کی مذاق بازی کا جواب دیتے ہین
لاکھ مرجائین سر پٹک کے حسود + ہم نچھوڑین گے محفل مولود + اپنے حضرت کا ذکر کیون چھوڑین + جنکی امت ہین اون سے منھ موڑین
خیر یہ توگفتگو فریقین کے مذاق مین ہوئی ہے اب ہم اصل بات سناتے ہین نہ شیرینی کے واسطے لوگون کو آنا منع ہے اور نہ صاحب
محفل کو تقسیم شیرینی منع ہے۔ آنا اس لئے منع نہین کہ صاحب محفل نے جو شیرینی وغیرہ کچھ تیار کیا ہے اوسکی غرض یہ ہے کہ اصحاب
میرے گھر آوین اور حسب منشاء تناول فرماوین درحقیقت یہ ضیافت ہے تھوڑی بہت چیز پر منحصر نہین حکم شریعت یہ ہے کہ ان دعیتم
الی کراع فاجیبوا یعنی اگر بکری کے ایک پایہ کھلانے کے واسطے بھی تمکو بلاوین تو قبول کرو اور ہدایہ مین ہے من لم یجب الدعوۃ فقد عصی
ابا القاسم یعنی جو مسلمان دعوت کیا ہوا بغیر عذر نہ آیا اوس نے نافرمانی کی رسول صلعم کی۔ افسوس وہ لوگ تو تعمیل سنت کے لئے آوین
قلیل کہ شیرینی پر نظر کرین یہ کمبخت ان عاملان سنت پر طعن کرین ایسے لوگون کے ایمان مین یہ تزلزل آیا؟ اور بیان اس کا ہم اثبات محفل مولد
شریف مین بھی کرینگے اور صاحب محفل کو تقسیم کرنا اس لئے منع نہین ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب رسالہ ما اہل بہ لغیر اللہ مطبوعہ مطبع محمدی
کی صفحہ ۲۴ مین لکھتے ہین و تقسیم طعام و شیرینی اگر [illegible] خود است سنت باجماع علما۔ انتہی بلفظہ فتاوی خزانۃ الروایات کی فصل ضیافت اور
روح البیان کی جلد دوسری مین لکھا ہے فی بطن المومن زاویۃ لا یملاہا الا الحلوا یعنی مومن کے پیٹ مین ایک کونہ ہے جسکو نہین

سیاہ کرنا فضول ہے مگر جسکو مولف نہ سمجہا ہمکو اوسکی شرح کرنا ضرور ہوا۔ اول مولف کے فہم کی خوبی قابل غور ہے کہ سوال مسئلہ کا تو علماء
مانعین سے ہے اور قصہ شیرینی کی اور مین مجوزین کے چڑانے کو لکہی سبحان اللہ اگر یہ سوال مجوزین کے پیش ہوتا تو یہ گمان کچھ بیجا ہوتا
کہ مولف صاحب کو مضمون فہمی سے تو کچھ کام ہی نہین اپنے فہم سے آپ ہی جو چاہا ترجمہ کر دیا آپ ہی جواب دیدیا اور خوش ہو گئے اور
عوام کے نزدیک اپنا تبحر علمی ظاہر کر دیا مگر اہل علم آپکے علم کو خوب سمجھ گئے۔ مولف شیرینی کا ہونا بھی مثل زیب و زینت لباس و بساط
و مکان کے ایک جزو ہیئت کذائیہ کا ہے سائل یہ پوچھتا ہے کہ تقسیم شیرینی فی حد ذاتہ مباح ہے مگر چونکہ کوئی مولود خالی اس سے
نہین ہوتا گویا کہ لوازم ضروریہ مجلس مولود کا ہوگیا ہے تو ہر چند غرض صاحب محفل کی یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے مجمع خوب ہو جاوے کہ
اطفال و شباب کے مزاج مین رغبت اسکی رکھی ہے ہم دیکھتے ہین کہ جو نماز فرض اور جمعہ اور وعظ مین کبھی رخ بھی نہین کرتے اگر ایک
ولی لڈو کی بھی کہین توقع ہوتی ہے تو معہ تمام فرزندان کے کپڑے بدلکر رات کو بھی سب سے پہلے حاضر ہو جاتے ہین یا کوئی دوسری
غرض ہوتی ہوگی مگر بہر حال اسقدر التزام سے عوام کو ضروری ہونا شیرینی کا اس فعل مین عقیدہ ہوگیا ہے اور یہ مسئلہ محقق ہے
کہ مباح کا ایسا التزام کہ عوام کو موجب تاکد کا ہو جاوے مکروہ ہوتا ہے پس جب یہ محفل محتوی امر مکروہ کو ہوئی تو ایسی مجلس مین جانا جائز
ہے یا مکروہ یہ مراد سائل کی تھی مگر مولف اپنے مذاق کی طرف اوسکو کھینچکر لے گیا اور اصل مطلب سے بالکل غافل خوش طبعی کرنے لگا اور
خواہ مخواہ ورق سیاہ کئے سچ ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + اہل علم علم کو جانتے ہین اور اہل بطن لذت اکل و شرب کے پس

بھرتی کوئی چیز سوا مٹھائی کے اٹھتی۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ گوشۂ شکم مومن جو کہیں سے نہیں بھرتا مٹھائی سے اوس کا خلو رفع کرنا کیا کچھ اجر کی بات ہوگی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنی نہیں پہنچو گے تم نیکی کی حد کو جب تک نہیں خرچ کروگے وہ چیز جسکو دوست رکھتے ہو اور حدیث سے معلوم ہوا ہے جن چیزون کو مومن دوست رکھتا ہے اون مین مٹھائی بھی ہے چنانچہ خزانۃ الروایات و نیز تفسیر روح البیان مین آیا ہے قال علیہ السلام ان المومن حلو و یحب الحلاوۃ پس معلوم ہوا کہ جو چیز خود قاسم و مومنا اور نیز مومنین مقسوم علیہم کو محبوب ہے آدمی اوس کے تقسیم کرنے مین نیکوکاری کی حد کو پہنچتا ہے اور کچھ شک نہین کہ اسیطرح کی وجوہات سے شاہ عبد العزیز صاحب نے اوسکو مستحسن اور خوب باجماع علما لکھا ہے **قولہ** و روشنیہا ئے کثیرہ **اقول** سائل کی بندش اور تقریر کو سب جانتے ہین سادرہ اہل زبان ہند کا کہ اگر کسی بزرگ کے مزار پر ایک چراغ جلتا ہے تو اوسکو کوئی روشنی نہین کہتا بلکہ روشنی اوسیکو کہتے ہین جسمین زیادہ چراغ جلین سائل نے فقط روشنی کا لفظ نہ لکھا بلکہ اوس مین اور لفظ جمع کا یعنی لفظ ہا ئے اضافہ

جناب مولف نے اوسکو دعوت قرار دیکر چند روایت پیش کین اور اس محفل کی حاضری کو سنت قرار دیکر اپنے موافقین کو متبع سنت اور مانعین کو رد کرنیوالا دعوت کا ٹھیرایا اور اس علم پر بہت فخر فرمایا مگر یہ یاد نرہا کہ وہ عالمگیر یہ جو زیر نظر مولف کے ہے وہ ایسی دعوت کو منع کرتا ہے کہ جہان کوئی معصیت یا بدعت ہوا اور یادداشت کہ ابن عمر کے گھر سے دعوت کو رد کرکے چلا آنا پہلے بخاری شریف سے نقل کرچکا ہون اور فخر عالم علیہ السلام کا خانۂ فاطمہ سے لوٹ آنا بسبب پردہ منقش کے لٹکانے کے دیوار پر یہ روایت بھی بخاری شریف مین موجود ہے پس ہرگاہ اس محفل مین خود سائل لکھ رہا ہے کہ وہان حضور امارد و فساق بلباس غیر مشروع زیب و زینت مکروہ اور کراہت شیرینی کے بسبب التزام کے موجود ہے تو اس ضیافت کا قبول کرنا کونسی حدیث سے سنت ہوا اور کس شخص نے اوسکو جائز فرمایا سوا طبعزاد مولف کے کونسی روایت جواز حضور کے یہان ہے کہ حاضرین متبع سنت ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ مگر ہان گوشۂ شکم حریص جب بدون شیرینی کی ڈلی کے نہ بھرتے تو کیا کیا جاوے گناہ ہو یا ثواب جانا ضرور پڑتا ہے معاذ اللہ اب دیکھو کہ یہ حال مولف کے فہم عالی کا ہے کہ سوال کو ہرگز نہ سمجھا اور لڈو کی ڈلی کو بایت ہئیت دعوت قرار دیکر مجلس معصیت مین جانا کہ حدیث سے منع تھا سنت قرار دیا اب دیکھو کہ گناہ کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے اور پھر مولف نے اپنی عادت کے موافق کہ سوال سائل کا تو قید و عید کا حکم پوچھنے کو تھا اور مولف مطلق اور اپنے فہم کا جواب دیکر راضی ہوا شیرینی تقسیم کرنیکی اباحت کی دلیل کہین شاہ عبد العزیز صاحب کے قول سے لکھ رہے ہین اور کہین دعوت کے قبول کرنے کی سند دے رہے ہین غرض بے خبر از حقیقت حال اور دور از فہم غرض اپنی طبع زاد مراد کا جواب دیکر عوام کے زعم مین فاضل بن بیٹھے اور علما کے نزدیک تو بجز خندہ اور کچھ حاصل نہین کیا شیرینی کی عمدگی کی عبارت نقل کرکے وقت ضائع کیا کہ نہ غرض سائل کی اوس سے تعلق رکھتی ہے نہ مولف کو اوس سے کوئی فائدہ اور نہ سائل منکر اسکا تھا وہ تو قید التزام ما لا یلزم من الشارع کو پوچھتا ہے اور بسبب عوام کے موکد جاننے کے اوسکی کراہت کو کہتا تھا مولف صاحب شیرینی کی حمد کی کو ظاہر کر گئے اور مطلب سائل سے کچھ کام ہی نہین رکھا بس مبلغ علم و فہم مولف کا ہر کہ و مہ پر واضح ہوگیا کہ کسقدر نکتہ شناسی خدا داد رکھتے ہین ان کے جواب سوال مطابق سوال کے ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ **قولہ** روشنیہا ئے کثیرہ الخ **اقول** سائل کی بندش اور تقریر الخ **اقول** یہان تو مولف کچھ سمجھا کہ شرت

کیا اور کہا روشنیہا پھر اس جمع پر بھی صبر نکیا اوسکی صفت مین لفظ کثیرہ اور زائد کیا روشنیہائے کثیرہ سے انتہا درجہ کا مبالغہ
سائل نے کیا تاکہ مفتی غیظ کہا کر خواہی نخواہی اوس کو حرام بول اوٹھے اب ہم تحقیق اسکی لکھتے ہین اے بھائی سُن اگر تیری آنکھین
روشنی ہائے کثیرہ سے چوندھیائی ہین تو بہت محفلین مولود شریف کی دن کو ہوتی ہین اون مین ایک بھی چراغ نہین جلتا اون
مین شریک ہوجایا کر لیکن تم کب شامل ہوگے تمہاری تو یہانتک زبان ہین ع خوی بدرا بہانہ بسیار است ۔ اور سادات کی محفلون مین
بھی بہتیری محفلین ایسی ہوتی ہین کہ اون مین ایک ہی چراغ ہوتا ہے پھر روشنیہائے کثیرہ لکہکر تمام محفلون پر ایک حکم لگواتے ہو
کیا غضب کرتے ہو اصل حال یہ ہے کہ بعض اُمراے ذوی مقدور ریو زینت کے عادی ہین وہ لوگ فانوس اور لمپ وغیرہ روشن کرتے
ہین سو اسکو کسی نے حرام نہین لکہا اول روشنی کے بانی حضرت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ ہین علامہ نور الدین حلبی نے
لکہا ہے مستحب ہے لٹکانا قنادیل کا مساجد مین یہہ کام اول عمرؓ نے کیا جب صلواۃ تراویح کے لئے لوگون کو جمع کیا او لٹکادیے تہے قندیل
جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اوس طرف گذر ہوا دیکھا کہ مسجد جگمگا رہی ہے روشنی سے دعا فرمائی کہ تو نے ہماری مسجدون کو
روشن کیا اللہ تعالی تیری قبر کو روشن کرے اے عمر بن الخطاب اور فقیہہ ابو اللیث سمرقندی نے بھی کتاب تنبیہ مین روایت کی کہ حضرت
علیؓ نے دعا دی حضرت عمرؓ کو اور روایت ہے کہ اسی طرح حضرت عثمانؓ نے بھی دعا کا دینا آیا ہے انتہی ۔ اور نیز حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے

روشنی زیادہ از حد ضرورت اسراف اور حرام ہے اور جس محفل میلاد مین ایسا ہوگا وہان جانا اور یہ کرنا معصیت ہوویگا کیونکہ مولف کہتا
ہے کہ (سائل کی بندش دیکھو کہ روشنی بکثرت کو ذکر کرتا ہے کہ جس سے مفتی خواہی نخواہی اوسکو حرام بول اُٹھے) جس سے صاف معلوم
ہوا کہ کثرت روشنی بیشک مولف کے نزدیک موجب حرمت ہے شکر ہے کچھ تو کہا مگر مولف کا یہان بھی فہم غور طلب ہے اس واسطے
کہ سائل کی غرض لفظ روشنیہائے کثیرہ سے کثرت زائد از حد ضرورت ہے اور یہ امر مجالس مولود مین یقیناً ہوتا ہے لیکن مولف
اوسکو اپنی طبعزاد تقریر سے ٹالا چاہتا ہے کہتا ہے کہ روشنی محاورہ اہل ہند مین زیادہ چراغون کا نام ہے سبحان اللہ تمام ہند مین
روشنی مطلق نور پر بولتے ہین مگر یہان رام پور۔ گنگوہ ۔ انبہٹہ وغیرہ کے جہلا ۔ جلاہے ۔ تیلی اور ہنود مین ان قصبات کے روشنی کثرت
چراغان یوم عرس کو بولتے ہین مولف نے اون سے ہی دوستی محبت کر رکھی ہے یہی اصطلاح ذہن مین سما رہی ہے سائل تو متبع
نہین اوسکو اس اصطلاح سے کیا بحث تھی روشنی ہائے کثیرہ زائد از حاجت اور کثیرہ کا لفظ تاکید کے واسطے لکہا ہے پس مولف
کی غرض اس تقریر بے معنی سے یہ ہے کہ سائل کی مراد چار سو پانسو چراغ ہین کیونکہ روشنی عرس بزرگان مین دو چار سو سے عادۃً چراغ
کم نہین ہوتی پھر اوس کو جمع کر دیا پس یہ مراد اپنے ذہن مین قرار دیکر اس کا انکار کر دیا کہ اس قدر چراغ مولود مین کہان ہوتے ہین۔
پس اس سوال سے بری ہوئے مگر بہرحال مراد سائل کی جو تھی وہ روشنی زائد از قدر حاجت تھی اگرچہ دو سو چراغ ہون اور وہ مولف
کے مولود اور دیگر مجالس مین خود موجود ہوتے ہین تو اس کے اثبات کی فکر مین ہوتے ہین **قولہ** اصلی حال یہ ہے کہ بعض امرا ذوی مقدور
الخ **اقول** سبحان اللہ کیا عمدہ استدلال و تقریر ہے کہ سُننے والا وجد مین آیا جاتا ہے دیکھو سائل تو زائد از قدر حاجت کو اسراف
حرام (بقولہ تعالی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الایہ) کہتا ہے پھر وہ خود ایک ہی لمپ اور فانوس کیون نہو اور خواہ اُمراء

نقل کیا ہے کہ جب تمیم داری نے مسجد نبوی کے ستونون سے قندیل لٹکائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر دعا دی اللہ تعالی تجھکو نور دے جیسا نورانی کیا تو نے ہماری مسجد کو اور نیز حلبی نے لکھا ہے کہ تمیم داری نے جو قندیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لٹکائے تھے کم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کثرت سے لٹکائے اور یہ بھی حلبی نے نقل کیا ہے ایک عالم سے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجکو بادشاہ مامون نے حکم دیا کہ لکھدو حکم ہماری مملکت مین کہ مسجدون مین بہت چراغ روشن کیا کرین لیکن میرے کچھ خیال مین نہ آیا کس طرح لکھدون تب مجھکو خواب مین بشارت ہوئی کہ لکھدے روشنی کثیر کے واسطے کہ اس مین دل لگیگا تہجد گذارون کا اور مسجد مین خانہ خدا مین پس خانہ خدا سے وحشت اندھیرے کی دفع ہوگی جب مین نے یہ بشارت پائی تب مین ہوشیار ہوا اور لکھدیا یہ حکم پس جسطرح زیادہ روشنی کرنے سے وحشت ظلمت کی دور ہوتی ہے مساجد سے اسی طرح دور ہوتی ہے مواقع ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے اور جس طرح زیادہ روشنی سے انس ہوتا ہے اور دل لگتا ہے نمازیون کا اسی

عادی اسراف کی وجہ سے ہو خواہ مولف کے انس طبع کے سبب سے ہو خواہ کسیکے گہر اور کوٹھے مین ہو خواہ محفل میلاد مین ہو سب اسراف ناجائز ہے پس عادت امراء سے حجت لانا کسقدر دور از علم ہے کہ بمقابلہ نص قطعی کے عادت امراء کو دلیل بنایا گیا ہے نعوذ باللہ منہا اور یہ کہنا کہ اوسکو کسی نے حرام نہین لکھا دوسری غفلت از دین ہے خود قرآن مجید مین موجود ہے اور حضرت عمر کی روشنی کو سند لانا بھی ہی عادت کم فہمی مولف کی ہے کہ غرض سائل کی روشنی سے زائد از حاجت ہے اور حضرت عمر سے جو منقول ہے وہ روشنی مطلق قدر حاجت تھی اور ان سب روایات منقولہ حلبی مین روشنی قدر ضرورت ہی ہے پس ان روایات کا نقل کرنا محض لغو غیر مفید مطلب مولف کو ہے کیونکہ کسی روایت سے زائد از ضرورت ہرگز ہرگز نہین معلوم ہوتا اور نفس روشنی مین سائل کو انکار ہی نہین پس مولف بخبر یہ نہین جانتا کہ اسراف جیسا ہزار چراغ مین حرام ہے دو چار چراغ کا بھی حرام ہے وضو کے پانی مین بھی اسراف منع ہے چہ جائیکہ تیل چراغ مین اور یہ لطیفہ مولف کا کہ رات کو اگر روشنی کے سبب سے محفل مین زینت آتا تو دن کو اجالا کر کے بھی کمال حزم مولف کا ہے کیونکہ سائل نے نہ تو دعوی التزام ولزوم روشنی کا کیا اور نہ کراہت اس مجلس کو صرف روشنی مین کیا اگر دن کو روشنی نہین تو دیگر مفاسد تو موجود ہین دن کو جلوہ امارد رات سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور علی ہذا دیگر امور التزام شیرینی ولباس ذری فسق وندائے وغیرہ کا حال ہے البتہ اگر حق تعالی مولف کو توفیق فرماوے اور یہہ کہدے کہ ہم سب امور غیر مشروعہ کو یکقلم موقوف کردینگے تو البتہ سائل خود شریک اس ذکر مندوب کا ہوجاویگا کاش مولف کو یہ توفیق ہوجاوے القصہ مولف کی خوبی فہم ہر ہر پہلو مین ایک جدید اعجوبہ ہے اور قول حلبی کا کہ حضرت عمر نے قنادیل کثرت سے لٹکائے دلیل کثرت کی فہم عالی مولف مین آگئی اور فی الواقع یہ کم فہمی ہے سنو کہ لفظ کثرت دو معنون مین بولا جاتا ہے ایک کثرت اعداد مثلا دس بیس کو کثیر کہتے ہین دوسرے کثرت از حد ضرورت تو یہان حضرت عمر کی نقل مین کثرت اعداد مراد ہے کیونکہ مسجد نبوی ایک بڑا وسیع مکان ہے اوس مین پچاس ساٹھ قندیل بھی کم از حاجت ہین پس حضرت عمر نے قنادیل کثیرہ فی الاعداد کہ حد حاجت سے ہرگز زائد نہ تھے لٹکائے تھے اور اوسکی ہی ہیچ مخبین سے منقول ہے پس مولف کثرۃ سے زائد از حاجت سمجھ گیا ماشاء اللہ کیا فہم رسا ہے مجیبکو

طرح اس مجلس پاک مین دل لگتا ہے شائقین بیان صفات رسول کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا البتہ بعض علما نے کثرت سے روشنی
کرنے کو مکروہ لکھا ہے سو نہین پہنچی اون کو یہ حدیثین اور آثار یہی صحیح یہی ہے کہ روشنی کا کرنا ممنوع نہین ہے اور مجکو یہ تعجب
آتا ہے کہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ جاتے ہونگے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ نورانی کے گرداگرد جھاڑ
اور فانوس اور قندیل کثرت سے اس درجہ کو کہ یہان کسیکو میسر بھی نہین آتے وہان روشن دیکھتے ہونگے معلوم نہین یہ لوگ
آنکھین روشنی کی طرف سے بند کر لیتے ہونگے یا اوس کے غیظ اور غصہ مین زیارت ہی ترک کر دیتے ہونگے اگر ترک کر دیتے ہین تو انکو
کچھ شکایت نہین یہان محروم رہے تھے یہان بھی محروم رہے لیکن اگر وہان اسی روشنی مین جا کر زیارت کی اور زیارت روضہ
شریف کی مستحب ہے تو حضرت کے معجزات اور مدائح اور مناقب وہ سننا چاہتے ہیں یہ بھی روشنی مین اگر سنین اور روشنی ظاہری سے
ظاہر کی آنکھ اور ذکر نورانی سے باطن کی آنکھ روشن کر ہو وہ روضۂ پر انوار جسمین ذات اقدس کا مدفن ہے محل نورانی ہے انھین
کی شرح صفات کا موطن ہے وہان روشنی کثرت سے کرائی جاتی ہے تو یہان روشنی کیون منع کیجاتی ہے نہ دلسوزی
اسلامی سے دلائل اور مثال کھول کھول کر سمجھائی اب بھی اگر یہ احادیث سمجھین تو افسوس ہے اس مقام مین ایک بات اور یاد
آئی کہ بعضے صاحب علما اور مدینہ جاتے ہین زادہا اللہ شرفا و تعظیما وہان خوب محفلین مولد شریف کی اور قیام کرنا اور تقسیم شیرینی کا
ہونا سب کچھ دیکھتے ہین اور سنتے ہین کہ یہان کے تمام علما شافعی مالکی حنفی حنبلی سب اس عمل مبارک کو جائز بلکہ مستحب جانتے
ہین لیکن جب ہندوستان مین آتے ہین وہی انکار کرنے لگتے ہین اس ماسبق مین ایک شاعر شیوا بیان نے سعدی کا شعر تضمین
کیا ہے وہ اشعار حدیث صحیح مین آیا ہے ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا یعنی بعضے شعر حکمت ہوتے ہین اور بعضے بیان سحر
کی طرح دل مین کھب جاتے ہین ان اشعار کا مضمون وہ بیان اسی طرح کا ہے وہ شعر یہ ہین اشعار

قرآن بھی یاد نہ تھا زعم مولف کہ وہ خلاف قرآن سے تدبیر کرتے اور علی ہذا القیاس مالم کے قصہ مین جو ان کے عہد سے نقل کرتے ہین
کثرت عدد مراد ہے اور جو بات دوسرے معنی ہون تو کوئی حجت بھی نہین ہوا یہ کا قصہ جو یہ ہم نہ کرتا ہون کہ ما انہید وغیرہ حجت شرعی نہین
بہرحال قنادیل کثیرہ کا کیا عمدہ استدلال ہے کہ قابل دید ہے ہرگز مولف ہی آثار کو نہین سمجھا اور یہ جب آثار اسکو مفید نہین اور ہرگز
سوال سائل کا جواب یہ نہین ہو سکتی **قولہ** البتہ بعض علماء نے کثرت روشنی کرنیکو الخ **اقول** اب اسقدر پریشانی اور شمار اور تقریر
لا یعنی کرکے مولف کو خیال آیا کہ فقہا کثرت روشنی کو حرام اور اسراف لکھتے ہین تو یہ جواب دیا کہ وہ سمجھے نہین کہ یہ روایات نہین ملی نعوذ
باللہ مولف اپنے جہل کو علم سمجھ گیا ہے اور فقہا علماء کو جاہل قرار دیا فقہاء کی تمام روایات اور آیۂ قرآن پیش نظر تھی اور انکو حق تعالے
نے فہم و علم دیا تھا وہ سمجھ گئے کہ کثرت سے فعل حضرت عمرؓ مین مراد کثرت اعداد ہے اور حضرت عمرؓ قرآن کے خلاف عمل کرنیوالے نہین تھے
مگر مولف ہی اپنی جہل مین مبتلا ہے اور روایات کو نہ سمجھا اور قرآن کو بھولا اپنے فہم رکیک سے اپنے مدعی باطل کو کہ خلاف نصوص کے
ہے حق سمجھ گیا اور فقہاء پر طعن محض بخیل و بے اصل و ناروا کر دیا اور کچھ خدائے تعالی سے نہ شرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون افتؤمنون ببعض الکتاب
فضلوا واضلوا الیس اب آگے کلام لا یعنی مولف کا کیا جواب لکھون کہ کوئی علم کی بات نہین ہے لکھتا ہے کہ روشنی سے دلکشائی ہے

ایسے منکر شدید ہین بعضے + گرچہ مکہ مین بھی وہ ہو آسے + وہان مجنون کا ڈھنگ دیکھ آئے + بزم مولد کا رنگ دیکھ آئے
پھر وہی ضد ہے اور وہی انکار + وہی مولد شریف مین انکار + مجکو سعدی کا قول یاد آیا + ایسے لوگون کے حق مین فرمایا
خر عیسے اگر بمکہ رود + باز آید ہنوز خر باشد + **لطیفہ** ایک مقام پر دو عالمون مین گفتگو ہوئی ایک اون مین مولد شریف کے مثبت
تھے اور ایک منکر منکر نے کہا قصبہ دیوبند مین فتوی بھیجو دیکھو مولد شریف کو کیا لکھتے ہین مثبت نے کہا دیوبند تو کچھ دار الاسلام نہین
یون کہنے کو آو حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کو فتوی بھیجین یعنی اس لئے کہ وہ دین و ایمان کا گھر ہے حدیث مین آیا
ہے کہ دین مکہ مدینہ مین سمٹ آویگا جیسے سمٹ آتا ہے سانپ اپنے بل مین یعنی جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر پھر سب جگہ پھر کر اوسی
مین قرار پاتا ہے اور سانپ جب بل مین گھس جاتا ہے تو ایسی قوت سے سمٹ جاتا ہے کہ کوئی اوس کا نکالنا چاہے تو مشکل ہو جاتا ہے
پس اسیطرح دین اول مکہ مدینہ سے نکلا آخر زمانہ مین بھی اگر کہین دین نہوگا تو یہان ضرور ہوگا اور کوئی یہان سے دین کو نکالنا
چاہے گا تو نکل نہ سکیگا غرضکہ فتوی اگر لکھواو تو اس ملک کے علماء سے لکھواو جسکی تعریف احادیث مین ہے دیوبند کی تعریف
کونسی حدیث مین آئی ہے منکر صاحب بولے مکہ مین تو چور آدمی ہین رستہ لوٹتے ہین مثبت نے جواب دیا رستے ہی مال اوٹھا لیتے
بدو لوگ اطراف کے رہنے والے کرتے ہین خاص مکہ کے آدمی نہین کرتے سو یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت سے ہے قرآن شریف

اور مانعین مولد کی روشنی سے آنکھ بند کر لیتے ہونگے اور دیگر علماء حجاج کی نسبت شیخ حبشی سے اشعار لکھے کہ یہ سب کام علماء کا نہین اس
جھگڑے کے جواب مین وقت کا عذر ضائع کرنا ہے سوا اسکے اپنی کردار کو آپ پاویگا مگر ہان اتنا لکھتا ہون کہ جو روشنی زائد از حاجت ہے
وہ داخل اسراف ہے اور سبب ناراضی حق تعالی کی موجب ظلمات اور نار جہنم کی روشنی دکھانیوالی ہے ہان قدر حاجت محل عبادت
مین کہ خالی از مناکیر ہو البتہ موجب کشادگی قلب کی ہے مگر سائل اس سے بحث ہی نہین کرتا خود مولف مین بسیار سوال کے جواب
لکھ رہا ہے اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین کے فعل و قول کو اپنے زعم کاسد سے خلاف شرع پر حمل کر کے فقہاء کی شان مین گستاخی
کر رہا ہے خدا تعالی اوسکو ہدایت و توبہ نصیب کرے کہ یہ سب فساد جہل کا ہے اگر کچھ بھی علم ہوتا تو اس روز سیاہ سے بچتا **قولہ لطیفہ الخ**
اقول علماء دیوبند کا حال جو کچھ ہے وہ سب پر روشن ہے اور کچھ دور نہین جس مسلمان منصف کا دل چاہے بچشم خود دیکھ سکتا ہے کہ
لباس و ہیئت موافق شرع کے رکھتے ہین اور نماز کو بجماعت بخوبی ادا کرتے ہین امر بالمعروف مین بشرط قدرت کوتاہی نہین کرتے
اور تحریر فتوی مین رعایت نفس فقیر کی نہین حق جواب دیتے ہین اور جو انکو کوئی متنبہ کسی خطا پر کر دیوے تو بشرط صحت کے قبول سے
دریغ نہین بسر و چشم معترف ہوتے ہین یہ سب صاف واضح ہین جسکا دل چاہے دیکھ لیوے امتحان کر لیوے اور یہی قبولیت عند اللہ
تعالی کا نشان ہے اور علماء مکہ معظمہ کا حال جس نے عقل و علم کے ساتھ دیکھا وہ خوب جانتا ہے جو نہین گیا وہ ثقات کے بیان سے مثل
مشاہدہ کے جانتا ہے اور اکثر وہان کے علماء نہ کہ سب کیونکہ اکثر وہان متقی بھی ہین اس حالت مین ہین کہ لباس اون کا خلاف
شرع اسبال آستین و دامن کا جبہ و قمیص مین کرتے ہین ریش اکثرون کی قبضہ سے کم نماز مین بے احتیاطی امر بالمعروف کا باوجود
قدرت کے نام و نشان نہین اکثر انگوٹھی چھلے غیر مشروع ہاتھون مین پہنے ہوئے ہین قطع صفوف شائع ہے فتوی نویسی مین کچھ بکر

مین آیا ہے اولم یروا انا جعلنا حرما امنا و یتخطف الناس من حولہم یعنی سورۂ عنکبوت مین ہے کیا نہین دیکھتے کہ ہمنے کردیا مکہ پناہ
اور امن کی جگہ اور لوگ اچک لئے جاتے ہین اوسکے آس پاس سے انتہے - سو یہ مار پیٹ اور اُچک لینے کی باتین قدیم سے وہان کے
بدوے آدمی خارجی کرتے رہے ہین اور اب بھی کرتے ہین لیکن کفر و شرک سے منزہ ہین وہان کے بدوے گنوار آدمی بھی گناہ غیرہ
یا کبیرہ کرین لیکن کفر و شرک اوس ارض مقدس کے آس پاس تک کہین نہین ہوتا او دیوبند مین تو کفر و شرک بھرا ہوا ہے جا بجا سینا
پوجی جاتی ہے مندر اور شوالے بنے ہوئے ہین سنکہ بج رہے ہین پھر دیوبند اچھا ہوا یا حرمین شریفین منکر صاحب کی طرف سے جواب
ہوا کہ ہم دیوبند کے جاہل مسلمان عامی سے اور مشرکان قوم ہنود سے سند نہین پکڑتے ہمتو وہان کے علماء اہل اسلام کی سند پکڑتے ہین

جو چاہو لکھوالو اگر اون کے عصیان سے کوئی مطلع کردیوے تو ہم انکو موجود ہوجاوین اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند
مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہین اور بغدادی رافضی سے کچھ روپیہ لیکر ابو طالب کو مومن لکھدیا خلاف روایات
صحاح احادیث کے اور علی ہذا کہانتک لکھون کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علماء حرمین کی لکھون مگر بناچاری لکھنا پڑا
پس اگر کسی نے ایسی حالت مین علماء دیوبند کو علماء حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دیدی تو کونسا غضب کیا اہل فہم انصاف کرین کہ
ایسی حالت مین علماء دیوبند کا فتوی قابل اعتماد ہوگا یا علماء حرمین کا مثلاً ایک عالم فاجر مسجد مین رہتا ہو کہ اشرف مواضع ہے اور
دوسرا عالم متقی بازار کی دوکان مین ہو کہ شر البلاد ہے تو بازاری عالم کا فتوی معتبر ہوگا یا مسجد مین رہنے والیکا پھر ایسی صورت
مین اگر کوئی کہے کہ مسجد خیر البقاع والے سے مسئلہ پوچھو بازار شر البقاع والے سے مت پوچھو اور فضائل مسجد کے اور برائی بازار کی
بیان کرکے حجت لاوے تو اوس مسجدی بھاٹ کو لوگ احمق کہین گے یا نہین اور اس کلام سے بازار کی فضلیت مسجد پر کون بیوقوف
استخراج کریگا پس اس لطیفہ کثیفہ مولف کو دیکھنا چاہئے کہ بحث تو علماء دیوبند کے معتبر اور دیندار ہونے مین اور بعض علماء مکہ کے غیر
معتبر فی الفتوی والدین ہونے مین ہے اور اوسنے افضلیت دیوبند کی مکہ پر سمجھکر خرافات لکھنی شروع کردی اور نہ سمجھا کہ یہ مفاسد وہان
کے علماء کے زیادہ تر موجب بُعد و خسران کے ہین کہ وہان کی معصیت اشد ہے دیگر بلاد کی معصیت سے مگر ہان شاید مولف کے
نزدیک وہان کے لوگونکے منا کیر بھی حلال ہون معاذ اللہ پس دیکھو کہ گفتگو کیا تھی اور نتیجہ کیا نکالا کیا فہم رسا ہے مولف خود بھی حج
کر آیا ہے اور پھر بھی مکہ سے ویسا ہی لوٹا جیسا گیا تہا سو یہی مصداق تضمین کا ہو رہا ہے اے مسلمانو اعتبار قرآن و حدیث و فقہ
کا ہے نہ مکہ کے باشندون کے قول و فعل کا ذرا غور کرو کتب دین کو دیکھو کوئی معصیت مکہ کے تعامل سے حلال نہین ہوتی بلکہ
زیادہ موجب عذاب و شناعت کی ہے اور مولف کی بلاہت کو غور کرکے سنو کہ فصل حجاز مین کہ حرمین شریفین بھی اوس مین داخل ہے
حدیث کہ ان الدین لیارز الی الحجاز کما تارز الحیۃ الی حجرہا - سو اسکا ترجمہ مولف نے نقل کیا اور خود اوسکی شرح کی ہے بقولہ یعنی
جیسے سانپ اپنے بل سے نکلکر پہر سب جگہ پھر کر اوس مین قرار پاتا ہے الخ پس ادنی عقل والا بھی جانتا ہے کہ سانپ جب اپنے
بل سے نکل جاتا ہے تو بل سانپ سے بالکل خالی ہوجاتا ہے اور جب پھر سانپ بل مین لوٹ آتا ہے تو اوسوقت بل قرارگاہ
سانپ کا ہوجاتا ہے تو اس تشبیہ مذکورہ مولف سے صاف ظاہر ہے کہ کسی وقت مین دین حرمین سے نکلکر دیگر بلاد مین چلا جاویگا

مثبت نے کہا بس ہمارا بھی یہی جواب ہے کہ ہم حرمین شریف کے علماء دین اور مفتیان شرع متین کی سند لیتے ہین کہ وہ سب
بالاتفاق محفل مولد شریف کو درست فرماتے ہین پھر تم ناحق بدوون اور جنگلی لٹیرون کا ذکر کیون کرتے ہو پہلے بھی حرمین کے خواص
علماء کا حکم اور فتوی لیا جاتا تھا علی ہذا القیاس اب بھی پس علمائے خیر البلاد کی سند منگاؤ لیکن منکر کو خوب معلوم تھا اگر وہان
استفتا بھیجا تو وہان کے سب علماء حکم استحباب محفل میلاد لکھدینگے اس لئے اوس نے انکار کیا کہ ہم حرمین کو نہین مانتے ہیں اور نہ
تھا ہم تو دیوبند کو مانتے ہین تب مثبت نے جواب دیا کہ آپ کو دیوبند مبارک ہو ہم اوس پر ایمان رکھتے ہیں ہمکو حرمین شریفین پیارا
ہون ہمارا ایمان ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر گفتگو ختم ہو گئی اب دیکھئے ان لوگون کی یہ حالت ہو گی کہ دیوبند کے آگے حرمین

اور حرمین دین سے خالی رہیگا اور پھر دوڑ کر کے حرمین ہی مین آجاویگا اور یہ امر تقریر مولف سے ظاہر ہے کہ مولف کو حرمین سے کیا کوئی
مولف کو یہ کہے کہ اب اس وقت مین حرمین مین حسب تقریر آپکے کیا دین و دیانت تمام دیگر بلاد مین ہے مگر وقت ظہور امام مہدی حسب
کے عود کر کے آویگا جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے حسب شرح آپکے تو مولف صاحب کی ترکی تمام ہو جاویگی اور خود حدیث سے
حسب فہم مولف کے شرح سے ظاہر ہو جاویگا کہ ایسے وقت مین حرمین کے باشندون کا قول قابل اعتماد نہو اور یہ خلاف قصد مولف
کے ہے اور یہ نتیجہ خود شرح مولف کا ہے کہ سلیقہ خدا داد سے معنی تشبیہ کے بیان کئے ہین اور مطلب نہین سمجھا واہ سبحان اللہ کیا
خوب استدلال ہے اب سنو کہ حدیث مین یہ فرمایا ہے کہ دین وہان سمٹ آویگا اور قرار پکڑیگا سو اسکا کسیکو انکار نہین یہ تو نہین فرمایا
کہ وہان بدعات اور امور غیر مشروع نہ ہووین گے اور وہان کوئی خلاف شرع نہ رہیگا اور عمل بدعت نہ کریگا تھوڑی عقل والا بھی سمجھتا ہے
کہ اگر دین بھی وہان ہو اور خلاف شرع اعمال بھی وہان ہوتے ہون تو خلاف حدیث کے نہین یہ کہان سے سمجھا گیا کہ حرمین مین جو
کچھ ہوویگا وہ سب مشروع ہی ہوویگا اور بدعت وہان ہرگز نہوویگی یہ تو خلاف مشاہدہ کے ہے یہ محض کم فہمی مولف کی ہے بیشک
حرمین محل دین ہے اور وہان کے باشندگان علماء و عوام دیندار ہین خصوصاً مہاجرین کہ اپنا ملک چھوڑ کر حرمین مین متوطن ہوئے اور
تشبیہ سمٹنے سانپ کی بوجہ اتم ظاہر ہو گئی مگر نہ سب علماء اور سب باشندے وہان کے ایسے دیندار کامل ہی ہونے ضرور ہین بلکہ
اہل بدعت اور خلاف شرع بھی وہان رہتے ہین جیسا سانپ کے بل مین سوا سانپ کے اور آلایش وغیرہ بھی ہوتی ہے اور حدیث
مین بھی اس کا اشارہ ہے اور اس بندۂ عاجز نے ایک عالم نابینا سے جو مسجد مکہ مین بعد نماز عصر کے وعظ کہتے ہین حال مجلس مولود کا پوچھا
تو انھون نے فرمایا بدعۃ حرام پس وہان کے علما حقانی اس عمل کو مذموم جانتے ہین اگرچہ وہان کے ایسے بھی علماء ہین جن کا
حال اوپر گذرا اب جو کچھ علماء نے اس حدیث کی شرح مین لکھا ہے تھوڑا سا لکھتا ہون ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری مین
لکھا ہے۔ قال الداودی کان ہذا فی حیوتہ علیہ السلام والقرن الذی کان فیہم والذین یلونہم خاصتہ وقال القرطبی وہذا اشعر بعدہ
علیہ السلام والخلفاء الراشدین اما بعد ظہور الفتن وانتشار الصحابہ فی البلاد ولاسیما فی اواخر المائۃ الثانیۃ وبعدہم جرا فہو بالمشاہد بخلاف
ذلک انتہی۔ اور علی قاری اور شیخ عبد الحق نے بھی اس کے قریب قریب لکھا ہے اس سب تقریر سے اسقدر سبکو معلوم ہو گیا کہ مولف
کا فہم کسقدر کج ہے کہ کہین مطلب کو نہین سمجھا اپنی رائے سے ایک مطلب قرار دیکر جو چاہتا ہے بے جوڑ لکھدیتا ہے اور پھر اپنے مطلب

شریفین کو حقیر جاننے لگے ہائے وہ حرم پاک کہ ہم پانچون وقت نمازون مین اپنا موتھ اوسکی طرف کرین قول جہۃ شطر المسجد الحرام اور سوتے وقت بھی روبقبلہ سونا سنت اور مرجاوین تو بھی حکم دیا جائے قبر مین دفنانے وقت کہ یوجہ الی القبلہ اور اس خانہ محترم کے متولیان کو [illegible] کی خدا تعالیٰ ثنا فرماوے کہ ان اولیاءہ الا المتقون یعنی نہین ولی کا [illegible] بیت اللہ کے مگر پرہیزگار آدمی افسوس ہے کہ یہ لوگ اوس حرم پاک اوس کے اولیا کو اس حقارت سے یاد کرین یہ لوگ [illegible] لوگون کا کلام بھی ہو گئے تحفۃ العرب والعجم مین مولوی قطب الدین خان صاحب لکھے ہین [illegible] کے علما پر بعض احمق لوگ طعن کرتے ہین بڑی خطا پر ہین اس لئے کہ وہ خیر القرون کے رہنے والے ہین حق او [illegible] اللہ فیوض الحرمین مین لکھتے ہین خبردار خبردار [illegible] مدینہ سے ہرگز کدورت دل مین نہ لائیو [illegible] موافق بھی دلائل نہین رہا کچھ عجب نہ [illegible] علم [illegible] سے ملاحظہ کرین [illegible] ایسی بھی کہین نہ دیکھی سُنی ہوگی

قولہ اور اس خانہ محترم کے متولیان الخ **اقول** یہانتک تو مولف صاحب نے مذہبی بحث خواہ مخواہ دربارہ مکہ کی فضیلت ثابت کی تھی حالانکہ یہ سب کا متفق علیہ ہے اب اہل مکہ علماء مکہ کی افضلیت و تقویٰ آیات اولیاءہ الخ سے ثابت کرتے ہین علم [illegible] دیکھنا چاہیے مشرکون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مکہ سے مدینہ عمرہ کیواسطے نہ جانے دیا اور لوگون نے اون کو ملامت کیا تو جواب دیتے تھے کہ ہم متولی و خدمتگار بیت اللہ و مسجد حرام کے ہین جسکو چاہین آنے دین جسکو چاہین نہ آنے دین ہم مختار ہین تو اونکو حق تعالیٰ نے رد فرمایا کہ وہ ہرگز مستحق ولایت بیت اللہ کے نہین کیونکہ ظالم ہین اور مشرک ہین اور مستحق ولایت بیت اللہ کے مومن موحد ہوتے ہین اور نیز بیت اللہ کی خدمتگاری خدا تعالیٰ کا گھر ہونیکی وجہ سے وہی کرتا ہے کہ جو حق تعالیٰ کا بندہ مومن موحد ہو مشرک کہ دشمن مخالف حق تعالیٰ کا ہے حق تعالیٰ کے بیت کا کب متولی ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو اپنی دُنیا کی وجہ سے اور اپنی معیشت کی وجہ سے اوسکی کارگذاری کرتا ہے پس استحقاق ولایت بیت اللہ کا مشرکین کو ہونا محض غلط ہے اور علی ہذا خدام ہونا بیت اللہ کا بوجہ حق تعالیٰ کے بیت ہونیکی دعویٰ کرنا اون کا بالکل لغو ہے استحقاق اوس کا مومنین ہی کو ہے اور خدا تعالیٰ کی بیت ہونیکی وجہ سے سوائے مومنین موحدین کے کوئی ولی بیت کا نہین ہو سکتا ہے یہ مطلب آیۃ کا تھا جناب مولف صاحب نے ایک طبعزاد معنی پیدا کئے کہ جو ولی بیت ہوتا ہے وہ مومن متقی ہی ہوتا ہے غیر متقی ولی خادم بیت کا ہوتا ہی نہین پس جن کو خادم بیت دیکھو جان لینا کہ حسب وعدہ حق تعالیٰ کے وہ متقی ہی ہے سو اگر یہ کافر یا فاسق ولی بیت کا ہو وہ بھی متقی ہی ہوگا سبحان اللہ کیا ذہن سلیم [illegible] اول تو بداہتہً معلوم ہے کہ مشرکین خادم بیت رہے ہین تکذیب قرآن کی سبب تفسیر مولف کے اسکو لازم آتی ہے پھر جو کہنا خدام [illegible] فسق و فجور مین مبتلا ہو پھر بھی وہ متقی رب کا یہ تمام آیات و احادیث و اجماع کے خلاف ہے فساق خدام بیت کو اگر مولف فاسق نہین جانتا تو اپنے ایمان کی فکر کرے کہ کفر کو ایمان اور فسق کو تقویٰ بتلاتا ہے تمام نصوص کا انکار لازم آتا ہے اور فساق خدام کو متقی ٹھیرا کر اون کا مداح ہو کر مورد عتاب حدیث اذا مدح الفاسق اہتز عرش الرحمن و غضب الرب الحدیث کا بنتا ہے اور اس [illegible] اگر یہ آپکی رائے خلاف نصوص کے کوئی جاہل تسلیم بھی کرلیوے تو آپکو کسی طرح مفید نہین کیونکہ خدام بیت اللہ کی سلطان و شریف اور شیبی اور خواجہ سرائے و خدمتگاران مسجد ہووین گے نہ علماء و سکان وہان کے کہ اونکو کچھ بھی اختیار مسجد و خدمت بیت کا نہین مثل دیگر

ورنہ فیضان انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہو گئے ہذا کلامہ ملخصاً **قولہ** اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار مین مخاطب حاضر
ہون جائز ہے یا نہین اور قیام وقت ذکر ولادت صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہین **اقول** اوس وقت قیام مین اہل حرمین شریفین
زادہما اللہ شرفاً وتعظیماً سے جو سُنا ہے تو یہ اشعار پڑہتے ہین یا نبی سلام علیک ٭ یا رسول سلام علیک ٭ یا حبیب سلام علیک
صلوات اللہ علیک ٭ اور ہندوستان مین کچھ ذکر میلاد کرکے اسطرح پڑہتے ہین اشعار۔ السلام اے آفتاب او دین ٭ السلام
اے انتخاب اولین ٭ السلام اے رحمۃ للعلمین ٭ السلام اے ہبط روح الامین ٭ غرضکہ اسی قسم کے اشعار سلامیہ خطابیہ پڑہے
جاتے ہین اون کے جواز مین کون کلام کرسکتا ہے مولوی اسحق صاحب کی مائۃ مسائل مین خود یہ مسئلہ مذکور ہے جواب سوال بست وچہارم مین
بیان فرماتے ہین ندا کردن غائب میان نبی وغیر نبی فرق است اگر نبی را ندا خواہند نمود برائے ایصال صلوٰۃ یا سلام ظاہراً جواز است
بدوجہت یکے آنکہ در حدیث شریف وارد است کہ ملائکہ از طرف حق تعالیٰ مقرر اند برکہ بر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ یا سلام میفرستد ملائکہ نزد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم می رسانند دوم آنکہ در التحیات خطاب برائے رسانیدن سلام وارد شدہ پس بنا برین اگر کسے یا رسول اللہ بگوید
برائے رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہی۔ پھر اگر کوئی شبہ لاوے کہ مولوی اسحق صاحب نے سلام اور درود کے ساتھ حضرت کو یا رسول
اللہ یا نبی اللہ کہنا درست لکھا ہے اسواسطے کہ فرشتے پہونچا دیتے ہین سلام اور درود کو لیکن وہ اشعار مخاطب حاضر بنسبت رسول صلعم کے
جن مین سلام و درود نہو تو وہ بالکل ناجائز ٹھیرے حالانکہ مولد شریف مین ویسے شعر بھی پڑہتے ہین تو جواب اوسکا یہ ہے کہ بس یہی جواب
اون شعرون مین بھی سمجھہ لو یعنی اگر کوئی مدح اور نعت اور منقبت ندا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب حاضر کریگا تو یہ بھی رسول اللہ صلعم
تک پہونچ جائیگا اون سے چھپا نہین رہیگا اُمت کے سب اعمال اور سب کہنا سُننا رسول اللہ کو پہونچتا ہے۔ روی البزار باسناد جید
صحیح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ
علیہ وما کان من سیئی استغفرت اللہ لکم اور شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورہ بقر مین آیہ ویکون الرسول علیکم شہیدا مین لکھتے ہین
تاس کہ مین لیر او دین بحث ہے یا علما رمین لیس آپ کے ترجمہ ناصواب کے موافق بھی آپکا مدعی بر آمد نہوا اور یہان بھی وہی ہو گیا کہ اصل مدعی
کچھہ اور اثبات کچھہ قرآن شریف کی تفسیر کو مسخ بھی کیا صفہ بالائے بھی بنا مگر مطلب نے نکلا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور حال اجناس و معاملات ان
خدام کا بھی محض خلاف شرع ہے پھر اونکو متقی جاننا مولف جیسے حق پوش ہی کا کام ہے قرآن و حدیث سے تو وہ ہرگز متقی نہین ہوسکتے
معاذ اللہ اور نواب قطب الدین صاحب نے بھی ناحق طعن کرنا وہانکے علما کا لکھا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ناحق کدورت لانے کو
منع کیا ہے نہ یہ کہ وہانکے اہل فسق کو اچھا جانو اور اونکی مدح کرو بغض فی اللہ جزو ایمان کا ہے اس اونکے فسق کو برا جانو اور اسوجہ سے اونکو
برا سمجھکر اونکی برائی ظاہر کرنا واجب ہے تاکہ احمق جاہل اونکے افعال کو دین اور جائز نہ سمجھہ جاوین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فساق
کی غیبت سے مت اندیشہ کرو مگر ہان وہ غیبت بوجہ دین اور مسلمانون کی خیر خواہی کے ہو نہ بوجہ اپنے غیظ و کینہ کے پس اب مولف کا فہم و استدلال
خوب واضح ہو گیا مولف ایسے کلمات سے توبہ کرے اور کہین ہکر کچھ پڑہ لیوے فقط **قولہ** حضرت فخر عالم اشعار مین مخاطب حاضر ہون الخ **اقول**
سائل کی مراد اس سے یہ تحقیق کرنا ہے کہ ندا اور خطاب تو سب لغات مین حاضر موجود کے واسطے موضوع ہے سو اشعار و مدح مین جو ندا و خطاب پڑہا جاتا ہے اگر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ست بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ الی ان قال و روایات آمدہ
بر نبی ما اعمال امتیان خود مطلع می سازند کہ فلانے چنان می کند و فلانے چنان تا روز قیامت ادای شہادت تواند کرد انتہی اور شیخ علامہ

اسمعیل افندی اور قسطلانی اور زرقانی رحمۃ اللہ علیہم روایت کرتے ہین عن سعید بن المسیب قال لیس من یوم الا و تعرض علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ و عشیۃ فیعرفہم بسیماہم و اعمالہم فلذلک یشہد علیہم یوم القیمۃ پس اگرچہ رسول اللہ صلعم بلحاظ خوانان
کی نظر سے غائب ہین لیکن اون کے اشعار مخاطب حاضر پڑہے ہوئے سب رسول اللہ تک خدا پہونچا دیتا ہے ہر صبح و شام پھر جس حالت
اور دلیل ست الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ یا ایہا النبی وغیرہ بقول مولوی اسحق صاحب جائز ہوا تھا اوسی دلیل سے مدح اور
منقبت مین بھی رسول اللہ کو مخاطب حاضر کے اشعار پڑہنے جائز ہین اور ہم ذمہ کرتے ہین کہ صحابہ کرام سے لیکر آج تک اولیا کرام اور علما
خلف سے اشعار بخطاب حاضر کا پڑہنا ثابت کر دینگے بیان اس کا اوسی مشغل مولد شریف مین آویگا افسوس ہے کہ اپنے پیر و مرشدون
کے کلام پر بھی نظر نہین کرتے یون اوٹھتے ہین منہ سے جو چاہین بکتے ہین جانتے کہ ہر لفظ کا مباحثہ قیامت کو ہوگا و ما یلفظ من قول الا
لدیہ رقیب عتید - اس مقام مین ایک شعر مولوی محمد حسین فقیر کا یاد آیا جو مذمت محفل مولد شریف مین بیان فرماتے ہین ~ بہت
نداے رسول خدا مین مشاغل ہین + یہ مشرکون کی علامت ہے محفل میلاد + او صاحب عرب مین جو ندائے رسول کرتے ہین اور جو سجدہ مین
کرتے ہین اونکا حال تم کو سنایا گیا اب کہئے اگر یہی شرک ہے یعنی صاحب کے اعتقاد کے موافق پانچون وقت کی نمازمین مشرک بنتے ہونگے

ذات فخر عالم کو حاضر ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہین بلکہ محض محبت مین کہتا ہے یا یوجہ اس کے کہ اگر
ضمن صلوۃ و سلام مین ہے تو ملائک آپ تک پہونچا دینگے - اور جو بدون اوسکے ہی وقت عرض اعمال کے پیش ہو جاویگا تو جائز ہے
مگر چونکہ اوس مجمع مین جہال شعرا اور اہل بدعت کہ تمام اولیا تک کی نسبت اونکا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونیکا
ہے موجود ہوتے ہین تو بصورت ندا و خطاب کے اون کے عقائد کا افساد اور اونکی بدعت و شرک کی تائید ہوتی ہے تو درصورتیکہ یہ امر مظنون
بلکہ بحکم یقین ہے تو درصورت ثانیہ خطاب شرک نہین مگر ہم شرک اور بسبب فتنہ فساد کا ہے تو یہ جائز ہے یا نہین اور اس امر کے ضم سے یہ
مجلس کیا حکم رکھتی ہے یہ تھی مراد سائل کی تو مولف صاحب نے پہلی شق جس مین شرک لازم آتا تھا مطلقاً ذکر نفرمائی اور اسکو بالکل حذف
فرمایا گویا یہ معنی خطاب و ندا کے سمجھے ہی نہین اور دوسری شق کو اپنی اصل پر کہکر فی حد ذاتہ اوس کا جواب دیا کہ بالکل جائز ہے کون
اوسکو منع کرتا ہے اور پھر اوسکے اثبات مین دلائل پیش کر دین اب مولف صاحب سے کوئی پوچھے کہ جس شق کے اصل جواز کا آپ
فتوی فرما رہے ہین اور اسپر بڑی دہوم دہام سے مولنا محمد اسحق صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب اور بزاز وغیرہ سے روایت کشی
ہو رہی ہے اوس کا سائل کب منکر تھا اور وہ اوسکو کہان پوچھتا ہے تم کیون سر پھوڑا کر تقریر طویل لاحاصل کر رہے ہو یا تو شق اول کا
جواب لکھنا تھا کہ آیا وہ شرک ہے یا نہین یا دوسری شق کی عارض پر بحث کرنی تھی کہ باوصف اس مفسدہ کے بھی مجامع عام مین ایسے اشعار
پڑہنے درست ہین یا نہین وہ کب کہتا ہے کہ فی حدہ یہ صورت ناجائز ہے اور مفتیون کے مرشدون و دوستون نے اگر ایسے اشعار کبھی
پڑہے تو خود خلوت مین یا خواص مین نہ بازار مین اور نہ عوام جہلا مین اور طمع ہو کر اونکی تشہیر کا گر قصور ہے تو دوسرے لوگون کا ہے پس کیا

اس لئے کہ التحیات مین پڑھتے ہین السلام علیک ایہا النبی یعنی سلام ہو تمپر اے نبی - دیکھو اس مین ندای رسول خدا موجود ہی
اب کوئی دن مین مولوی صاحب نمازیون کے حق مین بھی یہ شعر پڑھین گے ؎ بہت ندای رسول خدا مین شاغل ہین وہ مشرکون
کی علامت ہے پنجگانہ نماز ✦ نعوذ باللہ من سوء الاعمال و الاعتقاد اور واسطے بیان خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینہ

عجب مولف کے فہم پر ہے کہ جسکو سائل پوچھتا ہے اوسکا تو قلیل کثیر کچھ بھی جواب نہین اور ایک غیر مسئول امر پر زور شور علم کا جتلایا
جاتا ہے لیس آپکی سب روایات منقول مسلم ہین مگر آپکے فہم پر اور حسن جواب پر صد آفرین ہے الغرض جواب آپکی خوبی علم و فہم کا اور
اس تقریر طویل کا تو ہو چکا اب اگر تم لاکھ دلائل اولیا و علما و صحابہ کے اس باب مین نقل کروگے تو آپ کو ہرگز ذرہ بھی مفید
نہین کیونکہ سب کا یہی جواب ہے کہ اونکا عقیدہ ہرگز حضور و اثبات علم غیب کا نسبت امام علیہ السلام کی نسبت نہین اور یہ
کلمات فرط محبت مین کہے اور خلوت یا جلوت خواص مین پڑھے اب بولو آپ کی اوراق لا یعنی اس ایک کلام سے رد ہوگئی یا
نہین بعد اس کے جو آپ نے مولوی محمد حسین فقیر پر ایک طعن کیا ہے محض بیجا ہے کیونکہ اہل بدعت کا یہ عقیدہ علم غیب
بالذات کا محقق و مشہور ہے سو اونھون نے اونکی ہی نسبت یہ شعر لکہا ہے اور واضح ہے کہ اس عقیدہ سے خواہ بصیغہ صلوٰۃ
وسلام مین خطاب ہو یا غیر صلوٰۃ و سلام مین بہرحال شرک ہے اور بدون اس عقیدہ کے خواہ صلوٰۃ و سلام ہو یا غیر اوس کے
جائز جبتک مجمع عوام و سفہا مین نہو سو اون پر طعن محض بیمحل ہے اگر التحیات مین عقیدہ علم غیب کا ہوگا تو اوسکو اوس کے
شرک ہونے کا انکار ہے وہ بھی شرک ہو جاویگا اور التحیات مین یہ صیغہ بالحضر نقل و حکایت ہے سو واسطے درست ہوا
یا بوجہ سلام کے کہ وعدہ ایصال ہو چکا ہے اور خلاف اوس کے عقیدہ کرنے مین بھی وہی حکم ہے پھر طعن کیسے موقع ہوا
مگر مولوی محمد حسین صاحب تو آپکے معاصر ہین اونپر طعن کرنے سے کوئی آپکو بڑائی نہین حاصل ہوتی البتہ بڑے بڑے علماء
پر جیسا مولوی محمد اسمعیل صاحب مولوی محمد اسحق صاحب اونپر اعتراض کرنے مین اور علما و فقہا متقدمین مین جو روشنی کثیر کو مکروہ
فرماتے ہین اونپر طعن لاعلمی روایات کا کرنے سے جیسا روشنی کے مسئلہ مین گذرا اور خود حضرت عمرؓ و علیؓ و عثمانؓ پر اسراف کی
روشنی کرنی اور اوسکی مدح کرنے پر کہ قرآن شریف کے حکم کے خلاف اسراف کیا آپ صراحۃً و اشارۃً طعن کر چکے ہین تو وہ
البتہ موجب آپ کے تبحر علم کا عوام کالانعام کے نزدیک ہوتا ہے تو اس باب مین بھی ہم آپکو بتلاتے ہین کہ بخاری مین ہے کہ
ابن مسعود تا حیات فخر عالم السلام علیک ایہا النبی التحیات مین پڑھتے تھے اور بعد وفات آپ کے السلام علی النبی پڑھنے لگے تھے
اب اونپر طعن فرمایئے تاکہ لوگون کے نزدیک عظیم شان آپکی ہویدا ہو جاوے مولوی محمد حسین تو بڑھون کی تقلید سے
ایسون پر طعن کرو کہ اونکی برارۃ ہو ہی نہ سکے معاذ اللہ اب مولف صاحب غور فرماوین اور سب اہل علم لحاظ فرماوین
نے شرح سوال کیا کی اپنی طرف سے کیا - سوال نیا تصنیف فرمایا ہے سائل نے پانچ قید سوال
قصائد مدح پڑھنا زیب و زینت کا ہونا - غیر نبی کا ہونا - روشنی کثیر کا ہونا - فخر عالم کو خطاب
فرمائی کہ ہرگز سائل کے ذہن مین بھی نہین گذری ہے اپنی طرف سے خلاف مقصود سائل کے ایک شرح فرمائی

زیادہ تر تحقیق نمبر چہارم مین آویگی قولہ بحدیث نبوی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا اقول سائل نے حصر کر دیا دین کو حدیث مین کہ
حدیث سے جائز ہے یا نہیں یون پوچھنا چاہئے تھا کہ شرع شریف مین جائز ہے یا نہیں اس لئے کہ شرع شریف کے مسائل فقط حدیث
ہی سے نہین نکلتے بلکہ اول دلیل شرع قرآن مجید ہے پھر حدیث شریف پھر اجماع امت پھر قیاس اس بات کہ ہم نے اصل انہی کے
مجتہد مذہب سے سنوا سے دیتے ہین دیکھو مولوی اسمعیل صاحب نے تذکیر الاخوان مین دربارۂ بدعت لکھتے ہین جو مسئلہ کہ قرآن مین مفصل
مذکور نہین اوس کا حال حدیث سے دریافت کرے اور جو حدیث مین بھی صریح بیان نہو تو وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابون کی
اجماع سے دریافت کیے اوس اجماع کے موافق عمل کرے اس واسطے کہ حدیث کی رو سے صحابہ کے اجماع کی پیروی کرنے کا حکم ثابت ہے
پھر جو مسئلہ اجماع سے ثابت ہو یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین ایسا واقع نہوا ہو اور پیچھے وہ حکم ٹھیرا کر اجماع کرتے تو ایسی بات پر مجتہدون
کے قیاس صحیح کے موافق عمل کرے انتہی بلکہ مولوی اسمعیل صاحب کے کلام سے تو مابعد مجتہدون کی بات نکالی ہوئی بھی حق معلوم
ہوتی ہے اسی مقام مین بعد تیرہ چودہ سطر کے فرماتے ہین پھر اور کوئی مولوی مشائخ جو اپنی عقل کو دخل دیکر کوئی بات نکالے اوس کا کیا
ٹھکانا مگر ہان اگر اکثر عالم دیندار متقی پرہیزگار اوس مسئلہ کو قبول کرلین تو البتہ وہ بھی معتبر ہے انتہی۔ اب سائل کو معلوم کرنا چاہئے کہ جب
جواز امور کے واسطے بہت دلائل ہوئے یعنی قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس مجتہدین اور اتفاق اکثر علماء دیندار پس جب کہ کوئی امر ان
دلائل مین کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جاویگا اوس کو کہینگے کہ یہ امر شرع مین جائز ہے یہ نہین کہ جس کا نام فقط حدیث مین صریح آیا ہو

لکھے وہ بھی اکثر جگہ اوس شرح کے مطابق و مناسب نہین چہ جائیکہ اصل مقصود سائل کی موافق ہوتی چنانچہ تحریر بالا سے ہویدا ہو گیا
سو ایسا جواب سوال اور ایسی شرح شاید کسی نے آنکھ کھولکر دیکھی ہو گی عجب تماشا ہے اور پھر ان تو ایا ستا ہین جن جن امور کی نسبت
اوروں کو مطعون بناتے ہین وہی امور خود اختیار فرماتے ہین سبحان اللہ کیا اعجوبہ ہے **قولہ** بحدیث نبوی الخ **اقول** یہ آخر اعتراض
سائل پر ہے کہ فقط حدیث سے ہی کیون طلب جواب کیا قرآن و اجماع و اجتہاد بھی حجت شرعیہ ہے سو بیجا ہے اول تو اوس کا عذر
قبول ہو سکتا ہے وہ ناواقف ہے مگر خوب محقق ہو گیا کہ مولف کے نزدیک فقط حدیث سے مطالبہ کرنا کسی حکم کا معیوب و زبون ہے بلکہ
حجج اربعہ مین سے کسی سے جواب دیدیوے تو کافی ہے اور اتباع امر معیوب کا بھی ناجائز ہے اگر کوئی مستفتی خواہ مخواہ جواب سوال کا
حدیث سے ہی طلب کرے تو مفتی کو اوس پر عمل کرنا جائز نہین کیونکہ اتباع نادان کا بھی درست نہین ہوتا سو مولف اس اپنے قاعدہ
مقررہ کو یاد رکھے کہ اس کے خلاف مین مولف مطعون ہووے گا اور جو اوس بیچارہ کے کلام کی تاویل کر سکو تو کیون اوس پر غصہ ہوئے
ہو قرآن کی حدیث تفسیر ہے اور حدیث بھی وحی باطنی ہے سو قرآن حدیث تو ایک ہی ہوئی معنیً و حکماً اور اجماع بلا سند نہین ہوا
کرتا سو سند قرآن کی آیت یا کوئی حدیث صراحۃً اشارۃً دلالۃً ہوتی ہے سو وہ بھی حکماً حدیث ہی ہوا اور قیاس خود مظہر حکم
ہے نہ مثبت حکم سو وہ بھی اگر اجماع سے ہے تو وہ معلوم ہوا کہ حدیث ہی سے ہے حکماً اور قرآن سے ہے تو وہ بھی معنیً حدیث سے متحد
ہے پس اوس کا کہنا یا یون تاویل درست ہے پس مطالبہ حدیث مین اگر کوئی قول مجتہد کا پیش کر دے یا جزئیہ ہمارا کا جو قاعدہ کلیہ مجتہد سے
نکلا ہے پیش کردیوے تو وہ جواب حدیث سے ہی ہو ویگا صریح حدیث کی ضرورت نہین بہرحال مولف اوس کو یاد رکھے الحمد للہ کہ برہان

نہ معلوم کیا مسئلہ مین تقلید ایک جزئی خاص کی بلا خوض و تفکر صحیح نہین **شکایت ثالثہ** اگر مولوی شریف حسین وغیرہ بات کہین کہ
قرون ثلثہ کے بعد جو حادث ہو وہ ضلالت ہے تو کچھ اون سے بعید نہین کیونکہ غیر مقلد مین لیکن اصحاب دیوبند جن کا مذہب تقلید ہو اور
اور یہ کہتے ہون کہ امام واحد کی تقلید کل مسائل مین واجب ہے چنانچہ فتوی مولوی محمد قاسم صاحب کے انتصار الحق سے یہ بات ظاہر ہے
پھر یہ صاحب کس طرح فرماتے ہین کہ ایجاد بعد قرون ثلثہ کا بدعت ہے یہ اعتقاد وجوب تعیین تقلید شخصی کا تو قرون ثلثہ کے بعد حادث
ہوا ہے اپنے پیران پیر شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کو دیکھین کہ وہ لکھتے ہین ۔ ان الماتۃ الرابعۃ لم یکونوا مجتمعین علی مذہب
ہو مگر دربار طین لاریب غلط ہوگا کیونکہ اکثر بیگہ یہی ظاہر ہوتا ہے پس مولوی صاحب کو ہر گاہ کہ جواب صحیح معلوم ہوا مہر لگا دی ورنہ مصداق
اس حدیث کے ہوتے من سئل عن علم فکتمہ الجم بلجام النار ۔ اور مخالف اگر صادق امر کہے اوسکی تصدیق ضرور ہے یہ بدیہی ہے
کہ کوئی بددین اگر دین کی بات کہے تو تکذیب کر دیوے کہ اس مین یہ خود مکذب بنتے ہین فخر عالم علیہ السلام نے یہود کی بھی سچی بات
کی تصدیق فرمائی ہے چنانچہ صحاح مین یہ روایت موجود ہے پس یہ شکایت محض کم فہمی ہونے کی ہے **قولہ شکایت ثالثہ الخ اقول**
مولف اپنی خوبی فہم سے بلکہ اپنے اسلام ہم مشرب کی تقلید سے معنی موجود ہونے کے قرون ثلثہ مین اور نہ موجود ہونے کے یہ سمجھا
ہے کہ اگر قرون ثلثہ مین یہ جزئی خاص حادث ہو کر وجود خارجی مین آجاوے خواہ دلیل اوسکے جواز کی اون قرون مین موجود ہو یا
نہو اور خواہ اوسپر کسی نے اون قرون مین انکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور خواہ وہ امر اون قرون مین شائع ہوا ہو یا نہوا ہو تو وہ سنت ہے
اور اگر اوس جزئی خاص نے اون قرون مین وجود خارجی نہین پایا اگرچہ جنس اوس کی اون قرون مین موجود غیر منکر ہو یا دلیل جواز
کی موجود ہو وہ بدعت سیئہ ہے فقط مگر یہ فہم بالکل غلط فاحش اور محض کور علمی ہے اور مولف کی فقط اس ہی کج فہمی پر تمام ان رسالہ
کی بنا ہے اور اس ہی کوتہ فہمی سے تمام مغالطات و قبائح کا مرتکب ہوا ہے یہ ہرگز ہرگز یہ معنے نہین بلکہ اس کے معنی یہ ہین کہ
جو شے بوجود شرعی قرون ثلثہ مین موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح
اصول فقہ مین اوسکو کہتے ہین کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم ہو سکے اور حس اور عقل کو اوس مین دخل نہو
پس اوس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا
ہوگیا تو وہ شے وجود شرعی مین آگئی ۔ اگرچہ اوسکی جنس ہی خارج مین نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہین
کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہین ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہوگیا وہ جمیع جزئیات شرع
مین موجود ہوگیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہوگیا تو شرع مین اوس کا عدم ثابت ہوگیا اور وجود اوسکا مرتفع ہوگیا پس یہ حاصل ہوا کہ
جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ مین ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اون قرون مین ہوا یا نہوا اور خواہ اوس کی جنس کا وجود خارجی ہوا
ہو یا نہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی اون قرون مین موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہین تو خواہ وہ اون قرون مین
بوجود خارجی ہوا یا نہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اوس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کی ہے اور نکیر ہونا اوسپر
عدم جواز کی ہے علی ہذا اوس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اوس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اوس کے جواز کی ہوتی ہے

پس جبکہ چوتھی صدی تک تقلید شخصی پر مجتمع نہ تھے تو ظاہر ہوا کہ چوتھی صدی کے بھی بعد یہ مسئلہ وجوب کا حادث ہوا اور خود چوتھی صدی قرون ثلثہ سے بہت بعید ہے تو مابعد چہارم تو نہایت ابعد زمانہ ہوا اور تنویر الحق میں مولوی قطب الدین خان صاحب نے قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری سے نقل کیا ہے ان اہل السنۃ والجماعۃ قد افترق بعد القرون الثلاثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاہب الخ یہ بات آپکو مضر نہیں کیونکہ ہم بعض بدعت حسنہ کو واجب بھی کہتے ہیں اور بدعت حسنہ کا وجود فقط قرون ثلثہ میں نہیں سمجھے ہیں لیکن اس صاحب نے پیش حل ہوگا شکایت رابعہ آپ کے پیر و مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالی کی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ مجتبائی ہمارے پاس ہے وہ کتاب اسلئے دستور العمل ہونے اپنے مریدوں نے لکھی ہے اس میں بہت باتیں اختراعی ہیں مثل لا الہ کا تحت بارہ ... اور خطرات کو مشاہدہ جمال مرشد سے دفع کرنا یعنی تصور شیخ اور عرش ... کے تصور پر ذکر کرنا اور حبس دم کا دبانا اور ... اور ناف اور گھٹنے وغیرہ کی طرف اشارات ... ذکر میں کرنا اور اذکار کا عدد اور جلسہ کی ہیئت اور وضع اور وقت وغیرہ کے تعین خاص کرنا اس قسم کی بہت چیزیں اور امور ہیں جنکا قرون ثلثہ سے ... نہیں ہیئت کذائی وہ ہیں ہیئات مجموعی ثابت نہیں اور مولوی شریف حسین اور حفیظ اللہ صاحب واعظ کی تحریر اس فتوی انکاری میں یہ بات ثابت کر رہی ہے کہ محفل مولود شریف اور ...

یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث سے ہی ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت حکم کا نہیں ہوتا پس جو قیاس ... ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اوسکے اشیاع نے اسکی ہوا بھی نہیں سونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہانذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس وجہ کو اس کتاب میں ضرور درج کرتا ہوں کہ شاید فقیر کو نفع ہو اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو اگر اوسکو خوب نگہداشت کیا جاوے تو تمام اس رسالہ اور دیگر رسائل منکرین کی خطا واضح ہو جاتی ہے اور مولف تو کسی مطلب علمی کو کہیں بھی نہیں سمجھتا اپنی فکر ناتمام سے ایک معنی قرار دیکر بدون غور کلام کے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا بکتا ہے ایسے علم و فہم پر افسوس آتا ہے پس بعد تمہید اس قاعدہ کی دیکھو کہ تقلید شخصی کی دلیل قرون ثلثہ میں موجود ہے گو وجود خارجی اوس کا نہیں ہوا اس سے ہمکو بحث نہیں فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الآیۃ ... وجوب تقلید کا حکم ... بالاطلاق شخصی اور غیر شخصی کو دونوں کو محتوی ہے اور دونوں مامور علی التخییر ہیں اور آیۃ ولا تفرقوا الخ و حدیث کو نوا عباد اللہ اخوانا الحدیث وغیرہ میں امر وجوب تقلید شخصی کا وقت افتراق اور اختلافات کی موجودہ ثابت ہے کیونکہ زمان جہل میں اور وقت اعجاب کل ذی رای برایہ کی عدم تقلید شخصی میں فتنہ ہوتا ہے چنانچہ خود مشاہد ہے لہذا بالتعیین وجود وجوب وغیرہ تقلید شخصی کا بعد ازمنہ قرون ثلثہ کے ہوا اگرچہ دلیل شرعی اس کا قرون ثلثہ میں ثابت تھا پس اسکو بدعت ضلالہ جاننا حسب مشہور بدعت کی محفل ... اور فہم ہے کہ بعد اس شرح بسط کے کوئی عاقل جاہل بھی تردد نہ کریگا اگرچہ مولف سے توقع قبول کی نہیں اور علی ہذا القیاس ... پس یہ دو شکایتیں ... ثالثہ اور رابعہ محض مولف کے عدم علم و فہم سے ناشی ہوئے اور مولف نے باتباع بعض علماء کے اسکو بدعت حسنہ سے تعبیر کیا اور یہ فرق ... اور لفظی تھا فی الواقع کوئی خلاف معنوی نہ تھا مطلب سب کا ایک تھا میاں مولف نہ سمجھے مرید سے اوسکو نزاع حقیقی سمجھکر افعل ... اپنی حقیقت سب پر ظاہر کردی **قولہ** شکایت رابعہ الخ **اقول** اسکا جواب بھی جواب شکایت ثالثہ سے واضح ہوگیا اور اوس کے جواب میں

اور اب باعث عدم ثبوت قرون ثلاثہ کے مخترعات ناپسند شرعیہ میں اور آپنے اوسکی تصحیح پر مُہر لگا دی تو فی الحقیقت یہ مُہر ہو گئی
اسبات پر کہ جو چیز قرون ثلاثہ سے ثابت نہو وہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے پس داخل ہو گئے اس میں سب اپنے کاروبار اشغال مرشدان خاندان
جناب جیسے ضیاء القلوب میں مندرج ہیں کہ ہرگز اون کا ثبوت بہیئت کذائی وہیئات مخصوصہ قرون ثلاثہ سے نہین ہے پس اونکی فعلیات
اور اسکو یہ اعتراض کچھ مضر نہیں اسلئے ہم اسکے قائل نہیں کہ جو بات قرون ثلاثہ میں نہو وہ ضلالت اور سیئہ ہو لی ہے **لمعۂ ثانیہ در جواب
مانعین در تحقیق بدعت و ثبوت بدعت حسنہ** - واضح ہو کہ اس فتوی انکاری میں کوئی منع کی دلیل نہیں سواے اسکے کہ یا تحقیق دلت

طول و اسطالیا گیا ہے بہت کارآمد قاعدہ ہے اور تمام رسالہ کے منع کو کافی ہے بغور ملاحظہ کرنا لازم ہے **قولہ لمعۂ ثانیہ در جواب مانعین
در تحقیق بدعت الخ اقول** تحقیق معنی بدعت میں مولف نے نہایت اپنا جوہر فہم دکھایا اور غایت مبلغ علم کا اظہار کر دیا اور اس تحقیق
پر مولف کو نہایت فخر و ناز ہے پہلے جواب شکوک مانعین میں بعد از تحقیقت بدعت کا لکھنا ہے اب یہاں کچھ لکھتا ہوں سنو کہ تمام علماء
اول سے آخر تک متفق ہیں اسبات پر کہ بدعت لغت میں امر جدید کو کہتے ہیں اور کتب شرعیہ میں جو اطلاق اس لفظ کا ہوتا ہے تو کسی جگہ
تو اوسکے معنی یہ لیتے ہیں کہ جو امر بعد فخر عالم علیہ السلام کے حادث ہوا مطلقاً خواہ محمود ہو خواہ مذموم یعنی اوسکے جواز کی دلیل شرعیہ میں موجود
ہو یا نہو سو اسکی دو قسم کرتے ہیں قسم اول محمود کہ جسکی دلیل جواز کی شرع میں ہے دوسری مذموم کہ دلیل اسکے جواز کی نہیں پس
قسم اول کو بدعت حسنہ نام رکھتے ہیں اور لغوی یا سنت جانتے ہیں اور دوسری قسم بدعت ضلالہ ہے پس یہ بدعت کی عام کہلاتی ہے اور
کسی جگہ معنی بدعت کے یہ ہوتے ہیں کہ جو امر حادث ہو مشابہت طریقہ مرضیہ شارع علیہ السلام کے یعنی اوس کے جواز کی دلیل شریعت میں نہو
اور یہ معنی خاص ہیں اور کتب شرعیہ میں اسکی بہت کچھ ذکر ملتا ہے تو بدعت بالمعنی الثانی ہی مذموم ہے اور قسم محمود سنت میں داخل ہے پس
یہ دونوں اطلاق درست ہیں اس میں کسی کا خلاف نہیں فقط بیان کا فرق ہے اور اصل مراد میں سب متفق ہیں سو جو بدعت کو
مطلقاً مذموم کہتے ہیں وہ بدعت کے معنے خاص لیتے ہیں اور جو علماء تفریق حسنہ و سیئہ کی کرتے ہیں وہ معنی عام لیتے ہیں اور یہ جو حضرت
لکھا تمام کتب شرعیہ میں موجود ہے اور خود مولف بھی اسکو جانتا ہے خود اس رسالہ سے ظاہر ہے لہذا نقل روایات کی حاجت نہیں اور
یہ بھی ظاہر ہے کہ جو علماء رسوم چہلم وغیرہ کو بدعت کہتے ہیں وہ بدعت کو معنی خاص لیتے ہیں اور مقام ذم میں ذکر کرنا اور حجت عدم جواز کی
ٹھہرانا دلیل ظاہر اس امر کی ہے ورنہ معنی عام سے کہ ایک فرد اوسکی محمود بھی ہے کس طرح مذموم مراد ہو سکتا ہے مطلقاً اور یہ امر جسکو ادنے
سلیقہ ہو گا جان سکتا ہے مگر مولف کا سلیقہ علمی اور خوبی فہم قابل دید ہے کہ باوصف علم اس اصطلاح کے اور قرینہ بینہ کے جگہ جگہ اعتراضاً
لکھتا ہے کہ تمہارے نزدیک فلان شے بدعت ہے اور ہمارے نزدیک کچھ حرج نہیں کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور اوس کو نہایت الزام
و اعتراض سمجھتا ہے تو اس تحریر مولف سے معلوم ہوا کہ مولف کے نزدیک یہ نزاع حقیقی اور مخالفت معنوی ہے فرق اصطلاحی نہین ورنہ
کیوں یہ تو تو میں میں کرتا اور کس واسطے باوجود ارزانی حقیقت دماغ کے لا حاصل اسقدر تطویل کرتا کہ سب کا مآل و مقصود ایک ہوا دیکھ ایک کے
صحیح اور دوسرے کو غلط بتادے اور لا حاصل تحریر طویل لکھکر کاغذ سیاہ کیے پس اس سے بھی تبحر علم اور خوبی فہم مولف کا ہر شخص پر عیان ہو گیا
جیسا پہلی شرح سوال میں ہر ہر سخن پر سمجھ و فہم مولف کی ظاہر ہو چکی الحاصل دونوں معنی بدعت کے ایک ہی مراد ہے اور جو کتب میں

باتون کو بھی بدعت کہتے ہین ان علمار کے نزدیک بدعت کے یہ معنی ہین البدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہر حضرت کے بعد اگر صحابہ بھی ایجاد کرین اُن علمار کے نزدیک وہ بدعت ضلالت ہے لا مذہبون غیر مقلدون کا اسی پر عمل ہے کہ وہ خلفاء راشدین کے فعل کو بھی بدعت اور ناجائز کہتے ہین اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ حضرت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے لازم پکڑو سنت میری اور سنت خلفاء راشدین کی تو اوسکا جواب یہ دیتے ہین مسک الختام شرح بلوغ المرام مین یہ ہے کہ نہین مراد سنت خلفاء راشدین سے مگر ایسا طریقہ اونکا کہ موافق طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو اور معلوم ہے قواعد شریعت سے کہ کسی خلیفہ راشد کو نہین پہونچتا کہ کوئی طریقہ سوائے اوس طریقہ کے کہ اوسپر حضرت تھے مشروع کرے انتہی ملخصاً اور کتاب مفاتیح الاسرار التراویح مین ہے کہ مراد سنۃ الخلفاء سے وہی سنت اونکی ہے جس مین وہ موافق اور متبع سنت نبوی ہین نہ وہ کہ جس کے وہ خود موجد ہین الی آخرہ پس ان بزرگوارون کے نزدیک تو حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ بھی کہ بعض امور انہون نے زائد کئے ہین بدعتی ہین نعوذ باللہ منہا یہ فرقہ مولوی اسمعیل صاحب سے تین ہزار درجہ بڑھ گیا وہ تو تبع تابعین تک کو مانتے تھے یہ خلاف اون کے یہ ہے کہ صحابہ تک کو بھی نہین مانتے کیون نہو جب تک اپنے بزرگون سے چار قدم آگے نہ بڑھے تو پھر کیا فخر ہوا ایہا الطالبان

کہ یہان خلفاء راشدین مین بھی نپایا جاوے اور بعض نے عدم اور وجود زمانہ صحابہ کا ذکر کیا اور اوس کی وجہ ظاہر ہے کہ جو زمانہ فخر عالم میں ہوگا صحابہ کے قرن مین بھی ہوگا جیسا اب ہی گذرا اور پھر ایک حدیث مین خود فخر عالم نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الخ دوسری حدیث مین فرمایا ما انا علیہ واصحابی اور ظاہر ہے کہ بعض امور زمانہ خلفاء مین اور صحابہ مین شائع اور ظاہر ہوئے کہ فخر عالم کے وقت مین ظہور اون کا نہوا تہا اگرچہ اصل اور دلیل اوسکی موجود تھی اور یہان وجود شرعی ہی مراد ہے عام ہے کہ وجود خارجی مین آیا ہو یا نہ آیا ہو اور بعض نے ایک صحابہ کے بعد تابعین کے زمانہ مین نہونا بھی اس حد بدعت مین زائد کیا جیسا عالمگیریہ نے محیط سے نقل کیا اوسکی وجہ بھی ظاہر ہے کہ زمان تابعین مین اجتہاد و قیاس ہوا اور قواعد و ضوابط بنائے گئے اور جو کچھ زمانہ صحابہ مین مخفی تہا ظاہر ہوگیا تو یہ سب اوسکا ہی اظہار و ضبط تہا جو پہلے موجود تہا کوئی امر جدید خلاف اوسکے نہ تہا اور بعض علماء نے تبع تابعین کے قرن مین بھی نہونیکو ذکر کیا اس سبب سے کہ حدیث خیر القرون قرنی مین تبع تابعین بھی ذکر فرمائے گئے ہین اور فی الواقع اس قرن مین ائمہ مجتہدین نے بسط و تفصیل قواعد شرعیہ کی اور کلیات اجتہاد و قیاس کے ایسے کامل و منضبط کر دیئے کہ قیامت تک کو کافی ہوگئی اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور بوجہ اتم ہوا پس جسکی دلیل ان قرون ثلثہ مین نہین وہ بدعت وضلالت ہے اور جسکی اصل یہان ہے وہ جائز و مقبول ہے الحاصل یہ چہار قول حد بدعت کے جو مولف نے شاذ و غلط لکھے ہین اور قول خامس جس کو قول جمہور و مشہور و معتبر لکھا ہے سب ایک مطلب و یک معنی رکھتے ہین سوائے اختلاف الفاظ کے کچھہ تفاوت سرمو بھی نہین علی ہذا قول تعریف بدعت کا بھی معنی عام اور معنی خاص مین باہم موافق ہین سوائے خلاف بیان و اصطلاح کے کوئی نزاع و خلاف نہین پس اب فہم رسا و قوت حدس مولف صاحب کی ناظرین ملاحظہ کرین کہ اول تو معنی عام و خاص بدعت کو باہم مخالف معنوی و نزاع حقیقی سمجہہ رہا ہے اور پھر ان حدود اربعہ کو قول خامس کے خلاف و معارض بیان کرتا ہے اور اس اپنی غلطی فاحش پر ناز کرکے کس دعوی سے کہتا ہے کہ مانعین نے کوئی دلیل منع کی نہین لکھی سوائے قرون

حق ثبوت ہے سنئیں یہہ چارون قول جو بیان کئے گئے یہ سب اقوال رسالہ متفرقہ بعض علماء کے ہیں جو مختلف ہیں چوتھے قول تیسرا
رد کرتا ہے اور تیسرے قول کو دوسرا اور دوسرے کو اول باطل کرتا ہے اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان کا ہے اوس مین جو خلل
ہے یہہ عاجز بیان کرتا ہے واضح ہو کہ متقدمین و متاخرین مین کسی نے سنت کی یہ تعریف نہین کی کہ سنت وہ شے ہے جو قرون ثلثہ
مین پائی جاوے اور کسی حدیث یا قول صحابہ یا امامین تبع تابعین سے یہ بات صراحۃً ثابت نہین ہوئی بارہا اس مذہب والون کو مہلت
دی کہ مہینہ دو مہینہ برس دو برس مین کسی کتاب سے کھوج لگا کر دیکھو اور تلاش کر کر ایسی حدیث معتبر ہمکو دکھاؤ جس مین خاص یہہ الفاظ ہوین
کہ قرون ثلثہ کے بعد جو بات نکلیگی وہ بدعت ہوگی یا خاص کوئی لفظ کسی صحابہ یا اصحاب یا تابعین یا تبع تابعین کی زبانی ارشاد
فرمائے ہوئے ہمکو دکھاؤ معتبر اسناد سے معتمد علیہ کتاب سے لیکن ابتک نہ لاسکا اور نہ لاوے گا ان سے فقط ایک حدیث پڑھتے ہین
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی بہتر لوگون مین بہتر زمانہ میرا ہے پھر اون کے بعد والے پھر اون کے بعد

ثلثہ مین موجود ہونے کے سبحان اللہ جب یہی دلیل صحیح کی نہین تو پھر کونسی دلیل مولف کے نزدیک معتبر ہو گی کہ یہ دلیل حاوی
جمیع دلائل کو ہے اور حجج اربعہ اس مین منحصر ہو گئے ہین پس بعد حجج اربعہ کے شاید توراۃ و انجیل سے حجت کی خواہش مولف رکھتا
ہوگا معاذ اللہ فماذا بعد الحق الا الضلال کچھ بڑی بات ہے کہ مولف نے اپنے فہم سے اس کلام کے معنی نہ سمجھا اس وجہ سے تحریر
لاطائل سے کاغذ سیاہ کیا اور غلط فہمی اوسکی ابھی ظاہر ہو چکی و اذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم اب یہ امر کہ مسئلہ ثبوت منہا
کی دلیل جواز قرون ثلثہ مین ہے یا نہین بجائے خود مذکور ہووے گی یہان فقط اسی قدر بیان تھا کہ مولف حدود بدعت کو نہین سمجھا
اور باہم سبکو متعارض بتا دیا اور ائمہ دین پر مطاعن کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا کہ یہ کام علماء کا بلکہ عامی مسلمان کا بھی نہین اور
مورد من عادی ولیا لی فقد آذنتہ بالحرب کا بنا معاذ اللہ اور وجہ یہہ ہوئی کہ بعض ہندوستانیون نے اپنی کور فہمی سے رسائل لکھے ہین اون
مین مطاعن مولوی محمد اسمعیل صاحب اور مولوی محمد اسحق صاحب کی اور حضرت سید صاحب اور دیگر اکابر کے مذکور ہین مولف اون
رسائل سے مستفید ہوا اور کینۂ ان حضرات سے اپنا سینہ سیاہ کر کے خیالات فاسدہ اپنے اس رسالہ مین تحریر کر دیئے الحاصل ان
سب اقوال کا ایک حاصل ہے پھر نہایت جہل ہے کہ چار قول کو غلط اور خامس کو صحیح کہا جاوے چنانچہ واضح ہو گیا اور مولف کی خیانت
کا ذکر نوع چہارم کے لمعۂ ثالثہ مین کیا جاوے گا کہ عبارت تذکیر الاخوان مین تصرف کر کے نقل کیا ہے **قولہ** اب قول اول جو صاحب تذکیر الاخوان
کا ہے اوس مین جو خلل ہے الخ **اقول** لغو بیہودہ تذکیر الاخوان کی خوبی معلوم ہو چکی اور مولف کی کم فہمی واضح ہوئی اور علی ہذا قول
ثانی اور ثالث اور رابع کی حقیقت محقق ہو چکی اور اعتراضات اور شورش کلامی مولف کی مردود ہو گئی حاجت اعادۂ کلام کی نہین خلاصہ یہ ہے
کہ قرون ثلثہ مین موجود ہونے کے معنی معلوم ہوئے کہ موجود ہونے سے دلیل جواز کی ہونا مراد ہے اور یہ ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ
فانتہوا الآیۃ اور حدیث علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین الحدیث اور حدیث ما انا علیہ و اصحابی الحدیث اور حدیث خیر
القرون قرنی الحدیث اور اقوال متقدمین و متاخرین ان حدود کی مثبت ہین اور سب متفق المعنی ہین چنانچہ ظاہر ہو لیا مگر مولف خود
نہین سمجھا اور مولف جو لکھتا ہے کہ ہمنے بارہا اس مذہب والون کو مہلت دی الخ اقول کذب ہے ہو شاید اسنے احاطہ شیخ الہی بخش مرحوم

والے سو معنی اس حدیث کے بعضون نے یہ لکھے ہین کہ قرنی سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ حیات مراد ہے اور ثم الذین یلونہم سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورہ کے جو لوگ تھے بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ لوگ مراد ہین پھر دوسرے ثم الذین یلونہم سے دورہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آدمی مراد ہین پس خوب خیریت سے اسلام مین موافقت اور نصرت اور ظہور شوکت انہین تین دورہ تک رہی جب یہ قرون ثلثہ گذر چکے قرن چوتھا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دورہ ہوا اوس وقت سے اہل اسلام مین خانہ جنگی شروع ہوگئی وہ خیریت قرون ثلثہ کی گم ہوگئی مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مرحوم جو علم حدیث مین مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اُستاد تھے اور اس فتوی انکاری کے مفتیون کے نزدیک اون کا علم و تفقہ مسلم تھا وہ فرماتے تھے کہ یہ معنی اس حدیث کے بہت موزون اور چسپان ہین اور فرماتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ معنی اپنی بعض تصنیفات مین لکھے ہین - پھر اگر حدیث سے یہی استدلال ہے کہ قرون ثلثہ کی چیز نکالی ہوئی سنت اور بعد کی بدعت ہے اور قرون ثلثہ تھی حضرت عمر پر ہین اس تقریر مذکورہ کے موافق تو حضرت عثمانؓ کے وقت سے جو چیز ایجاد ہو وہ سب بدعت ہونی چاہئے پھر تبع التابعین بیچارے کس شمار مین ہے یہان تو صحابہ کے اقوال و افعال بھی بدعت ہو جاوینگے معاذ اللہ منہا اور اگر معنی اس حدیث کے اصطلاحی یہ ہین کہ قرنی سے مراد صحابہ ہین اور ثم الذین یلونہم سے تابعین اور دوسرے ثم الذین یلونہم سے تبع تابعین تو اس صورت مین اسکا مطلب یہ ہوگا کہ اچھے لوگ صحابہ ہین اون سے کم تابعین اون سے کم تبع تابعین انتہی - پھر اچھے ہونے سے موافق بیان شارحین حدیث کی مراد ہے کہ ان زمانون مین خیر غالب ہوگی اور فساد کم اس حدیث کے حرفون کی ہرگز یہ معنی نہین کہ جو بات یہ تین قرون والے نکالین وہ سنت ہے اور جو اون کے بعد والے نکالین وہ بدعت ہے معانی تو الفاظ سے نکلتے ہین اس حدیث مین لفظ بدعت اور سنت کا کہان ہین کم سے کم پڑھا ہوا بھی جو حدیث کے لفظون کو دیکھیگا وہ اس بات کو ٹھیک سمجھ لیگا ہائے افسوس اس کم فہمی پر ہزار افسوس کم فہمی تو اپنی پھر دوسرون کو گمراہ بنا دین ہان یہاں چوری اور سینہ زوری اسی کا نام ہے توضیح اس مقام کی یہ ہے کہ ان کی دلیل دو جملے ہین ایک یہ کہ قرون ثلثہ مین جو چیز نکلے وہ سنت ہے دوسرا یہ کہ بعد قرون ثلثہ کے جو امر پیدا ہو وہ سب بدعت ہے ہم جملہ اولی مین اول کلام کرتے ہین اگر یہ لوگ استدلال کرین کہ خیر القرون مین لفظ خیر آیا ہے پس یہ قرون ثلثہ جو ایجاد کرین وہ خیر ہوگا جواب اوس کا یہ ہے کہ یہ لفظ خیریت آخر زمانہ کی اُمت کیواسطے بھی وارد ہوا ہے روایت ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح جو عشرہ

ہین کہتے ہو کر بیچارہ دیا ہوگا ورنہ مولف کو فہمایش کر دیا جاتا اب اس تحریر کو دیکھکر تسکین خاطر کر لیوے اور سمجھ لیوے کہ کسقدر پھر تعریف درست اور صحیح ہے **قولہ** اس حدیث کے معنی بعضون نے یہ لکھے ہین الخ **اقول** اس بحث سے کچھ حاصل نہین ہم نہین کہتے کہ مولف سچ کہتا ہے یا جھوٹ اور شاہ ولی اللہ نے یہ معنی لکھے ہین یا نہین خواہ کچھ ہو مگر سب حد درست ہو گئین اور یہ حد جس مین مولف سراسر اپنے قرآن و حدیث سے ثابت اور اس حد مسلم مولف کا موافق ہوئی اور اُسکے جہل کی دلیل راسخ ہو چکی اب کیا ضرورت کسی اثبات کی ہے یہ سارا صفحہ جو مولف نے سیاہ کیا محل افسوس اُس کے فہم کا ہر حرف حرف کا جواب فضول ہے پہلے اس حدیث کے معنے بیان ہو چکے یہان ضرورت اعادہ کی نہین **قولہ** ہم جملہ اولی مین کلام کرتے ہین الخ **اقول** سبحان اللہ جملہ اولی کو خوب سمجھا اور خوب معنی بیان کئے مولف کی نا علمی کا ثمرہ

عشرہ مین صحابی جلیل القدر ہین اُنہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ احد خیر منا اسلمنا وجاہدنا معک یا رسول
اللہ کوئی ہم سے بھی اچھا ہوگا ہم اسلام لاوے اور آپکے ساتھ ہو کر ہمنے جہاد کیے آپنے جواب دیا نعم قوم یکونون من بعدکم یؤمنون بی
ولم یرونی یعنی آپنے فرمایا کہ ہان تم سے اچھے تمہارے بعد وہ لوگ ہونگے جو مجھپر ایمان لاوینگے بغیر دیکھے۔ یہ حدیث مشکوۃ مین ہے
روایت کیا اوسکو احمد اور دارمی نے دیکھو اس مین لفظ خیر موجود ہے جسطرح خیر القرون مین پس چاہیے کہ بعد کے آدمیون کا فعل
نکلا ہوا بھی سنت ہو بدعت نہو مین ہم احمل نہو اور ابی امامہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے طوبی لمن رآنی وطوبی
سبع مرات لمن لم یرنی وآمن بی یعنی خوشحالی ہو جیو اوس کو جسنے مجکو دیکھا اور سات مرتبہ خوشحالی ہو جیو اوسکو جسنے مجکو نہین دیکھا
اور ایمان لایا یہ بھی مشکوۃ مین موجود ہے غرضکہ اسی طرح بہت حدیثین اس باب مین ہین یعنی مومنین آخر زمانہ کی شان مین ارشاد
فرمائی ہین کہ تطبیق دینی جمیع احادیث سے یون معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحابہ رضوان اللہ علیہم کو افضلیت چند وجوہ سے ہے تو بعض
معانی سے آخر کے آدمیون مین بھی خیریت اور فضیلت ہے علماء مشہور مین مثل ابن عبد البر وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہے پھر
جب خیریت کے الفاظ حدیث مین مابعد کے آدمیون کے واسطے بھی آئے جسطرح خیر القرون کے حق مین آئے تو تمکو یاد ہے
سنو کہ فضیلت کلیہ قرون اولی مین ہے اور پچھلے قرون کی فضیلت جزئیہ گرچہ ثابت ہے مگر مزاحم فضل کلی کو نہین ہوتی دیکھو
کہ فضیلت کلیہ گھوڑی مین ہے اور ایک فضل جزئی گدھی مین بھی ہے کہ اسپ مین وہ امر موجود نہین باربرداری مثلاً مگر یہ فضل
بارکشی کا مزاحم فضل کلی اسپ کی اور موجب تفضیل خر کا اسپ پر نہین ہو سکتا علی ہذا پلاؤ قورمہ مین جو فضل کلی ہے اور پاخانہ مین
کھات زراعت کا ہونیکی خوبی ہو کہ یہ کام پلاؤ قورمہ سے ہرگز حاصل نہین ہوتا تو یہ فضل جزئی کھات کا متقادم فضل کلی پلاؤ قورمہ
کا ہو کر افضل نہین ہو سکتا مولف فضل کلی فضل جزئی کو جانتا ہی نہین جو یہ توجیہات رکیکہ کرتا ہے اور دخل در معقولات علم اور
علماء مین ٹانگ دیکر علماء مین ذلیل ہوتا ہے اور کچھ بھی سمجھتا تو ایسی جرپوز تقریر تحریر نکرتا کہ اصحاب فضل کلی کی برابر فضل جزئی والے
ہو کر مساوی اون کے ہو جاوین مثلاً فضل کلی پلاؤ مین ہے اور فضل جزئی پاخانہ مین پس اگر کوئی بوجہ فضل جزئی کے بیان
افضلیت مین پلاؤ اور پاخانہ کو مساوی بتانے لگے تو اوسکی غایت کم فہمی کہی جاویگی علی ہذا خیریت قرون ثلثہ کی بوجہ علم نبوت اور
تقرب الی اللہ کے ہے کہ فضل کلی ہے اور ایمان بالغیب فضل جزئی قرون مابعد مین ہے تو یہ فضل جزئی کس طرح کا علم نبوت کا ہو سکتا
ہے اور یہ خیریت جزئیہ مساوی فضل کلی کے کیونکر ہو سکتی ہے اور ایمان بالغیب کے فضل سے کار علم نبوت کا اور تقرب احسان کا کہ طرح
یہ لوگ دیکھ سکتے ہین لہذا قرون ثلثہ کا امر موجود یعنی وجود شرعی معتبر و معتمد فی الدین ہوا اور پچھلون کا ایجاد جو خلاف قرون ثلثہ کی
ہو مردود ٹھیرا اگرچہ مولف جو ثابت کرتا ہے ہمکو مضر نہین عین مراد ہماری ہے مگر یہ تقریر و توجیہ اسکی بالکل غلط ہے کہ اوس کے علم کی
قلعی کھولتی ہے پس نقل ان دو حدیث کا اوس کو کچھ مفید نہوا بلکہ اس کے مطلب کو ہدم کر دیا اگر اندیشہ تطویل نہوتا تو یہ معنی
دینا ان دو حدیث سے نکال کر دکھا دیتا اور وجہ مغالطہ مولف کی یہ ہوئی کہ مولف نے لفظ خیر پر نظر کی ورمعنی نہ سمجھا یہ جانا کہ
جہان لفظ خیر کا ہوگا یہی خیریت مراد ہوگی جو اس حدیث مین ہے پس اس حدیث مین بھی لفظ خیر کا ظاہری معنی سمجھکر دو سطر خیر

کہ ان کی ایجادی باتون کو بھی سنت مانو حالانکہ تم اوسکو بدعت اور ضلالت کہتے ہو۔ اب دوسرے جملہ کا حال سُننا چاہئے یعنی قرون ثلثہ کے بعد جو چیز حادث ہو وہ سب بدعت ہے مین کہتا ہون یہ بھی غیر مسلم ہے اسلئے کہ یہ حدیث جسطرح مشکوۃ مین صحیحین سے نقل کی ہے اوسکے لفظ بعینہ یہ ہین وعن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ان بعدہم قوما یشہدون ولا یستشہدون ویخونون ولا یؤتمنون وینذرون ولا یفون ویظہر فیہم السمن وفی روایۃ ویحلفون ولا یستحلفون متفق علیہ وفی روایۃ لمسلم عن ابی ہریرۃ ثم یخلف قوم یحبون السمانۃ یعنی عمران ابن حصین صحابی روایت کرتے ہین کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت مین اچھے میرے وقت کے آدمی ہین پھر اونکے بعد والے پھر اونکے بعد والے پھر ان تین قرن کے بعد وہ لوگ ہونگے کہ وہ گواہی دینگے حالانکہ کوئی اون سے گواہی نہین طلب کریگا اور خیانت کرینگے اور کوئی اونکو امانت دار نہ جانیگا عہد کرینگے وہ پورا نہین کرینگے اور وہ موٹے ہو جاوینگے یعنی مال کھا کھا کر اور ایک روایت مین یہ ہے کہ وہ قسم کھاوینگے اور کوئی اون سے قسم کھانیکو نہین کہیگا اور ایک روایت مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ پھر پیدا ہونگے ایسے آدمی کہ جو پسند کرینگے خوب موٹا ہونا یعنی آرام چین سے خوب کھانا پینا کچھ غم دین کا اونکو نہوگا۔ اب سب ارباب انصاف کو دیکھنا چاہئے کہ یہ حدیث پوری اول سے آخر تک پڑھ دی گئی اس مین کہان ہے کہ جو چیز قرون ثلثہ کے بعد نکلیگی وہ بدعت اور گمراہی ہے بلکہ شریعت کے مطابق جو چیز ہو وہ اچھی ہے

کو اور بہر وخیار کو مساوی سمجھ گیا اور خبط تقریر کرکے خوارق اور کشفائی سوا کچھ کیا ہے حدیث مین تو اور جگہ بھی لفظ خیر کا وارد ہوا ہے قولہ علیہ السلام خیر الناس من ینفع الناس پس اب جو لوگون کو نفع رسان ہوگا اوسکی ایجاد کو مولف سنت کہیگا دوسری حدیث مین ہے خیرکم خیرکم لاہلہ پس اب جو اپنی زوجہ کے ساتھ حسن معاملہ کرنا ہوگا اوس کی ایجاد بھی سنت ہو جاویگا بزعم مولف کیونکہ خیر کا لفظ یہان بھی ہے اور دیگر ایسے محل اور بھی ہین پس مولف کسقدر کم فہم ہے اور کیا خوب اعلا اولی کی شرح لکھی ہے۔ حق تعالی اوسکو حیا عطا فرماوے جو شعبہ ایمان کا ہے تو اوسوقت اپنے اس کلام بے مغز خلاف شرع پر شاید شرما کر نادم ہو غرض ان دو حدیث سے یہ نکلتا ہے جو بندہ نے لکھا اور مولف نکالنا چاہتا ہے وہ ہرگز نہین نکلتا فافہم قولہ دوسرے جملہ کا حال الخ اقول اس جملہ حدیث کو بھی مولف نہین سمجھا فخر عالم علیہ السلام نے قرون ثلثہ کے بعد کے لوگون مین چار وصف فرمائے ہین ایک یہ کہ کوئی اونکی گواہی نہ لیگا وہ گواہی دینا چاہینگے اور یہ بوجہ ان کے کاذب لاابالی ہونے کے ہوگا دوسری حدیث مین کہدیا کہ جھوٹی قسمین کھاوینگے سو بدعت کو کذب لازم ہے کہ بدعت خلاف دین حق کے ہوتی ہے اور بدعتی بھی فرد کذب کی ہے سو چلکر دیکھو دوسرے یہ کہ خائن ہونگے بدعتی بھی خائن ہوتا ہے کہ منصب تشریع جو شارع کا ہے اپنے آپکو ثابت کرکے خلاف شارع کے احکام بتاتا ہے خیانت بھی بدعت کو لازم ہے کہ بدعت فرد خیانت کی ہے تیسرے یہ کہ امانت دار نہین جانے جاوینگے بدعتی امانت دار نہین ہوتا کہ دین اللہ جو امانت ہے اوسمین تصرف کرتا ہے اور نذر کو وفا نکریگا عہد اللہ بھی مثل نذر کے ہے جو عہد اقرار ربوبیت وعبودیت کا بدعتی نے کیا تھا اوس کے خلاف خود دعوی شرکت کا کرتا ہے عدم وفاء عہد کی بھی بدعت ایک فرد ہے اور یہ اخل خیانت مین ہے چوتھے یہ کہ نفس پرور ہونگے موٹے ہونیکو دوست رکھینگے بدعتی بھی اپنے نفس کی پرورش مین ہوتا ہے کہ مال دنیا کی طلب اور وجاہت دنیا کی خواہش

ضلالت ہوگی البتہ نسائی کی حدیث مین جو یہ روایت مذکور ہے اس مین ایک لفظ آیا ہے ثم یظہر الکذب اور کسی روایت مین یہ بھی
آیا ہے ثم یفشو الکذب معنی دونون کے ایک ہین یعنی بعد قرون ثلثہ کے ظاہر ہوگا اور پھیل جاویگا جھوٹ پس یہ لوگ اگر لفظ کذب
سے جو ثم یظہر الکذب مین ہے مدعا اپنا ثابت کرین تو یہ بھی دلیل فاسد ہے اولاً یہ کہ مشکوۃ مین صحیحین کی حدیث متفق علیہ موجود ہے
اوس مین لفظ کذب کا موجود نہین چنانچہ ہم الفاظ اوس کے بیان کر چکے حرفاً حرفاً اگر ہے تو نسائی کی روایت مین ہے اور یہ محدثین
مین قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثون کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اونکی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین
اوس سے صحیح اور قوی تر ہوگی ثانیاً یہ کہ اگر نسائی کی حدیث کو تسلیم بھی کرین تب بھی مراد اونکی پوری نہین ہوتی ہے اسلئے کہ کذب
کے معنے جھوٹ کے ہین اور بدعت کے معنے نئی بات پھر کہا جھوٹ بولنا اور کہا نئی بات ثالثاً یہ کہ محدثون مین یہ ٹھہرا ہے کہ
بعض حدیثین شرح ہوتی ہین بعض حدیث کی پس روایت نسائی مین جو لفظ کذب کا واقع ہوا ہے کہ پھر ظاہر ہوگا جھوٹ تو اوسکی یہی
شرح ہے جو صحیحین کی حدیث مین گذری کہ وہ لوگ خیانت کرین گے بدعہدی کرین گے قسم کھانے کو تیار ہونگے بغیر قسم کھلائے اور
گواہی دینے کو تیار ہونگے بغیر گواہی دلوائے اوس مین یہ نہین آیا کہ وہ نئی باتین دین مین نکالا کرینگے پس معلوم ہوا کہ جھوٹ ہی

مین بدعات نکالنا ہے غرضکہ آنحضرت علیہ السلام نے حدیث مین ہونا بدعت کا قرون مابعد مین بضمن دیگر عیوب کے صاف فرمایا ہے مگر
مولف کو علم و فہم کی خبر نہین تو کہتا ہے کہ اس مین بدعت کہان مذکور ہے سبحان اللہ یہ جہل یہ دعوی اب مولف کو واضح ہو گیا کہ عام عیوب کے
مین بدعت خاص بھی آپنے اس حدیث مین ثابت فرمادی ہے گو کوئی اپنی کم فہمی سے مطلع نہو پس حاصل حدیث کا یہ ہوا کہ پھر بعد ان قرون کے
بدعت معہ دیگر خرابیون کے ظاہر ہووینگی اب یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث صحیحین مین کذب بھی معنی مذکور ہے جس کا مولف صاحب انکار کرتے ہین اس
فہم پر سخت تعجب ہے کہ مطلقاً مطلب نہین سمجھا **قولہ** البتہ نسائی کی روایت مین الخ **اقول** صحیحین کی روایت مرجح دوسری روایت پر
اوسوقت ہوتی ہے کہ باہم معارضہ ہو یہان معارضہ ہی نہین کیونکہ نسائی مین فشو کذب کو لکھا ہے اور صحیحین مین بھی ضمن یشہدون
ولا یستشہدون مین کذب کو فرمادیا ہے پھر معارضہ کہان ہے جو صحیحین کو ترجیح ہو آپکو اصول حدیث بھی خوب معلوم ہے ماشاء اللہ
اور جو الفاظ کے خلاف کا نام معارضہ ہے تو یہ عجب العجائب ہے اور جو آپ لا یستشہدون مین کذب کو تسلیم نکرین تو جانے دو یہ دوسری روایت
ہے کہ صحیحین اوس زیادہ سے ساکت ہے ایسی زیادہ بھی مقبول ہے یہ بھی معارضہ نہین ہوتا کیونکہ صحیحین مین کچھ اس کے خلاف مذکور نہین
تا کہ معارضہ ہو پس یہ قول مولف کا بالکل جہل اصول حدیث سے ہے اگر آپ کے نزدیک ساکت اور ناطق مین معارضہ ہی ہو تو تمام مذہب حنفیہ سے
ہاتھ اوٹھانا پڑیگا مگر ہان جناب کو مولود اور سوم کا اجرا چاہئے باقی مذہب رہے یا جاوے کیا کام ہے **قولہ** ثانیاً الخ **اقول** معلوم
ہو چکا کہ بدعت بھی جھوٹ مین داخل ہے کذب عام ہے اور بدعت خاص ایک فرد کذب کی ہے سو یہ قول مولف کا محض جہل معنی حدیث
سے ہے **قولہ** ثالثاً الخ **اقول** اولاً کہدیا گیا کہ لا یستشہدون مین کذب مذکور ہے اور جو نہین مانتے تو حدیث یظہر الکذب تفسیر یشہدون
الخ کے کرتی ہے جس سے کذب کا ہونا ثابت ہوا اور بدعت کذب مین داخل ہے اور شہادت عام ہے کہ امور دنیا مین ہو یا دین مین روایت مین
ہو یا درایت مین لفظ عام کے معنے خاص لینے کا کوئی قاعدہ نہین سو کذب کو خاص کرنا آپکو مفید نہین اور نہ کذب کو شہادت پر حمل کرنا

یہی باتین مراد رکھیں تو بدعت رابعًا یہ کہ جس حدیث سے سند پکڑتے ہین اوس مین تو یہ ہے کہ تین قرن کے بعد جھوٹ پیدا ہوگا یعنی
پہلے اس سے نہوگا حالانکہ بدعتون کا وجود انہین قرون مین ہوا ہے یعنی معتزلی اور قدریہ اور مرجیہ جو بدعتی فرقے ہین قبل گذرنے قرون
ثلاثہ کے پیدا ہوگئے تھے پھر اگر کذب سے بدعت مراد رکھیں تو بڑا اعتراض یہ پڑیگا کہ حدیث موافق واقع کے نہین ہوسکتی خامسًا
یہ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بعد قرون ثلثہ کے علم فلسفہ یونانیونکا اہل اسلام مین رائج ہوا اوس کے پڑھنے سے اور اوس مین فکر
کرنے سے مسلمانون کے عقائد عقلی طور پر بدل گئے عقائد فلسفی لوگون مین برخلاف اعتقاد سلف کے ٹھیر گئے اور معتزلی وغیرہ بدعتون
کو علم فلسفی سے طاقت پیدا ہوئی اور مبتدعین اور اہل سنت مین عقائدی مباحثے پھیل گئے بھلا اگر کوئی لفظ حدیث سے کہ
ثم یظہر الکذب ہے یہ مراد رکھی تو صحیح ہوسکتا ہے کیونکہ عقاید فلسفی جھوٹے ہین لیکن کہان فلسفی دلائل اور یونانیون کے عقائد اور کہان
محفل مولد شریف اور مردون کی فاتحہ درود کرنا بھلا فلسفیون کے عقائد کو ان اعمال سے کیا علاقہ سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت
کرتے ہین یہ مطلب اوس وقت ثابت ہوتا کہ حدیث کے لفظ یہ ہوتے ثم لا یظہر الا الکذب یعنی بعد قرون ثلثہ نہین ظاہر ہوینگا سوا جھوٹ
کے یا یہ ہوتی کہ ثم کل شئ یظہر فیکون کذبا یعنی پھر جو کچھ ظاہر ہوگا وہ سب جھوٹ ہی جھوٹ ہوگا لیکن یہ الفاظ تو حدیث مین نہین
نہ اوس مین کوئی کلمہ مفید حصر ہے نہ مفید کلیت ہے تو معنی حدیث کے یہ ہوگئے ثم یظہر الکذب یعنی پھر ظہور کذب ہوگا ظہور کذب کے صدق کو

مفید آپ بلا سوچے جو چاہین کہتے ہین اور خندۂ صبیان ہوتے ہین پس یہ کلام مولف کا بالکل نادانی ہے **قولہ** رابعًا یہ کہ جس حدیث
سے الخ **اقول** مولف ترجمہ غلط کرتا ہے یفشو اور یظہر فرمایا ہے اسکے معنے پیدا ہوگا نہین ہوتے پھیل جاویگا اور ظاہر ہوجاویگا
ظہور شئے کا غلبہ کے وقت ہوتا ہے تو یہ معنی کہ ان قرون مین کذب مخفی قلیل مغلوب ہوویگا اور کذب مغلوب شئے نہین نفاق وکفر فرد کذب کی ہے
اور کذب خود زمان فخر عالم علیہ السلام مین بھی تھا مگر مغلوب تھا ایسا ہی قرون ثلثہ مین رہیگا بعد اوس کے پھیل جاویگا خوب ظاہر ہوجاویگا ایسا
ہی ہوا کہ قرون ثلثہ مین اگرچہ باطلہ ہوئی مگر اونکو غلبہ نہوا انکا مردود نیر رہا ظہور اوس کا بعد مین ہوا اور مولف از راہ خود ترجمہ تراش رہا ہے
کہ پیدا ہوگا کہ پہلے اس سے نہ ہوگا تو یہ مولف کا حدیث مین تصرف کرنا ہوا اور ترجمہ غلط بنانا سخت جہل وخیانت ہے مولف نے حدیث
مین بھی اپنی عادت خراب کو ترک نکیا کہ خود ہی معنی تجویز کرلینا اوس کا شیوۂ قدیم ہے جیسا سابق جگہ جگہ مطلع کیا گیا ہے پس ارشاد
نبوی واقع کے مطابق ہوا حدیث پر کوئی اعتراض نہین مولف کے فہم ناتمام پر البتہ اعتراض ہے فقط **قولہ** خامسًا یہ کہ بعض علماء
نے الخ **اقول** راست ہے کہ فرق ضالہ فلاسفہ کا شیوع بھی قرون مابعد مین ہوا اور اون کے عقاید بھی بدعت تھے اور خلاف
قواعد مقررہ قرون ثلثہ کے مثل دیگر بدعات کے جو بعد قرون ثلثہ خلاف قواعد شرعیہ رائج ہوئین سو بیشک یفشو الکذب مین یہ
عقائد فلسفہ بھی داخل ہین مگر یہ کہ کذب کا حصر اس مین ہوگیا ہے کیا خوب سمجھے پھر جہان عقائد فلسفیہ بدعت ضلالہ مین ہین دیگر
بدعات وکذب اور وہین محفل مروجہ مولد اور ایصال ثواب کی بدعات ہووین گی مولف کا مصداق کذب کو عقاید حکما مین حصر
کرنا نہایت خوبی علم ورسائی ذہن کی ہے سبحان اللہ فقط **قولہ** سادسًا جو مطلب یہ لوگ ثابت کرتے ہین الخ **اقول** معلوم ہوچکا
کہ ظہور غلبہ وضوح کے ساتھ ہوتا ہے اور علیٰ ہذا فشو بھی ظہور کے معنی مین ہے اور وضاحت وغلبہ اس مین مرعی ہین اور دوسری حدیث

بعض افراد محدثات مین کذب کا ہونا بھی کافی ہے اس تقریر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بعضی چیزین بعد قرون ثلثہ کے جنکو عباد صالحین
نکالین گے وہ درست اور احسن ہونگی اور بعض باتین جو خلاف شرع ایجاد ہونگی وہ گمراہی کا سبب اور قبیح ہونگی جس طرح خود مین قرون
ثلثہ کی بعض بدعتین نکلی ہوئین مثل اعتزال اور مذہب قدریہ اور مرجیہ سب خرابیان ضلالت ہین قول جمہور اور مذہب منصور یہی ہے
اور وہ قول جسپر مفتیان فتوی انکاری نے اعتماد کرکے ان سب امور خیر کو ضلالت قرار دیا تہا وہ بخوبی معلوم ہوگیا کہ ایک قول ہے اقوال شاذہ
متفرقہ مختلفہ بین العلماء سے اور نہین ہے وہ قول معتمد علیہ اور مفتی بہ بلکہ صحیح وہ جسپر امت کا سلفاً و خلفاً جاری رہا ہے وہ قول جمہور ہے
پانچوان قول مذہب جمہور واضح ہو کہ کافہ علماء اہل تحقیق کے نزدیک سیئہ اور حسنہ ہونیکی بنیاد زمانہ پر نہین یعنی یہ بات نہین
کہ جو کچہ خیر و شر زمانۂ قرون ثلثہ مین ہوگیا وہ سب سنت ہے اور مقبول ہے اور بعد زمانۂ قرون کے جو کچہ بہلا یا برا ہو وہ سب برا ہے اور
مردود ہے ایک ایک مثال پر اکتفا کرتا ہون قصہ اول حضرت امیر المومنین عمر اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہما تیمم سے منع فرماتے تھے
نہانے کی حاجت والے کو یہ حدیث صحیح مسلم مطبوعہ کی ۱۶۱ مین ہے اب دیکہئے یہ حکم صحابی کا ہے اور صحابی ہی کیسے خلفاء راشدین
مین لیکن اس قول کو کسی نے ائمہ مذاہب مین قبول نہین کیا دوسرا قصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے اون کا بیٹا یزید تابعی تہا
طبقہ وسطی تابعین مین یعنی جس طبقہ مین حسن بصری اور ابن سیرین ہین یہ اوسی طبقہ مین تہا کذا فی التقریب اس تابعی نے جو
خیر القرون مین تہا دیکہو کیسا کام سعادتمندی کا کیا کہ خدا ایسکو نصیب نکرے کہ مظلمۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اوس کی گردن پر ہے
تیسرا قصہ یہ کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی تھے اونکا شاگرد واصل بن عطا تبع تابعین ہے تہا وہ مذہب معتزلی کا موجد اور امام
ہوا اوس نے یہ مذہب نکالا کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کرتا ہے نہ اوسکو مومن کہنا چاہئے نہ کافر بلکہ ایک جگہ ہے درمیان دونون کے یہ بالکل
مخالف اہل سنت والجماعت کے اوس اعتقاد کے کہ اللہ تعالی اپنے بندون کو دو قسم فرماتا ہے فمنکم کافر ومنکم مومن۔ قسم تیسری نہین
فرمائی پس جب واصل ابن عطا نے اپنا وہ عقیدہ بیان کیا تب اون کے اوستاد حضرت امام حسن بصری نے ارشاد فرمایا قد اعتزل عنا
یعنی یہہ مرد ہم سے الگ ہوگیا ہم سے بس اوسی روز سے اوس فرقہ کا نام معتزلی ہوا وہ سخت بدعتی ہین اور وہ اپنا نام کہتے ہین اصحاب العدل
والتوحید کذا فی الشرح العقائد وغیرہ یہ تین قصے قرون ثلثہ کے بیان کئے گئے اور ایسے بہت قصص ہین غرضکہ ان امثال سے یہ بات

ثبوت الکذب تفسیر اسکی کرتی ہے پس فقط وجود مراد نہین ہو سکتا کہ جو مطلق کذب کا تو فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی حیات مین بھی
تہا اور جیسا چوتھی شق مین اعتراض کا اندیشہ مولف کو تہا اس واسطے شق مین کیون ایسی توجیہہ اختیار فرمائی جس سے ہر سہ نہاد سکو ہی اختیار
کرلیا کیا فہم عالی ہے الحاصل آپکی یہ توجیہات و تقریرات سب غلط لا یعنی ہین ایک ہی علم کی اور فہم کی بات نہین اور ہم کہہ چکے کہ جس
امر کو تم ثابت کرتے ہو اوسکو ہم خود اقرار کرتے ہین مگر آپ خود گرداب ضلالت مین پڑے ہوئے ہاتہہ پانون مارتے ہوئے سود اوراق
سیاہ کرتے ہو حد و بدعت سب متفق المعنی ہین **قولہ** پانچوان قول مذہب جمہور الخ **اقول** یہ قول خامس آپکا قول منصور اور قول
رابع بعینہ ایک ہین کوئی فرق نہین ہے اس مین زمانہ پر بنیاد بدعت کی ہے نہ مانع مین علی ہذا اول و ثانی و ثالث مین مگر یہ آپکی کوتہ
فہمی سے متفرقہ تہا لیکن یہان اپنی غلطی کو گوش ہوش سے اور سن لو کہ یہ مراد واضح ہوچکا کہ قرون ثلثہ مین بلا نکیر ہونا مراد ہے اور یہ قصص جو آپنے ذکر

معلوم ہوگئی کہ خواہ کوئی فعل ہو یا قول یا اعتقاد اوس کا حسنہ اور سیئہ ہونا موقوف زمانہ پر نہین بلکہ اوسکا مدار مخالفت اور عدم مخالفت

شرع پر ہے اس دعوی پر دو دلیل یعنی دو حدیث صحیح لکھے دیتے ہین حدیث اول قال نبینا الآمر الناہی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ و

السلام من احدث فی امرنا ہذا مالیس منہ فہو رد۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے یعنی جسنے نکالی ہمارے اس دین مین وہ بات جو دین کی قسم

نہین یعنی کتاب و سنت کے مخالف ہے وہ بات اوسکی رد ہے شارحین حدیث نے لفظ لفظ مالیس منہ کی شرح لکھا ہے۔ فیہ اشارۃ

الی ان احداث مالا ینازع الکتاب و السنۃ لیس بمذموم اور محدث دہلوی نے لکھا ہے لفظ مالیس منہ کی شرح مین کہ مراد چیزے است

کہ مخالف و مغیر دین باشد اور نواب قطب الدین خان صاحب نے ترجمہ مشکوۃ مین لکھا ہے کہ لفظ مالیس منہ مین اشارہ ہے اوسکی طرف

کہ نکالنا اوس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنت کی نہو برا نہین انتہی۔ اور شارحین حدیث کو اس طرح معنی کرنیکی وجہ یہ پڑی کہ اس حدیث

کو ابو داؤد نے ان الفاظ سے روایت کی ہے من صنع امرا علی غیر امرنا فہو رد یعنی جسنے کیا کوئی کام ہمارے کام سے غیر طریقہ پر وہ

رد ہے حضرت کا کام کتاب و سنت ہے کتاب و سنت کے غیر وہی طریقہ ہوگا جو بالکل اون کے مخالف اور اون کا مغیر یعنی بدل دینے

والا ہوگا الحاصل اس حدیث سے دو بات ثابت ہوئی ایک تو یہ کہ حضرت نے لفظ من ارشاد فرمایا یہ لفظ عربی مین عام ہے اسمین قید کسی

کی نہین یعنی آپنے یون نہین فرمایا جو کوئی نکالے نئی بات اول قرن مین دوسرے قرن مین یا بالکل آخری زمانہ مین بلکہ عام فرمایا کہ جب کبھی

کوئی نکالے وہ رد ہے دوسری بات یہ کہ اوس نئی بات نکالی ہوئی کا مردود ہونا موقوف ہے مباین [illegible] مخالف ہو کتاب و سنت

کے بس یہی ہمنے دعوی کیا تھا کہ حسنہ اور سیئہ ہونا امور محدثہ کا موقوف مخالفت اور عدم مخالفت [illegible] سنت [illegible]

اصول مین ٹہیر چکا ہے کہ جب کوئی حکم کسی امر مقید پر ہوتا ہے تو وہ حکم قید کیطرف راجع ہوتا ہے اس حدیث مین فہو [illegible]

فرمائے سب نکیر اون قرون مین ہوا ہے چنانچہ کتب صحاح مین بہین ہے نفس وجود مراد نہین بلکہ شیوع بلا نکیر مراد ہے [illegible] اون

قرون مین جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ سب سنت ہے اور بعد اونکے جو کچھ ہو خیر ہو یا شر وہ بدعت ہے یہ محض آپ کا ہی فہم عالی ہے کسی ایک

عالم بھی یہ مذہب نہین بہرحال کسی متنفس نے نہین کہا کہ مبنی خیر و شر کا زمانہ پر ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ تحدید تو حد شرعیہ کے قرون ثلثہ مین [illegible]

جیسا گذرا اگرچہ مولف کی عبث لغط ہے قولہ حدیث اول قال نبینا الخ اقول مالیس منہ مین لفظ ما فرمایا ہے کہ لفظ عموم کا ہے

پس محدث خواہ خود ذات شئے ہو۔ خواہ وصف و قید شئے کا ہو خواہ احداث بلا واسطہ ہو خواہ بواسطہ سب مردود ہوگا اور یہ قاعدہ محقق

رہے کہ مرکب مجوز اور لا یجوز سے ناجائز ہے ہوتا ہے پس غیر منازع کتاب سنت کا وہی ہوتا ہے کہ جسکی دلیل ہو اور کتاب سنت میں جو

ہو علی ہذا مخالف و مغیر دین سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی وصف پیدا ہو جاوے کہ جس سے تغیر حکم شرعی کی لازم آجاوے وہ بھی مالیس مین

داخل ہے کوئی مباح کو سنت جانے یا سنت جیسا معاملہ کرے یا کسی مطلق کو مقید یا مقید کو مطلق کرے یا کسی غیر دین سلام کے ساتھ تشبہ

لازم آوے کہ یہ سب مالیس منہ مین داخل ہے اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ مولف بالکل اس سے غافل و جاہل ہے قولہ یہ مسئلہ اصول مین ٹہیر چکا

ہے الخ اقول حکم قید پر لگنا بجا ہے مگر اوسوقت مجموعہ مقید کا بسبب قید کے غیر مشروع اور بدعت ہو جاتا ہے اصل کی وجہ سے مشروع نہین

ہوتا بلکہ قید کے سبب بدعت ہو جاتا ہے بہرحال اس حدیث کی شرح سے خود ثابت ہو گیا کہ قول چوتھا حد بدعت کا نہایت مقبول اور صحیح ہے

احداث پر راجع ہوگا بلکہ اوسکی قید جو مالیس منہ ہے اوسکی طرف راجع ہوگا یعنی جو نئی بات مخالف اور تغیر دینے والی دین کی ہو وہ رد ہے نہ یہ
کہ جو کوئی بات عمدہ اور صالح اور نیک قرآن حدیث سے ملتی ہوئی ہو وہ بھی رد ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی - دیکھو قاعدہ عربی کے
موافق غور کرنے سے اسی حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بدعت حسنہ یعنی اچھی بات کا ایجاد کرنا برا نہین ورنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم احداث
کو قید لفظ الیس منہ کی کیساتھ نفرماتے بلکہ یون فرما دیتے من احدث فی امرنا فہو رد کیا حاجت تھی لفظ مالیس منہ بڑھانیکی اور شرح جوہر
التوحید مین ہے ومن الجہلۃ من یجعل کل امر لم یکن فی زمن الصحابۃ بدعۃ مذمومۃ وان لم یقم دلیل علی قبحہ تمسکا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایاکم ومحدثات الامور ولا یعلمون ان المراد بذلک ان یجعل فی الدین ما ہو لیس منہ انتہی پس اسی تقریر سے جواب حاصل ہو گیا ان لوگون کا
جو حدیثین بغیر سمجھے بوجھے پڑھا کرتے ہین کہ شر الامور محدثاتہا اور پڑھا کرتے ہین وایاکم ومحدثات الامور وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ
ضلالۃ وجہ حصول جواب یہ ہے کہ حدیثین سب ارشاد رسول مقبول ہین صلی اللہ علیہ وسلم وہ باہم مختلف نہین ہو سکتین جب عام مذمت
مین آپ احداث کو مالیس منہ کے ساتھ مقید فرما چکے یعنی وہ حدث بات مردود ہے جو کسی غیر طریقہ اسلام پر ہو اور مخالف ہو پس جسقدر حدیثین
منع احداث اور بدعت مین ہونگی وہ احداث اور بدعت مخالف اسلام کی طرف راجع ہونگی نہ احداث خیر اور بدعت حسنہ کی طرف اور
اس تقریر سے اوس حدیث کے معنی بھی بلا تکلف صحیح ہو گئے ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلہا من السنۃ اس لیے کہ جو بدعت مخالف سنت
سے ایجاد ہوگی ظاہر ہے کہ وہ سنت کو مٹا دیگی چنانچہ مولوی قطب الدین خان صاحب نے بھی مظاہر الحق مین اس حدیث کے ترجمہ مین کہا ہے
نہین نکالی کسی قوم نے بدعت یعنی جو بدعت کہ مزاحم سنت کی ہو دیکھیے اس حدیث مین بھی ان لوگون کے علما معتبرین نے خاص اوسی
بدعت کی برائی ثابت ہوئی جو مخالف سنت ہو قیاس کی خدا توفیق دے [illegible] کرین دوسری حدیث من سن فی الاسلام سنۃ
حسنۃ فعمل بہا بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بہا ولا ینقص من اجورہم شیء [illegible] مسلم کی [illegible] ہے اسکے معنی [illegible] مین [illegible] لکھا ہوا ہے
مجمع البحار اور شرح مسلم امام نووی یہ دونون کتابین ان لوگون کے پیشواؤن کے نزدیک بھی نہایت معتبر اور مستند ہین غرض ان دونون کتابون
مین اس حدیث شریف کے معنی یہ لکھے ہین کہ جس نے جاری کیا اسلام مین طریقہ نیک پھر اوس کے بعد اوس طریقہ حسنہ پر عمل کیا گیا تو لکھا جاویگا
اوس شخص کے واسطے اوسقدر اجر او ثواب کے جسقدر سب عمل کرنیوالون کو اوس کے بعد ہوگا اور ان لوگون کے ثواب مین سے کچھ کاٹ کر اوسکو
نہ دین گے بلکہ اللہ تعالی دونون کو اپنے خزانہ لا تناہی سے ثواب دیگا اور وہ طریقہ جو اوس نے جاری کیا ہے خواہ وہ طریقہ ایسا ہو کہ اوس سے پہلے

اور موافق اس قول شناس کی ہے بلا تفاوت پھر اوسکو اسکے مخالف جاننا اور شاذ کہنا نہایت کم فہمی ہے نعوذ باللہ من ہذا الفہم الردی
پس دیکھو کہ عربیت کے قاعدہ سے شرح کرنے سے لازم آگیا کہ بدعت حسنہ وہ ملحق بالسنۃ ہی ہے اور اوسکی دلیل چونکہ کتاب و سنت مین موجود ہے
تو وہ خلاف حکم شارع کے نہین اوسکو بدعت حسنہ کہنا فقط فرق بیانی و اصطلاحی ہے نہ نزاع حقیقی جیسا مولف سمجھ گیا ہے باقی تقریر
مولف کی ہمکو مضر نہین لہذا اوسکا جواب ضرور نہین بلکہ وہ عین مدعی ہمارا ہے **قولہ** دوسری حدیث من سن فی الاسلام الخ **اقول**
فی الحقیقت اصل اگر کتاب و سنت مین موجود ہے تو اوسکا ایجاد کرنے والا بظاہر موجد ہے ورنہ وہ فی الواقع موجد نہین بلکہ مظہر ہے کہ جو امر
شرع مین وجود شرعی رکھتا تھا اوس کا اظہار اس سے ہوا ہے پس یہ موجد نہین مظہر ہے اسکو کون برا کہہ سکتا ہے چونکہ مولف وجود خارجی

ایجاد کیا گیا تہا لیکن کسی سبب سے بند ہوگیا تہا اُس نے پھر اوسکو جاری کردیا یا یہ کہ پہلے اس سے وہ طریقہ ایجاد ہی نہین ہوا تہا اوس نے
خود اپنی طرف سے اوسکو ایجاد اور جاری کیا اور وہ طریقہ خواہ تعلیم کسی علم کی ہو یا عبارت ہو یا طریقہ ادب کا ہو مجمع البحار کی جلد دوم
صفحہ ۱۴۰ اور شرح مسلم کی جلد ثانی صفحہ ۳۴۱ مین یہ مضمون مرقوم ہے دیکھے جسکا دل چاہے اس حدیث کے لانے سے ہماری
دو مطلب ثابت ہوئے ایک تو یہ کہ بدعت حسنہ کا برا ہونا تو کیا بلکہ اوس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ ثواب کا دیا ہے اور ثواب
بہی کیسا کہ جب وہ آدمی مرجائیگا اور اوس کے بعد دوسری خلق اللہ اوس پر عمل کریگی تو بعد موت بہی اون سب کی برابر اوسکو ثواب پہونچتا
رہیگا یہی وجہ ہے کہ علماء شریعت نے طرح طرح کے اصول اور قواعد واسطہ تہذیب علم ظاہر دین کے ایجاد کئے اور اولیاء طریقت نے
قسم قسم کے مجاہدات اور اشغال بعد قرون ثلثہ واسطے تزئین اور تصفیہ قلب کے پیدا کئے رحمۃ اللہ علیہم علینا اجمعین اسیواسطے لکہا
شامی شارح ردمختار نے اوائل جلد اول مین کہ یہ حدیث قواعد اسلام سے ہی اور معنی اس حدیث کے ان الفاظ سے نکلتے ہین کل
من ابتدع شیئا من الخیر کان لہ مثل اجر کل من یعمل بہ الی یوم القیمہ۔ دوسرا مطلب اس حدیث سے یہ نکلا اس بدعت حسنہ کے ایجاد
مین کچھ ہی لفظ من جو عربی مین ایک عام لفظ ہے ارشاد فرمایا یہ نفرمایا کہ جو قرون ثلثہ مین کوئی آدمی یہ بدعت جاری کریگا اوسکو ثواب ملیگا اور جو بعد مین کریگا
اوسکو عذاب ہوگا۔ اور وہ بدعتی ہوگا فی النار ہوگا نعوذ باللہ منہا بلکہ یون ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جب کبہی طریقہ نیک جاری کریگا اوس کو
ثواب ہوگا چنانچہ علامہ شامی نے بہی من سن سنۃ حسنۃ کے معنی وہی کلی عام کئے ہین یعنی اوس نے لکہا ہے کہ کل من ابتدع شیئا الی
آخرہ اور یہی مولوی محمد اسحق صاحب نے بہی مایۃ مسائل مین لکہا ہے سوال بدعت حسنہ محدود است بوقت من الاوقات یا غیر محدود است
الی یوم القیمۃ جواب غیر محدود است عند القائل تقسیمہا لحدیث من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الی آخرہ۔ دیکہو سائل نے سوال کیا تہا کہ بدعت
حسنہ کی کوئی قید ہے وقت یا زمانہ کی کہ فلانے زمانہ تک تو ایجاد بدعت حسنہ کا جائز ہے اور فلانے زمانہ مین نہین جائز یہ بات کہ کچھ قید نہین
بلکہ ایجاد اوسکا جائز ہے قیامت تک کہ کسی زمانہ مین ایجاد ہو اور کوئی ایجاد کرے اسکا مولوی اسحق صاحب نے جواب دیا کہ غیر محدود ہے یعنی
زمانہ کی کچھ قید نہین قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے باقی رہی یہ بات کہ عند القائل تقسیمہا کی قید کیون لگائی ہے یہ بات کچھ موجب
وحشت نہین تین وجہ سے ایک یہ کہ بدعت کی تقسیم نہین کرتے وہ بدعت حسنہ کو سنت مین داخل کرتے ہین پس بدعت حسنہ کا لفظ وہی
کہیگا جو قائل تقسیم بدعت ہوگا وہ بدعت حسنہ کو سنت کہیگا دوسری وجہ یہ کہ جب اونکی سند مین حدیث صحیح لکہدی تو وہ قائلین پایہ
اعتبار نہین ٹہر گئے اور صحت اونکی قول کی مسلم ہوگئی تیسری یہ کہ جب مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ جو قائل ہین تقسیم بدعت کے اون کے
نزدیک قیامت تک بدعت حسنہ جائز ہے اب ہم تمکو بتلا وینگے بدعت حسنہ کو کس کس نے جائز کیا ہے پس جان لیجو کہ ان سب مفتیان

کہہ رہا ہے اور وجود شرعی سے واقف ہی نہین تو یہ کلمات اپنے زعم باطل پر لکہہ رہا ہے مگر یہہ ضرور اور واجب ہے کہ تمہید قواعد جواز و
عدم جواز کی محدود بزمان ہی بعد قرون ثلثہ کے جو کوئی قاعدہ تجویز ہو وہ ہر حال مردود ہوگا اور اُن قواعد قرون ثلثہ کے موافق جو ہوگا
وہ خود اوس زمان مین موجود ہوگا تو یہ بہی نزاع لفظی ہی ہے کہ وہ وجود شرعی لیتے ہین اور دوسرے وجود خارجی اور واقع مین خلاف کچھ
بہی نہین پھر مولف کا بعد نقل عبارت مولنا محمد اسحق صاحب مرحوم کے اس شد و مد سے بدعت حسنہ کے اثبات مین دم بھرنا محض تطویل

رہیگی نزدیک تا قیامت بدعت حسنہ جائز ہے کچھہ قرون ثلثہ پر حصر نہین ہے اقوال فقہا و محدثین اس باب مین کہ سیئہ
اور ضلالت وہی بدعت ہے جو مخالف قران و حدیث و اجماع کے ہے اور جو بدعت ایسی نہین وہ درست ہے

سیرت حلبی وغیرہ کتب مشہورہ معتبرہ مین ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ما احدث یخالف کتابا او سنۃ او اجماعا او اثرا فہو البدعۃ
الضلالۃ و ما احدث من الخیر ولم یخالف شیئا من ذلک فہو البدعۃ المحمودۃ۔ اس روایت کو بیہقی نے بھی ساتھ اسناد اپنے کے امام شافعی
سے روایت کی ہے کہ بدعت دو طرح ہی مذمومہ و غیر مذمومہ مولوی اسمعیل صاحب نے تقویت الایمان کے دوسرے حصہ مسمی بہ تذکیر الاخوان مین
فرمایا ہے جو مجتہد دین اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت مین داخل ہے انتہی پس یہ قول شافعی بالضرور مسلم ہونا چاہیئے کیونکہ یہ مجتہد مین اور مجتہد کا
حکم نکالا ہوا سنت مین داخل ہے بقول مولوی اسمعیل صاحب دوسرے یہ کہ یہ خیر القرون مین ہین تیسرے یہ کہ وہ خاص عربی مین عرب کے
لغت اور صحابہ و تابعین کے محاورات اور حدیث کی اصطلاحات کے جاننے والے ہین بنا علیہ جسقدر حدیثین بدعت کی مذمت مین آئین
اپنے موافق تفسیر امام شافعی انکو محمول انہین بدعتون پر کرنا چاہیئے جو خلاف کتاب و سنت ہین اور محققین علما محدثین و فقہاے دین نے اسی پر
عمل کیا اور فتوی دیا ہے از انجملہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کی جلد ثانی مین فرمایا ہی انما المحذور بدعۃ تراغم سنۃ ماموراً بہا یعنی وہی
بدعت منع ہے جو مثاتی ہو کسی ایسی سنت کو جسکے قایم رکھنے کا ہمکو حکم ہے اور جلد اول احیاء العلوم مین فرماتے ہین ولا یمنع ذلک من کونہ
محدثا فکم من محدث حسن یعنی یہ منع نکیا جائیگا بسبب نئی بات ہونیکے اسلئے کہ بہتیری نئی باتین نکلی ہوئی نیک ہین۔ اور کہا علامہ امام
صدر الدین شافعی نے۔ یکرہ البدع اذا راغمت السنۃ اما اذا لم یراغمہا فلا یکرہ۔ اور فتاوی عالمگیری کی جلد خامس مین ہے وکم من شئ
کان احداثا وہو بدعۃ حسنۃ اور شیخ عز الدین بن عبد السلام نے آخر کتاب القواعد مین فرمایا ہے۔ البدعۃ اما واجبۃ کتدوین اصول الفقہ
والکلام فی الجرح والتعدیل و اما محرمۃ کمذہب الجبریۃ والقدریۃ و اما مندوبۃ کاحداث المدارس و کل احسان لم یکن فی العہد الاول
و اما مکروہۃ کزخرفۃ المساجد یعنی عند الشافعی و اما عند الحنفیۃ فمباح و اما مباحۃ کالتوسع فی لذیذ الماکل والمشارب اور یہ تقسیم بدعت کی
کہ بعضی بدعتین واجب ہین اور بعضی حرام اور بعضی مستحب یعنی ثواب کی مستحق اور بعضی بدعتین مکروہ ہین اور بعضی مباح یعنی انکے کرنے مین
نہ ثواب نہ عذاب پس یہ بدعت پانچ قسم پر مسلم اور قایم رکھی ہے علامہ برکلی نے طریقہ محمدیہ مین اور مناوی نے شرح جامع صغیر مین ملا علی
قاری حنفی نے مرقات مین اور شیخ الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات مین اور سید جمال الدین محدث نے حواشی مشکوۃ مین اور علامہ
ابن حجر نے فتح المبین مین اور علامہ ابن عابدین نے شرح دُر مختار کی بحث امامت مین جب یہ قاعدہ مسلم ہو چکا اب ایک دو مسئلے جو اس قاعدہ
پر متفرع ہے لکھتا ہون علامہ شرنبلالی نے حاشیہ درر غرر فقہ حنفی مین لکھا ہے کہ نیت نماز کی اصل دل سے ہوتی ہی اور مُنھ سے ادا کرنا اوس کا

ہے نہ فہم مغز سخن اور یہ مانعین کو کچھہ مضر نہین محض مولف کی کوتہ فہمی ہے **قولہ** اقوال فقہاء و محدثین الخ **اقول** یہ سب اقوال موافق راے
مانعین کے ہین امام شافعی خود فرماتے ہین خالف کتابا او سنۃ او اجماعا او اثرا یہ وہی تو ہوا کہ قرون ثلثہ مین جو مقرر ہو گیا اور ٹھہر گیا جسکو
شکایت ثالث سی لیکر یہان تک لکھتے چلے آتے ہین اور مولوی محمد اسمعیل صاحب مرحوم کا یہ عین مدعی ہے الحاصل یہ سب اقوال اور احادیث
اور اسقدر تحریر طویل فقط مولف کی کوتاہی فہم پر ہے کہ وجود شرعی کو وجود خارجی سمجھہ گیا ورنہ کچھہ ضرورت نہوتی اور نیت کا لفظ جو بدعت

مستحب ہے عبارت اوسکی یہ ہے ۔ والتلفظ بہا مستحب یعنی طریق حسن اجبہ المشایخ لانہ من السنۃ لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من طریق صحیح ولا ضعیف ولا عن احد من الصحابۃ والتابعین ولا عن احد من الائمۃ الاربعۃ بل المنقول انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا
قام الی الصلوۃ کبر فہذہ بدعۃ حسنۃ ۔ اب غور سے علامہ شرنبلالی کی تقریر دیکھنی چاہیے کہ یہ بات مانکر کہ نیت زبان سے کبھی حضرت اور
صحابہ اور تابعین سے اور مجتہدین سے ثابت نہین باوجود اسکے حکم کیا کہ یہ بدعت حسنہ ہے مستحب ہے اور واضح ہو کہ ائمہ مجتہدین تابعین یا اتباع تابعین بھی
ہین اور وہ تابعی نہ تبع تابعی بلکہ تبع تابعین کے علماء آٹھوان [illegible] لکھا ہے جب اون سے بھی تلفظ بالنیت منقول نہین تو ظاہر ہوا کہ قرون ثلثہ
کے بعد اسکا ظہور ہوا اور دوسری دلیل اسکی یہ ہے کہ قرون [illegible] یہ ہے کہ شرنبلالی نے لکھا ہے تلفظ بالنیۃ کو احبۃ المشایخ اور مشایخ وہ متاخرین
علماء ہین جو امام اعظم کے شاگردون کا دور تمام ہونے کے بعد ہوئے ہین اور در مختار میں لکھا ہے زبان سے نیت کرنیکو کہ یہ ہمارے علماء کی سنت ہے
شامی نے لکھا کہ یہ طریقہ حسنہ ہمارے علماء کا ہے اس سے بھی ظہور تلفظ بعد قرون ظاہر ہوتا ہے اور فقیہ حلبی شرح کبیر منیہ مین اسی طرح لکھا ہے کہ ائمہ
مجتہدین سے بھی ثابت نہین اسکے بعد یہ لکھا ہے وہذہ بدعۃ لکن عدم النقل وکونہ بدعۃ لا ینافی کونہا حسنا یعنی اسکی بدعت ہونے سے
یہ لازم نہین آتا کہ یہ نیک نہو اب دیکھیے علماء دین اسکو بدعت مانکر پھر بھی حسن اور نیک شمار کرتے ہین اور اس کا حکم دیتے رہے ہین اور یہ علماء
فریقین کے مسلم الثبوت ہین اور منیۃ المصلی مین لکھا ہے والمستحب ان ینوی ویتکلم باللسان اور شرح وقایہ مین ہے فقصد مع لفظ افضل
اور ہدایہ مین ہے ویحسن ذلک لاجتماع العزیمۃ اور یہی کافی مین ہے اور درر شرح غرر مین ہے والتلفظ بہا مستحب یہ وہ کتابین ہین جو
علماء مذہب حنفی کے نزدیک نہایت درجہ کی معتبر ہین اب شافعی مذہب کو سننا چاہیے علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ مین شافعی مذہب بیان
کرتے ہین والذی استقر علیہ اصحابنا استحباب النطق بہا اور غنیۃ الطالبین حضرت غوث اعظم کی تالیف ہے وہ حنبلی تھے بیان کرتے ہین
ہین ینوی بطہارۃ رفع الحدث ومحلہا القلب فان ذکرہ بلسانہ مع اعتقادہ بقلبہ کان قد اتی بالافضل ۔ الحاصل یہ عمل یعنی نیت زبانی
کرنی اس قسم کی بات ہے کہ تمام ہندوستان اور فارس اور عرب وغیرہ مین جاری ہے علامہ شامی نے لکھا ہے قد استفاض ظہور العمل بذلک فی کثیر من الاعصار
فی عامۃ الامصار ۔ اور چھٹی صدی کے آخر مین جو محفل مولد شریف منعقد ہوئی اوسکو اجلہ علماء اور اکابر فضلاء نے مستحسن سمجھا اور شریک ہوئے
اور امام نووی کے استاد ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس محفل کو پسند کیا اور اسکو بدعت حسنہ قرار دیا اور یہ فرمایا ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل
عام فی الیوم الموافق لیوم مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصدقات والمعروف واظہار الزینۃ والسرور الی آخرہ اور فرمایا ابن حجر محدث رحمۃ اللہ علیہ نے عمل
المولد واجتماع الناس لہ کذلک ای بدعۃ حسنۃ کذا فی السیرۃ الحلبیۃ اور آٹھوین صدی کے آخر مین جو تسلیم بعد اذان احداث کی گئی اوسکو در مختار

نہ ہوا تو اوسکی دلیل جواز کی موجود ہے کہ حج مین تلفظ بالنیت صحاح مین وارد ہوا ہے اور نیت قلبی کو کہ فرض ہے اس سے قوت بلکہ بعض وقت
بدون اسکے حاصل ہی نہین ہوتی لہذا ملحق بالسنۃ ہو گئی اب بعد ان سب اقوال کے اپنے اصل مطلب پر مولف صاحب آئے کہ چھٹی صدی
کے آخر مین محفل میلاد منعقد ہوئی سو اول محقق ہو چکا ہے کہ جس محدث کی دلیل جواز قرون ثلثہ مین موجود ہو وہی جائز ہوتا ہے ورنہ بدعت
ہوگا تو یہان اسکو محل استدلال مین لانا حالانکہ یہ امر متنازع فیہ ہے دور کہلاتا ہے اور یہ قبیح امر ہے وہ مدعی ہی کہ جسکے اثبات مین مولف نے
اسقدر تطویل بے سود کی پھر قبل ثبوت اوسکے اوسکو بھی دلائل جواز مین ذکر کرتا ہے لہذا تھوڑا اس طرف سے بھی اشارہ ہے کہ خود حضرات صحابہ

مین لکہا ہے التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنہ سبعمائۃ واحدی ثمانین وہو بدعۃ حسنۃ یعنی سلام پڑہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد اذان کے سات سو اکیاسی سنہ ہجری مین ایجاد کیا گیا اور یہ بدعت حسنہ ہے انتہی اور اسیطرح درمختار کے شارح شامی نے بھی اوسکو مسلم رکہا اور نہر الفائق شرح کنز اور قول بدیع سے یہ نقل کیا والصواب انہا بدعۃ حسنۃ یعنی ٹھیک یہی بات ہے کہ یہ سلام بعد اذان بدعت حسنہ ہے دیکھیے آٹھوین صدی تو قرون ثلثہ کے بہت بعد ہے اوس وقت کی نکالی ہوئی چیز کو بھی فقہا نے بدعت حسنہ کہا ہے اب دیکھنا چاہیے اقوال فقہا کو امام شافعی کے قول سے یہان تک یہ سب علما تقسیم ہونا بدعت کا طرف حسنہ اور سیئہ کے مان رہے ہین اور بدعت حسنہ کو خواہ وہ قرون ثلثہ مین نکلی ہو یا بعد قرون سبکو مستحب و حسن فرما رہے ہین پس مولوی اسحق صاحب کے فرمانیکے موافق ان سب فقہا کے نزدیک بدعت حسنہ کا ایجاد الی یوم القیامۃ ثابت ہوا اسلیے کہ وہ کہتے ہین غیر محدود است عند القائل بتقسیمہا اور خود مولوی اسحق صاحب اور مولوی اسمعیل صاحب کے بزرگ بھی تقسیم بدعت مان رہے ہین شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سوالات عشرۂ محرم کے جواب سوال اول مین لکھتے ہین ساختن ضرائح وصورت قبور و علم وغیرہ این ہمہ بدعت است وظاہر است کہ این بدعت حسنہ کہ دران ماخوذ نباشد نیست بلکہ بدعت سیئہ است ومثال بدعت سیئہ این است کہ در حدیث شریف وارد است شر الامور محدثاتہا وکل بدعۃ ضلالۃ انتہی اور شاہ صاحب موصوف کے بیان سے تحفہ مین بھی بدعت حسنہ کا وجود پایا جاتا ہے اب تیرہوین صدی مین وہ مولوی اسمعیل صاحب کہ جنکا کلام تذکیر الاخوان مین یہ تہا کہ جو کوئی دین کے عقیدہ اور عبادت اور رسم مین وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت کی کوئی قید اپنی طرف سے مقرر کرے سو وہ بدعت اور باطل اور مردود ہے انتہی کلامہ شکر خدا کا کہ یہ قاعدہ تنگی فوجداری کا جس سے ایک عالم تنگ تہا ۔ باہمی پیدا ہوا ایجاد کرکے آخر توبہ کی اوس راہ سے خود مخالفت اختیار کی اور توبہ کی وجہ ثبوت یہ ہے کہ اونکی صراط مستقیم مین لکہا ہے اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا میباشد

لہذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا برعلیہ مصلحت دید وقت چنان اقتضا کرد کہ یک باب ازین کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب این وقت است تعین کردہ شود ۔ اس عبارت مین قرون ثلثہ کی کچھ قید نہین لگائی بلکہ ہر قرن مین ایجاد اشغال اور تعینات مشائخ کو مسلم کہا اور بذات خود اپنی تیرہوین صدی کے واسطے اشغال جدیدہ ایک باب مین لکھے

اگر کوئی امر ہوا اور اوسپر انکار کیا گیا تو وہ جائز و حجت نہین ہوتا چہ جائیکہ بعد چھ سو سال کے ہو پس جب اوسپر وقت حدوث اسکے فاکہانی وغیرہ علما عصر نے انکار کیا تو وہ جائز نہین ہو سکتا معہذا ہم کہتے ہین کہ اوس وقت مین فقط ذکر خیر خیر البشر کا بلا قید اور بلا تداعی و اہتمام تہا لہذا اوسوقت علما کو اوسپر نکیر نہوا اب جو قیود غیر مشروعہ اوسپر اضافہ ہوئین تو ناجائز ہو گیا اصل ذکر ولادت کو تو کوئی بہی منع نہین کرتا جو کچھ تکرار و انکار ہے وہ قیود مین ہی ہے کیا مولف دیکہتا نہین کہ سوال مین کس شے سے سوال ہے اور قیود خمسہ کیون لگا کر سوال کیا گیا ہے غرض یہ نظیر محض خوش فہمی مولف کی ہے ابن حجر ہیثمی اور ابو شامہ کے قول کو اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو کیا مفید مولف کو ہوگا کہ کلام ہیئت کذائیہ مندرجہ سوال مین ہے نہ نفس ذکر مولود مین ورنہ اصل اصول ہے ہو نہ قول علما کا جو خلاف قاعدہ ہو مسلم نہین ہوتا اور بیان تثویب مین ایک طول ہے ترک کیا گیا اور اصل مطلب جسکو مولف ثابت کرتا ہے ہمارے ہرگز مخالف نہین اور صاحب تذکیر الاخوان کا مذہب و مطلب بارہا واضح ہو لیا کہ یہی ہے اب یہ طوفان بے تمیزی کی تقریر گستاخ جو کچھ ہے سبکو معلوم ہے اوس کے

اوس باب مین یکھو ذکر اللہ اور عبادات آلہی مین کیا کچھ وقت اور وضع اور ہیئات اور عدد کی قیدین ہین اور صراط مستقیم کے آخر صفحہ مین بھی لکھا ہے تجدید اشغالیکہ این کتاب محتوی برآن است فرمودند یعنی مرشد صاحب نے نئے اشغال نکالے اور ظاہر ہے کہ تجدید بمعنی احداث ہے پس معلوم ہوا کہ انجام کار انکو بھی یہی حق معلوم ہوا کہ ایجاد بدعت حسنہ الی یوم القیام جائز است خیر صبح کا بھولا شام کو گھر آجاے تو اوسکو بھولا نہین کہتے اللہ تعالی اون کے مقلدون کو بھی ہدایت نصیب کرے اور اگر اونکی قسمت مین ہدایت نہین تو ہم لوگون سے جنگ اور بیہودہ تقریرین تو نکرین کہ وہی نقشہ ہوجاتا ہے ع مغز ما خوردہ و حلق خود بدرید - اب اہل سنت والجماعت خوب غور اور فکر سے ملاحظہ فرمائین کہ یہ جو فتوی انکاری مین مولد شریف اور فاتحہ اموات کو پنجشنبہ و عیدین وغیرہ مین منع لکھا تہا اوسکی بنیاد اسی ایک دلیل پر تہی کہ جو کام قرون ثلثہ کے بعد ہوتا ہے وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے اور سُنا چکے ہم تمکو حال اس دلیل کا کہ یہ دلیل نہایت ذلیل اور ضعیف ہے کیونکہ اور جب ٹوٹ گئی دلیل اونکی قول ارباب تحقیق و اصحاب تدقیق سے تو شکست فاش لکھا گیا اونکا فتوی اور قایم رہگئے وہ سب امور صالحہ اپنی اباحت اور استحسان پر الآن کما کان - پس مذہب صحیح اور مشرب اہل تنقیح یہی ہے جو علامہ حلبی نے جلد اول انسان العیون مین لکھا ہے وقد قال ابن الحجر الہیتمی ان البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبہا - کہا حافظ ابن حجر فقیہ محدث نے کہ بدعت حسنہ کی مندوب و مستحسن ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے یعنی فقہا و محدثین مین جو محققین ہین وہ سب بالاتفاق بدعت حسنہ کو جائز و درست فرماتے ہین اور اسکی طرف رغبت دلاتے ہین پس یہ سب امور مندرجہ فتوی بالاتفاق و اجماع اہل تحقیق طائفہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے مستحسن ٹھیرے نہ سیئہ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم لمعہ ثالثہ مین نقل ہے عبارت مولوی عبد الخالق صاحب واعظ دیوبندی کی جو منع مولد شریف و فاتحہ وغیرہ کے لئے فتوی انکاری مذکور پر لکھی ہے **قولہ** جوابات سب صحیح ہین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار - کتبہ فقیر محمد عبد الخالق دیوبندی عفی عنہ **اقول** ہم ناصحانہ دردِ اسلامی سے کہتے ہین کہ آدمی کو امور علمیہ مین ایسا نہونا چاہئے جیسے طوطا تمام عمر پڑہتا رہا میان مٹھو میان مٹھو لیکن اوسکو یہ خبر نہین کہ میان کس کو اور مٹھو کس کو کہتے ہین مولوی عبد الخالق صاحب نے تمام عمر وعظ فرمانے مین گزاری کسی سے یہ تحقیق نفرمایا کہ کل بدعۃ ضلالۃ سے مراد کیا ہے کاش مشکوۃ کا ترجمہ ہندی نواب قطب الدین خان صاحب کا دیکھہ لیتے کہ مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۲۷ مین اس حدیث کے معنی لکھتے ہین عبارت اونکی یہ ہے کل بدعۃ ضلالۃ

جواب سے زبان قلم ملوث کرنا کیا فائدہ ہے غرض تذکیر الاخوان کا یہ کہنا کہ قید اپنی طرف سے مقرر کرے ظاہر ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ ایسی قید کہ جسکی دلیل قرون ثلثہ مین نہو اور صراط مستقیم مین وہ ہیئت تجدید کی مراد ہے کہ حسب قواعد شرع کے ہو سو وجود یہان تہا وہی یہان ہے مگر دیدۂ بصیرت چاہیے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی اور اس قاعدہ پر جو مولف سمجھ بیٹھا ہے بنیاد میلاد اور رسوم کے بدعت ہونیکی نہ تہی بلکہ اوس ہی مراد پر ہے جسکو مولف عرقریزی کرکے ثابت کر رہا ہے کہ بجائے خود کھلجاویگا اور یہا سقد تطویل لمعہ ثانیہ کی شرح کی ہمکو بھی اسی واسطے کرنی پڑی کہ مولف کے حُسن فہم و مبلغ علم کا حال لوگون کو معلوم ہوجاوے کہ کسقدر غلط بیانی اور کم فہمی کی تقریر ہے کہ گویا علوم سے مساس ہی نہین ورنہ یہ اصل مدعی تو عین مدعی ہمارا ہے اور سب علمار کا یہی مطلب و مراد ہے فقط **قولہ** اقول - ہم ناصحانہ الخ **اقول** مولوی عبد الخالق صاحب نے ٹھیک سمجھکر لکھا ہے بدعت حسنہ اور سیئہ کی تفریق کا حال اور کل

کے معنے یہ ہین کہ جو بدعت سیئہ ہے وہ سب گمراہی کی ہے انتہی کلامہ یا یہ کہ شاہ عبد العزیز صاحب کے سوالات عشرہ کا جو اُردو ترجمہ ہوکر مطبع ناصری مین چھپا ہے وہی ترجمہ دیکھہ لیتے اوس مین لکھا ہے بدعت حسنہ تو اوسکو کہتے ہین کہ کرنیوالا اوسکا ماخوذ نہو اور بدعت سیئہ کا حال یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کل بدعۃ ضلالۃ انتہی کلامہ۔ پس جبکہ ان کے پیشوا اسیطرح حدیث کو بدعت سیئہ کے ساتھہ خاص کر رہے ہین اور بدعت حسنہ کو اس مین شامل نہین کرتے پھر اونکا منصب نتہا کہ بلا تقسیم بدعت اور بلا اثبات دلائل سیئہ ہونے اعمال مندرجہ سوال کے کلیہ طور پر پڑھدیئن کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ دوسری نصیحت یہ کہ ایک آفاق سے روپیہ مانگ کر جو جامع مسجد دیوبند مین بنوائی ہے اور کثرت سے برج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیئے ہین کیا قرون ثلثہ مین بھی اتنے برجون کی مسجد بنتی تہی؟ اگر بنتی تہی تو ہمکو حوالہ دو کس قرن مین اور کسنے بنائی اور کس حدیث کی کتاب مین یہ فعل قرون ثلثہ سے ثابت ہوا ہے اور اگر نہ ثابت ہو یہ ہیئت مجموعی مسجد کی تو منصفی یہ ہے کہ اپنے اوپر بھی یہ حدیث روان کرو کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار تیسری نصیحت یہ ہے کہ خدا کا خوف کیا ہوتا تمنے اہل اسلام نے جو روپیہ چندہ کا دیا تہا تو مقصد یہ تہا کہ تعمیر مین بقاعدہ شرعی صرف ہو پھر یہ فرمایئے کہ کثرت بروج مین جو مال صرف ہوا نہ وہ استحکام تعمیر مین داخل نہ کسی مصالح مقاصد صلوۃ کو شامل اس کا مظلمہ کسکی گردن پر ہوگا کتب فقہ سے اسکا عدم جواز مستفاد ہوتا ہے قاضی خان مین ہے رجل اوصی بثلثہ لعمارۃ المسجد فی ای شئ یصرف ذلک المال قال ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالی یصرف فیما کان من البناء دون التزیین اور بعد تین سطر کے لکھا ہے لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفا وینقش المسجد من ذلک لو فعل یکون ضامنا۔ اب فرمایئے یہ اسراف اور تبذیر کرکے آپ منتظر اپنی مدح اور اجر کے بیٹھے ہین یہ کیسا ظلم ہے قرآن مین آیت تبذیر پڑہکر کچھہ تو گریبان مین مُنہ ڈالیئے گا۔

بدعۃ ضلالۃ کے معنی یہی واضح ہوچکے اب یہ حال خود مولف صاحب کا ہے کہ بزعم خود فاضل اجل ہین اور ہنوز معنی حدود بدعت کی بھی نہین سمجھتے اور نزاع لفظی و حقیقی کو بھی نہین جانا جو کچھہ مولوی عبد الخالق صاحب پر طعن ہے اس تحریر سے واضح ہوگیا کہ وہ آپکا ہی حال ہے اور باوجود ترجمہ مشکوۃ کے مطالعہ کے کچھہ بھی نہین سمجھے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم فقط **قولہ** دوسری نصیحت الخ **اقول** آپکے نزدیک جس وجہ سے برج و منار مسجد کے جائز ہین جسکا نام آپنے بدعت حسنہ رکہا ہے اوسی وجہ سے مولوی عبد الخالق نے بھی یہ بنوائی ہین کیونکہ مدعی آپ کا اور مولوی عبد الخالق کا ایک ہی ہے گو آپکو خبر نہین طوطی کے بول بول رہے ہو سو یہ تعریض بمعنی ہے فقط **قولہ** تیسری نصیحت الخ **اقول** المعروف کالمشروط قاعدہ فقہ کا ہے ہرگاہ کہ سب چندہ دہندہ برج و منار وغیرہ مین صرف کرنے سے دلالۃً راضی ہین تو اس مین صرف کرنا درست ہے اور دوسری روایت قاضی خان کی تو آپنے دونون آنکھین بند کرکے ہی لکھدی ہے مال وقف کا مسئلہ مال مملوک معطی پر جاری فرما رہے ہو خوب روایت فقہ کی سمجھے ماشاء اللہ اور پہلی روایت وصیت کی بھی مطابق اس واقعہ کے نہین کیونکہ موصی ایک امر مبہم کہہ مرا ہے اوسکا حمل ایسی شے پر ہونا چاہیئے کہ نافع ہووے۔ اگر موصی زندہ ہوتا اور اجازت تزئین مین صرف کی دیدیتا تو جائز تہا یہان تو دینے والے زندہ ہین اور اون کی دلالۃً رضا سے خرچ ہوتا ہے۔ کاش اگر مولف فقہ کی کتاب کسی معلم سے پڑھ لیتا تو ایسی غلطی فاحش مین نہ پڑتا فقط ۔۔

چوتھی نصیحت مولوی صاحب کو یہ ہے کہ آپکی معاش وعظ پر ٹھیری اسکو بھی کبھی سوچا ہوتا کہ آیا کمائی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین یا تابعین یا تبع تابعین قرون ثلثہ کی یہی تھی کہ وعظ فرما کر کہاتے کماتے پھرتے تھے یا یہ نہتی اور اپنے پیشواؤن کا خیال کرتے کہ ہمارے عالمون نے اسکے حق مین کیا لکھا ہے خیر اگر تمکو تلاش نہین ہم بلا تلاش تمکو بتاتے ہین شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر پارہ الم مین تحت آیہ ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلا کے لکھتے ہین فرقہ پنجم معلمان دنیا طلب و واعظان طماع کہ بر تعلیم احکام الٰہی وتبلیغ مواعظ وپند از متاع دنیا درخواست نمایند ونزدیک توقع منفعت متوجہ بحال سائل شوند ودر صورت عدم توقع خشونت ودرشتی نمایند اسکے بعد شاہ صاحب نے حال امامت وموذنی وغیرہ کا بیان فرمایا اور کلام اسپر تمام کیا کہ رفتہ رفتہ این صیغہا صیغہ معاش واجورہ قرار گرفتہ ودرین زمان حلال بودن وجہ معاش مشکوک بلکہ قریب بحرمت است حتی المقدور ازان احتراز لازم است انتہی۔ اور مولوی اسحق صاحب نے مایہ مسائل مین اجرت جمیع طاعات پر یعنی ناجائز لکھی ہے اور یہ لکھا ہے از حدیث شریف صحیح معلوم میشود کہ بقرات قرآن شریف چیزے نگیرد ونخورد عام است کہ مقرر کنند یا نکنند انتہی اس سے وہ بات بھی رد ہوگئی جو شاید کوئی یہ حیلہ کرنے لگے کہ ہم لوگون کو قرآن پڑھکر سناتے ہین اوسکا ترجمہ بتاتے ہین ہم اجرت نہین ٹھیرالیتے اور نہین مانگتے مولوی اسحق صاحب کے کلام سے وہ بھی منع ثابت ہوا اور یہی فقہا کا قاعدہ مسلم الثبوت ہے المعروف کالمشروط جب لوگون کو معلوم ہوگیا کہ مولوی صاحب کا قاعدہ یہی ہے اوس قاعدہ کے موافق دیتے ہین سائل کی صورت خود سوال ہے پھر منہ سے مانگین یا نہ مانگین افسوس ہزار افسوس اے میرے دینی بہائیو تم کیون اپنی روح کو آلایشون خسیسہ سے پاک نہین کرتے ہو دوسرون کو ناری اور جہنمی بنانے کو تیار ہوتے ہو اور اپنا خیال نہین کرتے کہ تم بھی کسی گوشہ مین دوزخ کے جاتے ہو۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون لمعہ رابعہ نقل ہے عبارت عبد الجبار عمرپوری کی جو درباب منع مولد شریف فتوی انکاری کے ذیل مین لکھی ہے قولہ حضرت کی نسبت یہ اعتقاد کہنا کہ جہان مولود شریف پڑھا جاتا ہے وہان تشریف لاتے ہین شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالی ہے اللہ سبحانہ نے اپنی صفت دوسریکو عنایت نہین فرمائی واللہ اعلم۔ عبد الجبار عمرپوری عفی عنہ **اقول** ایک تو کم نصیبی اس مفتی کی یہ کہ حضرت کا ذکر کیا اور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لکھا اتباع سنت کا

قولہ چوتھی نصیحت الخ **اقول** آپکا موکھ اور یہ بات آپ تو مدت ہوئی کہ فتوی جواز اجرت تعلیم قرآن کا لکھکر طبع کراچکے ہو اگر اب غصہ مین آکر اوس سے رجوع فرمائی ہے تو وہ روایات متاخرین فقہا کی تو کہین نہین چلی گئین کہ جن روایات سے بضرورت ضرور یہ کہ اس زمانہ جہل مین موجود ہے جواز اجرت وعظ کا حال مفصل معلوم ہو سکتا ہے پھر آپ کس موکھ سے طعن کرین گے یہ مفتی جو انکے آپ کے معتمد پیشوا ہین اور یہہ بدگمانی کرنا کہ مولوی عبد الخالق صاحب کی نیت طمع دنیا کی ہے کسی مسلمان کو لائق نہین پھر ہزار افسوس کہ تم تو اپنی زبان کو سلف خلف مشائخ اولیاء اور علماء کے طعن سے بھی پاک نکرو اور مولوی عبد الخالق کو حدیث کے بیچ مضمون نسمجھنے پر بزعم خود غلط سمجھکر نصیحت فرماؤ بڑی شرم کی بات ہے دیکھو مصداق آیہ اتامرون الناس کا کون ہے اور آلایش خسیسہ کا ملوث کون فقط **قولہ** لمعہ رابعہ الخ **اقول** لاریب یہہ کام کم نصیبی کا ہے مگر اس کم نصیبی کا حصہ تو مولف صاحب کے نصیب مین بھی کامل ہے کہ اس کتاب مین اکثر جگہ درود نہین لکھتے صفحہ اول خطبہ کتاب کی آخر سطر مین اور دوسرے صفحہ مین تین جگہ آپ کا نام بے درود لکھا

دعویٰ اسقدر اور صاحب سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھی ندارد دوسری کم فہمی اسدرجہ کی کہ سائل کا سوال جو ہم اول نقل کرچکے
ہین اوسمین یہ سوال ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشعار مین مخاطب حاضر ہون یہ سوال نہین کہ مجلس مین حاضر ہونیکا اعتقاد ہو اور
ظاہر ہے کہ اشعار مین مخاطب حاضر ہونے کے معنے یہ ہین کہ شعر ایسے پڑہین جنمین ضمیرین مخاطب حاضر کی ہون سو اس کا حال ہم نور اول کے
لمعۂ ثانیہ مین لکھ چکے اور آیندہ بھی تحقیق آویگی لیکن مفتی صاحب نے سوال کو بگڑ جواب بگڑ جو چاہا لکہنا شروع کیا یہ جواب دیا **قولہ** حضرت کی نسبت
یہ اعتقاد رکہنا کہ جہان مولود پڑہا جاتا ہے وہان تشریف لاتے ہین یہ شرک ہے ہر جگہ موجود خدا تعالیٰ ہے **اقول** سبحان اللہ
قربان جایئے اس قیاس اور استدلال کے اگر اللہ تعالیٰ کی نسبت بھی یہی اعتقاد ہوتا کہ وہ مواقع مولود خوانی مین حاضر ہوتا ہے سوا اور
کسی جگہ اوسوقت تو برابری او مشارکت صفت الٰہی مین لازم آتی اور خدا تعالیٰ کو بہت مواضع اور مواقع مین حاضر کہا ہے ملا و مجلس
مولود خوانی کے تفصیل ہوسکی یہ ہے کہ تم عظمت اور وسعت عرش عظیم کی اور فرش کی اور توسع کرسی کی خیال کر کر اون کے آگے سات
آسمانون کی کیا حقیقت ہے پھر کرہ ناری اور ہوائی اور مائی کا خیال کرو کہ آسمانون کے آگے اونکی کیا وسعت ہے پھر ان کرات کے آگے
زمین کو دیکھو کہ اوسکی وسعت کو کرات سے کیا نسبت ہے پھر زمین کے چوتھائی حصہ کو دیکھو جو پانی سے باہر نکلا ہوا ہے پھر اوس باہر نکلے ہوئے مین
جنگل اور پہاڑ اور دریا اور ریگستان کسقدر ہین اور زمین آباد کسقدر ہین اور آباد مین کفار کسقدر ہین اور مسلمان کسقدر اور مسلمانون
مین مولد شریف کرنیوالے کسقدر ہین اور ذکر ہوا سے کسقدر پس ان سب مراتب کا خیال اور غور کرنے سے فرق معلوم ہو جاویگا مگر منصف کو
کہ اللہ تعالیٰ کا حاضر ناظر ہونا تو اسدرجہ مین ہے کہ عرش و کرسی آسمان زمین و قلم و النون زمین اور جمیع جبال و بحار و ویران و عمرانات وغیرہ
اور ہر زمان اور ہر آن مین) وہ حاضر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف یہ اعتقاد کیا کہ وہ مواقع مولود خوانی مین تشریف لاتی

ہوا ہے علیٰ ہذا اور جو یہ عذر ہے کہ مطلب کو فقط سو کام مولوی عبد الجبار کا نہین ہی عذر قبول کیا تھا غرض یہ تو مولف صاحب کی عادت
ناشیہ ہی کہ جو کچھ کسیکو کہتا ہے اوسمین خود ملوث ہوتا ہے نہ معلوم کہ قدیا چند سال ہیکیون غفلت ہے **قولہ** کم فہمی اسدرجہ الخ **اقول**
معہ شرح سوال مین مذکور ہو چکا کہ صیغہ خطاب کا حاضر موجود کیواسطے ہی وضع ہوا ہے لہذا اگر کہین صیغہ خطاب کا بولا جاویگا تو بوجہ اصل
حقیقی ہونیکے حضور مخاطب کا مفہوم کلام سے ہو دیگا لہذا مولوی عبد الجبار نے اوس سوال کا ہی تو جواب دیا ہے کہ یہ اشعار خطاب اگر
اس اعتقاد سے ہین تو شرک ہین اور دوسرے معنی مجازی کی شق کو بیان نہین کیا اگر خدا تعالیٰ جانے کہ مولف کی کیا فہم ہے کہ اوس کو
سوال کے خلاف اور غیر جانتا ہے لازم ملزوم وضعی کو غیر جاننا اور مقصود کلام وضعی کا کلام سے منفک سمجھنا مولف ہی کا فہم ہے نور اول مین
بھی ایسا کچھ مولف نے کہا ہے اور اوسکا جواب کچھ ہان ہو لیا ہے **قولہ** سبحان اللہ الخ **اقول** تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب
فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جسقدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کردیا اور بتلادیا اوس سے ایک ذرہ بھی زیادہ کا علم ثابت کرنا
شرک ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے قال اللہ تعالیٰ وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیہ اور مسئلہ مشہور بحر رائق اور
عالمگیریہ و در مختار وغیرہ مین ہے کہ اگر کوئی نکاح کرے بشہادت حق تعالیٰ اور فخر عالم علیہم السلام کے کافر ہو جاتا ہے بسبب اعتقاد علم غیب کے
فخر عالم کی نسبت پس فقط مجلس نکاح کے اعتقاد علم مین کافر لکہا ہے کچھ نہین لکہا کہ اگر اوس کا اعتقاد کیا کہ فقط مساوات علم الٰہی

ہین تو یہ مواقع بہ نسبت اون تمام ازمنہ اور مقامات مذکورۂ بالا کے کس شمار اور کس حصہ مین داخل ہین کہ بس ان مواقع مین تشریف لانے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری لازم آگئی اور شرک ہوگیا نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات اب آگے آپ ارشاد فرماتے ہین **قولہ** اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت دوسرے کو عنایت نہین فرمائی **اقول** عقیدہ اہل سنت والجماعت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت اوسی طرح اور اوسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے مین نہین ہوتی اور خصوصیت کے معنے یہ ہین کہ یوجد فیہ لایوجد فی غیرہ اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہوجانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہین تفسیر معالم التنزیل اور رسالہ برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی مین ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن و انس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا اور اللہ تعالیٰ نے کردیا ہے دنیا کو اونکے آگے مثل چھوٹے خوان کے اور ایک روایت مین آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ہہنا وہہنا۔ یعنی ادہر سے لیلیتا ہے جان کو اور ادہر سے اب خیال کرو کہ ایک آن مین مشرق سے مغرب تک کسقدر چیونٹی مچھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درند اور آدمی مرتے ہین ہر جگہ ملک الموت موجود ہوجاتا

تعالیٰ شانہ کا ہے تو کافر ہوگیا ورنہ نہین مگر مولف کی تحریر سے اسکا عقیدہ یہی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ تو عرش سے فرش تک جانتا ہے اور حاضر ہے اور فخر عالم فقط مجالس مولود مین حاضر ہوئے تو کہان مساوات اور شرک ہوا پس اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ اسقدر علم غیب کو وہ شرک نہین جانتا حالانکہ جملہ کتب مین فقط مجلس نکاح کے حضور کو ہی شرک لکھدیا ہے اور مولف کو اسقدر بھی خبر نہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ مین وجہ شبہ کا مساوی ہونا ضروری نہین نفس وجہ شبہ کافی ہوتی ہے یہان بہان نفس علم غیب مین برابری شرک ہے اور اگر مولف کا یہی عقیدہ کہ حق تعالیٰ کی کوئی صفت دوسرے کو اگر کما یلیق مساوی ثابت کریگا تو شرک ہوگا ورنہ نہین تو لازم ہے کہ مولف کے نزدیک مشرکین عرب کہ جن کے مشرک ہونے مین نصوص قطعیہ موجود ہین ہرگز بھی مشرک نہون کیونکہ وہ تصرف اور علم اپنے معبودان باطلہ کا محدود جانتے تھے کہ ہر نوع و دیار کا جدا معبود تہا ایک کے ملک مین دوسرے کا تصرف ہونا عقیدہ نہین رکھتے تھے چنانچہ کتب حدیث اسکی گواہ ہین پس اب مولف کی عقائد تو خود خراب تھے ہی تمام دنیا کو مشرک بنادیگا کیونکہ سب عوام جہال اولیاء کی نسبت ایسا ہی محدود تصرف و علم یقین کرتے ہین پس مولف نے سبکی تائید و تصدیق و توثیق عقیدہ کی کرکے خلق کو ضلال بناویا خدا تعالیٰ اسکو ہدایت دیوے کہ کیا فتنہ برپا کرتا ہے باقی اوسکی مثال الٰہی اور حرف معنی کا کیا جواب یکر زبان قلم ملوث کرون یہ مولف نے اسقدر جہل کی بات لکھی ہے کہ تمام دنیا کے خلاف ہی فقط **قولہ** عقیدہ اہل سنت و جماعت کا یہ ہے کہ الخ **اقول** عقیدہ اہل سنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت صفات حق تعالیٰ کی بندہ مین نہین ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کاملہ کیکو عطا فرماتے ہین اوس سے زیادہ ہرگز کسی مین ہونا ممکن نہین ہے وہ علم و تصرف حق تعالیٰ کا حقیقی ہے اور مخلوق کا مجازی لیس کمثلہ شیٔ الآیہ۔ پھر جسکو جسقدر کوئی علم و قدرت وغیرہ عطا فرمادیا ہے اوس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہین بڑہ سکتا شیطان کو جسقدر وسعت دی اور ملک الموت کو اور آفتاب و ماہتاب کو جس وضع پر بنایا ہے اوس سے زیادہ کی اونکو کچھ قدرت نہین اور زیادہ کوئی اون سے کام نہین نکلتا اور نہ اس کثرت و قلت پر فضل کی کمی زیادتی موقوف ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بہت اعلیٰ و افضل ہین مع ہذا علم مکاشفہ اونکا حضرت خضرؑ سے بہت کم تہا اور پھر جسقدر حضرت خضر کو ملا اوس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰؑ کو جو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کی برابر بھی اس علم مکاشفہ

اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ملک الموت وقت موت میت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی یہ حدیث طویل ہے اور قاضی ثناء اللہ
نے تذکرۃ الموتے میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے اوس میں یہ بھی ہے کہ ملک الموت نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے
بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نہیں نیک یا بد آدمیوں کا جسکی طرف مجکو توجہ نہو رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں
کہ وہ خود بھی اپنے کو اسقدر نہیں پہچانتے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک فرشتہ
مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے درمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولاد آدم کے ساتھ دنکو رہتا ہے اور اوس کا بیٹا
آدمیوں کے ساتھ رات کو رہتا ہے علامہ شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جسکو اللہ نے بچالیا
بعد اسکے لکھا ہے واقدرہ علی ذلک کما اقدر ملک الموت علی نظیر ذلک یعنی اللہ تعالی نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جسطرح
ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کردیا ہے انتہی کلامہ اب عالم اجسام محسوسہ میں اسکی مثال سمجھئے کوئی آدمی مشرق سے مغرب تک آبادی
دنیا کی اگر سیر کرے جہاں جاویگا چاند کو موجود پاویگا اور سورج کو بھی پاویگا پھر اگر وہ کہے کہ ایک چاند سب جگہ موجود ہے اور ایک سورج سب جگہ
موجود تمہارے قاعدہ سے چاہئے وہ کافر ہو جاوے کہ اوسنے چاند کو ہر جگہ موجود کہا حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ شرک ہے نہ کافر نہ مسلمان ہے پیر

پیدا نکر سکے پس آفتاب و ماہتاب کو جو اس ہیئت و وسعت نور پر بنایا اور ملک الموت اور شیطان کو جو یہ وسعت علم دی اوسکا حال مشاہدہ اور
نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا اب دوسرے کسی افضل کو قیاس کرکے اوس میں بھی مثل یا زائد اوس مفضول سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام
نہیں اول تو عقاید کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہو جاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں
مفید نہیں لہذا اوس کا اثبات اوسوقت قابل التفات ہو کہ مولف قطعیات سے اوسکو ثابت کرے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے
عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔ دوسرے قرآن و حدیث سے اوسکی خلاف ثابت ہے پس اُسکا خلاف کسطرح قبول
ہوسکتا ہے بلکہ یہ سب قول مولف کا مردود ہوگا خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم الحدیث اور شیخ
عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور مجلس نکاح کا مسئلہ بھی بحرالرائق وغیرہ کتب سے لکھا گیا تیسرے اگر افضلیت
ہی موجب اسکی ہے تو تمام مسلمان اگرچہ فاسق ہوں اور خود مولف بھی شیطان سے افضل ہیں تو مولف سب عالم میں بسبب افضلیت کے شیطان
سے زیادہ نہیں تو اوسکی برابر تو علم غیب بزعم خود ثابت کردیوے اور مولف خود اپنے زعم میں تو بہت بڑا اکمل الایمان ہے تو شیطان سے
ضرور افضل ہوکر اعلم من الشیطان ہوگا معاذ اللہ مولف کے ایسے جہل پر تعجب بھی ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے کہ ایسی نالایق بات منہ سے
نکالنا کسقدر بعید از علم و عقل ہے الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھکر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص
قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی
فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے اور خاصہ کی تعریف تہذیب منطق
پڑھکر مولف نے یاد کرکے بے تہذیبی عقیدہ کی اختیار کی مگر فہم سے ماشاء اللہ ہنوز بہت دور ہیں خاصہ حق تعالی کے علم کا یہ ہے کہ اوس کا
علم ذاتی حقیقی ہے کہ جسکا لازم احاطہ کل شے کا ہے اور تمام مخلوق کا علم مجازی ظلی کسقدر عطائی حق تعالی کی طرف سے مستفاد ہے پس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہین دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اوس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک نا پاک کفر غیر کفر مین پایا جاتا ہے تمہارے استدلال کے موافق تو چاہئے یہ سب محدث اور فقہا بباعث اعتقاد حضور ہر جائے ملک الموت اور ابلیس کے بانیان محفل مولد شریف کی بہ نسبت زیادہ تر مشرک ٹہرین معاذ اللہ منہا ع بربین عقل و دانش بباید گریست ٭ اہل حق پر واضح ہو کہ ہمارا یہ دعوی نہین کہ ہر محفل مین روح مبارک آتی ہے ہان یہ دعوی ہے کہ اگر کسی کا یہ اعتقاد ہو وہ مشرک نہین لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ **قولہ** ایسی مجلس ناجائز ہو اور اس مین شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کو اگر حاضر ناظر جانکر کرے کفر ہے ایسی محفل مین جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے البتہ ثواب پہونچانا اموات کو بلا قید درست ہے اسکا مضائقہ نہین فقط واللہ تعالے اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اقول اس عبارت کی رکاکت بانی و سخافت معانی دل مین شبہ ڈالتی ہے کہ یہ کلام مولوی رشید احمد صاحب کا نہوگا۔ **اول** یہ کہ جواب مطابق سوال چاہئے۔ سائل پوچھتا ہے کہ یہ امور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہین یا نہین آپنے جواب مین ایک حدیث بھی نہین لکھی نفیاً و اثباتاً **دوسری** یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے اگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اشعار مین مخاطب حاضر ہون جائز ہے یا نہین یون نہین پوچھتا

اور بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے اب ظاہر ہوگیا کہ کوئی محدث و فقیہ و صوفی متقی مشرک نہین مگر جسکا عقیدہ مولف کی تحریر کے موافق ہوگا البتہ وہ مشرک ہے اور ان عبارات اور روایات سے حجت اپنے دعوی بے سروپا کی لانا محض کوتاہ فہمی مولف کی ہے ورنہ اسمین کوئی دلیل دعوی مولف پر نہین کما لا یخفی۔ **قولہ** اہل حق پر واضح ہو الخ **اقول** اگرچہ دعوی مولف کا بالکل غلط اور ان دلائل سے کچھ ثبوت مدعا مولف کا نہین ہوا مگر مولف اپنے زعم فاسد مین اس دعوی کو ثابت جانتا ہے پھر اسپر عقیدہ نکرنا سخت نادانی بلکہ بیدینی ہے کہ جس امر کو حق جانے اور دلائل سے ثابت سمجھے اور غلو کو اوسپر دعوت اور قرار دیوے پھر آپ کیون اسکا دعوی نکرے اور عقیدہ نہ ٹھیرا دے شاید خود مولف کو بھی ہنوز اس امر مین تردد ہے اور محض نفسانیت سے اپنا لا علم ولا فہم ہونا ظاہر کر دینا مد نظر تہا گو خلق گمراہ ہو تو ہو کیا حرج ہے معاذ اللہ **قولہ** لمعہ خامسہ نقل کلام مولوی رشید احمد گنگوہی اقول اس عبارت کی رکاکت الخ **اقول** خود مولف لمعہ ثانیہ شرح سوال مین لکھ چکا ہے کہ سائل نے صرف کر دیا کہ حدیث مین یون پوچھنا چاہئے کہ شرع مین جائز ہے یا نہین الخ تو ہر گاہ کہ فقط حدیث سے جواب طلب کرنا مولف کے نزدیک بیہودہ ہے تو اب یہان حدیث سے طالب جواب کو حدیث سے جواب نہ دینے مین طعن کیون کیا جاتا ہے ٭ مولف صاحب کس قدر خواب خرگوش مین ہین کہ سائل پر تو یہ طعن کرتے تھے یہی کام کیون کیا کہ یہ لکھا کہ جواب حدیث سے ہو لکھو حجت شرعیہ حدیث مین حصر نہین اور مجیب نے سوا اوسکی اس قید کو لغو [illegible] حجت شرعیہ سمجھا اور حدیث کو [illegible] کا التفات کیا تو مجیب پر طعن ہے مولف کو اپنا مقولہ بھی یاد نہین ہنستا تو کسیکا قول و روایت کیا یاد رہیگی ہوتا صاحب کہتا بلکہ حدیث سے جواب دینے یہ نہین کہتے کہ جواب مین حدیث کی عبارت بھی نقل کرین [illegible] جواب سوال کا حدیث سے دیدیا گیا کہ جواب مجیب کا مستخرج احادیث سے ہی تو ہے جس سے سائل کی تسکین ہوگئی اگر مولف کو کچھ [illegible] تو اس رسالہ مین قاطع [illegible] دریافت ہو جائیگا کہ مجیب کا جواب کس قاعدہ وجہ سے مستخرج احادیث صحاح سے ہے البتہ چہارم مین واضح ہو جاتا ہے فقط **قولہ** دوسری یہ بات کہ وہ پوچھتا ہے الخ **اقول** پہلے گذر چکا کہ خطاب وہ بوجہ حاضر جاننے کے ہوتا ہے گاہ بغیر اس کے اور خطاب کا موضوع لہ حاضر ہی کو [illegible]

مجلس مین مدح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جان کر اشعار پڑہین اب دیکھیے اصل سوال کا جواب ندارد اور اپنی طرف سے ایک
شاخ لگا کر یہ جواب دیا کہ خطاب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے دیکھیے سوال مگر جواب دیگر اور مفتی صاحب کی
تقریر سے یہ بات تو اشارۃً معلوم ہوئی کہ اگر کوئی آدمی حاضر ناظر نہ جانتا ہو فقط شوق و محبت مین مخاطبانہ اشعار پڑہتا ہو وہ کفر نہین
ہیگا پھر یہ بات کہ یہ خطاب حرام یا مکروہ یا مباح یا مستحب ہے کس حکم مین وہ مخاطبانہ اشعار داخل ہین اور جائز ہین یا نہین یہ اوس کا
اصل سوال تہا اسکا جواب مفتی صاحب کے پیٹ مین رہگیا یہ فتوی نویسی کیا ہوئی حکم افتا چاہیے کہ تشریح و توضیح سے ہووے نہ یہ کہ اصل
مسائل ہی ہضم ہو جاتی ہی کی دلیل ہے نوک زبان تک نہ آوے تیسری یہ بات کہ سائل نے فاتحہ اموات کو بھی مع تعینات پوچھا تہا اور
مجلس مولود و مدح خوانی کو بھی مع تعینات مفتی صاحب نے فاتحہ کی تعینات کو خلاف سنت قرار دیکر اوسکو تو کہدیا البتہ ثواب پہونچانا اموات کو
بلا قید روا ہے اور مجلس مدح خوانی سے ایسا بغض کہ اوسکو کرنا گناہ اور اوسمین شریک ہو جانا بھی گناہ بلکہ اپنی طرف سے ایک شاخ
شرکی لگا کر کفر تک نوبت پہونچا دے اور یہ ہمت کر کے اسقدر موقع سے نہ نکلا کہ مدح خوانی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر ان قیود کے
درست ہے جسطرح اموات کیواسطے لکھا تہا کہ بلا قید روا ہے آدمی مسلمان ہو کر اگر اپنے شفیع محشر کی نعت اور مدح خوانی کو بلا قید بھی مباح
نہ لکھے پھر اوسکے ایمان کا کیا ٹھکانا اور ملا مفتی ہو کر فتوی کی عبارتین لکہین اور اتنے حرف لکھنے مین کہ مدح خوانی فی نفسہ مباح ہے

دوسرے یہ بھی ہوش میزان پڑہنے والا بھی جانتا ہے اور یہ بھی گذر چکا کہ سائل عوام جہال کے عقیدہ کو جانتا ہے کہ حضور کا بھی عقیدہ
رکھتے ہین اصل سوال اس کا یہ ہے اور دوسری شق مقصد اصلی نہین لہذا شق اول کی پہلی صراحت ضرور ہونی چاہیے تہی اور دوسری
شق مجیب صاحب کے نزدیک مراد سائل کی نہتی لہذا جواب مین صراحت نکی مگر مولف صاحب عجیب ہے کہ ندا مین اون کے نزدیک بھی دو احتمال
ہین تو مولف نے شرح سوال مین خطاب و ندا حاضر جانکر کرنے کے جواب مین اپنا پیٹ بھرا اور جواب کو دل سے نوک زبان پر لاتے یہان
معلوم ہوا کہ مولف صاحب کی ایک شق ہضم کا جواب ہضم کرنیکی یہ وجہ تھی کہ مقصود سائل کا دوسری شق سمجھ گئے تھے پھر جب مولوی
صاحب پر کیا وجہ اعتراض کی ہے مولوی صاحب نے تو لفظ اگر لگا کر مفہوم سے دوسری شق کا شریک ہونا نکال بھی دیا آپنے تو مطلقاً ہی
جائز لکھدیا اور شرک کا حصہ شکم مین رکھ لیا مگر ہان درست ہے آپ تو حضور کو واقعی اور جائز ہی جانتے ہین قریب ہی ذکر ہو چکا لا حول ولا
قوۃ الا باللہ کیا عجب اعتراض ہے کہ اپنے گھر کی خبر نہین دوسرون پر اعتراض فقط **قولہ** تیسرے یہ الخ **اقول** یہ اعتراض محض کم
فہمی مولف سے پیدا ہوا ہے کیونکہ سائل کا سوال مجلس مولود ہیئت کذائیہ کا اور ایصال ثواب بہیئۃ کذائیہ کا ہی تھا جیسا کہ خود
بھی مقر ہے سو جواب دونون سوالون کا تمام ہو گیا مگر چونکہ مجیب کو یہ اندیشہ ہوا کہ اگر کوئی کم فہم مطلب نہ سمجھکر ایصال ثواب کو مطلقاً منع
جان جاویگا تو خیر کثیر مقصود بند ہو جاویگا لہذا اصل ایصال ثواب کے جواز کی تصریح کر دی اور مولود کی مجلس بند ہونے مین کوئی
حرج نہین جیسا چھ سو برس تک نہ تھی تو کوئی حرج و نقصان فی الدین نہ تہا اگر اب بھی بند ہو جاوے تو کیا حرج ہے اور ایسے مزدوا بدعت
منع کرنے سے بھی موقوف نہین ہوتی لہذا اوسکو ذکر نہ کیا جاوے تو مناسب ہے بخلاف صدقہ کے اموال کی محبت خود مانع ہوتی ہے
وہان تصریح کرنا مناسب تہا اگر کوئی حدیث و فقہ کو جانتا ہے وہ معلوم کریگا کہ شارع علیہ السلام اور فقہا رحمہم اللہ انکی اتباع جس امر میں

کوتہ قلمی کہ زیرق یہ کیا دیانت اور انصاف ہے چوتھے یہ کہ سائل نے پوچھا تھا کہ محفل میلاد اور فاتحہ اموات اور سوم مین قران اور کلمہ طیبہ پڑھنا
جائز ہے یا نہین اسکا جواب یہ لکھا کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے بھلا کون بیوقوف کہدیگا کہ محفل مولد شریف اور قرآن اور فاتحہ اور کلمہ پڑھنا
ہندوؤن کی رسم ہے ہان بعضے کم فہم اسطرح تو کہدیا کرتے ہین کہ رسم سوم مین مشابہت ہنود کی لازم آتی ہے حالانکہ وہ بھی باطل
ہے چنانچہ ہم لمعات اور انوار آئندہ مین تحقیق کرینگے پانچوین یہ بات کہ انہون نے جو یہ جملہ لکھا کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہے اسکی
ترکیب ایسی ہوئے قاعدہ یہ ہوئی کہ لفظ یہ سب مبتدا اور ہنود کی رسوم خبر اور ہے حرف ربط اب دیکھئے مبتدا مین معنی جمع کے موجود ہین یہ
اور لفظ رسوم خود جمع رسم کی پس مبتدا بھی جمع اور خبر بھی جمع حرف ربط یعنی لفظ ہے واحد کیون ہے قاعدہ کی رو سے یہ چاہئے
تھا کہ یہ سب ہنود کی رسوم ہین چھٹے بات یہ کہ جب انکے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب نے مسائل اختلافی مین مہر لگانے سے
منع کردیا جیسا کہ نور دوم کے لمعہ اولی مین گذرا پھر کسطرح خیال مین آوے کہ وہ شیخ کی حکم عدولی کرین اور اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ یہ مسائل اختلافی
نہین بلکہ یہ تو بالاتفاق ممنوع ہین تو ہم اس آدمی کو نہایت درجہ کا بیحیا زبان دراز جانینگے اسلئے کہ فاتحہ اموات اور محفل میلاد شریف
مع قیود شیرینی و قیام و مدح و سلام وغیرہ جسطرح کہ اب رائج ہین اسی ہیئت کے جواز مین دہلی اور بداؤن اور الہ آباد اور کلکتہ اور حرمین شریفین

شائیہ لذت کا دیکھتے ہین اوسکو سرے سے بند کرتے ہین ورنہ قید کے ساتھ منع کرتے ہین اگر مولف صاحب کو کچھ مضمون لقمہ ہوتا تو شاید
اس نکتہ کو سمجھتے مگر جس کے دلمین فہم کی رغبت و حصہ ہے ہو محض نقل الفاظ سے ہی کام ہو وہ معذور ہے **قولہ** چوتھے یہ الخ **اقول** یہ مولف
کے کمال فہم کی دلیل ہے کیونکہ جواب محفل مولود کا تمام ہوچکا پھر دوسرے سوال کا جواب شروع کیا القول اور فاتحہ بھی خلاف سنت
ہے اور سوم بھی سو اس فاتحہ اور سوم کی نسبت لکھا ہے کہ رسم ہنود ہے کیونکہ تیسرے دن کا اجتماع اور کھانا برہمن کے سامنے رکھکر اشلوک
کواسنے اور کھانا ہی دستور ہے پس کون بیوقوف کہدیگا کہ یہ جواب محفل مولود کا ہے اور کون احمق سمجھیگا کہ مولوی صاحب نے قرآن و کلمہ کو
رسم ہنود کہا ہے بلکہ اس اجتماع روز سوم اور کھانا آگے رکھکر ہاتھ اوٹھانیکی ہیئت کو لکھا ہے باقی مشابہت کا جواب ہم بھی آپکی تحریر کے
وقت دیکھینگے اور آپکی کم فہمی ظاہر کردینگے فقط **قولہ** پانچوین الخ **اقول** یہ مولف صاحب کا کمال علم رکاکت لفظی کا اظہار ہے
قطع نظر اسکے کہ یہ ترکیب سست ہے ایسے فضول مواخذہ کا جواب بھی فضول ہے یہ محض غصہ و کینہ ہے کیونکہ اس طبع مین چند غلطی کا تعین
کی موجود ہین اس سے زیادہ کہ ناظر پر کچھ مخفی نہین پھر اوسکو تحریر فرمانا کمال ہی کینہ کی وجہ ہے جواب اسکا پہلے بھی حسن علی کے اعتراض
مین گذر چکا پھر بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ اب مولف صاحب تمام مصنفین ہدایہ شرح وقایہ کنز اور مشکوۃ بخاری وغیرہ کتب حدیث اور خود
قرآن شریف پر بھی اعتراض غلطی عبارت اور رکاکت لفظی کا فرماوین تو مناسب ہے اس مین غلغلہ بلاغت مولف صاحب کا بہت ہوجاویگا
فقط **قولہ** چھٹے الخ **اقول** یہ محض افترا ہے اون کے حضرت مرشد سلمہ نے ہرگز اونکو اس امر سے منع نہین کیا اس کا جواب شکایت
مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مین گذرا اگر ہان مولف بھی مرید اون کے مرشد کا ہے اور اوسکو اونکی مخالفت سے اون کے مرشد نے منع
فرمایا تھا چونکہ وہ سراسر خلاف امر اپنے مرشد کے کرتا ہے دوسرون کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتا ہے ایک تو یہ کمال و کذب دوسرے مولف اپنے
مرشد کو اس رسالہ مین لکھتا ہے کہ ہم بھی اون سے ملے ہین چنانچہ شکایت اولی مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم مین لکھا ہے اور یہ لفظ نا [illegible]

وغیرہ کے عالمون کے فتاوی موجود ہین بالاتفاق ممنوع ہونیکے کیا معنی ۔ ساتوین بات یہ کہ مولوی رشید احمد صاحب کے استاد شاہ عبد الغنی

صاحب دہلوی ربیع الاول مین مولد شریف کرنیکی بابت رسالہ شفاء السائل مین لکھتے ہین حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم وسرور فاتحہ نمودن یعنی ایصال ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است چنانچہ شیخ ابن حجر مکی شیخ عبد الحق

دہلوی وغیرہ بالتصریح نمودہ اند آرے چیزہا دیگر اگر مقترن شوند کہ خلاف شرع ہستند پس البتہ ممنوع خواہد بود مثل مراثی وسرود خوانی الی آخرہ اب

دیکہنا چاہیئے کہ اون کے استاد مرثیہ اور سرود خوانی کو تو منع فرماتے ہین لیکن شیخ عبد الحق اور ابن حجر کے تابع اور موافق ہوکر محفل مولد شریف اور

تقسیم شیرینی وغیرہ بقصد ایصال ثواب بروح مبارک اور اظہار سرور کرنا موجب سعادت انسان لکھتے ہین اب خیال فرمایئے کہ کیا سعادتمندی ہوئی

کہ استاد تو اوسکو موجب سعادت اعتقاد فرماوین اور شاگرد رشید اوسکو گناہ قرار دین اور خواہی نخواہی اپنی شاخین نکالکر کشان کشان کفر

تک بہی نوبت پہونچا دین آٹھوین بات یہ کہ جب سائل نے استفتاء مین یہ سوال درج کیا کہ سرور مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شعا مین مخاطب

کا ۔ یہا تب فقہ مین ہے کہ جس نے اپنی باپ کو قریب کہا وہ عاق ہے پس استاد پیر کی نسبت ایسی کلام کسے جہت شاہد ہوگی ہر عاقل جانتا ہے

اور مولف نے جو کچہہ اپنے استادون کی شان مین اس رسالہ مین لکہا ہے وہ سب لوگ ملاحظہ فرمالیوین **قولہ** ساتوین الخ **اقول** استاد کی تقلید

کا حکم مولوی رشید احمد مدظلہ کو تو اس زور شور سے دیا جاتا ہے گویا فرض ہے اور مولف خود اپنے استادون کا اسقدر مخالف اتباع کیا سبحان تم

اونکے عقیدہ پر کرتا ہے مگر خیر مولف کا تو مثل روافض کے قدیم روئیہ ہے کہ کرنا کچہہ اور کہنا کچہہ مولف کو مبارک ہو مگر فرض کیا شاہ عبد الغنی صاحب

کی رائے مولف کے موافق تہی اور مجیب نے مخالفت اس مسئلہ مین اپنے استاد کی کی مگر مخالفت علماء کی اپنے اوستاد سے کسی جزی مسئلہ مین کوئی

امر جدید نہین جو مولف کو محل نقض ہو امام ابو یوسف اور امام محمد امام ابو حنیفہ کی بہت جزئیات مین خلاف پر ہین اور آج تک یہ امر جاری ہے

پہر یہان اسقدر غیظ مولف کا محض سینہ کا کینہ ظاہر کرتا ہے ورنہ اون مقتدایان پر بہی اعتراض کرنا لازم ہوا الا جو بات تاویل کہ شاہ صاحب یہان بہی

کرتا تہا بعد اسکے سنو کہ اس وقت کی مجالس مولود مین کوئی امر غیر مشروع نہ ہوتا تہا اور نفس ذکر ولادت کو محبب اور کوئی مانع منع نہین تہا اوسوقت

کی محافل مین اگر کوئی امر مباح اتفاقی تہا اور پہر تاکد کا گمان نہ تہا اب جو قلوب عوام مین تاکد روز جو پہلے مباح ہوا تو مکروہ ہو گیا کوئی امر ہو تابع اور

علماء کو اوسوقت اباحت موجودہ کا خیال ہوتا ہے اور مآل کاری مفسدہ پر دہیان نہین ہوتا تو اوس وقت جواز کا فتوی دیتے ہین اور پہر آخر مین

اسمین کراہت پیدا ہوجاتی ہے تو اوس وقت ممنوع ہو جاتا ہے پس تعامل اون لوگون کا موجب جواز نہین ہوتا البتہ [illegible] کا تعامل حجت ہوتا

ہے معہذا خود امر منصوص مباح بہی بعض اوقات بسبب اس تاکد کے مکروہ ہوجاتا ہے جیسا صلوۃ ضحی کہ تداعی و اہتمام سے مساجد مین ادا کرنے

سے صلوۃ ضحی مستحب کو حضرت ابن عمر نے بدعت فرمادیا تو پس شیخ عبد الحق اور ابن حجر کی تحریر سے اس حالت موجودہ مین یہ محفل کسی وجہ ہرگز

جائز نہین ہو سکتی کو اوس وقت مین مباح تہی اور شاہ صاحب کا بہی یہی منشا اور مراد ہے اگر مولف کو فہم ہوتا تو سمجہتا پس مخالفت شاہ

صاحب کی ہرگز نہین ہوئی اگرچہ مولف فہم سے عاری مخالفت جانتا ہے **قولہ** آٹہوین الخ **اقول** پہلے بہی گذرا اب پہر کچہہ لکہتا ہون

کہ یہ عقیدہ علم غیب تو خواہ کوئی ایسے اشعار پڑہے شرک ہے اور شوق و محبت مین جائز اور سب مسلمانون حلیل رو علماء پر گمان [illegible]

اگر خلوت مین یا مجمع خواص مین ایسے اشعار اگر ہون تو اندیشہ نہین اور جب مجمع فجار و مبتدعین بد عقیدہ مین پڑہے جاوین [illegible]

حاضر ہون تو مولوی رشید احمد صاحب اسمین فکر کرتے کہ ایسے اشعار جسمین یا رسول اللہ یا نبی اللہ خطاب حاضرانہ موجود ہو ہمارے بزرگون نے تصنیف کئے ہین یا نہین پھر اپنے مرشد کا قصیدہ اور مولوی محمد قاسم صاحب کا قصیدہ یاد کرکے بیشک کہدیتے کہ ایسے اشعار جائز ہین اسوقت ہمکو لازم ہوا کہ مولوی صاحب کے مرشد برحق جناب حاجی امداد اللہ صاحب کا قصیدہ پڑھکر سُناوین قصیدہ ۔

ذرا چہرہ سے پردہ کو اوٹھا دو یا رسول اللہ	مجھے دیدار تم اپنا دکھا دو یا رسول اللہ	کرو روشن منور سے مری آنکھون کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچا دو یا رسول اللہ	اگرچہ نیک ہون یا بد تمہارے ہو چکا ہون مین	بس اب چاہو ڈبو دو یا ترا دو یا رسول اللہ
پھنسا ہون بطرح گرداب غم مین ناخدا ہوکر	مری کشتی کنارے پر لگا دو یا رسول اللہ	اگرچہ ہون نہ قابل وصال کے پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجکو مدینہ مین بلا دو یا رسول اللہ	جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپکے ہاتہون	بلائے جا سوا دو یا دیا ترا دو یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق مین امداد عاجز کو	بس اب قید دو عالم سے چھڑا دو یا رسول اللہ	یہ قصیدہ اسوقت حاجی صاحب حج کرکے ہندوستان

مین تشریف لائے تھے بہ اشتیاق مین فرمایا تھا چنانچہ پانچوین مضمون ایک مصرعہ کا صاف مضمون ع کہ پھر مجکو مدینہ مین بلا دو یا رسول اللہ + غرضکہ یہ ندای یا رسول اللہ اور کیہ مدد مانگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جو اس قصیدہ مین ہے یہ سب ملک ہندوستان سے خطاب استمداد کیا گیا ہے اور مقبول بھی ہوا چنانچہ پھر حاجی صاحب بُلوائے گئے اور زیارت مدینہ سے مشرف ہوئے اور تعریف جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی محتاج بیان نہین مختصراً یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی جو ضلع سہارنپور مین مشہور و معروف ہین جناب حاجی صاحب ممدوح کی اسطرح تعریف لکھتے ہین **اشعار** بحق مقتدای عشق بازان + رئیس و پیشوای جانگدازان + امام راستان شیخ عالم + ولی خاص صدیق معظم + شہ والا امداد اللہ + کہ ہے عالم است امداد اللہ + یہ اشعار مولوی محمد قاسم صاحب نے شجرہ منظومہ صابریہ مین لکھے ہین جو قصائد قاسمی کے آخر اوراق مطبع عین الاخبار مراد آباد مین مطبوع ہوئے ہین بھلا یہ بات کیونکر ممکن ہو اور کس طرح خیال مین آوے کہ مولوی رشید احمد صاحب ایسے اشعار کا پڑھنا کفر قرار دین اور خود اون کے مرشد شیخ عالم صدیق معظم ہین حالت غیبوبت مین خطاب حاضر یا رسول اللہ اور ندای یا رسول اللہ شوق مین پکار کر پڑھین اور مدد چاہین اور نیز اون کے پیر بھائی مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی خطاب حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کرین اور مدد مانگین چنانچہ شعر اون کا قصائد قاسمی مطبوعہ مراد آباد کے صفحہ مین یہ ہے ۔ ؎ ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت + گناہ قاسم برگشتہ بخت بد اطوار + اور صفحہ مین ہے ؎ اگر جواب نیا بیکسون کو تو نے بھی + تو کوئی اتنا نہین جو کرے کچھ استغفار + کروڑون جرم کے آگے یہ نام کا اسلام + کریگا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار + بہت دنون سے تمنا ہے کیجے عرض حال + اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار + مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا + نہین ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار + اب دیکھیے جناب حاجی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب یہ سب یا رسول اللہ یا نبی اللہ کہہ رہے ہین ان صاحبون کو تو خطاب حاضر کرنا جائز ہوا اور

سخت ضرور ہوگا لہذا اباین وجہ منع اور مکروہ ہوا ہے اور یہی جواب سے معلوم ہوتا ہے ۔ سو اسکی نظیر لانا اور استدلال مین ذکر کرنا محض کم فہمی ہے اور مولف صاحب پر پہلے ہرگز گمان علم حضور کا کسیکو نہ تہا فقط بوجہ خرابی کے منع کیا جاتا تہا مگر اب تو مولف خود کھل کھیلا اور اپنے عقیدہ کا اقرار کر دیا اب کیون گردن پھیرتا ہے شیطان کے علم کی دلیل سے مولف نے یہ عقیدہ پیدا کیا ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب

دوسرے اگر اس طرح کہین تو وہ کافر ہو جاوین یہ کیسی بے انصافی ہے یا یہ کہ ان دونون صاحبون کو یہ خیال کرنا کہ یہ تو حاضر ناظر نہین جانتے اور
دوسرون کو یہ گمان کرنا کہ وہ خدا تعالی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر جانتے ہین اور یہ دونون صاحب تو غلبۂ شوق مین خطاب
کرتے ہین دوسرے آدمی یون ہی بیہودہ بکتے ہین یہ کیسی ہٹ دہرمی ہے۔ نوین یہ ہے کہ بہت مشایخ عظام ایسے گذرے کہ اون کو
حضوری رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی بعضون کو ہردم ہر گھڑی جیسا کہ ہم لمعۂ رابعہ مین حال ابو العباس مرسی وغیرہ کا
لکھ چکے ہین اور آیندہ نور چہارم مین بھی بیان کرین گے اور بعضون کو ہردم نہین ہوتی تو گاہ گاہ حضوری ہوتی ہے پس ایسے لوگ یعنی
جنکو حضوری بیسر ہے وہ تو بیشک حاضر ناظر جانکر خطاب کرین گے حاضر کے معنی موجود جب حضوری ہوئی تو موجود ہوئے اور جب
موجود ہوئے تو ناظر بھی ہوئے ناظر کے معنی دیکھنے والا بھلا مفتی صاحب نے جو علی العموم بلا تخصیص استفتا ان خواص کے لکھدیا کہ خطاب
فخر عالم علیہ السلام کو جو حاضر ناظر جانکر کرے کفر ہے یہ کیسا ستم کیا ہے الامان الامان۔ دسوین بات یہ کہ اس فتوی کے جواب مین
مولوی رشید احمد صاحب محفل مولد شریف مین شامل ہونا گناہ فرماتے ہین حالانکہ وہ بذات خود شریک محفل میلاد ہوئے اور نیز اوکے
مشایخ طریقت تفصیل اوسکی یہ ہے کہ جب ڈپٹی عبد الحق رامپوری مولوی رشید احمد صاحب کو اپنے ساتھ مکہ معظمہ لیگئے وہان پر مولوی
صاحب مع اپنے برادر طریقت حکیم ضیاء الدین صاحب محفل مولد شریف مین شریک ہوئے اور پیر مرشد اون کے جناب حاجی امداد اللہ صاحب
ایام غدر سے مکہ معظمہ مین مقیم ہین وہ تو بارہا محافل میلاد شریف مین شریک ہوئے اور اب بھی ہوتے ہین لیکن اب کم اس لئے کہ شدت
ضعف پیری سے زیادہ بیٹھنا زیادہ کھڑا ہونا موجب تکلیف ہے اس سبب سے اگر خود نہین حاضر ہوتے تو اور مرید طالب لوگون کو اور اپنی
عوض خاص اپنی برادر زادہ حافظ احمد حسین صاحب کو ارشاد فرما دیتے ہین تم جاؤ اور پیر سید احمد صاحب پیر مولوی اسمعیل صاحب کے اور پیران پیر
مولوی رشید احمد صاحب کے جب مکہ معظمہ جاتے تھے جہاز کا ناخدا سید عبد الرحمن جعفر موتی تھا اور معلم اونکا داؤد تھا جب جہاز اون کا قلعہ العفاریت
یعنی لنکا سے کہ ایک مقام سخت تھا نکلا محفل مولد شریف ہوئی اور بعد اختتام شیرینی تقسیم ہوئی کتاب مخزن احمدی جو مناقب سید احمد صاحب
مین تصنیف ہو کر مطبع مفید عام آگرہ مین مطبوع ہوئی یہ کیفیت صفحہ ۵ مین مرقوم ہے اب سید احمد صاحب کے پیر مرشد شاہ عبد العزیز صاحب

مرحوم اور حاجی امداد اللہ سلمہ کے اشعار کے ذکر سے مولف کو کچھہ امداد نہین ملتی لاحاصل ذکر اونکا کرتا ہے اور وجہ اوسکی پہلے لکھی گئی مگر مولف کی
کج فہمی پر ہزار افسوس **قولہ** نوین الخ **اقول** ہر عاقل جانتا ہے کہ کلام غائب کو حاضر جاننے مین ہے نہ حاضر سے خطاب حاضر کا کرنے مین سو یہ
کلام مولف کا محض سقط ہے قرینہ سیاق سباق کا اور دلالۃ الحال کلام مین ضروری ہوتی ہے اگر مولف اصول شاشی بھی پڑھا ہوا ہوتا تو
ایسی بات موفہہ سے نہ نکالتا **قولہ** دسوین الخ **اقول** یہ کہانی محض غلط ہو اور افترا ایسے قصص قابل احتجاج نہین ہوتے اور جناب
حاجی صاحب کا جانا بھی غلط ہے اگر وہ تشریف لیگئے ہون تو وہ ایسی محفل ہوگی کہ شرعا مباح ہو خالی از منکرات علی ہذا سید صاحب
مرحوم کا قصہ بھی ایسا ہی قصہ شاہ عبد العزیز صاحب کا شاہ صاحب تحفہ مین درباب اوہام شیعہ فرماتے ہین کہ یوم موت یا یوم ولادت
کو عید و سرور کا دن ٹھیرانا اوہام شیعہ سے ہے مولف ملاحظہ فرماوین اور شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل مین لکھتے ہین کہ [illegible]
وغیرہ تھے موسم مین بیان کرنا بھی آفات واعظین سے ہے پھر شاہ عبد العزیز کیطرف یہ قصہ نسبت کرنا کس قدر بہتان ہے [illegible]

کہ التزام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی وقیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں وعلیٰ ہذا القیاس سوم و فاتحہ پر طعام
کہ تروق ششہیت نہیں پائی گئی چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں قال الطیبی فیہ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ
الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر ہذا محل تذکر الذین یصرون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیت ویرونہ ارجح من بعضہ
للجماعۃ ونحوہ پس ایسے مقامات میں التقیا کیا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہیں ہے ان امور کے بدعت ہونے میں کوئی شک نہیں [illegible]

قولہ بعد الحمد والصلوٰۃ کے اقول سبحان اللہ دیکھنا آپکی فصاحت کلام جب بعد الحمد والصلوٰۃ میں دونوں الفاظ ترکیب عربی سے معرف باللام کئے گئے اضافت عربی پیدا ہو چکی اب لفظ کا کا لانا جو ہندی میں اضافت کے لیئے آتا ہے کیا ضرور تھا ایک کلمۂ مرکب میں دونوں اضافتین عربی و ہندی کا جمع کر دینا آپ ہی کا کمال ہے یہ تو آغاز و ابتدا ہے ع آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا + لیکن آپ ایک اس کا جواب معقول لکھتے ہیں کیونکہ آپ جامع مسجد کے واعظ ہیں فرما دیجیے کہ مسجد کے ملا کو حسن ترکیب الفاظ سے کیا علاقہ قولہ التزام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی و قیودات لایعنی کی ضلالت سے خالی نہیں اقول ارباب تعیین کا اس عبارت سے مقصد حاصل ہوا اسلیئے کہ جب بلا ان قیود کے ضلالت سے خالی نہوا تو مع ان سب قیود کے ضلالت سے خالی ہوگا پس چاہیئے کہ التزام اس مجلس کا مع القیود کیا کریں تاکہ ضلالت سے خالی ہو دے لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپکا مطلب یہ ہی تو نہیں کیا کیجئے عبارت کا بنانا نہ آیا مشکل یہ ہے کہ اردو عبارت لکھنے کے لیئے بھی متانت اور مادہ علمی چاہیئے اگر آپ کو اپنے مطلب کے موافق عبارت بنانیکی طاقت ہوتی تو لفظ بھی بعد لفظ قیود لایعنی کی اضافہ کرتے یعنی التزام اس مجلس کا بلا قیود بھی ضلالت سے خالی نہیں خطاء لفظی اگرچہ گناہ شرعی نہیں ہے لیکن اسلیئے نصیحت کیگئی کہ جب ہندوستانی ہوکر اپنی زبان میں بھی صحیح تکلم کی قدرت نہوئی تو مبادا عام آدمیوں کو اعتقاد علمیت کا بھی اوٹھ جاوے یا کوئی تمسخر کرے تو یہ شان علماء کے خلاف ہوگا پس یہ خطاء لفظی پر آگاہ کر دینا مبنی دین پر ہے جواب ہم خطاء معنی پر مواخذہ کرتے ہیں آپ کا جو یہ مدعا دلی ہو کہ یہ مجلس بلا قیود بھی ضلالت سے خالی نہیں اپنی برادری کا اجماع بھی آپنے توڑ دیا آپکے سب ہم مشرب تصریح کرتے ہیں کہ حضرت کا تذکرہ بلا قیود عبادت میں داخل ہے آپنے یہ قیاس کیا ہوگا چونکہ میرا نام امیر باز ہے تو مجھکو لازم بلند پروازی ہے وہ بات کہوں کہ کسی نے نکہی ہو سو حضرت امور دنیا میں بلند پروازی اگر کرتے ہو کر دین میں فقط پیروی

سبحان اللہ دیکھنا آپکی فصاحت کلام الخ **اقول** مولف کا غایت علم مواخذات الفاظ ہے۔ اور محصلین کے نزدیک یہ امر فضول ہے بھلا اگر متکلم اضافت کو اپنے کلام میں اعتبار نکرے تو کسی کو یہ خبر کہ یہاں اضافت ہے کسقدر لغو حرکت ہے مولف کو اپنی خطاہائے معنوی کی بھی خبر نہیں اور دوسرے حرف و لفظ کی دارو گیر ہے **قولہ** اقول ارباب تعیین اس عبارت الخ **اقول** مولف دلالۃ النص اور مفہوم موافق بالتعیین کو تو ہرگز جانتا ہی نہیں کہ کیا چیز ہوتا ہے ورنہ یہ اعتراض نکرتا کاش سناشی ہی پڑھ لیتا پہلے بھی اشارہ اسکا کیا ہے اب پھر لکھتا ہوں کہ مجیب کہتا ہے کہ ہر گاہ کہ بدون قیام و روشنی و شیرینی یہ محفل جائز نہیں تو دلالۃ واضح ہو گیا کہ ان قیود کے ساتھ بطریق اولی درست نہوگی پس لفظ بھی کی کچھ ضرورت نہیں مگر مولف علم سے بہرہ نہیں رکھتا تفضیح اور تخطیہ ملنظر ہے اپنا فخر ظاہر کرنا اور نصیحت کا کاذب بہانہ اگر نصح منظور ہوتی تو بذریعہ خط و دستانہ نفیہ مطلع کرتا غرض مولف کی سب باتیں خلاف ہی خلاف ہیں **قولہ** اپنی برادری کا اجماع بھی الخ **اقول** مجیب کے برادران ذکر مولود کو مستحب کہتے ہیں بشرطیکہ تداعی و اہتمام سے بھی خالی ہو ورنہ کراہت کے مقر ہیں مولف کے فہم پر افسوس ہے کہ سب کے کلام کو نا تمام سمجھتا

نچاہیے کہ اجماع کے خلاف چلنا گویا دوزخ میں چلنا ہے من شذ شذ فی النار باقی رہی یہ بات کہ اگر آپ التزام کو منع فرما دیں سوا امر خیر کا التزام
یعنی بطور دوام کرنا شرع میں مطلوب ہے تحقیق اسکی قریب آتی ہے قولہ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں اقول آپنے تین امر یعنی مجلس میلاد و فاتحہ
و سیوم کی برائی بیان کر کے فرمایا چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں یہ آپنے عوام کو سخت دھوکا دیا کیونکہ عوام یوں جانینگے کہ ملا علی قاری رحمۃ
اللہ علیہ نے ان تینوں کی مذمت کی ہے حالانکہ ملا علی قاری مورد الروی میں عمل مولود شریف کی تعریف کرتے ہیں مع تعیین مہینہ ربیع الاول اور
التزام دائمی کی عبارت اونکی شروع دیباچہ میں یہ ہے ؎ لہذا الشہر فی الاسلام فضل ✢ و منقبۃ تفوق علی الدہور ✢ ربیع فی ربیع
فی ربیع ✢ و نور فوق نور فوق نور ✢ اس سے فضیلت ربیع الاول کی ثابت ہوئی جسکو آپ قیود ناشی لگیے ہوئے ہیں اور وہی ملا علی
قاری بعد دو تین ورق کے فرماتے ہیں لا زال اہل الاسلام یحتفلون فی کل سنۃ جدیدۃ و یعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم و یظہر علیہم من برکاتہ
کل فضل عمیم انتہی کلامہ ملخصا یعنی ہمیشہ سے اہل اسلام محفلیں کرتے ہیں ہر سال اور پڑھتے ہیں مولد شریف اور ظاہر ہوتے ہیں مولد شریف
کی برکت سے اون محفل والوں پر فضل تمام اللہ تعالیٰ کے انتہی دیکھو التزام دائمی ہر سال کا اور باوجود مقید بقیود ہونے مولد شریف کے کیسے کیسے
برکات اور فضل الٰہی کا ظاہر ہونا کلام ملا علی قاری سے ثابت ہے اور شیخ محمد طاہر محدث مجمع البحار کے تکملہ اخیر صفحہ ۵۰ میں ماہ ربیع الاول کی تعریف

پس مجیب تابع اپنی برادری کا ہے اور حق یہ ہے کہ شذ و ذکا مضمون تو مولف میں ہے کہ جمہور صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے خلاف ہے قولہ آپنے
تینوں امر الخ اقول علی قاری اور مجیب کے قول میں یہ ہر سہ امور اور جملہ امور جو اس کلیہ میں درج ہیں مفہوم ہیں اور عوام و خواص سب اسکو جانتے ہیں
مگر جسکے دیدہ بصیرت نہیں البتہ وہ نہیں جانتا اب رہا مورد الروی میں علی کا مدح کرنا مولود کا اگر امور مباحہ بطور اتفاق اوس عمل ممدوح میں ہیں
اور اونکی ذہن میں یا واقعی اوس وقت عوام کو کچھ ضرر اوس میں نتھا اور اصرار کا درجہ نہیں تھا تو یہ مدح خلاف مجیب کے نہیں اور کلیہ سے خارج ہے
کیونکہ مجیب نے التزام و تداعی کو بدعت کہا ہے اور ان قیود کو بشرط اصرار یا ضرر عوام کے بدعت لکھا ہے لہذا یہ قول قاری کا سند مولف کی نہیں ہو سکتا
اور اگر حسب زعم مولف کے ایسا ہی تھا تو قول و فعل علی قاری کا خلاف قواعد مسلمہ شرع کے قابل تعویل نہیں البتہ یہ قول کلیہ اونکا معتبر اور موافق
قواعد شرع کے ہے اور اوس کا خلاف رد ہو جاویگا مع ہذا فضل ربیع الاول سے مجلس مروجہ اوسکے میں ہونا کہاں سے لازم آگیا یہ فہم عجیب مولف کا ہی
بلکہ مجلس مروجہ ربیع الاول میں اشد کراہت میں ہونی چاہیے دیگر شہور کی مجالس سے کیونکہ زمانہ فضل میں معصیت شدید ہو جاتی ہے جیسا رمضان
میں مثلاً جمعہ اور شب جمعہ افضل ہے مگر سوائے اون عبادات کے جو شارع نے اوسمیں مقرر کردی ہیں دوسری عبادت افضل نہیں بلکہ مکروہ ہے لہذا فضل
ربیع الاول سے مجلس مروجہ کا اوسمیں کرنا کسطرح جائز ہو گیا غرض مولف کے فہم پر آفرین ہے کیا کہوں - دوسری عبارت قاری کی لا یزال اہل
الاسلام الخ بھی عوام کو مورث ہے نہ التزام اصرار کو اور تاکید کو اور دوام عام ہے التزام سے اور وجود عام کا بدون وجود خاص کے ہو سکتا ہے مثلاً حیوان
بدون انسان کے اسکو ہر عاقل جانتا ہے پس اس سے التزام اصرار سمجھنا ہرگز عقل کی بات نہیں ہے مولف کی فہم پر عجب ہے اگر ایسا فہم بھی پڑھ لیتا تو
یہ نہ لکھتا کہ اس یحتفلون کے لفظ سے قیود مروجہ کا نکالنا بھی مولف کی ذہن کی خوبی ہے ایسے مجمع میں مولود کا پڑھنا نکلا اور بس باقی امور مولف اپنے
ذہن ناقص سے تراش کر لاتا ہے اس عبارت میں ہرگز کچھ پتہ کو نہیں سبحان اللہ کیا فہم صائب ہے قولہ مجمع البحار کے صفحہ ۵۰ میں الخ اقول
اظہار المجمع کا ترجمہ کر کے مولف کہتا ہے کہ یعنی مولود سال بسال کیا کرتے [illegible] مولود [illegible] شاید جمع کا یہ ترجمہ کسی نے کی

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کیا اوس مین دو باتین خلاف شرع تھین ایک تو یہ کہ داہنی طرف سے پھرنا سنت ہے پھر اگر اوسکو کوئی واجب
اعتقاد کریگا تو ظاہر ہے کہ وہ بدل دیگا حکم شرع کو دیکھو تمہارے عالم مسلم الثبوت مولوی قطب الدین خان صاحب اس حدیث کی تحقیق مین لکھتے ہین سنت
بر اعتقاد واجب ہونیکا کرے انتھے کلام دوسرے یہ کہ جب عبد اللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ مین نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائین طرف سے
پھرتے دیکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بائین طرف سے پھر جانا بھی سنت ہی حالانکہ جو شخص داہنی طرف سے پھر جانا واجب اعتقاد کریگا اوسکے نزدیک
بائین طرف سے پھرنا موافق قانون شرع کے مکروہ تحریمہ ٹھیریگا کیونکہ واجب کا ترک عمداً مکروہ تحریمہ ہوتا ہے پس اوسکے اعتقاد کے موافق رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کا فعل یعنی بائین طرف سے پھرنا جو کہ سنت تھا وہ مکروہ تحریمہ ٹھہرتا تھا ان دو قباحتون پر صحابی موصوف نے منع فرمایا کہ تم ایسے اعتقاد
کرکے شیطان کا حصہ یعنی گمراہی نہ دین مین پیدا مت کرو ایسی تحقیق پر طیبی نے کلام صحابی سے یہ بات عقل سے پیدا کی کہ جب مستحب کام کو واجب
اعتقاد کرنے سے شیطان کا حصہ ہوتا ہے تو بدعت اور خلاف شرع کو واجب مؤکد جانتے اور اوسپر دوامی عمل کرنے سے کیون شیطان کا دخل
نہوگا پس طیبی نے بدعت اور خلاف شرع امر کے واجب یا مؤکد عمل دوامی کرنے پر انکار کیا ہے یہ تو نہین لکھا کہ مولد شریف اور فاتحہ بدعت ہے اور خلاف
شرع ہے تمنے اسکو آپ ہی اپنے خیالی پلاؤ پکا کر بدعت اور خلاف شرع تجویز کر لیا پھر اوسکو طیبی کے کلام مین درج کر لیا اللہ تعالیٰ ایسے مغلطات سے
پناہ دے اب گوش ہوش سے سننا چاہیئے کہ تم جو التزام امر مستحب کو کلام طیبی سے ضلالت مین داخل کرتے ہو یہ امر بالکل لغو و خلاف حق ہے ہم
خاص خیر القرون کے لوگون مین اور نیز بالعد اون کے محدثین فقہاء و مشائخ و اولیاء مین بہت امور مستحب و مستحسن پر التزام ثابت کر دینگے
لیکن اونکا قصص نگاری مین طول ہے اسلئے ہم فقط رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد پر ختم کرتے ہین مسلم اور بخاری مین حدیث

مولود و فاتحہ بدعت ہے اور خلاف شرع ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ارسے کور فہم جب اوسنے تغیر حکم شرع کو مطلقاً بدعت کہدیا تو فاتحہ مروجہ جو ایک
ہیئت کذائیہ ہے جو اوسکو سنت یا واجب ہی تو جاننا ہے اور علی ہذا مولود کی ہیئت کو جو مکروہ ہے یا بدعت موجب ثواب یا مستحب
جاننا خود ہی حکم شرع کا اوسمین بھی موجود ہے پھر خاص نام مولود و فاتحہ کا اوس مین لینا کیا حاجت ہوئی اور کلیہ مین کسی جزئیہ کا نام کہین ہوتا ہے جو
یہان نہو اسقدر بلادت ہے العظمۃ للہ انسان کی کی پر حکم صلوۃ و صوم وغیرہا کا ہے عبد السمیع کا نام اوس مین کہان ہے کل کو انکار فرضیت
عبادات کا کردینا کہ میرا نام اس مین کہان ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ سچ ہے ایسے مغالطات سے حق تعالیٰ پناہ دیوے اسمین تو تمام دین ہی برہم
ہو جاویگا الحاصل کیا عجب معاملہ ہے کہ خود مولف تغیر حکم شرع کو ثابت کر رہا ہے اور آپ ہی اس قاعدہ کو بلا وجہ باب صلوۃ مین مقصور کرتا ہے
و تغیر حکم شرع کی نفی مین بحث کر رہا ہے سبحان اللہ دعوی اور دلیل اور تقریر مولف کی عجائب خانہ مین پیش کرنے کے قابل ہے **قولہ** اب گوش ہوش
الخ **اقول** مولف کو تو کچھ خبر ہی نہین کہ کیا کہتا ہون اس سب اوسکی تقریر سے استحباب کا دوام نکلتا ہے اور پہلے معلوم ہو چکا کہ دوام اور
التزام اصرار مین فرق ہے جو بدعت ہے وہ التزام یعنی اصرار ہے اور جو مستحب ہے وہ دوام بلا التزام ہے مگر مولف نے ایک مقدمہ اپنے ذہن سے
تراش لیا کہ التزام مبحوث عنہ اور دوام دونون ایک شے ہین پس دلیل بنا کر مدعی سمجھ لیا پھر گوش ہوش سے مولف سنے کہ التزام جسکو بدعت
کہتے ہین وہ یہ ہے کہ مباح یا مستحب کو واجب یا سنت مؤکدہ اعتقاد کرکے کرے یا مثل مؤکدات کے عملدرآمد کرے اور دلیل اس معاملہ کی یہ ہے
کہ تارک پر اوسکے مثل تارک واجب کے ملامت و شناخت ہو چنانچہ اب ترک مولود و فاتحہ پر مشہود ہے اور اہتمام اوسکے فعل کا واجبات

متفق علیہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احب الاعمال الی اللہ ادومہا یعنی اللہ کو وہی عمل سب سے زیادہ پیارا ہے جو سدا کو
ہووے اور کبھی چھوٹے نہین تمہاری نواب قطب الدین خان صاحب اسکی شرح مین لکھتے ہین کہ بسبب اس حدیث کے برا جانتے ہین اہل تصوف
ترک اوراد کو جیسا کہ برا جانتے ہین ترک فرائض کو اور ظاہر یہ ہے کہ یہ ترک اولی ہے الی آخرہ اپنی دلیل کا تفاوت دیکھو کہ تم کلام طیبی سے التزام
امر مستحب کی ضلالت ثابت کرتے ہو اور ہم مداومت اور التزام کو محبوب عند اللہ و عند الرسول ہونا خود صحیح حدیث رسول سے ثابت کرتے
ہین ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا * اور کاش تم غور سے دیکھو تو معلوم کرو کہ طیبی کا کلام خلاف حدیث نہین کیونکہ طیبی کی مراد
یہ ہے کہ اوس امر مستحب کو واجب من عند اللہ اعتقاد کر کے التزام کرے تو وہ باطل ہے اور اس بات پر یہ دلیل نہایت قوی ہے کہ جس قول
صحابی سے طیبی نے استنباط کیا ہے اوس قول مین خود شارحین وجوب اعتقاد مراد لیتے ہین بنا رعلیہ واجب ہے کہ کلام طیبی مین بھی یہی وجوب اعتقاد
مراد لین یعنی جو کوئی مستحب کو واجب اعتقاد کر کے مداومت مثل واجب کریگا وہ ضلالت ہے اور جبکہ اوس فعل کو واجب نہین بلکہ ایک امر حسن اور
مستحب سمجھ کر مداومت کرے تو وہ نہایت محمود اور مقبول ہے کما فی الحدیث۔ اس بنا پر سمجھ لو جو لوگ محفل میلاد شریف یا اپنی اموات کی ثواب
رسانی کو فرض و واجب اعتقاد نکرین بلکہ ایک امر خیر سمجھکر تمام عمر کرتے رہین اور کبھی نہ چھوڑین شریعت مین وہ اور اون کا کام محمود اور محبوب عند اللہ
ہوگا رسول سچے نے فرمادیا ہے احب الاعمال الی اللہ ادومہا بلکہ اگر چھوڑ دین گے تو وہ محل عتاب ہونگے کہ تارک الورد ملعون یعنی جس نے ایک امر
خیر اپنا ورد کیا پھر وہ اوس کو چھوڑ دے تو وہ ملعون یعنی اللہ کی رحمت سے بعید ہوتا ہے۔ **قولہ** ہذا محل تذکار الذین الی آخرہ **اقول**
اسکو آپ نے ظاہر نفرمایا کہ کس کا کلام ہے طیبی کا کلام تو علی بدعۃ اور منکر پر تمام ہو چکا جیسا کہ مولوی اسحق صاحب نے اسقدر عبارت طیبی کی لکھکر آگو

جیسا ہو چنانچہ ظاہر و موجود ہے بعد اسکے جو طیبی کے قول کو مولف حدیث سے موافق کرتا ہے وہ خود لغو کلام ہو گئی اپنے فہم پر گفتگو کرتا ہے اور
بس مگر ہان یہان مولف نے اقرار کر لیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کر کے مداومت کریگا تو ضلالت ہے اور یہی مدعا مجیب کا تہا مگر مولف نہین
سمجھا ہو کے ہین بول اوٹھا ہے واجب جیسا معاملہ کرنا بھی واجب جاننا ہی ہوتا ہے **قولہ** اگر چھوڑ دینگے تو محل عتاب ہونگے الخ
اقول نہ معلوم کہ تارک الورد ملعون کونسی حدیث اور کس کتاب کی حدیث ہے معاذ اللہ مولف کے استدلالات کسقدر پوچ معنی
ہین یہ اہل تصوف کا مقولہ ہے صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون اور اوس کے ایک معنی مصطلح اون کے ہین کہ اوسکے بیان مین طول
اور کلام خارج مبحث ہے مولف اوسکو استدلال مین ذکر کر کے اپنا جہل ثابت کرتا ہے بھلا کہین شرع مین وارد ہوا ہے کہ تارک مستحب کا ملعون ہو
استغفر اللہ مولف کو کچھ آگے پیچھے کی خبر نہین رہی اب تمام دنیا کو ملعون بنایا اور ترک مستحب کو حرام ٹھیرایا کیونکہ لعنت حرام کام پر ہی ہوتی ہے
تبدیل حکم شرعی کی کر کے خود [illegible] ہوا یہی تبدیل حکم کو حرام ثابت کیا ہے پھر جسکا انکار تھا اوسکا اول اثبات کیا اور پھر اوسکو اپنا
ہی عقیدہ بنا لیا آہی تو یہ ہذیان کہین کسی نے نہ سنا ہوگا مگر ہان اس قول کا دوسرا فقرہ کہ صاحب الورد ملعون جو ہی اوس سے سب فعل مستحب کرنیوالون
کو اور فعل مولود کرنے والونکو بھی مولف محل عتاب بنادی تو شایان اوسکے علم و عقل کے ہے معاذ اللہ تعالی کیسی کج فہمی ہے **قولہ** اقول۔ اسکو ظاہر
نفرمایا الخ **اقول** یہ فقرہ خواہ کسی کا ہو مطلب مجیب کا تو علی بدعۃ او منکر تک کی عبارت سے واضح ہو لیا تہا کیونکہ انکار طیبی وغیرہ علما کا ان
لوگون پر ہے کہ ان رسوم کو مثل جمعہ اور جماعت و عیدین کے اہتمام و ملامت سے بناتے ہین اور وہ لوگ جملہ عوام اور مولف کی ہمدم خود ہیں

لکھدیا ہے انتہی اور اونکے شاگرد مولوی قطب الدین خان صاحبنے بھی ترجمہ مشکوۃ مین اسیقدر بیان کیا ہے اب یہ قول جو جابجا کہ ہذا محل نظر لان ذلک
یصیرون الی آخرہ معلوم ہوا کہ کس کا ہے بہرکیف یہ قول اگر آپکا ضمیمہ الحاقی ہے یا کلام قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یا طیبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمکو کچھہ ضرر نہین
اسلئے کہ وہ انکار فرماتے ہین اون لوگون پر جو سیوم کے کرنے کو جمعہ اور عیدین اور فرایض پنجگانہ کی جماعت مین حاضر ہونے سے زیادہ تر موکد اعتقاد
کرین چنانچہ اونکی یہ عبارت آپ ہی نقل فرماتے ہین بربہ انہم یرون الحضور للجماعۃ افسوس عبارت نقل کرین اور معنی نہ سمجھین یہ حضرت اس مین
کسکو کلام ہے کہ ایک امر خیر اور کار ثواب جو کہ مستحب ہے جو کوئی اوسکو واجب یا واجب سے بھی زیادہ اعتقاد کریگا البتہ اس کے حق مین منع کیا جاوے گا
کیونکہ اوسنے قاعدہ دین بدلدیا کہ مستحب کو واجب اعتقاد کرلیا لیکن یہ بات تو اس عبارت منقولہ سے سمجھی گئی کہ جو لوگ اس اجتماع سیوم کو
جماعت کی نماز پڑھنے سے زیادہ تر موجب اجر نہین سمجھتے وہ اس قاعدہ منع مین داخل نہین ہین پھر کیون آپ حکم مناہی کا علی العموم دیتے
ہین ﴿ قولہ پس ایسے مقامات مین القیا تو یا عوام مومنین کو بھی شامل ہونا جائز نہین الی آخرہ اقول فاسق آدمی اور مبتدع لوگون پر
کتب فقہ و عقائد مین اطلاق لفظ مومن کا آیا ہے کافر اونکو بھی نہین کہتے پس وہ مسلمان اگرچہ متبع سنت اور متقی نہوان لیکن عوام مومنین مین
عند الشرع داخل ہین جب اون عوام مومنین کو بھی مجلس میلاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور محفل قرآن خوانی اور لا الہ الا اللہ پڑھنے مین
شامل ہونا جائز نہوا تو شاید مولوی صاحب کے نزدیک یہ باتین کفار کو جائز ہونگی جسطرح مولوی رشید احمد صاحب کے فتوے مین لکھا ہوا ہے کہ
یہ سب ہنود کی رسوم ہین سبحان اللہ ع مفتی نئے نئے ہین مسلمان نئے نئے ﴿ اور اسی طرح مسئلہ سماع مین بھی فتوی انکاری کے
صفحہ ۵ مین آپنے (یعنی مولوی امیر باز خان صاحب) بلند پروازے باقتضائے اسمی فرمائی ہے آپ مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سے سند لاتے ہین وحکی عن ابی نصر الدبوسی عن القاضی ظہیر الدین الخوارزمی من سمع الغناء من المغنی وغیرہ او یری فعلا من الحرام فحسن
ذلک باعتقاد او بغیر اعتقاد یصیر مرتدا فی الحال الی آخرہ ابدیکھیے اس روایت مین چار تعمیم ہین ایک تو جملہ من سمع الغناء مین لفظ من
عام ہے یعنی جس کسی نے سنا غناء واضح ہو کہ فارسی مین سرود اور عربی مین غنا اور سماع ایک معنی مین مستعمل ہین اس اعتبار سے کہ آواز گانیوالے
کی مونھہ سے نکلتی ہے اوسکو غنا کہتے ہین اور چونکہ سنتے ہین اوسکو سننے والے اس اعتبار سے اوسکو سماع کہتے ہین خلاصہ یہ کہ وہ غنا خواہ
دنیادار مبتلائے نفس و ہوا بطریق لہو و لعب سنے یا کوئی اہل غلبہ سکر و ہیجان عشق الہی مین سنے آپکی اس روایت مین دونون کا حکم ایکسا ہی
ناجائز اور حرام کچھہ فرق نہین حالانکہ امام غزالی نے احیاء العلوم مین اور شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف مین اور فقیہ شامی نے شرح در مختار
مین اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ اور شرح سفر السعادۃ مین اور ملا جیون نے تفسیر احمدی مین فرق بیان کیا ہے بطریق لہو ممنوع
اور اہل حال کے حق مین سکوت اور قاضی صدر بن رشید تبریزی نے دستور القضات فتاوی فقہ حنفی مین جس سے مولوی اسحق صاحب بھی اپنی
تصنیفات مین سند پکڑتے ہین سماع کے حق مین یہ لکھا ہے ولا تنکرہ فان لہ اربابا والسماع لا یصح الا لمن کان قلبہ حیا ونفسہ میتا دوسری تعمیم

ہین باقی غلط بہا لنے خلاف بیانی ہے اور لفظ لفظ کا جواب دینا کیا ضرور ہے مطلب واضح ہوچکا کم فہمی مولف کی روشن ہوئی اور ہر گاہ کہ
تارک اور ملعون عقیدہ مولف کا ہے تو واجب ہونے مین کیا کوتاہی رہی مگر مولف کو حواس نہین فقط قولہ اقول فاسق آدمی اور مبتدع
الخ اقول مولف کے فہم پر صد آفرین مجیب نے جو ان مواقع مین حاضر ہونیکو منع کیا ہے تو بوجہ حضور فسق و بدعات کے منع کیا ہے کہ کوئی مومن

لفظ غناء کی ہے قاموس میں لکھا ہے الغناء ککساء من الصوت ما طرب به اور منتخب میں غناء کے معنے سرود لکھے ہیں اور برہان قاطع میں سرود کے معنی لکھے ہیں خوانندگی وگویندگی مرغان و آدمیان اور مجمع البحار میں ہے وکل صوت رفع فهو غناء عند العرب غرضکہ محاورۂ عرب میں ماتی لفظ غناء میں مزامیر کا ہونا داخل نہیں ہاں البتہ اشعار جائزہ ہوں یا فاحشہ سب کو غناء کہتے ہیں فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے الغناء کما یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یتغن بالقرآن لیس منا پس حدیث شریف میں لفظ غناء کا قرآن شریف کی نسبت بھی واقع ہے اور اشعار مواعظ و حکمت و نعت و حمد خدا کو جو شخص خوش آوازی سے پڑھے اوسکو بھی فقہا غناء کہتے ہیں اور اس غناء کو جائز رکھتے ہیں آپکی روایت میں غناء عام رہا اور کل ناجائز اور سامع اوسکو اچھا سمجھنے والا مرتد نعوذ باللہ منہا تیسری تعمیم من المغنی وغیرہ یعنی خواہ مغنی سے سنے جو قواعد موسیقی کے موافق اطرب و تمطیط و تشویق سے گاتا ہو یا غیر مغنی سے سنے جسکو کچھ بھی قاعدہ معلوم نہیں جس طرح دو لڑکیاں حضرت عائشہؓ کے پاس گا رہی تھیں بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے لیستا بمغنیتین یعنی وہ دونوں لڑکیاں قواعد گانے کے بطور موسیقی کے جاننے والیاں نہ تھیں اب آپکی روایت کی تعمیم نعوذ باللہ منہا دیکھئے کہاں کہاں تک جائیگی چوتھی تعمیم تعمیم فی ذلک باعتقاد اولبغیر اعتقاد یعنی اوس غناء کو اور حرام کام کو اچھا کہے اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد وہ مرتد ہوجاتا ہے نعوذ باللہ منہا انتہی ان چاروں تعمیمات کی جمیع شقوق کو تشریح کرنے سے دنیا میں کوئی شخص مرتد ہونے سے نہیں بچیگا مگر وہ شخص کہ جو قرآن شریف کو بھی صوت حسن اور لہجہ پاکیزہ سے سنکر اپنی زبان کو دبا رکھے یہ منہ سے نہ نکالے کہ اچھا پڑھا کیونکہ قرأت کو خوش آوازی سے پڑھنے کو بھی حدیث اور فقہ میں غناء فرمایا ہے کما فی البخاری وخزانۃ الروایات وغیرہا اور آپکی روایت منقول میں ہے جو کوئی غناء کو سنکر اچھا کہدے وہ مرتد ہوجاتا ہے افسوس صد افسوس کہ واعظ بنگلے مفتی بن گئے شروط افتاء کی خبر بھی نہیں کہ فتوی کتب فتاوی سے لکھا کرتے ہیں یا مکتوبات سے اور پھر یہ بات کہ فتاوی میں بھی اقوال متعارضہ ہیں اون میں سے وہ قول جس کا ماخذ صحیح اور قواعد اصول کے مطابق ہو اوسکو اختیار کرتے ہیں دوسرے کو نہیں اور جس قول کے اختیار کرنے میں ایک جہان کی تفسیق و تضلیل یا کسی مرد مسلمان کی تکفیر لازم آوے اوس سے احتراز کیا کرتے ہیں اور اسپر بھی نظر کیا کرتے ہیں کہ یہ حرام لعینہ ہے یا لغیرہ اور حرام لغیرہ کو حلال کہنے والا کافر نہیں ہوا کرتا یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری وغیرہ میں مصرح ہے اور آپنے جو روایت نقل کی تو کیا نقل کی حکی عن ابی نصر الدبوسی لفظ حکی خود ماضی مجہول ہے اوس کا حکایت کرنیوالا معلوم نہیں پھر ایسی مجہول روایتوں کو مقام افتاء میں لینا کسقدر رسم المفتی سے جہالت ہے اب التماس یہ ہے کہ جس طرح آپ اس روایت کو فتوی انکاری میں اوس غریب پر رواں کرچکے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ اوسکے ایمان ہی میں خلل ہے پھر نماز اوسکے پیچھے کیسے جائز ہوگی اسی طرح صاحب مکتوبات مجددیہ پر بھی اس روایت مکتوبات مجددیہ کو متوجہ فرمایئے اور اونکا ایمان اپنے فہم ردی کے موافق خلل سے سنبھالئے جلد اول مکتوب دو صد و بست و ہشتاد و پنجم میں لکھتے ہیں سماع و وجد جماعہ را نافع است کہ بتقلب احوال متصف اند پھر سات سطر کے بعد لکھتے ہیں قسمی از منتہیان اند کہ سماع باوجود استمرار وقت ایشان را نیز نافع است پھر اونیس سطر کے بعد لکھتے ہیں باوجود برودت میل عروج دارند در نیصورت سماع ایشان را سودمند است و حرارت بخش ہر زمان بعد سماع ایشان را عروج بمنازل قرب میسر میشود الی آخرہ ساب فرمایئے اس ...

نماز سے کسیکو جانا درست نہیں ہے بوجہ ذکر فخر عالم اور کلمہ طیبہ اور قرآن کے سبحان اللہ حق تعالی نے فرمایا فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین جہاں کہیں منکر ہوا گرچہ مسئلہ بدرجہ مستحب ہو وہاں جانا منع ہے اور قاعدہ مقررہ فقہ کا ہے اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام میوا ...

ف یعنی جس نے حلال ہونا حرام قطعی کا ... ہے

اچھا کہنا سماع وغنا کا کیا ہوگا کا وس سے عروج منازل قرب الٰہی ثابت کرتے ہین اور اگر یہ کہو کہ یہان حضرت مجدد تعریف سماع کرتے ہین اور دوسری
جگہ برائی سماع کی لکھتے ہین تو اعتقاد و انکار برائی چہ معنی تحسین پر جواب اوسکا یہ ہے کہ دوسری جگہ برا لکھنا ہرگز نفع نہ دیگا جیسا تم روایت قنیہ اون سے
نقل کر چکے کہ جو آدمی اچھا کہے سماع غنا کو اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد فورا مرتد ہو جاتا ہے افسوس ہے کہ اسوقت کے کسی غریب آدمی نے اگر محفل سماع کو
اچھا کہا اس معنی کر کہ وہ اہل تصوف سے ہے حرارت آواز نغمات سے اوسکی روح حیوانی کو ترقیق ہو کر اوسکے اتصال سے روح انسانی متاثر ہوتی ہے
اوسپر آپ حکم مرتد ہونے کا لگا دین اور اوسکے ایمان مین خلل بتا دین اور مجدد صاحب نے بھی یہی بات یعنی نافع ہونا سماع کا اور عروج منازل قرب
الٰہی حاصل ہونا بیان کیا اونکو آپ لکھتے ہین حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور ترجمہ اونکی روایت کا لکھہ کر لکھتے ہین انتہی ترجمہ کلام امام ربانی یہ کیا انصاف
ہے ایک تو تعریف سماع کی کر کے مرتد ہو گیا ایک امام ربانی علیہ الرحمۃ بنا رہا خیر امام ربانی کو چھوڑ کر اب اپنے مجتہد مولوی اسمٰعیل صاحب کا ایمان سنبھالو صراط
مستقیم مین جو مویدات عشق الٰہی کو بیان فرماتے ہین لکھتے ہین از جملہ مویدات آن استماع الحان خوش و اصوات دلکش و قصص شوق آمیز و اشعار
عشق انگیز است انتہی اب دیکھیے معنی غنا کے ہم کتب معتبرہ لغات سے لکھہ چکے پھر اشعار عشق انگیز کو جب اصوات دلکش و الحان خوش مین پڑھنے
لگے یہ سننا ہو گیا مولوی اسمٰعیل صاحب حسب ہدایت اپنے پیر سید احمد صاحب کے اس غنا کو مویدات عشق الٰہی مین شمار کرتے ہین یہ غنا کی تعریف
ہو گئی پھر اون آوازون کو خوش کہنا اور دلکش کہنا یہ بھی تعریف ہے اب مولوی اسمٰعیل صاحب کہین دوسری جگہ برائی سماع و غنا کی لکھدین تو مفید
نہوگی یہان تو تعریف لکھی ابو النصر دبوسی کی روایت فحسن ذلک باعتقاد و بغیر اعتقاد بالضرور اون پر چل جاویگی اب مولوی اسمٰعیل صاحب کے دادا
پیر شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو ملاحظہ کیجیے کہ وہ سماع اور غنا کو درست فرماتے ہین وسیلۃ النجات یعنی دس سوالات مسئولہ
شاہ بخارا کے جواب مین فرماتے ہین جواب سوال ثامن آنکہ قال السرخسی فی البدیع والسماع فی اوقات السرور تاکید السرور مباح ان کان تلک
السرور مباحا کالغناء فی ایام العید و فی العروس و فی وقت مجی الغائب و وقت الولیمۃ و العقیقۃ و عند الولادۃ و الختانۃ و حفظ القرآن انتہی
کلام شاہ عبد العزیز سے بھی جواز سماع و غنا صاف ظاہر ہے اب فقہاء رحمہم اللہ کی خبر لو در مختار کی کتاب الشہادۃ مین مسئلہ غنا کا اس طرح
لکھا ہے ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کراہہ مطلقا یعنی علماء اہل سنت مین بعضون نے غنا کو مباح رکھا مطلقا اور بعضون نے مکروہ مطلقا
اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ علماء جنکا قول در مختار مین اباحت کیلئے منقول ہے کیا وہ مرتد تھے نعوذ باللہ منہ اور مجد الدین صاحب قاموس نے سفر السعادت مین لکھا ہے درباب
ذم سماع حدیث صحیح وارد نشدہ انتہی اب ان فقہاء کرام کو کیا کہو گے دستور القضات مین ہے من انکر السماع مجملا فقد انکر علی سبعین صدیقا
اور صاحب قاموس تو بالکل سماع کی مذمت یعنی کراہت تک بھی ثابت نہین کرتا اور ابو محمد ابن حزم جو متاخرین محدثین مین ایک بڑا فاضل محدث
گذرا ہے وہ صاحب قاموس سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ مزامیر تک کو اوسنے مباح اور جائز قرار دیا پھر بھی ان دونون عالمون کو مرتد اور کافر نہین کہتے امام
نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ مین اسقدر اوسکو لکھا ہے کہ مذہب ابو محمد ابن حزم الظاہری اور دو سطر کے بعد لکھا وہذا خطا من ابن حزم یعنی ابو محمد
ابن حزم جو مزامیر ملاہی کو علی الاعلان مباح کہتا ہے یا اوسکی رائے صواب نہین یہ خطا ہوئی ابن حزم سے پس اسکی خطا کے تو قایل ہوئے لیکن اوسکو

حضور منکر کے سبب کتب مین لکھا ہے پہلے اسکا حال لکھا گیا پس اب مولف اعتراض حق تعالیٰ پر اور فخر عالم علیہ السلام پر اور سب فقہا پر کر کے
کہ جب مسلمان ضیافت مسنونہ مین نہ جاوین تو گیا کافر جاکر سنت ادا کرین گے معاذ اللہ اور سابق گذر چکا کہ حضرت فخر عالم حضرت فاطمہ کے گھر سے ترک

کافر مرتد فاسق فاجر نہ لکہا پہلے علما و صلحا تو استعدد زبان کو نہ سنبھالین تم ایسے بیساختہ لوگون کے ایمان کو گھانس کی طرح کاٹتے چلے جاتے ہو بیشک سچ

فرمایا ہے ہمارے نبی کریم مخبر صادق و مصدوق نے علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں علم کو سینۂ علماء دین سے نہ کھینچ لیگا بلکہ علما کا علیم

حق شناس مرجاوینگے تب آدمی اپنا سردار جاہلون کو بنالینگے اور ان سے مسئلہ پوچھینگے فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی وہ جاہل مفتی فتویٰ دینگے بغیر

علم و بغیر دریافت کئے پس خود گمراہ ہونگے اور لوگون کو گمراہ کرینگے روایت کی یہ مسلم اور بخاری نے اے بھائی اگر مفتی بنا چاہتے ہو تو شرطیں افتا کی

پیدا کرو رسم المفتی سے آگاہ ہو اور احکام کے ماخذ پہچانو اور خدا کا خوف دل میں رکھو یہ نہیں کہ خلقت کو مرتد بناؤ اور آپ بڑے ولی صالح بن بیٹھو اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے فلا تزکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقیٰ اور اسی طرح آپ حُقّہ کے مسئلہ مین بھی حقہ کی بُرائی کرنے کے لئے معنے قرآن کے ایجاد کرکے خود

مستحق عذاب ہوگئے کیونکہ آپ رسالہ انکار الغافلین مطبوعہ ہاشمی کے صفحہ ۳ مین لکھتے ہین یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس یعنی لاویگا

آسمان دھوان ظاہر کہ آسمان سے مینھہ برسے گا اور اوس سے ایک درخت پیدا ہوگا کہ وہ لوگون کو عادی ہوگا یعنی بہت سے لوگ حقہ نوشی کی وقت

مین اسکے اندر پھنسینگے فرمایا ہذا عذاب الیم ۔ یہ عذاب دینے والا ہے کہ مزا اوسکا کڑوا ہے اور آخرت مین باعث ماخوذگی کا ہے الی آخرہ

اسبخیال کرنا چاہیے کہ اسوقت ہماری نظر مین تفسیر کبیر اور کشاف اور روح البیان وغیرہ چند تفسیرین پہلی اور پچھلی ہین کسی نے یہ معنی نہین لکھے بلکہ مفسر دو طرف

گئے ہین بعض کہتے ہین قرب قیامت مین ایک دھوان آویگا وہ تمام دنیا مین بھر جاویگا اور چالیس روز رہیگا یہ قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن کا ہے اور ابن عباس کا بھی قول مشہور یہی ہے اور بعضے اسطرف گئے ہین کہ جب قریش تکذیب دین کرنے

لگے تب پیغمبر آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تب یہ دخان نظر آیا یعنی قحط سالی شدید طاری ہوئی اور کافرون نے مُردار اور کتے اور ہڈیان اور بال بھیڑ

اور بکریون کے اور خون وغیرہ کھایا سب زمین و آسمان کے بیچ مین اونکی آنکھون کے آگے دُھوان نظر آتا تھا یہ قول ابن مسعودؓ اور مقاتل اور مجاہد وغیرہ کا ہے جسکا جی

چاہے تفسیرین زبان عربی و فارسی و ہندی اُردو کی نکالکر دیکھ لے کسینے حقہ مراد نہیں لیا پھر اس شخص نے جو معنی قرآن کے بگاڑ دیئے تو کچھہ کسی کا

نقصان نہین کیا اپنا ہی ٹھکانا دوزخ مین کیا حدیث مین ہے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوء مقعدہ من النار جو کوئی قرآن مین اپنی راے سے

معنی نکالے اوسکو چاہیے اپنا ٹھکانا دوزخ مین کرے بھلا یہ صاحب خدا کا خوف تو کیا کرتے خدا سے بڑے دیندار ڈرا کرتے ہین انہون نے آدمیون کی

شرم بھی نہ کی کہ کوئی سمجھدار کیا کہیگا کہ آیت مین ہذا عذاب الیم کا ترجمہ یہ لکھتا ہون کہ مزا اوسکا کڑوا ہے اے باشعور بہتری چیزین دوا اور غذا مین

کڑوی ہین مثلاً کریلا ۔ شاہترہ چرایتہ رسوت ایلوہ ان چیزون کے کہانیوالے سب عذاب الیم مین گرفتار ہین پھر اسکے بعد یہ شرم نہ آئی جبکہ قرآن

پڑہنے والا اس آیت کو پڑہکر آگے بڑہیگا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون یعنی اے پروردگار کھولدے ہمسے اس عذاب کو ہم ایمان لاتے

ہین دیکھو مفسرون نے جو بیان کیا ہے اوس سے تو اس دعا کو مناسبت ہے کیونکہ جب وہ قحط پڑا تھا تب ابو سفیان نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرائی

تہی کہ خدا اس دُخان کو دفع کرے اور جو لوگ قرب قیامت کا دھوان مراد لیتے ہین اوس قول پر بھی یہ دعا صحیح ہے کہ آدمی اوسدن گھبراکر دعا کرنے

لگینگے کہ اے پروردگار کھولدے ہمسے یہ عذاب دُخان کا لیکن یہ جو تمنے معنے کئے ہین کہ دخان سے مراد آیت مین حقہ کا دھوان ہے اول تو چینے

دعوت کرکے لوٹ گئے اور ابو الدرداء نے رد دعوت کردیا اور فقہا کی روایات خود مشہور ہین اور نوافل مین جو بتداعی جماعت ہو شرکت کو

فقہا نے مکروہ لکہا ہے یہ سب واضح ہے مگر مولف پر سوء فہم ختم ہو لیا تو بہ توبہ علی ہذا مولوی رشید احمد صاحب نے جو رسم ہنود کہا ہے تو تعین

یا اون کو دخان حقہ سے ہرگز تکلیف نہین پہونچتی جو وہ اوس سے گھبرا کر بولا اوٹھین ہذا عذاب الیم یعنی یہ ہمکو عذاب دینے والا ہے اون کو تو
تخفیف ریاح اور قبض کشائی کا فائدہ دیتا ہے جو درد شکم کو زائل کرے اوسکو کسطرح کہنے لگین کہ یہ درد پیدا کرتا ہے دوسرے یہ کہ حقہ پینے والے
مسلمان ہندو مجوس یہود نصاریٰ ہر قوم کے آدمی موجود ہین کوئی بھی یہ دعا نہین مانگتا ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون۔ یعنی اے
رب ہمکو اس سے ہم سے یہ عذاب دخان اب ہم ایمان لاتے ہین پھر کیا سمجھکر یہ آیت حقہ کی شان مین بیان کی اور پھر صفحہ ۲ مین دوسری آیت کے
معنے بدل دئیے جہان یہ لکھا ہے کہ حقہ نوشی سے دل سیاہ ہوجاتا ہے کیونکہ جب دھوان تا ہے اور کڑاہی پر لگ جاتا ہے تو وہ سیاہ ہوجاتی ہین
جب یہ دھوان حلق اور جگر اور دل اور انتڑیون پر پہونچا تو وہ کیسے سیاہ نہوجاینگی و لنعم ما قیل ؎ کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است و
اگر باور نداری نے گواہ است ۔ اسی کا اشارہ فرمایا حکیم علی الاطلاق نے کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ ایسا نہین جو یہ کہتے ہیں
بلکہ زنگ لگا دیا یعنی سیاہی جما دی اونکے دلون پر اوس چیز نے کہ تھی وہ کرتے مثل حقہ نوشی اور دھوان کشی کے الی آخرہ مین کہتا
ہون کہ کیا عمدہ شعر آپ سند مین لائے ؎ کہ حقہ نوش را قلب سیاہ است ۔ کوئی پوچھے یہ کافر کیسا اور حقہ نوش کیا لفظ ہے
محاورۂ ایران و توران مین تو قلیان کشیدن ہے حقہ نوشیدن ایک لفظ ہندیون کا گھڑا ہوا ہے فارسی بولنے کو دل چاہے اونکی
بولی سے خبر ہی نہین قطع اس سے لفظ حقہ نوش کے آگے جو لفظ را آیا ہے یہ علامت اضافت ہی کیونکہ قلب مضاف ہے خرابہ حقہ نوش
مضاف الیہ مقدم ہے اور لفظ سیاہ خبر اور است حرف ربط یعنی حقہ نوش کا دل سیاہ ہے خیال کرنا چاہئے جب علامت اضافت آچکی
تو پھر لفظ قلب پر کسرہ بیقاعدہ کیون ہے اور اگر کسرہ نہ پڑھوگے قاعدہ کے پابند ہو کر تو وزن شعر صحیح نہوگا سبحان اللہ کیا کیا خوبیان
بھری ہوئی ہین پھر قیاس کیا عمدہ ع اگر باور نداری نے گواہ است نیچہ کی سیاہی سے دل کی سیاہی ثابت کرلی کمال قوت
نظری کی دلیل ہے اسی طرح آپنے بھی دلکو توے اور کڑاہی سے نظیر دی ہے اے حضرت دل ایک ٹکڑا گوشت کا ہے تر و تازہ اسکو توے
کڑاہی اور نیچہ سے کیا نسبت ہان مناسب یہ ہے کہ حقہ نوشون کے لب اور زبان تالو اور کوا اور گلا دیکھا جاوے کیونکہ یہ اعضا گوشت کے ٹکڑے
ہین تر و تازہ مثل قلب کے اور اول دھوان لب زبان و دندان کو لگتا ہے پیچھے دل کو جب یہ اعضا حقہ نوشون کے سیاہ نہوئی بلکہ اوسی طرح
شاداب ہے پرو نق ہین جس طرح اور سب آدمیون کے تو معلوم ہوا کہ دل بھی اونکا ویسا ہوگا جیسا سب کا دل ہی یہ تو آپ کی دلیل عقلی کا حال ہے
اب دلیل نقلی کا حال سنئے حقہ کی مذمت مین آیت لائے۔ کلا بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ جو کوئی کچھ بھی عربی پڑھا ہوا ہوگا وہ جانتا
ہوگا کہ قلوبہم مین ہم کی ضمیر راجع ما سبق کیطرف ہے اور اوپر ذکر اون لوگون کا ہے الذین یکذبون بیوم الدین۔ یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے
ہین اور قرآن کی آیتون کو کہدیتے ہین اساطیر الاولین۔ یہ تو اگلے لوگون کی کہانیان اور قصہ بنائے ہوئے ہین تو اللہ تعالی اونکو فرماتا ہے
کلا یعنی یون نہین جو یہ سمجھتے ہین بل ران علی قلوبہم ما کانوا یکسبون۔ بلکہ زنگ پکڑ لیا ہے انکے دلون پر وہ جو کماتے ہین یعنی اعمال و عقاید۔
اب یہان آپنے دو خطائین عظیم کی ہین ایک یہ کہ کفار مین حقہ نوشون کو داخل کیا اور داخل بھی کیسا کہ حصر کر دیا آپنے یہ لفظ لکھے ہین کہ اسیکا اشارہ

اجتماع برادری روز سیوم کو اور طعام سامنے رکھکر ہاتھ اوٹھانے کو کہ یہ رسم ہنود ہے نہ قرآن اور کلمہ پڑھنے کو چنانچہ اسکی کلام مابعد مین موجود ہے
لکھتے ہین البتہ ثواب پہونچانا بلا قید روا ہے مگر مولف اپنی فہم سے ناچار ہے لہذا اگر ایسے کلام خبط سے مرفوع القلم کیا جاوے تو بیجا ہے باقی

فرمایا ہے جیسا کہ ختم علی الاطلاق ہے کلا بل ران علی قلوبہم - واضح ہو کہ ہماری زبان مین لفظ آس اور آسی مین فرق ہے آسکا لفظ حصر کے واسطے آتا ہے اور آسی کا واسطے حصر کے ہے تو مطلب حسب تحریر آپکے یہ ہوگیا کہ اللہ تعالی کا اشارہ اس آیت مین کسی کفر اور فسق کی طرف نہین اللہ تعالی نے اسمین بس اسی کا اشارہ کیا ہے کہ حقہ نوشون کے دلپر دھوین کی سیاہی جم گئی دوسری غلطی یہ کہ وہ جو کفار کے دلپر زنگ جم جاتا ہے جسکا ذکر اس آیت مین اور احادیث مین بھی آیا ہے وہ زنگ اور وہ سیاہی محسوس ظاہری نہین ہوتی وہ تو ظلمت معنوی ہوتی ہے اور قلب کے دو معنی ہین ایک تو یہ ٹکڑا گوشت کا صنوبری بشکل غنچہ اور دوسرے معنی یہ کہ قلب ایک لطیفہ ہے عالم امر سے قلب حقیقی وہی ہے افعال نیک و بد کی تاثیر اوسی مین ہوتی ہے نہ قلب پارہ گوشت مین جب یہ معلوم ہو چکا تو شاہ عبد العزیز صاحب کی عبارت تفسیر عزیزی مین دیکھنی چاہیے کہ اس آیت کی شرح مین لکھتے ہین ہر فعل بد اینی ظلمانیہ در لطیفہ قلب احداث می کنند نہ آنکہ برین مضغہ صنوبری زنگے محسوس نمود ار مے شود زیرا کہ این مضغہ صنوبری قلب حقیقی نیست انتہی اب دیکھیے مفسرین تو اس آیت مین زنگ سے ظلمت معنوی مراد لے رہے ہین اور آپ سیاہی دخان تمباکو کی چنانچہ آپ انکار العقلیا کے صفحہ ۲ مین لکھتے ہین اس ہوہیکا داغ دلپر سے نہین جاتا سوائے توبہ کے اور نیز مفسرین اسے مراد وہ دل لیتے ہین جو ایک لطیفہ غیبی ہے اور آپ دل سے مراد یہی گوشت کا ٹکڑا لیتے ہین عبارت آپکی یہ ہے جب یہ دھوان حلق اور جگر اور دل اور انتڑیون پر پہونچا تو وہ کیسے سیاہ نہو جاینگی انتہی - اب حقہ کا مسئلہ سنیے کہ حقہ کی حرمت تو شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ توڑ چکے فرمایا کہ حرام ہونے پر کوئی دلیل نہین اب یہ قول باقی رہ گیا شاہ صاحب مکروہ ہونے کے قائل ہوئے اور بہترے علما مثل بحر العلوم و علامہ شامی وغیرہ اسکے مباح ہونے پر فتوی دیتے ہین بھلا حقہ نوشون کے لیے تو اباحت تک کے بھی اقوال موجود ہین تم نے جو قرآن مین معنی عقلی بے محل مراد آلہی کے برخلاف اور عقل و نقل کے خلاف تجویز کیے یہ تو صریح تغییر دوزخ کی آغوش کہانے - آپکو بچہوڑینگے اگر آپ نے اس سے توبہ نکی ہم حدیث نقل کر چکے من قال فی القرآن برایہ فلیتبوأ مقعدہ من النار اور تماشا یہ کہ آپ واعظ بنے مفتی بنے مفسر بنے اب شاعریت مین بھی دم مارا کہ اوسی رسالہ کے آخر مین ایک قصیدہ حقہ کی مذمت مین لکھا جس کا مقطع یہ ہے ؎ اب تم ہی بولو سب کے سب بالاتفاق سے + ہم ہی کہین گے اب تو کہ حقہ حرام ہے + اسکا نہ قافیہ صحیح نہ وزن صحیح نہ محاورہ نہ ترکیب ذرا ذرا سے بچہ بھی اس قصیدہ کو پڑہکر قہقہے مارتے ہین اور یون کہتے ہین ؎ تال کی نہ سم کی نہ سر کی + عربی نہ فارسی نہ ترکی + تہی جو تنا اس لاعی لرکی + لکھہ لکھہ اہی تباہی پڑکی + غیرہ یہ دو تحریرین بابت سماع اور بابت حقہ کے استطرادا مولوی امیر یار خان صاحب کے ذیل مین آگئین اب ہم اس نہی عن المنکر سے عند اللہ بری الذمہ ہو کر اصل مسائل مبحوث عنہا کی طرف رجوع کرتے ہین

تنبیہ

یہ سب صاحبون کو اعلان دیا جاتا ہے یہ جو خیرات مبرات اور باقیات صالحات یعنی محفل میلاد سرور کائنات اور فاتحات اموات سلف صالحین سے اسوقت تک جاری ہین اگر حضرات مانعین ان امور کی تشنیع و تقبیح مین اپنے جرگہ مخصوص کی مہرون سے فتوی پہ دے چھاپکر اس خیرات و حسنات کو لوگون سے چھوڑانا چاہین تو یہ خیال خام اور سودائے نافرجام دل و دماغ سے دور رکھین یہ نہوگا کہ تمہارے رسائل لاطائل کا کوئی جواب نہ دے اور نہ یہہ ہوگا کہ ان امور صالحہ متوارثہ کو تمہاری ژاژخائی سے کوئی چھوڑ دے علی الخصوص محفل میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کلام مشبہ کی نور سوم مین آتی ہے بعد اسکے جو کلام سماع اور حقہ مین مولف نے کی ہے یہ بحث خارج از بحث ہے اوس مین وقت ضائع کرنا مناسب نہین جہد اپنے شریک بھی یہ تحریر خلاف ہے فالحمد المنۃ للہ کہ برہان دوم نے نور ثانی کے لمعات باطلات کو مطموس کر دیا

مومنین سے کب چھوٹ سکتی ہے دیکھو کافرون نے چاہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر و مجنون کہکر آپکا دین اور آپکا نام دنیا مین چلنے دین اللہ

تعالی نے حکم بھیجا یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون یعنی چاہتے ہین کافر کہ بجھا دین اللہ کے نور کو منھہ سے کچھہ

بات بکر حال یہ ہے کہ اللہ تو پورا کرنیوالا ہے اپنے نور کو پڑے برا مانا کرین کافر پس اسی بنا پر ہماری دل مین تصدیق ہے کہ بیشک اللہ تعالی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور نام اور دین کو سدا جاری رکھیگا واضح ہو کہ یہان تک جو کچھہ مفتیان فتوی انکاری کے خلاف دلایل

تھے بیان کئے گئے اب بیان کیا جاتا ہے کہ سلف صالح نے ان امور صالحہ کو کیون جاری کیا تہا **نور سیوم مین چھہ لمعہ ہین لمعہ**

اولی در بیان جواز فاتحہ بر طعام و شیرینی جو عبادت زبان یا جوارح وارکان انسان سے ہو اوسکو عبادت بدنی کہتے ہین جیسے

قرآن یا تسبیح وتہلیل وغیرہ پڑھنا اور جس عبادت مین مالیت صرف ہو اوسکو عبادت مالی کہتے ہین جیسے روٹی گوشت روپیہ پیسہ کپڑا وغیرہ راہ

خدا مین خرچ کرنا اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے کہ دونون طرح کی عبادت کا ثواب اگر کسیکو بخشنا چاہین تو پہونچتا ہے کتاب ہدایہ مین ہے ان للانسان

ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوۃ او صوما او صدقۃ او غیرہا عند اہل السنۃ والجماعۃ ۔ یہ ہدایہ علم فقہ مین نہایت درجہ معتبر اور مشہور کتاب ہے اور شرح

عقاید نسفی مین ہے وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتہم عنہم نفع لہم خلافا للمعتزلۃ یہ کتاب عقاید کی کتابون مین مشہور و معتبر کتاب ہے

اور یہ مسئلہ بہت حدیثون سے ثابت ہے تذکرۃ الموتی مین قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ ان حدیثون کو نقل کر کے فرماتے ہین لہذا جمہور فقہا

حکم کردہ اند کہ ثواب ہر عبادت بمیت می رسد اور لکھا ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر مین واسطے عبادت بدنی کے فمذہب ابوحنیفۃ واحمد وجمہور

السلف الی وصولہا الی آخرہ ۔ پس اس بنا پر یہہ عادت اکثر اہل اسلام کی ہے کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کہانا یا شیرینی دینا چاہتے

ہین تو الحمد اور درود شریف پڑھکر دعا اوس میت کے لئے کرتے ہین اور عند اللہ درخواست کرتے ہین کہ جو کچھہ ہمنے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات کیجاتی

ہے اسکا ثواب فلان میت کو پہونچے ۔ عوام مین اسکا نام فاتحہ ہے یون کہا کرتے ہین کہ آج فلان میت یا فلان بزرگ کی فاتحہ ہے اصل مین فاتحہ

نام ہے الحمد شریف کا چونکہ الحمد اوس وقت پڑہی جاتی ہے اسلئے اس کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا تسمیۃ الکل باسم جزئہ اور منکرین نے اسکا نام فاتحہ

سرسری رکہا ہے ۔ اب اس فاتحہ مین دیکھنا چاہئے کہ جو کچھہ درود دعا الحمد پڑہی گئی یہ عبادت بدنی ہے وہ ثابت الاصل اور جو کچھہ کھانا یا شیرینی

اوس وقت دی گئی یا دیجاویگی وہ عبادت مالی ہے وہ بھی فقہ حدیث عقائد سے ثابت ہے ان دونون عبادتون کا ثواب میت کو پہونچایا جاتا ہے

پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھہ اصل نہین اسکے کیا معنے اگر یہ کہو کہ عبادت بدنی جدا کرو اور عبادت مالی جدا لیکن دونون کا جمع ثابت نہین تو یہ

ظلمات مخفی اوسکی بہر بہت ہوگی فللہ الحمد **قولہ ۔ نور سوم** الخ **اقول** دونون قسم کی عبادت کا ثواب حنفیہ او حنبلیہ کے نزدیک پہونچتا ہے

مگر شافعی و مالک بدنی کے وصول ثواب کے منکر ہین پس اسکے منکر کو عموما معتزلہ کہنا اسعادتمندی ہے اس ہی واسطے شراح ہدایہ نے

تعمیم ظاہری ہدایہ مین تاویل کرتے ہین **قولہ** پس اس بنا پر الخ عرف مین بطور مجاز متعارف کی فاتحہ مطلق ایصال ثواب کا نام ہوگیا ہے

اگرچہ فاتحہ نہ پڑہی جاوے اور خالص مال کا ہی ثواب ہو ۔ **قولہ** پھر منکرین کا یہ انکار کہ اسکی کچھہ اصل نہین الخ **اقول** فی الواقع مولف

معنی سے بیخبر ہے اوسکو بتلانا چاہئے کہ اسکے یہ معنی ہین کہ طعام کو روبرو رکہا جاوے اور اوسکو رکھکر قرآن پڑھا جاوے اور ملانے اپنی زبان سے

ثواب پہونچاوے اور بدون اسکے ایصال ثواب طعام کا بہدیہ بہیئت کہین قرون ثلثہ مین ثابت نہین بدعت ہی یہ معنی ہین پھر مولف نے اوسکے

وہی مثال ٹھہر گئی کہ جیسے کوئی مفتی شریعت حکم دے کہ بریانی کھانا جائز ہے اسلئے کہ اوس مین گوشت ہی گوشت حلال چیز ہے اور برنج بھی وہ بھی
حلال اور رنگت زعفران کی جو بعض برنج پر ہے وہ بھی حلال پس مجموعہ ان مباحات کا مباح ہی تو اوسکے جواب مین کوئی بیہودہ سر پھوڑنے کو طیار
ہو جاوے کہ صاحب یہ سب جدا جدا تو بیشک ثابت ہے لیکن ہم تو جب مانین کہ اس مجموعہ کا ذکر قران یا حدیث مین دکھاؤ یہ حرف کہان لکھے ہین کہ
بریانی کھانا درست ہے پس جس طرح اس بیہودہ کو سب عقلا خفیف العقل اور قابل مضحکہ جانینگے اوسی درجہ مین ان صاحبون کی یہ بات ہے علاوہ
برین جس طرح اثبات جمع کو موقوف رکھتے ہو وجود روایت پر اسی طرح چاہیے منع کو بھی موقوف رکھو وجود روایت پر یعنی اگر عبادت مالی و بدنی جمع
کرنے مین کوئی حدیث یا آیت ممانعت مین آئی ہو تو منع کرو ورنہ تم کو سکوت چاہیے حالانکہ ہم دعوی کرتے ہین کہ کوئی حدیث یا آیت ممانعت
جمع بین العبادتین مین نہین آئی اگر آئی ہے پیش کرو - ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین ہم تو جمع بین العبادتین کے لئے قواعد عقلی اور نقلی شرع
شریف سے پیدا کر دینگے ایک تو یہی کہ جب ممانعت ثابت نہین تو اصل اباحت ہے دوسرے یہ کہ عبادت عبد عبادت معبود مین ہے -
ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون - اور عبادت بعضی زبان سے ہے بعضی اعضا بدن سے بعضی مال سے پس جو کوئی ہر قسم کی
عبادت کریگا لابدا افضل ہوگا ایک عبادت والے سے شب معراج مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تحفہ جناب باری مین گذرانا یہ لفظ
تھے التحیات للہ والصلوات والطیبات مفسرین اور محدثین نے اسکے معنی یہ لکھے ہین کہ اللہ کے واسطے ہین سب تعریفین جو زبان سے
ادا ہون اور جو عبادتین بدنی ہین اور جو عبادتین مالی ہین پس جبکہ تینون قسم کی عبادتین اللہ کے واسطے خاص ہوئین تو زہے قسمت
اوس شخص کی کہ ان تینون کو ادا کرے فاتحہ مرسومہ مین یہ بات حاصل ہے جب کہا الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین یہ تحیت

خود ہی اپنے ذہن سے معنی تجویز کئے کہ مرکب کرنا مالی بدنی کا مراد ہے سو یہ غلط ہے بلکہ یہ ہیئت حاصلہ مراد ہے نہ نفس ترکیب کہ ہیئت
حاصلہ مین تشبہ اہل ہنود کا بھی ہے اور تقیید مطلق کی بھی ہے چنانچہ واضح ہو جاویگا اور پھر مولف نے مثال بریانی کی لکھی کہ سب اجزا اگر مباح
ہین تو مرکب بھی مباح ہوگا اور یہ مثال خود مخدوش ہے کیونکہ اگر سب اجزا مباح سے ترکیب ہوا اور پھر ہیئت حاصلہ بھی مباح ہو اوسوقت
اباحت ہوتی ہے اور اگر ہیئت مین کراہت یا حرمت آجاویگی تو مرکب کا حکم بدلجاویگا جیسا بریانی ہے کہ بعد ترکیب مباحات کی ہیئت بھی
مباح حاصل ہوئی ہے اگر اس ترکیب مین زعفران کا سکر ظاہر ہو جاوے تو بسبب مسکر ہونیکے حرام ہو جاویگی حالانکہ اجزا سب مباح تھے
تمر اور پانی دونون کا نبیذ بنایا جاوے بعد کف دینے کے جو ہیئت حاصل ہوئی حرام ہوگیا علی ہذا فاتحہ مین طعام و قران کی ہیئت ترکیب
مین جو تشبہ حاصل ہوا اور تقیید مطلق آیا بدعت و مکروہ ہوگیا اگر مولف کو فہم نہ تہا تو کسی سے پوچھ لیتا مگر اوسکو تو خود رائی خود پسندی نے ذلیل
کرایا خود خفیف العقل قابل مضحکہ بات کرتا ہے اور منع ہونے اس ہیئت ترکیب فاتحہ کی نص جو طلب ہے تو سنو ایاکم و محدثات الامور
الحدیث من تشبہ بقوم فہو منہم الحدیث اس سے چشم روشن کرو اور شرح آگے آتی ہے اور اپنے اس دعوی کو کہ کوئی ممانعت جمع بین العبادتین
کی نص نہین محض کم فہمی سمجھو کہ کلام اوس ہیئت ترکیبیہ مین ہی کہ اوس کا کوئی امر غیر مشروع پیدا ہو جاوے نہ مطلق ترکیب مین پہلے
کلام کو سمجھے پھر بولے ورنہ خوار ہوتا ہے **قولہ** ہم تو جمع بین العبادتین الخ **اقول** اباحت اصلیہ اوسوقت مین ہوتی ہے کہ
نہ یہان ممانعت کی نص موجود ہے - اور ابھی پڑھ سنائی ہے تو یہ دلیل اول مولف کی لغو ہوئی دوسری عقلی

اوٹھانا اور شکر زبانی ہو اللہ تعالی کا اور جب کہا اہدنا الصراط المستقیم الی آخرہ یہ دعا ہوئی اور نیز درود پڑھنا اور عاجز ذلیل بنکر پیشے اللہ تعالے
کے سامنے ہاتھ اوٹھانا اور موتی کے لئے دعائے مغفرت کرنا یہ بھی عبادت بدنی اور لسانی ہوئی اور جو کچھہ شیرینی یا کھانا اللہ دیگا وہ عبادت
مالی ہوگی پس یہ جو پانچون وقت نمازی نماز مین کہتا ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات اسکا مجموعہ فاتحہ مین موجود ہے نہ تیجہ ت
میت کی جو اوسکو یہ عطر مجموعہ پہونچے اور جب ان سب باتون کو ترک کردیا اور بدعت کہکر چھوڑوا دیا تو اس طرح اب فرقہ منکرین چھوڑ بیٹھے
ہین تو وہی مثل عوام کے کہنے مین آویگی مرگئے مردود فاتحہ نہ درود - دوسری بات یہ ہے کہ غور سے دیکھنا چاہئے کہ شرع شریف مین زکوۃ
ایک عمل جداگانہ ہے اور نماز کا پڑھنا ایک عمل جداگانہ ہے ایک عبادت مالی ہے ایک بدنی ایک کے اوقات اور ہین ایک کے اور لیکن جس
کسی نے انکو جمع کردیا اپنی خوشی سے بغیر حکم رسول کے وہ مستحق تعریف ہوا ہے مستحق ملامت نہین ہوا مثال اسکی یہ ہے کہ تفسیر کبیر مین امام رازی
لکھتے ہین کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے سوال کیا مسجد مین کسی نے اوسکو کچھہ نہ دیا سائل نے ہاتھ آسمان کی طرف اوٹھا کر کہا یا اللہ تو گواہ رہیئے
کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین سوال کیا کسی نے مجھکو کچھہ نہ دیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اوسوقت رکوع مین تھے آپنے اونگلی
سے جس مین انگشتری تھی اشارہ کیا سائل بڑھا اور لے وہ انگوٹھی رسول اللہ کے سامنے لیلی الی آخرہ یہ قصہ تفسیر معالم اور مدارک وغیرہ
مین بھی مختصر مذکور ہے خلاصہ یہ کہ جب حالت رکوع مین یہ خیرات حضرت علی نے کی حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو فرمایا تھا
مگر اپنی خوشی سے انہون نے دونون عبادتین خیرات وصلوات ایک زمانہ مین جمع کردین تو اس باب مین اللہ تعالی نے اونکی تعریف

عبادت کا کرنا بندہ کی سعادت ہی یہ سب مولف کے جہل کا ثمرہ ہے عبادت اوسوقت موجب سعادت اور معتبر ہوتی ہے کہ حسب قواعد
شرعیہ کے ہو اگر خلاف اوسکے ہوویگی خواہ فرادی فرادی ہو خواہ بترکیب ہو وہ موجب شقاوت اور مردود ہوتی ہے اور معلوم ہوا کہ
اس مجموعہ مرکبہ فاتحہ مروجہ مین مخالفت شارع علیہ السلام کی موجود ہے مگر یہ خبر اوسکو ہو کہ علم رکھتا ہو مولف کہ اپنی عقل کی سخافت کو
ترکیب دے رہا ہے کیا مطلع ہووے اور اوسکی دلیل تو بس مثل عوام کے ہی ہے جو خود نقل کرتا ہے اوسکو علم شرع سے کیا مناسبت ہے سو
اوسکی تقریر جرح ذکر کرنا ضرورت نہین کہ خود رد ہوگئی **قولہ** دوسری بات یہ ہے کہ غور سے الخ **اقول** مولف نے اس روایت ضعیف کو
نقل کرکے کیون اپنے دماغ ماؤف کو تکلیف دی اور نہ جمع بین العبادتین کا کوئی منکر نہین خود مولف کی یہ وجہ تراشیدہ ہے بلکہ اوس
ہیئت مین انکار ہے کہ اوس سے ہیئت منکرہ پیدا ہوجاوے سو اس قصہ مین کوئی ہیئت منکرہ پیدا نہین ہوئی بخلاف فاتحہ مروجہ
کے لا یخفی ثانیا اسقدر حرکت بھی نماز مین مکروہ تنزیہی ہے جیسا فقہ مین مبین ہے مولف منیہ کو مطالعہ کر لیوے مگر یہ حرکت حضرت علی رضی
اللہ عنہ کی اس وجہ سے ہوئی کہ اگر بحالت مین ندیتے تو وہ سائل کے اوپر ہو کر چلے جانیکا خدشہ تھا اسکی تحصیل کیواسطے کراہت
تنزیہیہ کو اختیار کیا ورنہ یہہ فعل بھی مکروہ ہی تھا فاتحہ مروجہ جو کونسا امر مہتم بالشان فوت ہوتا ہے جو اسکے شبہہ بدعت کو اختیار کیا
گیا مگر مولف کو فہم نہین ناچاری ایسے کلام کرتا ہے تیسرے وہ امر اتفاقا ہو گیا اب اگر کوئی التزام کرے کہ حالت رکوع مین بالقصد
ہر روز ایسا ہی کیا کرے تو مولف ہی فتوی لکھے کہ اس کا کیا حکم ہے احقر تو کہتا ہے کہ بیشک وہ بدعت ہے اور مولف
فہم پر کہ حق تو اوسکے ذہن مین عبور کرتا ہی نہین [illegible]

مین آیت نازل فرمائی جو سورۂ مائدہ مین ہے ـ الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون پس جبکہ حضرت علیؓ بلا تفریع ارشاد شارع کے جمع بین العبادتین
کرکے مستحق ثنا ہوئے اسی طرح فاتحہ مین بہی جمع بین العبادتین کرنیوالے عند اللہ ماجور ہونگے اور یہ دعوی ان صاحبون کا جو بعض رسائل مین ہے
کہ کبھی حضرت سے یہ نہین پایا گیا کہ کھانا سامنے رکھا ہوا ہو اور کچھ بھی آپنے اوسپر پڑھا ہو یہ نہایت غلط ہے چند حدیثین مشکوۃ کی باب المعجزات میں
موجود ہین از انجملہ حدیث ام سلیم کی بروایت مسلم و بخاری موجود ہے کہ حضرت کی گرسنگی کا حال معلوم کرکے ادس نے چند روٹیان جو کی
پکا کر دوپٹہ کے پلہ مین باندہین یہ قصہ طویل ہے آخر یکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون روٹیون کو توڑوا یا ملیدہ کی طرح جو کچھ ادسکے برتن مین
گھی لگا ہوا تہا وہ اوس مین ٹپکا دیا پھر حضرت نے الفاظ قسم دعا سے اوسپر پڑہے پھر دس دس آدمی کو بلا کر کھلانا شروع کیا انئی آدمیون کو پیٹ
بھر بھر کر کھلا دیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ام سلیم کے گھر بھر کے آدمیون نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا ـ دیکھیے اسمین کھانا سامنے ہے اور
اوسپہ دعا اور جو کچھہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا اوسکا پڑھنا ہے از انجملہ انس کی حدیث بروایت مسلم و بخاری کہ انس فرماتے ہین میری الدہ نے
ایک بادیہ مین کھانا کھجور اور گھی اور دہی کا مرکب بنایا ہوا بھیجا آپنے اوسپر کچھہ پڑھا جو کچھہ اللہ تعالی کو منظور تہا پھر حضرت دس دس آدمی کو بلاتے
گئے اور کھلاتے گئے قریب تین سو آدمیون کو کھلا دیا پھر مجھکو فرمایا اوٹھا لے اے انس اپنا بادیہ مین نے جب اوٹھایا حیرت مین رہگیا کہ جب مین لایا تہا

کی ہے اگر قیاس مولف کا ہے تو وہ تو اب ہی باطل کیا گیا اور نص ممانعت کی سنادی گئی اب کوئی نص مولف اپنے شکم سے نکالے فا مستاصر
ملی کو پہلے سے بدلالۃ النص معلوم تہا کہ اسقدر حرکت اور ایصال نفع صلوۃ مین درست ہے کہ خود فخر عالم نے امامہ بنت ابی العاص کو حالت
صلوۃ مین کندہے پر چڑھا لیا تہا اوسکی راحت کیواسطے اور رونے کے خدشہ سے اور حضرت عائشہؓ کیواسطے بحالت صلوۃ زنجیر کھولدی تھی علی
ہذا دیگر مثل اس امور کے بہت وقائع تھے جس سے معلوم ہوگیا کہ اسقدر حرکت نفع رسانی کو درست ہے مگر مولف کو کونسی دلالت اشارۃ ملی ہے جس سے
یہ بدعت کو حسنہ بتاتا ہی یہان تو نص بھی موجود ہے **قولہ** اور یہ دعوی ان صاحبون کا کبھی حضرت سے الخ **اقول** یہ دعوی کوئی عالم نہین
کرتا جو مولف سمجھا بلکہ یہ دعوی ہی کہ اسطرح ایصال ثواب کبھی نہین کیا ورنہ آپ علیہ السلام تو ہردم ذاکر تھے جب طعام آپکے روبرو رکھا جاتا تھا
قبل شروع کچھہ پڑھتے ہوتے تھے اور بسم اللہ کرکے کھاتے تھے سو یہ فہم ناتمام مولف کے کمالات ہین کہ مراد مانعین کی نہین سمجھتا پس اب
یہ چند دلیل حدیث منقولہ اوسکی اوسکو کچھہ بھی نافع نہین فتامل ہوش کرکے دیکھے **قولہ** از انجملہ حدیث ام سلیم الخ **اقول** مولف نے یہ تین
حدیث نقل کی کہ جس سے یہ ثابت ہوا کہ فخر عالم علیہ السلام نے طعام پر دعا زیادہ ہوجانی اوس طعام کی فرمائی اور حدیث مین ہے قال فیہا شاء
اللہ ان یقول سو ہوسکتا ہے کہ کچھہ پڑھا ہو کہ جس سے اضافہ قدر طعام کا ہوگیا مگر تیسری حدیث مین دعا بالبرکتہ وارد ہوا ہے لہذا اون دو
حدیث کو بھی اسیہی حمل کیا جاوے بہرحال طعام قلیل پر زیادہ ہوجانی طعام کی دعا فرمائی اب غور چاہیے کہ اوس طعام کی زیادۃ آپکی
دعا پر موقوف تھی اگر آپ دعا نفرماتے تو زیادہ حاصل نہوتی اور جس شے پر دعا زیادہ کرین اوسکا روبرو ہونا مناسب ہے پس یہ آپکا دعا کرنا
ضرورت کیواسطے تہا کہ یہ ضرورت بدون اسکے حاصل نہین ہوسکتی تہی پس یہ فعل نظیر فاتحہ مروجہ کی ہرگز نہین ہوسکتا کیونکہ یہان
اگر دعا ایصال ثواب کی ہے تو بالکل لغو حرکت ہے وہ طعام جب بنیت ایصال ثواب پکایا یا بایں نیت آکل کے سامنے رکھا تو وہ نیت
صاحب طعام سے قابل وصول ہوچکا اب آکل بیہودہ کیا دعا کرتا ہے فضول حرکت ہے اور جو دعا مغفرت میت کی کرتا ہے تو اوس کا وقت

اوسوقت اوس مین کھانا زیادہ تھا یا اب زیادہ پہلے سے موجود ہے ازانجملہ حدیث غزوہ تبوک کی مشکوۃ مین بروایت مسلم مذکور ہے جب لوگ گرسنہ ہوگئے حضرت عمرؓ نے دعا کرائی پاہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تب آپنے دسترخوان بچھوایا اور فرمایا لے آؤ جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو تب کسی نے مٹھی جو اور کسی نے مٹھی کھجور کسی نے ٹکڑا روٹی کا جسکے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا الکرڈالا بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا پھر آپنے اوسپر دعا فرمائی اور فرمایا بھر لو اپنے برتن پھر جسقدر لشکر تھا سب نے اپنے تمام برتن جو اونکے پاس تھے بھر لیے اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا شارحین لکھتے ہین کہ اوسوقت لشکر مین لاکھ آدمی موجود تھے پس معلوم ہوا کہ لاکھ آدمی اس بات پر گواہ ہے کہ کھانا سامنے رکھے ہونے پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی باقی رہی یہ بات کہ حضرت نے وہ دعا مانگی جو آپ کو ضرورت تھی صاحب فاتحہ وہ دعا کرتا ہے جسکی اوس کو ضرورت اوس وقت ہو پس دعا ہونے مین دونون برابر ہین یعنی دعا کے معنے شرع میت ہین سوال من اللہ الکریم یہ دونون جگہ ایکسا ہین اب اہل انصاف کو چاہیے کہ سخن پروری کو چھوڑ کر ان دلائل مین خوب تامل فرماوین اتباع حق کرین ورنہ ایسا تو کرین کہ فاتحہ پڑھنے والون کو صلوات نہ سنائین

دوسرا ہے بعد حضور طعام کے یہ اسکا محل نہین جیسا اب آتا ہے بہرحال فخر عالم کا فعل تو ضرور ہے اور یہ قول آکلین صدقہ کا لغو سو قیاس خود لغو ہے الفارق ہے دوسرے یہ کہ دعا فخر عالم کی زیادہ ہوجانے کی اور ازالہ نقصان قدر طعام کی تھی اور یہ دعا مثل اصلاح ظاہر کے ہے کہ ہم لوگ ہاتھ سے اصلاح ظاہر اور ازالہ فساد و نقصان کرتے ہین اور فخر عالم نے اصلاح نقصان فی ذاتی طعام کی اپنی کلام سے فرما دی پس یہ فعل مزیل نقصان تھا اور فاتحہ مین افساد طعام ہے کہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور آکلین اور قاری دونون کی شہوۃ متعلق طعام سے ہے تو گویا افساد خلوص اور نیت آکلین کا بھی ہے لہذا فعل مصلح کو مقیس علیہ فعل مفسد کا بنانا فہم مولف کا ہی ہے اور کوئی اہل علم ایسی لغویات نہ کہیگا تیسرے فخر عالم علیہ السلام نے دعا برکت فرمائی یہان قران پڑھتے ہین قرآن عبادت ہے کہ طعام کے آنیکے بعد مکروہ ہی عبادت کا خشوع جاتا رہتا ہے اور طعام کا نقصان اور تعظیم طعام کے بالکل خلاف ہے مسلم نے روایت کیا لا صلوۃ بحضرۃ الطعام الحدیث اور ادب طعام مین ہے کہ بعد روٹی آنیکے انتظار سالن کا بھی مکروہ ہے چنانچہ احیاء العلوم وغیرہ مین مذکور ہے چوتھے یہ کہ وہ طعام کھانیکے واسطے نہین تھا بلکہ بڑھانے کیواسطے تھا تو ابتک اوس کے کھانے کا وقت نہ آیا تھا جب آپ دعا کرکے فارغ ہوئے تو وقت کھانیکا ہوا اور بعض معجزات مین محض زیادہ ہونیکے بعد اوٹھا رکھنا منظور تھا بخلاف فاتحہ کے کہ اسکا وقت کھانیکا ہے اپنے سر سے کام مین لگنا مناسب نہین پس فاتحہ کو قیاس وقائع ان احادیث پر کرنا محض فہم و علم سے عاری ہے ایصال ثواب کا اثبات تہا زیادۃ طعام کا مسئلہ پیش کیا پھر سبکے بعد یہ فعل مباح ہو مگر فعل مندوب مین بھی جب مشابہت عارض ہوجاتی ہے یا تعین و تاکد کی بدعت حادث ہوجاتی ہے تو وہ مندوب نہین رہتا غیر مشروع ہوجاتا ہے تو اب کہ یہان یہ امور غیر مشروع موجود ہین تو باوصف تسلیم مذہب کے بھی مولف کو سم قاتل ہوجاویگا غرض فہم کلام سے مولف کو منافات کلی ہے ہان اگر قبل طعام کے آنیکے یا کھانے کے بعد کوئی بخوشی اپنے ثواب میت کو پڑھکر پہونچا دیوی بشرطیکہ اس مین بھی تاکد نہو تو کوئی منع نہین کرتا یہ کیون کیا جاوے کہ طعام سامنے رکھکر قرأۃ و دعا شروع ہوا و عجیب اور جملہ مانعین بدعت لکھتے ہین کہ ثواب ایصال ذکر و طعام کا مستحسن ہے اور مولف کا غزوہ تبوک کے واقعہ مین کہا پیر لاکھ آدمی گواہ ہین یہ ہذیان غیر مفید ہے کیونکہ اگر کروڑ آدمی کے روبرو یہ قصہ ہوا اور پھر راوی واحد نے بیان کیا جب بھی خبر واحد ہی رہیگی متواترہ ہووے گی سو یہ گواہی مولف کو کیا مفید ہوی اور جو لاکھ کی گواہی آج تک تواتر ثابت ہوجاوے تو بھی اسیقدر مضمون مذہب کا

ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان • **تنبیہ** ہان اگر کوئی کم فہم عوام مین ایسا ہو کہ ثواب عبادت مالی کو یون سمجھے کہ بغیر فاتحہ پڑھے نہین پہونچتا

اس عقیدہ کو بد کہنا چاہیے اور اوسکو زجر و توبیخ کرنا چاہیے کیونکہ اوس نے حکم اطلاق نصوص فرمان مصطفوی کو علیہ افضل التحیۃ والسلام

مقید کر دیا لیکن برتاؤ علمدرآمد لوگون کا دیکھکر یون معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ اونکا نہین اس لئے کہ جب میت کی طرف سے کچھ کپڑا یا روپیہ

مسجد یا مدرسہ مین دیتے ہین تو فاتحہ پڑہکر نہین دیتے اس سے معلوم ہوا کہ عقیدہ اون کا یہ ہے کہ ثواب عبادت مالی کا بدون فاتحہ کے پہنچ جاتا

ہے اسی طرح جب ختم قرآن شریف یا قل ہو اللہ وغیرہ پڑہکر میت کو بخشتے ہین یا قبرستان مین جاکر اوپر فاتحہ پڑہتے ہین اوس صورت مین یہ لازم

نہین پکڑتے کہ اسوقت مین کچھ صدقہ بھی ضرور چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ اون کے نزدیک ثواب عبادت بدنی کا بدون عبادت مالی کے پہونچ جاتا

ہے جب عقیدہ یہ ٹھیرا تو اون کے حق مین کچھہ مضر نہین فاتحہ پڑھنا بعض صورتون اطعام طعام و تقسیم شیرینی وغیرہ مین اسی واسطے بزرگان دین کا

رہیگا جو قطعی الثبوت ہوگیا سو اس سے بھی جواز فاتحہ کا ثابت ہوگا ہان فعل فخر عالم علیہ السلام کا قطعی الثبوت ہو جاویگا جسکا حاصل ندیشہ

مگر مولف کی قسمت مین ہی کم فہمی سے حرمان ثبوت اوسکے مدعا کا حاصل رہیگا اب یہ بھی یاد رہے کہ مولف فقط کا ترجمہ ہی کرتا ہے اگرچہ معانیٔ

اوسکی بہت ہین مگر ترجمہ حدیث کی خطا بتانی ضروری ہے اقط پنیر کو کہتے ہین نہ دہی کو اور اوپر سے معلوم ہوا کہ دعا فخر عالم علیہ السلام کی

ضروری تھی اور فاتحہ کی دعا لغو اور لغو کا ترک مناسب ہے والذین ہم عن اللغو معرضون حق تعالی مدح مین فرماتا ہے پس قول مولف کا کہ

ہمارے واسطے جو دعا ضروری ہے طعام پیدا کرتے ہین بالکل لغو ہوگیا محض بمعنی ہے **قولہ** تنبیہ الخ **اقول** الحمد للہ کہ مولف کو بہت کچھ

اپنا وقت ضائع کرکے اور کشف اپنی حقیقت علمی کا کراکے تبنہ ہوا کہ اطلاق نصوص کا مقید کرنا ضلالت ہے اور اس عقیدہ پر عوام کو

زجر و توبیخ لازم ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ امر بدعت ضلالہ ہے مگر اپنی عادت سے مجبور ہوکر انحراف کیا کہ عوام کا یہ عقیدہ معلوم نہین ہوتا بہر

حال اصل مسئلہ مین تو مولف موافق مانعین کا ہوگیا اب خلاف عقیدۂ عوام مین رہا کہ یہ ہے یا نہین اس فقرہ نے ساری تحریر مولف

کی بیہودہ بنادی کیونکہ جب مولف کا یہ عقیدہ ہو کہ تقیید مطلق کی بدعت ضلالہ ہے اور یہی مانعین کا عقیدہ ہو تو بس اس کا اثبات کرنا

تہا کہ لوگون کا یہ عقیدہ نہین اسقدر درد سری بیہودہ سے کیا حاصل کیا بس خیر گذشتہ را صلواۃ اب مولف پر اوس کا قول صادق آگیا

کہ فجر کا بھولا شام کو آیا الخ اب کلام عوام کے عقیدہ مین ہی مانعین کہتے ہین کہ یہ عقیدہ ہے اور یہہ امر بدیہی ہے مولف تجربہ کرلیوے

بلکہ خواص کالانعام کا گو عقیدہ یہ نہین مگر علمدرآمد اونکا بہی مثل عوام کے ہے **قولہ** اسلئے کہ جب کپڑا الخ **اقول** یہ دلیل بالکل ناتمام

سو فہم سے ناشی ہے اسواسطیکہ قران کو موقوف علیہ طعام کا کوئی نہین جانتا قران کا ثواب عوام کے نزدیک مطلق ہے تو اوس مین

کلام ہی نہین اور طعام کا ثواب موقوف کلام پر جانتے ہین علی ہذا نقد و پارچہ کو بھی مطلق جانتے ہین پس جسقدر کو عوام نے مقید کیا اوسکو ہی

بدعت کہا گیا اور جسکو اپنی اطلاق پر رکھا اوسکو بدعت نہین کہتے مگر یہ دلیل تو اوس وقت مفید ہوتی کہ کسی نے تلازم مالی و بدنی کا

جمیع صورتون مین عوی کیا ہوتا یہ تلازم خود ہی مولف کے شکم سے نکلا ہے اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ ہنود کے یہان فقط کہانے پر بید پڑھتے ہین اور

کپڑے و نقد وغیرہ پر نہین پڑہتے اس سبب سے عوام جہال نے بھی طعام پر کچھہ پڑہنا مقرر کیا نہ ہر شے پر غرض مولف کی یہ دلیل کہ جو ثواب قرات

کا موقوف طعام پر عوام کے نزدیک نہین تو اسکا قلب بھی نہین ہوسکتا کیا عمدہ دلیل ہے حاجت بیان نہین مولف کی منطق خوانی کا نتیجہ

اس طریقہ پر عمل رہا ہے عنقریب ہم نقل کرینگے باقی رہی یہ بات کہ بعضے آدمی جو زیادہ احتیاط کرتے ہین کہ دو بقبلہ بیٹھتے ہین اور مکان پاکیزہ
وصاف مین پڑھتے ہین سو یہ بات کچھ فرض نہین بلکہ قسم ادب سے ہے آپکے مسلم الثبوت علمار کے کلام مین موجود ہے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ
علیہ تعزیہ کے پاس مع ودود فاتحہ پڑھنے کے لیئے سوالات عشرہ محرم مین رقم فرماتے ہین - فاتحہ و درود فی نفسہ درست است لیکن درین قسم جائے نوحے
بے ادبی میشود زیراکہ نجاست معنوی وارد و فاتحہ و درود جائے باید خواند کہ جا پاک باشد از نجاست ظاہری و باطنی انتہی - اس کلام سے صاف
ثابت ہوا کہ فاتحہ پاکیزہ جگہ مین پڑہنی چاہیئے اور مولوی اسمعیل صاحب صراط مستقیم مین موافق تعلیم اپنے مرشد سید احمد صاحب کے لکھتے ہین - اول
طالب باید کہ باوضو دوزانو بطور نماز بنشیند و فاتحہ بنام اکابر این طریقہ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری و حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکی وغیرہما خواندہ التجا بجناب حضرت ایزد پاک بتوسط این بزرگان نماید الی آخرہ مکان پاک مین رو بقبلہ ہو کر فاتحہ پڑھنا آداب کے سامان
بزرگوارون کے کلام سے جنکو ہم مستند جانتے ہو ثابت ہوگیا اب اگر کوئی یہ کہے کہ فاتحہ یعنی الحمد کو مقامات ایصال ثواب مین کیون اختیار کیا ہے
جواب دے سکتا ہے کہ الحمد کو فضیلت بڑی ہے کل سورتون پر سیرت حلبی اور تفسیر عزیزی مین ہے کہ اگر فاتحہ کو ایک پلہ ترازو مین رکھین اور تمام
قرآن دوسرے پلہ مین تو فاتحہ یعنی الحمد غالب ہوگی سات حصہ اور تفسیر روح البیان مین ہے جس نے پڑہی الحمد دیگا اوسکو اللہ تعالی ثواب
گویا کل قرآن پڑہا اور گویا اوس نے صدقہ کیا کل مومنین اور مومنات پر انتہی اسلئے اہل اسلام مین یہ رسم پڑگئی کہ جب کوئی اپنی میت کے لیئے
کچھ کہانا یا شیرینی دیتا ہے تو الحمد پڑھ دیتا ہے اسکے پڑھنے سے یہ اجر ہوتا ہے گویا جمیع مومنین و مومنات پر صدقہ دیا خدا کی قدرت ہے اصحاب
فاتحہ تو کس کس درجات کو پہونچ رہے ہین اور منکرین اس فعل پر غصہ کھا کر کیا کیا خاک اڑا رہے ہین ع ہر کسے را بہر کارے ساختند
ہی ایسا عوجی مین پڑھا تہا کہ مقدمہ کا عکس لازم ہوتا ہے مولف نے اوس قاعدہ کو ثواب عبادت مالی و بدنی کا مقدمہ بناکر اوسپر جاری
کردیا لاحول ولا قوۃ الا باللہ اس تقریر پہ لڑکے بھی ہنستے ہین اور بزرگان دین کا یہ طریقہ نہین ہان مولف کے بزرگان مبتدعین کا ہوگا **قولہ**
باقی رہی یہ بات کہ بعض جو زیادہ الخ **اقول** ہرگاہ کہ یہ فاتحہ خوانی سرے سے بدعت ہوگئی تو بحث توجہ قبلہ اور نظافت مکان کی خود ذہوگئی
اور مسلمان کو ہر حال توجہ قبلہ و نظافت مستحسن ہے اسکے جواب کی حاجت نہین اور یہ بات کے مدعا کو ہرگز مفید نہین کہ کلام اس مین ہے کہ طعام کا
شراب روبرو رکھکر مروجہ قرارۃ جس ہیئت کا سوال سائل کرتا ہے کیسا ہے سو ثابت ہوگیا کہ مکروہ و بدعت ہے اور شاہ عبد العزیز کے سوالات
عشرہ کو اگر تسلیم کیا جاوے کہ اونکے ہی ہین تو وہ فاتحہ و درود کو فی نفسہ درست لکھتے ہین نہ طعام آگے رکھکر جسکی بحث ہے اور نجاست معنوی
بدعت کی جگہہ پڑھنے کو بے ادبی فرماتے ہین اور بے ادبی قرآن کی حرام ہے اس سے ثابت ہوا کہ بدعت کے محل پہ قرآن پڑھنا حرام ہے
یہان فاتحہ مروجہ مین بھی باعتراف مولف بدعت موجود ہے کہ تقیید مطلق نص کا یہان موجود ہے اور تشبہ ہنود کا بھی ظاہر ہے پس قیاس
اس کلام کا حرمت اس فعل کو تقاضا کرتا ہے مگر مولف بیخبر ہے علی ہذا صراط مستقیم مین فرق تقرب الی اللہ کا ہے اوس مین نظافت ضروری ہے
اور فاتحہ سے مراد ایصال ثواب بروح صاحب طریقت ہے اور یہ دونون امر نظافت طلب ہین مگر طعام سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا کہ بدعت ہے
اور نجاست معنوی ہے اوسکو اس سے کچھ مناسبت نہین یہ محض کم فہمی مولف کی ہے علی ہذا تعیین قراءۃ الفاتحہ لایصال الثواب مکروہ ہے ہرچند
کسی نے بہین غرض مذکور مولف کے فاتحہ کو اختیار کیا ہو مگر اب اوسی وجہ سے زجر و توبیخ لازم ہے جسکو مولف اپنے منھ سے بول اٹھا ہے وکفی

اب یہ مسئلہ ہاتھ اوٹھانے کا سو جواب اوسکا یہ ہے کہ فاتحہ مین دعا بھی کیجاتی ہے اور خود الحمد شریف بھی من وجہ دعا ہے اسکی تعریف مین لکھتے
ہین ہی دعا و قرات صلوٰۃ جب یہ الحمد من وجہ دعا ہوئی اور اسکے سوا اور بھی دعا اوسوقت کیجاتی ہے اور وقت دعا کے خارج نماز کے کیجاتی ہے دونو
مین ہاتھ اوٹھانا مستحب ہے حصن حصین مین ہے من آداب الدعاء بسط الیدین ت مس ورفعہما ع یعنی دعا کے آداب مین یہ ہے پھیلانا دونون ہاتھون
کا روایت کی یہ ترمذی اور حاکم نے اور اوٹھانا دونون ہاتھون کا روایت کی یہ چہون محدثون مصنف صحاح ستہ کے سب نے اور مشکوٰۃ مین حکم نبی
صلی اللہ علیہ وسلم مرقوم ہے اذا سألتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم اور نیز مشکوٰۃ مین حدیث رسول ہی صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من
عبدہ اذا رفع یدیہ الیہ ان یردہما صفرا۔ پس چونکہ فاتحہ میت کی امداد ہے اسلئے ہاتھ اوٹھا کر دعا کرتے ہین کہ خدا تعالیٰ بموجب مضمون حدیث
شریف کے ان ہاتھون کو خالی نہ پھیرے بلکہ مراد سے بھر دے اور مسائل اربعین مین مولوی اسحٰق صاحب نے مسئلہ بیست و دوم کے جواب مین کہ تعریف

اللہ المومنین القتال اور یہ ایک دلیل بدعت ہونے فاتحہ مرسومہ اور سیوم و چہلم وغیرہ کی سب کہ مولف اوسکا مقر ہے یاد رکھنا اوسکا ضرور ہے
قولہ اب یہ مسئلہ ہاتھ اٹھانیکا الخ **اقول** پہلے بھی لکھا گیا کہ مولف کو کہین فہم مطلب نصیب نہین ناحق تقریر یا نکمے سے کام ہے فرادی فرادی
امور مین کلام کرتا ہے اس غرض سے کہ اگر اجزا جائز ہو وینگے تو مجموعہ بھی درست ہو جاویگا اور یہ امر باطل ہو چکا ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ
یہ محل دعا کا نہین طعام سامنے رکھکر دعا ایصال تو لغو ہے اور دعا مغفرت کا موقع نہین کہ خلاف ادب طعام کے ہے اور خشوع کھانیوالون کا رفع
ہوتا ہے اور پھر سائل فاتحہ خوانی مین ہاتھ اوٹھانیکو پوچھتا ہے پس اگر فاتحہ بہ نیت قرآن ایصال ثواب کیواسطے پڑھتے ہین تو قرآن کو ہاتھ اوٹھا کر
پڑھنا کہین شرع مین وارد نہین رکوع سجود مین قرآن کو پڑھنا مکروہ لکھا ہے حدیث مین ہے کہ نہانی ان اقرء راکعا او ساجدا الحدیث پس چونکہ رکوع
و سجود حالت ذلت و عجز بندہ کی ہے اوسوقت مین قرآن مکروہ ہوا نظر بران اگر حالت دست برداشتن مین بھی مکروہ ہو تو لائق ہے کہ حالت ذلت
ہی قطع نظر اسکے ورود شرع کا اسطرح نہین لہذا بدعت ہوا اور اگر فاتحہ بہ نیت دعا پڑھی جاتی ہے تو قرآن نہین اس ہی واسطے جنب کو بنیت دعا
فاتحہ پڑھنا فقہ مین درست لکھا ہے اور فاتحہ مین جو دعا ہے وہ پڑھنے والے کے حق مین ہے نہ میت کے حق مین سبحان اللہ دعا تو میت کیواسطے
کرتا تھا اپنے واسطے کرنے لگا یہ خبط عقل نہ معلوم کسکی ہوئی مانگنے والیکی یا مولف کی۔ دعویٰ تو یہ کہ مردہ کیواسطے دعا کرتے ہین اور اثبات یہ کہ
کھانیوالا اپنے واسطے ہدایت راہ مستقیم کی مانگتا ہے سبحان اللہ اور اول مین یہ لکھ آیا کہ فاتحہ درود پڑھکر دعا ایصال ثواب مانگتے ہین غرض
اس خبط کلام کو دیکھنا لازم ہی سب کے بعد یہ کہ سب جگہہ ہاتھ اوٹھانے دعا مین بھی مستحب نہین جیسا مولف لکھتا ہے بلکہ جہان ہاتھ اوٹھانے ثابت
ہوئے وہان مستحب ہے اور جہان کچھ ثابت نہوا وہان بہی مستحب اور جس جگہہ عدم رفع ثابت ہوا وہان مکروہ۔ علی قاری شرح حصن حصین مین لکھتے ہین کہ
یہ رفع وہان مستحب ہے کہ فخر عالم علیہ السلام سے وہان رفع ثابت ہوا ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور شرح مناسک مین لکھتے ہین کہ ولا یرفع یدیہ عند رؤیۃ البیت
ای ولو حال دعائہ لعدم ذکرہ فی المشاہیر وکلام الطحاوی صریح فی انہ یکرہ الرفع عند علمائنا الثلثۃ ونقل عن جابر انہ فعل الیہود انتہی پھر بعد
نقل قول اوسکے کہ جسنے یہان رفع یدین کو مستحب کہا ہے لکھتے ہین کانہا اعتمدوا علی مطلق آداب الدعاء لکن السنۃ متبعۃ فی الاحوال المختلفۃ الا انہ
انہ علیہ السلام دعی فی الطواف ولم یرفع یدیہ انتہی پس یہ کلیہ مولف کا تو باطل ہوگیا پس استحباب رفع یدین وہین ہے جہان فخر عالم سے ثابت
ہوگیا پھر وہ تین حدیث مولف کی منقول طعام پر دعا کرنے کے باب مین دیکھو اوسمین رفع یدین نہین پس مولف کو لازم ہے کہ یہان بھی رفع یدین

میت مین ہاتھ اوٹھاکر فاتحہ پڑہنا جائز ہے یا نہین لیقم فرمایا ہے ۔ اما دست برداشتن برای دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیراکہ در حدیث
شریف رفع یدین در دعای مطلقا ثابت شدہ پس در ینوقت ہم مضائقہ ندارد لیکن تخصیص آن برای دعا وقت تعزیت ماثور نیست انتہی دیکہیے
بات تسلیم کرکے کہ اس ہیئت خاص سے منقول نہین یہی حکم دیا ہاتھ اوٹھانا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ مطلق دعا مین ہاتھ اوٹھانا ثابت ہی اس
بنا پر ہم کہتے ہین کہ خاص وقت فاتحہ میت کے اگرچہ کوئی روایت ماثور نہو لیکن جب حدیثون مین مطلق دعا کے لئے ہاتھ اوٹھانا آیا ہے تو اس
فاتحہ مین بھی ثابت ہوگیا کیونکہ یہ بھی دعا ہے اب دیکھیے مفتیان فتوی انکاری کوئی بات فاتحہ مذکورہ کو کہتا ہے کہ مخترعات ناپسند شرعیہ سے ہے
اور کوئی رسم ہنود لکھتا ہے افسوس افسوس جس چیز کے اصول احادیث صحیحہ سے نکلتے ہون اوسکو حرام یا رسم ہنود یا ضلالت کہنا انہی نا انصاف
آدمیون کا کام ہے پہلے صلحاء وعلماء تو اسکو مستحسن کہتے آئے ہین مولانا عبد اللہ گجراتی جو بڑے عالم صالح متقی ہمعصر شیخ عبد الحق دہلوی کے تھے

تحقیق یہ ہے کہ مولف کو لازم ہے کہ یہان بھی رفع یدین کو مکروہ خلاف سنت جانے کہ محل دعا کا ہی نہین چہ جائیکہ رفع یدین کا علی ہذا دعا
دخول خانہ مین اور لباس پہننے مین اور خروج خلاء اور نوم کی حالت مین اور دیگر بہت مواقع ہین کہ رفع یدین وہان ثابت نہین اور دعوات
کا پڑہنا ثابت ہی تو سب جگہ یہان رفع یدین مکروہ ہوگا مگر مولف کو ابھی خبر نہین ہوئی پڑھکر خبردار ہوجاوینگے پس اب مولف کو روایات حصن
حصین و مشکوۃ کچھ مفید نہین یا دیمحل رفع مین ہے نہ غیر اوس محل مین اور نہ یہ روایات کلیہ قطعیہ تہی مگر مولف کے فہم پر پردہ ہے علی ہذا روایات
اربعین کی کیونکہ اوس مین بہی وقت دعا کے رفع مطلقا ذکر کیا ہے نہ ہر جگہ اور یہہ تخصیص کو دعا تعزیت مین غیر ماثور کہدیا ہے پس مولف
کا کیا مدعا اس سے نکلتا ہے کہ یہان تخصیص بھی ہے اور عدم رفع بھی یہان ثابت ہی اور خود خبط العشواء بھی مولف کا موجود ہی کہ کہین
فاتحہ مین ہاتھ اٹہانا کہتا ہے کہین بعد فاتحہ کے کہین کچھ کہین کچھ عقل قائم نہین رد محتار مین ہے دعاء التحفیۃ ما یفعلہ فی نفسہ قال
شارح المنیہ لیس فیہا رفع لان فی الرفع اعلانا انتہی اور یہان ایصال ثواب مین دعا خفیہ ہی کہ دین غرض ایصال ثواب کی ہے انتہی
اگر فقیر مدعو آگے یا پیچھے طعام کے فاتحہ یا کچھ قرآن پڑہکر ثواب میت کو پہونچا دے تو دل سے نیت ایصال ثواب کی کرے اور طعام کی ایصال
کی تو نیت بھی لغو ہی کیونکہ اوسکی نیت صاحب طعام کرچکا ہے یہ کون ہے پس دعوی کلیہ رفع یدین کا مولف کا باطل ہوا اور اس محل مین رفع یدین
کا ہونا ثابت ہوگیا اور اطلاق ایصال کو اس قید سے مقید کرنا محقق پس حسب اعتراف مولف کی بدعت ضالہ ہوا اور تشبہ ہنود کا بھی اسمین
مقرر ہے کیونکہ تمام ہنود مین رسم ہے اور اونکا یہ شعار ہے کہ طعام پر بید پڑھواتے ہین جسکا دل چاہے ہنود سے تحقیق کرلیوے مولوی عبد اللہ
تحفۃ الہنود مین لکھتے ہین کہ ہر سال جس تاریخ مین کوئی مرا اوس ہی تاریخ ثواب پہونچاتے ہین اور اوسکو ضرور جانتے ہین اور پنڈت اوس
کھانے پر بید پڑہتا ہے انتہی پس اب بدعت ہونا اور مکروہ ہونا اس فاتحہ مروجہ کا ثابت بنصوص ہوگیا پس مفتیان دیندار اگر اسکو مخترع
ناپسندیدہ شرعیہ کہین یا رسم ہنود کہین بہت بجا اور حق ہے کہ اصول نصوص سے اوسکی مذمت ثابت ہوچکی **قولہ** مولوی عبد اللہ گجراتی الخ
اقول بعد ثبوت منع کے کلیات نصوص سے اگر مولوی عبد اللہ گجراتی اور جامع الاوراد اوسکو جائز لکہین تو ہرگز قابل اعتبار نہین اور ہمکو اونکے
قول کی توثیق کی حاجت نہین معہذا یہ تاویل کرسکتے ہین کہ یہ تخصیصات وتعینات رسوم صالحہ اوسوقت تک ہین کہ التزام اوسکا نہو اور عوام
کے قلوب مین رسوخ کا اندیشہ نہو کبہی کبہی ترک بھی کردیا کرین کیونکہ جب مستحب بھی ان وجوہ سے مکروہ ہوجاتا ہے تو رسوم صالحہ مردم کی بطریق اولی

وصیت نامہ مین لکھتے ہین تخصیصات در اوضاع تراکیب با کولات و تعینات در مفروات بفاتحہ و نیاز ہائے بزرگان از رسوم صالحہ است انتہی اور جامع الاوراد مین ہے اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقرا دہد البتہ ثواب می رسد۔ اور اسی جامع الاوراد مین ہے چون قرآن ختم کنند اول پنج آیت خواندہ دست برائے فاتحہ بردارد و ثواب ختم بارواح ہر کہ خواہد بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بخشند۔ یہ وصیت نامہ اور جامع الاوراد کی عبارتین مطعام قادری مین ہین اور زبدۃ النصائح مطبوعہ مطبع محمدی جو ۱۲۸۲ھ کی مطبوعہ ہے اوس مین مولانا برہان الدین مرحوم کی یہ عبارت صفحہ ۹۸ پر موجود ہے ہمین است مضمون فاتحہ مرسومہ پس ثواب سہ بار قل ہو اللہ و الحمد و قل دہم ثواب بذل طعام منذور بروح آن جناب خواہد رسید۔ اب اس فرقہ کے بزرگوارون کا احوال سُنیئے مجموعہ زبدۃ النصائح مین صفحہ ۱۲۳ پر استفتا شاہ ولی اللہ صاحب کا مرقوم ہے سائل نے سوال کیا تھا کہ کسی نام کا مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست ہے یا نہین اور ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیا کا درست ہے یا نہین شاہ ولی اللہ صاحب نے اوسکے جواب مین ذبیحہ کو حرام فرمایا اور ملیدہ شیر برنج کی نسبت یہ الفاظ لکھے۔ اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشان پزند و بخورانند مضائقہ نیست و طعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن جائز است انتہی کلامہ۔ دیکھیئے کھانے پر فاتحہ دینا خاص فتوی شاہ ولی اللہ سے ثابت ہے اور نیز شاہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مین فرماتے ہین پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالی سوال نمایند الی آخرہ جائز اور مباح ہونا تو در بات ہی یہان تو امر فرما رہے ہین کہ اس طرح پڑہین اس سے زیادہ کیا سند ہوگی اور شاہ عبد العزیز صاحب سوالات عشرہ محرم کے جواب سوال نہم مین کہ کھانا اُن چیزون کا جو نذر و نیاز تعزیہ کے سامنے رکھکر فاتحہ پڑہتے ہین کیسا ہی مکروہ ہو جاویگی پس مولف کو اس سے کوئی مدد نہین ملتی جامع الاوراد کا کہنا اگر بر طعام فاتحہ کردہ الخ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ طریقہ ایصال کا بدعت ہو مگر بشرط نیت صالحہ کے ثواب پہونچ جاتا ہے اگرچہ اس فعل کی معصیت بھی ہوتی ہے دوسری روایت جامع الاوراد کی مین یہ وضع بوجہ اباحت کے لکہی ہوگی اور یہ ہر گاہ کہ عوام مستحب اوسکو جاننے لگین چہ جائیکہ ہو کدا وسوقت بدعت ہو جاویگی بہر حال مولف کو کسی وجہ سے معین نہین اولاً ثبوت مین ان روایات کے کلام ہے کہ غلط ہین یا صحیح دوسرے نصوص صحیح کے مقابلہ مین قابل التفات نہین تیسرے تاویل کی گنجایش ہے کہ مدعی مولف مین ظاہر و نص نہین پس ایسی روایات سے کیا فائدہ ہوتا ہے صحاح ظواہر کو چھوڑ کر ضعاف غیر معتبرات پر ہاتھ ڈالنا نہایت عجز اور بد دیانتی کی بات ہے مولف مولوی امیر باز خان کو رسم مفتی تلقین کرتا تھا آپ اوسپر عمل نہین کرتا کہ ایسے تار عنکبوت سے پناہ پکڑتا ہے بہر حال مولف کو فقط سوائے کاغذ سیاہ کرنے کے کچھہ نفع نہین ہوا اور مانعین کو ان عبارات سے کچھہ حرج نہین ہوتا وہ اس عمل کے بدعت ہونیکے قائل ہین نہ کہ ایسی صورت مین منکر وصول ثواب کے مگر مولف کو کچھہ خبر نہین کہ کیا ہے مولف قائل ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا قید پر راجع ہوتا ہے پس اصل ایصال درست اور قیود و بدعت علی ہذا مولوی برہان الدین کا قول اگر بمقابلہ نصوص مولف کے نزدیک معتبر ہے تو اوس مین وصول ثواب کا اثبات ہے نہ رفع بدعت کا اور شاہ ولی اللہ صاحب کے کلام میں یہ فقرہ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد خود معلوم ہو لیا کہ فاتحہ دادن کے معنی ایصال ثواب کے ہوتے ہین مجاز متعارف کے طور پر یا عرف عام کی وضع پر علی ہذا عبارت انتباہ مین مگر مولف نے فہم پر آفرین ہے کہ ان عبارات مین کہین بہی طعام رو برو رکھکر ہاتھ اوٹھا کر فاتحہ کا پڑہنا نہین نکلتا ہے فقط مولف کے ذہن مین ایک

لکھتے ہین طعامیکہ ثواب آن نیاز حضرت امامین نمایند و بران فاتحہ و قل و درود خوانند تبرک میشود خوردن آن بسیار خوب است لیکن بسبب

بردن طعام پیش تعزیہ ہا و نہادن آن طعام پیش تعزیہ ہا تمام شب الشبہ بکفار و بت پرستان می شود پس ازین جہت کراہیت پیدا می کند والله

اعلم دیکھیے کہانے کے اوپر فاتحہ کا پڑہنا شاہ صاحب کے کلام مین صاف لکھا ہوا ہے واضح ہو کہ سب سے زیادہ فاتحہ وغیرہ منع کرنے مین مولوی اسمعیل صاحب

مشہور ہین حال اونکا یہ ہے کہ وہ تاریخ اور دن کی پابندی کو منع کرتے ہین اور اسپر بھی کوئی آیت یا حدیث سے ممانعت نہین کرتے فقط بعضی

مصلحتین بیان کرتے ہین چنانچہ مقامات تعین تاریخ بستم و چہلم وغیرہ مین ہم اونکی عبارت لکھینگے لیکن کھانے کیساتھ فاتحہ پڑہنے کو کبھی

منع نہین کیا صراط مستقیم مین لکھتے ہین نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایمعنی بہتر و افضل است

الی آخرہ - ان عبارات منقولہ بزرگان سے اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے نزدیک صاف ثابت ہوگیا اب اگر بعضے جیسا منکرین

مین سے زبردستی الزام دین فاتحہ کرنیوالون کو کہ ان لوگون کا اعتقاد یہی ہے کہ ثواب کھانے کا بے فاتحہ نہین پہونچتا اور فاتحہ اور پنج آیت وغیرہ

نقشہ جم رہا ہے اپنے خیال کی لوح سے نقل کرتا ہے اور فرماتے ہیں بدعت ہے یہ چشم عبرت ہو نہ حیا و تنبہ اگر فاتحہ کا پڑھنا بھی مسلم ہو تاہم رفع

یدین طعام کا سامنے رکھکر پڑہنا جسکے اثبات مین سرگردانی ہو رہی ہے ہرگز بھی نہین نکلتا جسکو سائل پوچھتا ہے اور مفتی بدعت کہتا ہے

اور اوسکے اثبات سنت مین مولف کمر باندہے ہوئے ہے ڈہیلے پتھر جمع کر رہا ہے اور دعوی کچھ دلیل کچھ شرم ندارد اور سوالات عشرہ کے

جواب شاہ عبدالعزیز کی طرف سے ہونے مین کلام ہے اگر اونکے ہی ہین تو یہ تصرف ہوا ہے کہ طعام نیاز قل فاتحہ پڑھنے سے تبرک ہوجاتا

ہے یہ قول ہرگز صحیح نہین زکوۃ کہ اعلی درجہ کا صدقہ فرض ہے وہ بھی تبرک نہین ہوتا اور کوئی صدقہ تبرک نہین بنتا پس نیاز امامین کہ

وہ بھی صدقہ ہے کسطرح تبرک بنگیا بلکہ سب صدقات کو اوساخ الناس حدیث مین فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کو منع ہوئی اور جو قرآن پڑہ جانے سے

تبرک ہوا ہے تو چاہیے کہ جس گھر مین کوئی قرآن پڑہے سارے گھر کا طعام تبرک ہوجایا کرے بہر حال یہ بہتان شاہ عبدالعزیز صاحب پر ہے اور

خلاف قواعد حدیث و فقہ کے ہرگز صحیح نہین مولف کو یہ تنگی ہو رہی ہے کہ ایسی ایسی روایات سے اثبات مدعا ہے سبحان اللہ مگر درست ہے

اوسکا مبلغ علم اتنا ہی ہے اور مشہور ہے کہ الغریق یتعلق بکل حشیش - علی ہذا صراط مستقیم مین نفع رسانی اموات بالطعام و فاتحہ خوانی

ہے اس سے جمع کرنا دونون کا ایک حالت مین یا طعام روبرو ہونا قرارت کی حالت مین کہان سے مفہوم ہے واو مطلق جمع کیواسطے

ہوتا ہے اور رفع یدین کس لفظ سے پیدا ہوا ہے صراط مستقیم مین اول اس ہیئت کو بدعت فرماکر منع کیا تہا آخر مین فرمایا کہ ہمارے اس منع

سے ایصال ثواب کا منع کوئی نہ سمجھ لیوے تو اوسکو تصریح فرمادیا کہ اصل ایصال مالی بدنی سب جائز ہے بدعات سے منع کرنا ہے اب قول مولف

کا کہ اثبات فاتحہ مرسومہ کا اہل عقل و انصاف کے نزدیک ہوگیا کمال شوخی ہے یا بلادت اور کیا کہا جاوے **قولہ** اب اگر بعض صاحب

زبردستی الخ **اقول** زبردستی کوئی نہین کرتا عوام کا اعتقاد تجربہ کر کے دیکھلو اور خواص کا معاملہ مثل واجب کے التزام سے اور ملامت تارک سے

مشاہد ہے آنکہ کھولکر مولف ہی دیکھ لیوے اور افترا ہر روز ہوتا رہتا ہے مولف بھی مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب

پر افترا کر چکا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ عقیدہ وجوب کا نہین تاہم اصرار اوسپر بدعت و قبیح ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز مین لکھتے

ہین و سر آن آنست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر است متعین است برای رسانیدن جان جانور برائے ہر کسیکہ منظور باشد چنانچہ

پڑہنے کو یہہ لوگ یوانے ہین جانتے کہ یہہ امر خیر ہے اور ثواب کی بات ہے بلکہ اسکو فرض واجب جانتے ہین جواب سکا یہ ہے کہ منکر لوگ ایسے ایسے زبردستی افترا باندہ
کرتے ہین شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو ہر سال اپنے باپ کا عرس کرتے تھے اون پر مولوی عبد الحکیم پنجابی نے یہہ اعتراض لکہا ہے کہ تمنے عرس کو فرض سمجہ رکہا
ہے سال بسال کرتے ہو اوسکا جواب شاہ صاحب موصوف نے لکہا ہے زبدۃ النصائح مطبوعہ ۱۲۸۳ھ کے صفحہ ۲۴ مین ہے۔ این طعن مبنی است بر جہل احوال
مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را ہیچکس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان بامداد ثواب تلاوت قرآن و دعا
خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علما و تعیین روز عرس برای آن است کہ آنروز مذکر انتقال ایشان می باشد و ہر عمل بدار الثواب
بعد اس عبارت کے شاہ صاحب نے **عرس کی اصلیت احادیث** سے ثابت فرمائی ہے در منثور و تفسیر کبیر وغیرہ سے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ کان یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار و الخلفاء الاربعۃ ہکذا یفعلون انتہی۔ اس تقریر سے چند باتین
فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برای رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح الخ اس سے یہہ صاف ظاہر ہے کہ عوام کے نزدیک یہ طریق
ایصال کا متعین ہے سو تقیید مطلق سے بدعت ضلالہ ہوا لقول مولف بھی اور جب کوئی طریق نہین سوائے اسکے تو یہ طریق واجب ہوا اگر یہ بھی پاس کے
واضح ہو اگہ شاہ عبد العزیز کے نزدیک یہ طریق ایصال کا بدعت و ناجائز بھی ہے بس سوالات عشرہ کی تکذیب ظاہر ہو گئی کہ اوسمین جواز و تبرک
لکہا تہا حالانکہ یہان نجاست معنوی بدعت کے باعتراف موجود ہے مولف غور سے مطالعہ فرماوے تاکہ اوسکی آنکھ کھلجاوے۔ الحاصل عوام کے نزدیک
تعیین طریق ایصال ہونا بفاتحہ مروجہ شاہ صاحب کی تحقیق سے معلوم ہوا اور حسب اقرار مولف یہ قابل زجر و توبیخ کے اور بدعت ضلالہ ہوا اتخصاص
بھی عرس کا م کا کرنا جس سے عوام کو خرابی ہو خود ہی ممنوع ہوا کہ موجب اضلال عوام کا ہے اور یہی مدعا مانعین کا تہا اور مولوی عبد الحکیم صاحب نے شاہ صاحب
پر اعتقاد فرضیتہ عرس کا اعتراض کیا تہا شاہ صاحب نے اوسکا انکار کیا اور ایصال ثواب و زیارت قبور کو مستحسن فرمایا سو اس مین کسی کو انکار نہین مگر
عوام کو تو یہی اس عقیدہ سے نہین کیا بلکہ عوام کا یہ عقیدہ تفسیر عزیزی مین خود فرما دیا اور بطور التزام کے تعیین یوم زیارۃ کو عقلاً لکہکر ایک حدیث
لکہدی ہے گو وہ ضعیف ہے نہ بطور احتجاج و تصحیح اس حدیث و عمل کی اور دلیل اسکی یہ ہے کہ عجالہ نافعہ مین خود شاہ عبد العزیز لکہتے ہین کہ طبقہ رابعہ
کی احادیث پر اعتقادیات اور عملیات ہر دو نون مین عمل کرنا درست نہین پس اس روایت در منثور وغیرہ پر کہ طبقہ رابعہ سے ہین کسطرح عمل درست
ہو سکتا ہے حالانکہ حدیث صحیح لا تتخذوا قبری عیدا اسکی معاند موجود ہے اور مانع عرس کی ہے قال صاحب المجمع لا تجعلوا قبری عیدا ای زیارۃ قبری
عیدا او قبری مظہر عید ای لا تجمعوا الزیارۃ اجتماعکم للعید فانہ یوم لہو و سرور و حال الزیارۃ بخلافہ و کان داب اہل الکتاب فاورثہم القسوۃ و من یعظم
عبدۃ الاوثان حتی عبدوا الاموات۔ انتہی۔ اب دیکہو کہ عرس کو حدیث صحیح نے بالکل حرام کر دیا اور مولف بھولگیا کہ صحیحین کے مقابلہ مین نسائی کی
روایت کو بحث بدعت مین قابل عمل نہین رکہتا تہا حالانکہ وہ حدیث صحیح تہی اور معارض بھی نہین تہی اب اس حدیث شیخین کے مقابلہ مین ضعیف
روایت کہ قابل احتجاج بہی ہرگز نہین کسطرح درست ہو گئی مولف کو واجب ہے کہ اسکو حسب اپنے قاعدہ کے رد کر دیوے معہذا حدیث مجمل ہے کہ راس
حول سے نہ معلوم کیا مراد ہے یا محرم ہے کہ قدیم عرب مین راس حول تہا یا ربیع الاول کہ راس سال ہجرت ہے یا شہادت کہ شوال تہا پس مجمل پر عمل درست نہین
بہر حال شاہ صاحب نے الزاماً یہ روایت نقل کر دی ہے ورنہ ہرگز قابل احتجاج کے نہین پس اصلیت عرس کی ہرگز ثابت نہین جیسا مولف اپنے زعم مین سمجہ
بیٹہا ہے پس **قولہ** اس تقریر سے چند باتین ثابت ہوئین الخ **اقول** سب لغو ہو گیا کیونکہ اصلیت عرس کی اس حدیث سے جب ثابت

ثابت ہوتین **ایک** یہ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے عرس کی اصلیت حدیث سے پہنچائی یعنی ابن منذر اور ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتین جو در
منثور اور تفسیر کبیر سے نقل فرمائی ہین اون مین یہ بات ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سال بسال شہداء احد کی قبور پر ہر برس کے سر سے پر تشریف
لاتے تھے اور اسیطرح بعد آپ کے خلفاء راشدین کرتے رہے غرضکہ اصلیت عرس ثابت ہوگئی اب جو کوئی شاہ صاحب موصوف کے خاندان میں ہوکر
اپنے بزرگان کا کلام رد کرے اوسکو اختیار ہے **دوسری بات** یہ کہ قبور صالحین کی زیارت موجب برکت ہے **تیسری** یہ کہ قدیم سے عام
لوگ زبردستی بلفظ دیا کرتے ہین اور افترا باندھا کرتے ہین کہ ان لوگون نے اس کام کو فرض یا واجب جان رکہا ہے چنانچہ شاہ عبد العزیز صاحب
ہی شائل مین یاد فرماتے ہین این طعن مبنی است بر جہالت الخ پس اسیطرح جو لوگ فاتحہ کرنے والون پر اور محفل مولد شریف کرنیوالون اور قیام
کرنے والون پر اعتراض کرتے ہین کہ یہ لوگ ان چیزون کو فرض یا واجب جانتے ہین اوسکا وہی جواب ہے جو شاہ صاحب نے فرمایا **چوتھی** یہ کہ فتوے
انکاری مین مولوی امیر باز خان التزام امر مستحب کو حصہ شیطان کا ثابت کرتے ہین تو کلام شاہ عبد العزیز صاحب کا رد ہوگیا مولوی صاحب سے معلوم
ہوگیا کہ مستحب کا نباہ دائمی کرنا خوب ہے **پانچوین** یہ کہ ایک وقت مین جمع بین العبادتین یعنی قرآن اور دعا اور تقسیم شیرینی و طعام کرنا برا نہین بلکہ
مستحسن اور خوب ہے اور خوب بھی کیسا کہ باجماع علماء اور اتفاق صلحاء کے اب کہیئے اجماع علماء اور اتفاق صلحاء کے آگے تم بے پیرون کے اجتہاد اور ڈہوٹ کو کون سنے **تتمہ** مولوی
یعقوب علی مدرس مدرسہ نظامیہ نے اپنے تمام پیشوایان متقدمین اور متاخرین کے مسائل ہو دلائل انتخاب کرکے فاتحہ وغیرہ کی مذمت مین ایک رسالہ
لکہا جسکا باعث اول ایک شخص خیر اللہ ہوا تہا اور وہ رسالہ دہلی مطبع فاروقی مین چہپا اوس رسالہ کی تعریف صفحۂ اول مین یہ لکہی ہے ایسا بحد
مسند مدلل اور محقق ہوا کہ آج تک کہین نہین چہپا تہا اور نہ دیکہنے مین آیا اور نام اوسکا سیف السنتہ رکہا انتہی کلامہ چونکہ تعریف اس رسالہ کی
بقول شخصے اپنے منہ میان مٹہو بہت کچہہ لکہی ہے اس مین اندیشہ ابتلای عوام کا ہے اسلیئے مین بطور اس انوار ساطعہ کا چاہتا ہون کہ اس سیف
السنتہ کے دلائل کا کند ہونا اور بددیانتی کا زنگ لگا ہونا جو ہر شخص کو دکہلا دون۔ مولوی مذکور صفحہ ۲ سیف السنتہ مین لکہتے ہین یہ جو

ہوتی کہ یہ حدیث مفسر صحیح ہوتی اور اوسکی معارض حدیث نص و صحیح نہوتی اور قبور صالحین کی زیارت اوسوقت موجب برکت و جائز ہے کہ
کوئی محذور شرعی لازم نہ آوے اور التزام مستحب کا بہی بدعت ہے بسبب تقید اطلاق کے بقول مولف پس یوم عرس اگر معین ہوگا وہی
محذور و بدعت لازم آویگا۔ اور جمع بین العبادتین درست ہے بشرطیکہ اوسکی ترکیب سے کوئی ہیئت غیر مشروع نہ پیدا ہو جاوے سباقی ہزلیات
مولف کا جواب محقق پہلے ہوچکا ہے ضرورت اعادہ کی نہین اب جو بے پیر اور بے راہ ہی خود معلوم ہوگیا کہ احادیث صحاح کا مخالف اور اپنے
قول کا مائل خلاف مجتہدین کے ہوکر جو ہوگا وہی بے پیر بلکہ بیدین ہے فقط **قولہ** تتمہ الخ **اقول** مولوی یعقوب علی کے پیشوایان کا جواب
آجتک کسی اہل بدعت نے نہین دیا مگر مولف کی طرح سب و شتم کہ جہلاء کا طریق ہے کہتے رہے ہین اب مولف نے تمام اپنے پیشوایان کی ساری عمر
کی تحقیقات و تحریرات کا انتخاب کرکے یہ رسالہ انوار ساطعہ لکہا ہے اور تیس سال کی اپنی سعی کا خلاصہ اوس مین درج کیا ہے سو واضح ہوگیا
کہ محض جہل مرکب ہے بس فقط رد ہی رد ہے نہ سوال کو سمجہے نہ جواب کو بوجہے دعوی کچہہ دلیل کچہہ نتیجہ کچہہ اور دلائل ایسے چربوزہ ایسے علم پر ناز اور مولوی
یعقوب علی پر اعتراض مولف کی ہی بے شرمی کا کام ہے اور بس **قولہ** مولوی مذکور صفحہ ۲ مین سیف السنتہ کے لکہنے مین الخ **اقول** مولف
ذرا تو شرم کرے اور سوچے اور معنی شرح منیہ کے سمجہے شرح منیہ کے یہ معنی ہین کہ قرآن پڑہنے کو میت کیواسطے لوگ جمع ہون اور ان کیواسطے

کہانا سامنے رکھکر ہاتھ اوٹھاکر یا بلا اوٹھائے کچھ کلام اللہ بطور فاتحہ پڑہتے ہین فقہا نے مکروہ لکہا ہے شرح کبیری مین ہے ان اتخاذ الطعام عند
قراۃ القرآن مکروہ یعنی رکھنا کھانے کا وقت قراۃ کے مکروہ ہے انتہیٰ کلامہ اب اس مقام پر چند باتین قابل خیال کی ہین ایک تو یہ کہنا بلوتکے بہکانے
کیواسطے اتخاذ الطعام کے معنے بکنے رکہنا کھانیکا یہ خلاف لغت عرب کے ہے رکھنے کو عربی مین وضع کہتے ہین اور سبحان اللہ تطبیق دلیل مدعا پر
دیکہئے کیا خوب ہے دعویٰ کرتے ہین کہ سامنے کھانا رکھکر کلام اللہ پڑہنا منع ہے اور دلیل یہ لاتے کہ جسوقت قرآن پڑہتے ہون اوسوقت کھانا
رکھنا منع ہے دیکہئے دلیل تو فی نفسہ مسلم ہے یعنی جس وقت آدمی قرآن پڑہتے ہون عین حالت قرأت مین اونکے سامنے کھانا لانا اور اونکا

طعام طیار کرایا جاوے تو یہ مکروہ ہے پس سنو کہ ہرگاہ عوام کے نزدیک مقرر ہولیا کہ ضیافت میت مین لوگ آکر قل پنج آیت پڑہتے ہین اور
یہان بہی اگر جہیں گے اور ہونا اسکا ذہن رجانتے ہین تو بداہۃً اہل میت کی نیت طعام کے ساتھ قرآن پڑہنے کی ہوئی اور طعام خوار بھی جانتے ہین
کہ ہمکو وہان جاکر قرآن کا پڑہنا ضرور ہے تو اجابت دعوت کیساتھ قرآن پڑہنے کی نیت مقرر ہوئی ہے پس طرفین مین ضیافت کا ہونا اور قراۃ قرآن
کا ہونا متحقق ہوچکا اب میت کے واسطے قرآن خوانی کو بلانا اور جانا اس ضیافت پر صادق آگیا بداہۃً پس اتخاذ الطعام عند قراۃ القرآن یہان موجود
ہے بداہۃً اگرچہ قلیل ہی ہو مسار اقرآن نہو کیونکہ کثرت قلت کا فرق تو مولف نے ساقط کردیا ہے ایک لڈو کو ضیافت کا حکم دے چکا ہے اور فقط
فاتحہ کو قرآن کا حکم دیدیا اور درست ہی پس قرآن خوانی کے واسطے اور قرآن خوانان کیواسطے اتخاذ طعام ہوگیا اگر تھوڑی سی بھی عقل ہو تو واضح ہے
البتہ یہان دوسری شق بھی شرح منیہ کی موجود ہے اعنی وان اتخذوا للفقراء کان حسنًا بہرحال یہ ضیافت مروجہ مرکب ہوئی دونون شق سے کہ
للفقراء بھی ہے اور لقراۃ القرآن بھی ہے پس مرکب مباح اور مکروہ سے مکروہ ہی ہوتا ہے یہ قاعدہ مشہور ہے پس موافق قواعد فقہ کے اور روایۃ
شرح منیہ کے یہ اتخاذ طعام مکروہ ہوگیا مولف خوب سمجھکر غور کرلیوے اب مولوی یعقوب علی کا استدلال سنو کہ اونکی مراد رکھنے سے تیار کرنا اور
ٹھیرانا ہے یعنی پکوانا اور یہ محاورہ ہند کا ہے جیسا اتخاذ الجمۃ جو باب ترمذی وغیرہ مین آتا ہے اوسکا ترجمہ بال رکھنے کرتے ہین بہرحال مراد اون کی
سامنے آکل کے رکھنا نہ تھی کہ کوئی لفظ ایسا ترجمہ میں نہین ہے مولف نے زبردستی رکھنے کو سامنے رکھنا سمجھکر اعتراض کیا ہے خواہ مخواہ پس یہ کم
فہمی مولف کی ہے اور اعتراض ہرگز نہین مولف ترجمہ غلط کرنیکا دعویٰ کرتا ہے اور خود اپنی خبر نہین کہ کسقدر غلط تراجم اور خیانت نقل عبارات مین
کیا ہے ہمنے خطا ہائے لفظی اوسکی نہین لکہی۔ بطور الزام کے ایک غلط ترجمہ مولف کا بتاتا ہون کہ صفحہ تیسرے کی پہلی سطر مین لست کاحد منکم کا
ترجمہ مولف نے لکہا ہے یقولہ یعنی نہیں ہے تم مین میری طرح نہین " اور حالانکہ یہ ترجمہ ہدایۃ النحو پڑہنے والا بھی نہین کرسکتا اسکا ترجمہ یہ ہے کہ مین
نہین ہون مثل کسی ایک تمہارے کے پس اپنی خبر نہین دوسرے کو خواہ مخواہ طعن کرتا ہے اور جو تسلیم کیا جاوے کہ سامنے ہی رکھنا اونکی مراد ہے تو بھی
استدلال درست ہے اسواسطے کہ درصورتیکہ قرآن خوانون کو کھانا کھلانا بعد قرارت کے یا قبل قرارت کے اور اون کیواسطے کھانا پکانا مکروہ ہوا تو
عین قراۃ مین سامنے رکھا ہونا اور اسکی ہی واسطے کھانا پکانا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا بدلالۃ النص پس یہ روایت کھانا رکھکر قرآن پڑہنے پر صاف
دلالت کرتی ہے مگر مولف کو فہم مطلب سے غرض نہین دوسرے یہ کہ جب قرآن پڑہتے ہوئے کھانا لاکر رکھنا مکروہ ہے جسکو مولف خود تسلیم کرتا ہے اور
اور اوسکی دلیل کو بھی مسلم رکھتا ہے تو بعینہٖ اوسی ہی دلیل سے قبل قرارت بھی رکھنا مکروہ ہوگا اسواسطے کہ خشوع کا جانا جیسا وقت قرارت کے طعام
رکھنے مین ہے قبل قرارت رکھنے مین بھی موجود ہے قاری کا دل مشغول ہونا دونون صورت مین موجود ہے بلکہ پہلے سے رکھنے مین زیادہ دیر تک شغول ہے

دل اوسمین مشغول کرنا مکروہ ہے لیکن اون کا دعویٰ اس سے ثابت نہین ہوتا اور تماشا یہ کہ دروغ گو را حافظہ نباشد اتخاذ الطعام کے معنے یہان لانے
رکھنے کے کرکے پھر تیسری سطر مین جو رسم تیجے و دسوین وغیرہ کو رد کرتے ہین اتخاذ الطعام کے معنے لکھے مقرر کرلینا کھانے کا اور اس سے زیادہ بددیانتی یہ
کہ شرح کبیری سے یہ فقرہ نقل کر دیا لیکن صاحب کبیری نے جو اپر اعتراض کیا ہے دوسری سطر مین وہ نقل نکیا وہ یہ ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراہۃ
الی آخرہ یعنی وہی صاحب کبیری شارح منیہ لکھتے ہین کہ یہ مکروہ کہنا اس کھانیکو بحث سے خالی نہین اسواسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہین الی آخرہ - اس سے
بھی زیادہ خیانت اور ابلہ فریبی یہ کہ اوسی سطر مین شرح کبیری مین لکھا ہے وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا یعنی اگر تیار کرین کھانا فقیرون کے
واسطے اچھی بات ہے صاحب سیف السنت نے ایسی سیف اپنے گردن دیانت پر پھیری کہ اس فقرہ کا نام بھی نہین لیا اور ایسے ہی صفحہ ۱۲ مین
مولوی عبد الحکیم صاحب ہلوی پر افترا کیا ہے کہ انہون نے تفسیر کے صفحہ ۱۰ مین لکہا ہے کہ غزوۂ تبوک مین حضرت نے دعا اور فاتحہ پڑھی ہے حالانکہ یہ
سخت بہتان ہے اونکی تفسیر فاتحۃ العلیم کا صفحہ ۱۰ دیکھیے جسکا جی چاہے کہ غزوۂ تبوک مین اونہون نے فاتحہ کا نام بھی نہین بیا فقط یہ لکہا ہے کہ دعا پڑھی
افسوس ہزار افسوس کہ اس سیف السنۃ مین دو مقام پر مولوی عبد الحکیم صاحب کی نسبت القاب بد لکھے حاشیہ صفحہ ۸ مین لکھا کہ اونکی کل تصنیفات دغا
بازی اور بے ایمانی سے خالی نہین اور حاشیہ صفحہ ۱ مین بھی خراب لفظ لکھے اب سب ارباب انصاف خیال فرماوین کہ اونکی دغا بازی تو ایک بھی ثابت نہین صرف

سو دہ بالطریق الاولیٰ مکروہ ہوگا پس مدعا اور دلیل تو مطابق ہے مگر مولف کی فہم مین کوتاہی اور مخالفت ہے اور یہہ دوسری دلیل کراہت فاتحہ مروجہ کی مولف کے
اقرار سے ثابت ہوگئی کہ دل قاری کا اور جماعت کثیر کا کھانے مین مشغول ہے اور قرآن کا پڑھنا اور سننا کہ دونون عبادت ہین ہو رہا ہے قال المولف دلیل توفی
نفسہ مسلم ہے کہ آدمی قرآن پڑھتے ہون مین حالت قراءت مین اونکے سامنے کھانا لانا اور اونکا دل اوسمین مشغول کرنا مکروہ ہے انتہیٰ اب یہ دلیل کراہت فاتحہ
مروجہ کی مولف نے اپنے موہنہ سے بولدی مگر یہان پڑھنے مین طعام رکھنے سے دل مشغول ہوا اور پہلے سے رکھکر پڑھنا تو پڑھنے مین نہ مشغولی ہوئے کوئی
عاقل نہین کہہ سکتا الغرض یہہ ترجمہ آپ کا مسلم کرکے بھی استدلال مین کوئی عیب و نقصان نہین مگر ہان آپکے فہم مین بیشک نقصان ہے پس یہ
ملعون ترجمہ اور خندہ مولف کا اوسپر ہی منقلب ہوا اور لغت دانی اور علم و فہم مولف کا سب پر واضح ہوگیا مگر خدشہ لا یخلو عن نظر کا باقی ہے وہ بھی سنو کہ
بظاہر یہہ خیانت مولف کی ہے کیونکہ مولف کو اس مقام رد مختار پر نظر ہے چنانچہ اس ہی ذیل کی روایت مولف اس اپنے رسالہ مین نقل کرتا ہے سو رد
مختار بعد نقل روایت شرح منیہ کی ایراد سکی قولہ لا یخلو عن نظر کے لکھتا ہے اقول وفیہ نظر فانہ واقعۃ حال لا عموم لہا مع احتمال سبب خاص بخلاف
ما فی حدیث جریر علی انہ بحث فی المنقول فی مذھبنا ومذھب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالا بحدیث جریر المذکور علی الکراہۃ الخ پس ہرگاہ
مولف کو اس نظر شرح منیہ کا منظور ہونا معلوم تہا پھر بھی دیدہ و دانستہ نقل کیا یہ مبین خیانت اور حق پوشی اور خلاف دیانت کی ہے اور چونکہ نظر شارح
منیہ کی لا یعبا بہ ہوئی تو روایت بزازیہ کی سالم و معتبر رہی مولوی یعقوب علی نے اصل روایت کو نقل کیا اور نظر کچھہ نظر نہ کی کہ خود منظور تہی یہہ
مین دیانت و علم ہے کہ معتبر روایت کو نقل کرے اور منظور فیہ پر التفات و نظر نکیا کرے مگر مولف اپنے خیالات کو عین دیانت جانتا ہے اور اوروں کی دیانت
کو بھی خیانت ہی تعبیر کرتا ہے معاذ اللہ **قولہ** پھر ایسے ہی صفحہ ۱۱ مین الخ **اقول** مولف اسکو افترا کیون کہتا ہے فاتحہ کو من وجہ دعا مولف خود ہی
کہتا ہے سو بطور عطف تفسیر کے اونہون نے لکھدیا ہے کوئی توحش کی بات نہین اور شکوہ بدزبانی کا بھی مناسب نہین مولف نے اپنے استادان دین کو
اور بڑے بڑے جلیل القدر علما و اتقیا متاخرین و متقدمین کو نہین چھوڑا اگر مولوی یعقوب علی نے مولوی عبد الحکیم کو کچھہ لکھدیا تو کیا شکوہ ہے مولف کا تو یہہ

دعوی بے دلیل ہے اور حضرت سیف السنتہ کے یک ہی فقرہ مین کتنی بددیانتی اور خیانت بہری ہوئی ہے اسیطرح اگر کوئی دانشمند اوسکو دیکھیگا بہت
خرابیان اوس مین پاویگا مین نے اوسکا اندانا ورجال چلن بایک فقرہ لکہکر ظاہر کردیا ہے مشتے نمونہ خروارے مجکو بزرگان سلف کی دانشمندی اور
سچی کلام فرمانیکا کمال اذعان ہے صحیح اعتقاد اور صحیح تجربہ سے کہتا ہون کہ یہ بات بزرگون کی نہایت صحیح ہے المرء یقیس علی نفسہ یعنی آدمی سبکو
اپنا سا خیال کرتا ہے پس اسی طرح مولوی یعقوب علی مذکور نے مولوی عبد الحکیم صاحب کو خطاب اپنے القاب کے موافق دیا ہے اور کا کچہہ گلہ نہین اب آپکے
تبحر علمی کا حال سنیئے کہ غزوہ تبوک کی حدیث جس مین کثرت سی صحابہ تھے آپ صفحہ ۱۱ سیف السنتہ مین اوس حدیث کی نسبت لکہتے ہین اگر کثرت
صحابہ تہا تو کیون یہہ حدیث مشترک ہوئی بارہا اس عاجز نے کتب صحاح ستہ وغیرہ کا درس دیا ہے اسکا پتہ بہی نہ پایا انتہی کلامہ آپ عالم اور
محدث ہونیکا دعوی فرماتے ہین کہ صحاح ستہ اور اوسکے ساتھ وغیرہ بہی پھر وہ بہی بارہا درس دینے کا اظہار درمیان کو حدیث غزوہ تبوک کی بہی خبر
نہین اگر کوئی مشکوۃ کا ترجمہ بہی دیکہا ہوا ہوتا تو مان لیتا کہ بیشک باب المعجزات مین یہ حدیث بروایت مسلم موجود ہے اب حال خوش فہمی اور ترتیب
دلائل اور تحصیل نتائج کا دیکھئے رد فاتحہ مرسومہ کی بڑی عمدہ دلیل صفحہ ۵ کے آخر سطرون مین لکہتے ہین جب آپکے سامنے طعام تناول کے لئے
آتا آپ سالن کی انتظاری نفرماتے اگر کسی نے کہا یا رسول اللہ سالن آنے دیجیے آپ فرماتے کہ سالن کو روٹی پر فوق دیتے ہو انتہی کلامہ سبحان اللہ
کیا محکم دلیل آپنے رد فاتحہ کے لئے تجویز فرمائی ہے قیاس مع الفارق اول تو یہہ کہ وہ کھانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خود نوش جان فرمانیکا ہوتا
تہا محتاجون کو بقصد ثواب سالن کھلانیکا نہوتا تہا جب وہ کھانا اور طرح کا ہوا اور یہہ اور طرح کا تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا بیجا ہے وہی مثال ہوئی

عین غریب دین ہے اگر یہ کوئی بڑی بات ہے تو اول خود عمل کرے پہر دوسرے کو نصیحت کرے زیادہ اس سے ہم جھگڑے کا جواب نہین دیتے کہ علم کی بات
نہین **قولہ** اب حال خوش فہمی الخ **اقول** خوش فہمی مولف کی تو اول رسالے سے یہان تک دیکھتے چلے آتے ہین پہلی قول مین مولوی یعقوب علی
کی تخطیہ مین بہی مولف کی خوش فہمی ظاہر ہو چکی بندہ نے سیف السنتہ کبہی نہین دیکہی سنے اس رسالہ ہی سے یہ عبارات اوسکی معلوم ہوئی ہین مگر
خوش فہمی مولف کی یہان بہی واضح ہے یہ روایت عدم انتظار سالن کی تو مولف قبول ہی کرتا ہے خواہ کیسی ہی ہو لہذا اس مین کلام فضول ہے
البتہ مولف نے ما بہ الافتراق پیدا کرکے اعتراض کیا ہے کہ طعام اپنے کھانے اور صدقہ کے طعام مین فرق ہے اپنے کھانیکے طعام کا تو ادب ہے
کہ انتظار سالن کا بہی نہو اور صدقہ کا طعام ہو گیا تو ادب نرہا کہ پڑا رکہا ہے حالانکہ طعام دونون ظاہرا ادب مین برابر ہین گو اوساخ معنوی سے صدقہ
ملوث ہو کر ذی فضل کو مکروہ ہوا مگر ادب طعام مین کچھہ فرق نہین آیا پس مولوی یعقوب علی کی غرض یہ تھی کہ طعام کا ہر حال ادب ہے اگرچہ صدقہ کا
ہو پس بعد طعام رکہنے کے دوسرے کام مین نہ لگے بلکہ مشغول باکل ہو جاوے جیسا فخر عالم علیہ السلام نے کیا مگر مولف نہ سمجہا تو بولا کہ یہ طعام صدقہ
ہے پس اگر یہ فارق ہے تو مولف اپنے دعوی کو کسی ایسی دلیل سے درست کرے کہ طعام صدقہ مین ادب نہین رہتا ورنہ کلام مولف کی لغو بیہودہ رہے
گی۔ الحاصل طعام نعمت الہی ہے اگرچہ طعام صدقہ کا ہو حدیث مین ہے کہ اکرموا الخبز اور یہہ بہی اکرام ہے کہ بعد طعام آنیکے دوسرے کام مین
مشغول نہو متوجہ باکل طعام ہو جاوے اگرچہ عبادت نفل ہی کیون نہو چنانچہ حدیث مسلم گذری۔ لا صلوۃ بحضرۃ الطعام اور احیاء العلوم
مین بہی حضرت علیہ السلام کا فعل نقل کیا ہے کہ انتظار سالن کا کبہی نکرتے تھے پس طعام سب برابر ہین پس قرآن خوانی طعام رکھکر خود
ممنوع ہو گئی اور صدقہ کا فرق محض دعوی مردود ہے لغو ہے یہہ ادب طعام صدقہ مین رفع ہونا مولف اگر ثابت کردیوے تو قابل التفات ہے

جیسا آپ نے صفحہ ۳ مین لکھا ہے پس آپ اپنی اوس مثال کو دیکھیگا اور گریبان مین موںنھ ڈالیگا دوسرا نقصان دلیل یہہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سالن کی انتظاری مین جو یہہ فرمایا کہ سالن کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر یہہ بات اور ہے اور جو شخص فاتحہ یا قُل پڑھتا ہے اور اس سبب سے کھانے مین کچھ دیر ہوتی ہے اوسکو تو نہین کہہ سکتے کہ کیا اللہ کے کلام کو فوقیت دیتے ہو روٹی پر پس یہہ سمجہہ لو کہ یہہ سب دلیلین تمہاری خود ذلیل اور تمکو ذلیل کرنیوالی ہین یہہ کتاب سیف السنہ اس معنی کر صحیح ہے کہ سیف قطع کیا کرتی ہے سیف السنہ یعنی قاطع سنت یعنی یہہ کتاب سنت کو کاٹنے والی ہے اس لئے کہ تم نے اوسکی دلائل مین خیانتین کی ہین اور خیانت خلاف سنت ہے اور مولوی عبد الحکیم صاحب دہلوی کی نسبت جو لفظ بے ایمان اور دغا بازی وغیرہ کے لکھے مین وہ بھی ازروئے سنت ممنوع ہین پس لابد تمہاری سیف سنت کی کاٹنے والی تلوار ہے چاہیے کہ ہماری اس تحریر کا نتیجہ ظاہر ہو کر پہر تم کسیکو کلمات شنیعہ نہ کہو اور نیز دین میں مغالطہ اندازی اور فتنہ پردازی کبھی نکرو **لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ** شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات مین لکہا ہے ،، در بعض روایات آمدہ کہ روح میت می آید خانۂ خود را شب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدق می کنند از وی یا نہ اور خزانۃ الروایات مین ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر فجاؤا الی مقابرہم ثم جاؤا فی بیوتہم اور سعد بن رشید تبریزی نے دستور القضات مین لکہا ہے من فتاوی النسفیۃ ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتہم ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین یا اہلی واولادی واقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا قد کان ہذا المال الذی فی ایدیکم فی ایدینا فیرجعون منہم باکیا حزینا ثم ینادی کل واحد منہم بصوت حزین اللہم قنطہم من الرحمۃ کما قنطونا من الدعاء والصدقۃ انتہی۔ اس فرقہ کا قاعدہ ہے جس کتاب مین انکے خلاف عقاید بیان ہوتے ہین اوس کو کہدیا کرتے ہین یہہ معتبر نہین ورنہ تو مردود ہے سبحان اللہ مولف کی خوش فہمی ظاہر ہو چکی باقی اونکی کلام مضحکہ صبیان ہے قابل جواب علمی کے نہین اب ہی مولف مقر ہو چکا ہے کہ طعام کا رکہنا حالت قرآن پڑھنے مین بسبب مشغولی قلب کے مکروہ ہے علی ہذا قرآن پڑہنا طعام رکہی حالت مین مکروہ ہے بسبب مشغولی قلب کے بلا تفاوت مگر مولف کے ہوش درست نہین **قولہ لمعہ ثانیہ جمعرات کی فاتحہ** الخ **اقول** سائل نے جمعرات وغیرہ کی فاتحہ مرسومہ کو پوچھا تہا مجیبون نے اس ہیئت و تقیید کی بدعت ہونیکا فتوی دیا تو حسب قاعدہ مسلمہ مولف کے یہ بدعت ہونا قید کی طرف راجع ہوا یعنی ہیئت اور تقیید زمان کی طرف سو وہ ثابت ہو گیا اور کوئی مفتی ایصال ثواب کا منکر نہین جب کبھی جسوقت ہو بلا قید کی جائز ہے البتہ تخصیص بلا نص کے منکر ہین خصوصیت کسی دن کی اگر نص سے ثابت ہو جاوے تو اعتبار کرتے ہین ورنہ سب ایام برابر جانتے ہین اور اوسپر تخصیص کرنیکو بدعت کہتے ہین اب مولف جمعرات کی تخصیص کے اثبات مین تین روایات لایا ہے بلا سند مگر اوسکو خدشہ ہوا کہ اہل سنت نقض ضعف یا وضع کا کرکے اڑا دیوین گے لہذا اوسکی تدبیر کرتا ہے بقولہ اس فرقہ کا قاعدہ ہے کہ اپنے عقیدہ کے خلاف کو غیر معتبر کہتے ہین الخ سو لاریب فرقہ اہل سنت محدثین و فقہاء کا یہی معمول ہے کہ حدیث کی تصحیح کرتے ہین اگر صحیح ہوئی تو قابل احتجاج جانتے ہین ورنہ رد کرتے ہین بقولہ علیہ السلام یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم الحدیث پس اس کو محل طعن بنانا کسی عالم کا کام نہین کیونکہ یہہ امر فخر عالم کا ارشاد ہے البتہ فرقہ مبتدعہ اپنی بہار کی اخبار مین روایات موضوعہ متروکہ سے استدلال لاتے ہیں اور رجال محدثین ضعیف حدیث پر جرح کرتے ہیں دیکھو صحاح ستہ اس سے پُر ہے مگر مولف نے یہ قاعدہ نیا ایجاد کیا ہے کہ اگر

اسکی ضعیف روایتین ہین اسلئے مین خبردار کرتا ہون کہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ سے مولوی اسحاق صاحب نے مائۃ مسائل مین چند مقام پر سند پکڑی ہی اور کتاب خزانۃ الروایات سے بھی اُنھون نے سند پکڑی ہی مائۃ مسائل کے مسئلہ ہشتاد و سوم مین اور مسائل اربعین کے مسئلہ سی و پنجم مین و مسئلہ بست و سوم مین اور دستور القضات کی بھی سند پکڑی ہی مسئلہ سیزدہم مائۃ مسائل مین پس یہ کتابین انکے بزرگون کی مسلم الثبوت ہوئین غرضکہ ان کتابون کی روایت کے موافق معلوم ہوا کہ جو لوگ کچھ خیر خیرات اور دعا و درود وغیرہ نہین کرتے اونکے گھر سے روحین ہوتی کی غمگین ناامید ہوکر اونکو سستی بددعا دیتی نکلتی ہین بنا رعلیہ سلف مین دستور تہا کہ جمعرات کو صدقہ دیتے تھے لیکن آخری صدی کے علماء نے چھوڑ دیا

کسی نے کسی کتاب سے کوئی روایت نقل کی تو وہ تمام کتاب ناقل کے نزدیک معتبر ہو جاوے یہ آج تک کسی نے نہین لکہا مثلاً ہدایہ شرح وقایہ وغیرہ کتب سے استدلال لاتے ہین معہذا اوسکی ضعیف روایت پر جرح کرکے ترک کر دیتے ہین ترمذی ابوداؤد وغیرہا کتب سے سند لاتے ہین معہذا جس روایت مین اوسکے ضعف ہے اوسکو ترک کرتے ہین اسکو ادنی طالب علم بھی جانتا ہے مگر مولف کہتا ہے کہ مولوی محمد اسحق صاحب نے شیخ عبد الحق اور خزانہ اور دستور القضاۃ سے روایات نقل کی ہین تو بس سب مرویات منقولات انکی اونکے نزدیک معتبر واجب القبول ہوگئی یہ عجیب العجاب استدلال ہے اور خود مولف اسکے خلاف عمل کرتا ہے کہ نسائی جو معتبر کتاب ہی اوسکی زیادۃ ثم یفشو الکذب کو زعم خود خلاف شیخین کی روایت سمجھکر ضعیف متروک بناچکا ہے حالانکہ نسائی کو وہ معتبر جانتا ہے پس دوسرون کو کیون ایسا جان گیا کہ دچار روایت نقل کرنے سے سب کی سب معتبر جان لیتے ہین اگر سو عذر کو مخالفت حدیث صحیح کا عذر ہی تو دیگر علماء بھی یہی عذر رکھتے ہین غرض مولف کی کوئی ہوش کی بات نہین اب سنو کہ اول توان روایات کی توثیق خود کتاب والون نے نہین کی کہ اونکے نزدیک یہ روایات صحاح ہین یا نہین اور بدون توثیق کے نفس نقل سے تصحیح نہین ہوتی پھر دوسرے اونکی سند بیان نہین کی جسپر اعتماد ہو تیسرے شیخ نے تو فقط یہ لفظ کہا کہ در بعض روایات آمدہ - نہ معلوم کہ وہ مرفوع ہی یا کسی عالم کا قول ہے اور خزانہ بعض علماء محققین سے ہی نقل کرتا ہے نہ معلوم کہ کون ہین اور کیسے ہین ایسی ہی روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہین ہوتی اور بظاہر قول کسی عالم کا ہے اور دستور القضات مین فتاوی نسفیہ سے نقل کیا ہے کہ نہ رفع کا حال معلوم ہے نہ کچھ غرض توثیق سے ہے نہ سند ہی نہ یہہ معلوم کہ کسکا قول ہی اور نفس نقل سے توثیق نہین ہو سکتی نہ از طرف ناقل اور نہ از غیر پس ایسی روایت کا اعتبار کس عاقل کا کام ہی بعد اسکے یہہ خلاف قواعد شرعیہ کے اور معارض احادیث صحاح کے ہے سوا اسکے کہ ایصال ثواب کا ورثا پر حق واجب نہین باتفاق اُمت بلکہ مستحب اور احسان محض ہی کسی ایک عالم نے بھی نہین کہا کہ زندہ پر مردہ کا حق واجب ہے یا حق تعالی نے ایصال کو واجب کیا ہی پس اگر کسی نے احسان کیا مستوجب ثواب و مدح کا ہوا اور نہ کیا تو قابل لوم اور سرزنش کے نہین لہذا اگر جمعرات کو زندہ نے مردہ کو ثواب نہ پہونچایا تو کوئی ظلم اوس نے میت پر شرعاً نہین کیا ہان احسان بھی نہین کیا تو احسان نکرنے پر بددعا کا کرنا شرعاً حرام ہے اور قابل سزا و سرزنش کے ہے کیونکہ یہہ بھی ظلم ہے پس میت مسلم باوجودیکہ ظلمت نفس و شیطان سی چھوٹا حقیقۃ الامر خیر و شر اوسکو برزخ مین واضح ہوگئی وہ اب بھی بزعم مولف گرفتار معصیت و مرتکب منکرات ہے کہ دیدہ و دانستہ ناحق بددعا کرتا ہے بعد انتیان یقین و کشف آخرت کے بھی وہ شر نفس مین مبتلی ہے اور کسب معاصی مین گرفتار ہے معاذ اللہ یہ روایت قطعاً متہم و متروک ہی اور خلاف نصوص صحاح کے ہے ارواح کو عالم برزخ مین سیئات کے ظلمات و قبح اور حسنات کے انوار و حسن مشاہد ہو جاتا ہے پس اولی سے

مولوی اسمعیل صاحب کے تابعین کہتے ہین اگر وہ میت بہشتی ہے تو روح اوسکی بہشت کو چھوڑ کر کیون آتی ہوگی اور اگر کافر دوزخی ہے تو دوزخ سے نہین چھوٹتی ہم کہتے ہین دوزخ کہنے کا ہمکو حکم نہین مردہ مسلمان کو ہم مسلمان کہینگے اور مسلمان جانینگے اسیواسطے شرعا ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑہنی اور مقابر مسلمین مین دفن کرنیکا حکم دیا جاتا ہے یہ نہین کہ شبہہ جانین کہ عند الموت ایمان سلب ہوگیا ہوگا پس جبکہ اونکو مسلمان جانا اور مسلمانون کی طرح نماز اونکی پڑہی مسلمانون مین دفن کیا اسیطرح کیا دبیانات ہی کہ موقع فاتحہ مین بھی شک کرین کہ کیا جانین وہ دوزخ مین ہین یا جنت مین اسموقع مین بھی مسلمان جاننا چاہئے اور ارواح مومنین کا حال یہ ہے کہ اگرچہ اونکی قبرین جنت کی نہر کی طرح ہو جاوے جیسے کہ حدیث صحیح ستہ مین وارد ہوا ہے

بعد مشاہدہ کے نافرمانی حق تعالی کی ممکن نہین مولف نے اپنے اوپر ارواح برزخ کو قیاس کیا ہے کہ قرآن کا ترجمہ پڑھتا اور دیکھتا ہے اور پھر عقاب آخرت کا خیال بہوائے نفس کچھ نہین کرتا پھر یہ کہ جب یہ ایسا امر مہلک ہے جب ہر دو جیسے اور شعر کی طرح بدعمار اموات کا خیال ہوتا ہے تو ایسے شائع امر کا کسی صحیح روایت مرفوع یا موقوف سے ثبوت نہو اور نہ اہل صحاح اسکو روایت کرین حالانکہ کثرت عمل کہ سے چاہیے کہ بشہرت منقول ہوتا مگر ایک بھی روایت نہو اسکو کون عاقل قبول کر سکتا ہے ایسی روایت حسب قاعدہ اصول معتبر نہین ہوتی سو یہ حال تو دستور القضاۃ کی روایت کا ہے پھر وہ حدیث باقی سو اون مین بدعمار کا ذکر نہین البتہ آنیکا ذکر ہے پس ہر سہ روایت آنے ارواح مین مخالف صحاح کی ہین کیونکہ مشکوۃ مین نسائی اور احمد سے منقول ہے کہ جب میت کی روح برزخ مین جاتی ہے تو ارواح جمع ہو کر اپنے اقارب کا حال پوچھتی ہین تو وہ جو پہلے مر گیا تہا اوسکو کہتا ہے کہ وہ تو مجھسے پہلے مر گیا تہا اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہین تو اونکو کیا حاجت استفسار کی ہے اپنی آنکھ سے تو حال دیکھ آتے ہین اور سوائے اسکے اور احادیث مین اس قسم کی دلالت موجود ہین کہ ان روایات کو رد کرتی ہین ایسا یہ ہرگز قابل اعتبار نہین اور نہ سیرۃ سلف کا ہوا یوم جمعہ مین استحباب صدقہ کا وارد ہوا ہے مگر لیلۃ الجمعہ یا یوم الجمعہ مین استحباب ایصال ثواب کا کسی روایت معتبرہ مین وارد نہین اور بعد ان سب امور کے یہ سنو کہ یہ اعتقادیات مین داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرو اور اعتقادیات مین ثبوت کا اعتبار زیادہ ہے نہ ظنیات صحاح کا چہ جائیکہ ضعاف اور موضوعات کا پس سب قصہ طے ہو گیا اور فیصلہ ہوا اگر علیحدہ اور دین بہی ہے اور وہ بعد دوزخی ارواح کفار کا تو مقید ہے کہ نہین آسکتی علی ہذا ہم یقین کرتے ہین کہ وہ فساق کہ عذاب قبر مین مبتلا ہین اونکا بھی آنا موقوف ہے نزدیک ... ست نہین کیونکہ ملائکہ عذاب اور عذاب مسلط قبر سے کسطرح نکل سکتا ہے مگر ارواح صلحا مین مولف کو البتہ ادعا ہے کہ بیشک آتی ہین کیونکہ حدیث متواتر قطعی قابل عقیدہ مولف کی دستور القضاۃ وغیرہ کتب مین موجود ہے لہذا اجب اتباع مولوی اسمعیل صاحب یہ کہا کہ ارواح جنتی جنت کو چھوڑ کر دنیا مین کیون آتی ہونگی تو مولف نے بڑی تحقیق و تدقیق سے جواب دیا کہ جنتی ارواح اگرچہ دنیا مین آوین جنتی ہی کہلاتی ہین اور جنتی ہونے سے نہین نکل جاتی اور ساکن دہلی کی نظیر لکہی سبحان اللہ کیا فہم عالی مولف کا ہے اتباع سنت تو یہ کہتے ہین کہ ارواح جنتی کہ جنکے واسطے دریچہ جنت کھلا ہوا ہے اور روح وریحان برابر چلا آتا ہے اور جو دوسروں کو نم کنومۃ العروس اور سیر جنت اونکو حاصل ہے پھر وہ دنیا دار الکدار مین کہ تمام اغیار دنیا کی ایک ذرہ بھی اوسکی نہین کیون آتے ہونگے ایسی راحت چھوڑ کر اس ظلمت کدہ مین آوین باوجود ان اغیار کے جو حدیث سے معلوم ہوتی ہین تو مولف خوش فہم سمجھ گئے کہ انکے نزدیک وہ ارواح جنتی نہین رہتی جنت سے خارج ہو کر دنیاوی ہو گئی اور اسکی تحقیق مین خوب نظیر مثال سے جواب دیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ حدیث بخاری کی ہے کہ جسکو جنت مل گئی اگر دنیا و مافیہا اوسکو دیوین تو دنیا مین آنا قبول نکرے مگر شہید دوبارہ فی

و اگرچہ ۔ گو بہشت کی ناز و نعمت سے استراحت ہو لیکن با اینہمہ دنیا کی بھی سیر کرین تو وہ اہل بہشت ہونے سے خارج نہیں ہوتے تختگاہ دہلی کا رہنے والا اگر شاہدرہ ہو لونی وغیرہ مواضع کی سیر کرے پھر دہلی کو پھر جاوے کیا یہ بات اوسکو اگر دہلی کہلانے سے روکدیگی حاشا وکلا وہ کہین بھی پھر اکرے اہل دہلی کہلاویگا اسی طرح بہشتی روح دنیا مین کسی مواضع اور مواقع کی سیر کرے تب بھی وہ ساکن بہشت کہلاویگی الحاصل معنی کی تو نفس رحینا پھرنا ثابت ہی حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عوارف کے باب چھپن مین یہ حدیث نقل کی ہی روی سعید بن المسیب عن سلمان قال ارواح المومنین تذہب فی برزخ من الارض حیث شاءت بین السماء والارض حتی یردہا الی جسدہا اور نیز شیخ عبد الحق نے تذکرۃ الموتی مین لکھا ہے ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردکہ ارواح مومنین ہر جاکہ خواہند سیر کنند الی آخرہ ان حدیثون سے ارواح کی سیر دنیا مین کرنی ثابت ہوئی اور ظاہر ہے کہ دنیا مین اپنا گھر سب کو مالوف ہوتا ہے پھر اپنے گھر کی طرف روح کے سبیل التوجہ جانے کو آنا چاہتا ہے الحدیث اس حدیث اور دیگر احادیث کی وجہ سے اہل سنت کو تاویل ارواح مومنین آنے مین کچھ مضائقہ نہ چنانچہ اوس حدیث مین زندہ ہو کر آنا ہے مگر لفظ آخرت کو اور آمد از دنیا کو مقابلہ کرکے بے حقیقت ہونا دنیا کا بھی اسی سے روشن ہوا واسطے یہ اہل نہاد مولف خوب سمجھو اور خوب جواب پایا کہ مولف نہی کے منہ کے موافق ہوا اگر مولف یہ جواب دیتا کہ اموات کا عمل منقطع ہو گیا ہے اور ثواب کی غرض سب کشف حقیقت ثواب بند ہو گئی ہی تو ثواب حاصل کرنیکو ارواح مومنین آتی ہین تو یہ بات کچھ معقول بھی تھی مگر ایسا ہو تو اب کے خلاف سوال کا ہے جو اونکا جو مولف دہی جواب دیا ہے جواب اس تقریر کا یہ ہی کہ طمع ثواب کے واسطے دنیا مین آنا اور ان راہون کو ترک کرکے چلا آنا کیا ضرور ہے ارواح اپنے مقر مین متوقع ثواب رہتی ہین جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے و اگر تاویل ان ضعاف روایات کی بھی یہی کیجاوے تو ثابت ہے کہ انکی وجہ سے صحاح کو ترک کرین اب منکر دنیا ارواح کفار اور فساق گرفتار عذاب کا یہان آنا ممنوع ہوا اور مالک کے ہاتھ سے چھوٹ آنا محال ہے لا یعصون اللہ ما امرہم و یفعلون ما یؤمرون - ایسے ہی ارواح انبیا و صدیقین و شہدا و اولیا رکا بھی آنا خلاف ہو ایسی حالت ذلت کے اختیار فرماوین اب عامہ مومنین باقی رہگئی سو اب تخصیص ہو ہوا اگر سمجھ بھی نہ ان اور دی حدیث نہ ہا عارض بھی نہ ہو تھا اہم قیاس اسکا مخصص ہو سکتا ہے یہا تک کہ ایک دو فرد ہمین رہجاوے جیسا قاعدہ عموم اصولیین ہے ہین ہر کچھ لوہا بھی یہ روایات خلاف از اعتبار ہوتی تھا اگر علم و فہم ہو تو سب کچھ ہے ورنہ ایمان کا خدا تعالی ہی حافظ ہی جو لکھا دنیا اور سیر بھی ایمان کی کیسے سچ ہے ہم کو خطرہ ایمان **قولہ** الحاصل ارواح کی جنبش الخ **اقول** کلام تو دنیا مین اپنے گھرون پر آنے مین ہے اگر دنیا مین آنا مطلقاً ثابت ہو جب بھی مولف کا کام نہیں نکلتا چہ جائیکہ مطلق حرکت و جنبش ثابت ہو یہ روایت عوارف سے برزخ مین چلنا پھرنا ثابت ہوا برزخ لغت مین دو شئے کے حاجز کو کہتے ہین اور شرع مین دنیا اور آخرت کی درمیانی حالت کو کہتے ہین پس عالم برزخ کی حرکت ارواح کی تو صحاح احادیث مین بھی موجود ہی مگر اوس سے بحث نہیں غرض اوس سے بھی وہی نکلا مگر رہا مولف کا دنیا کے گھر مین آنیکا تھا اور دلیل برزخ مین حرکت کرنیکی اس فہم پر آفرین ہو مولف زمین آسمان کے لفظ سے شبہہ مین پڑا ہی سو یہان زمین آسمان برزخ کا مراد ہے علی ہذا تذکرۃ الموتی کی روایت مین ہر جاکہ خواہند روند برزخ مراد ہی اور جو کوئی بخاطر مولف عموم کو قبول کرے تو اس روایت سے اختیار سیر کا ثابت ہے نہ آنا کہ آیا کرتے ہین آگے قیاس سے اثبات ہوگا اور امور آخرت و اعتقادیات مین عقل و قیاس کو دخل نہین مگر مولف نے من العلم ہے اب مولف کا کہنا کہ ان حدیثون سے سیر دنیا کی ثابت ہوئی کسقدر خبط ہے کیونکہ ثابت ہوئی

ہین اور اوسپر حدیث بھی پیش کرتے ہین اور روایات فقہا رحمہم اللہ کی سند گذارتے ہین اوسپر انکار کرتے ہو اور اس اعتقاد کے باعث ہم لوگون
کو بدعتی کہنے لگے یہ بعینہ وہی مثل ہے جسطرح فرقہ معتزلہ خود اپنے کو اصحاب العدل والتوحید نام کرتے ہین اور اہل سنت وجماعت کو وہ بدعتی اور
ارباب الہوا کہتے ہین اب آؤ قلوب قاسیکے نرم کرنے کو ایک قصہ نہایت معتبر کتاب سے جسکے مصنف کو نوسو برس سے زیادہ ہوئے چار واسطہ سے امام ابو یوسف
کے شاگرد ہین لاکھ حدیث انکو حفظ تھی انکا خطاب امام الہدی ہے اور نام انکا نصر بن محمد اور لقب انکا فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے وہ
اپنی کتاب تنبیہ مین باب فضل جمعہ مین فرماتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے سنا اور وہ فرماتے تھے کہ پہونچا مجھکو قصہ صالح مزی کا کہ وہ جمعہ کی رات کو
جامع مسجد مین جاتے تاکہ نماز فجر وہان پڑھین راستہ مین ایک مقبرہ ملا دلمین آیا کہ صبح صادق ہوجاویگی اوس وقت مسجد کو چلین گے مقبرہ مین
ٹھہر گئے دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا نیند آنکھوں مین بھر آئی دیکھتے کیا ہین سب اصحاب قبور قبرون سے نکلکر حلقہ حلقہ بیٹھ
گئے باتین کرنے لگے ایک جوان کو دیکھا اوسکے کپڑے میلے اور اداس مغموم بیٹھا ہے اتنے مین بہت خوان ڈھکے ہوئے خوان پوشون سے آئے اون
مین سے ہر آدمی اپنا اپنا خوان لیتا گیا اور چلتا گیا آخر وہی بیچارہ جوان رہگیا اوسکے پاس کچھہ نہ آیا اور اوس غم کا مارا اوٹھکر کھڑا ہوا جب قبر
مین داخل ہونے لگا صالح مزی کہتے ہین کہ مین نے اوس سے کہا اے اللہ کے بندے تو کیون اداس ہے اوس نے کہا تم نے دیکھا کسقدر خوان آئے تھے
مین نے کہا کہ ہان وہ بولا یہ تحفہ تحائف تھے جو انکے واسطے خیر خواہون نے بھیجے تھے جو وہ صدقہ دعا وغیرہ کرتے ہین انکو پہونچتا ہے جمعہ کی رات کو
اور مین رہنے والا ملک سندہ کا ہون اپنی ماں کو لیکر واسطے حج کرنیکے آیا تھا جب بصرہ مین پہونچا مین مرگیا میری ماں نے میرے بعد نکاح کرلیا
اور دنیا مین مشغول ہوگئی مجھکو بھول گئی نہ موہنہ سے کبھی نام لیتی ہے نہ زبان سے دعا اب مین غمگین نہون تو کیا کرون میرا کوئی نہین جو یاد کرے
تب صالح مزی کہتے ہین مین نے اوس سے پوچھا تیری ماں کہان ہے اوس نے پتہ دیا پھر صبح ہوگئی نماز پڑھی اور اوسکا گھر ڈہونڈہتا
ہوا گیا اوس نے اندر سے آواز دی تو کون ہے مین نے کہا صالح مزی اوس نے بلایا مین گیا مین نے کہا بہتر یہ ہے کہ میری اور تیری بات کوئی
نہ سنے تب مین اوس سے نزدیک ہوگیا فقط ایک پردہ بیچ مین رہگیا مین نے کہا اللہ تعالی تجھپر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے وہ بولی کہ نہین مین نے کہا
کبھی ہوا تھا تب وہ سانس بھر نیلگی اور بولی ایک بیٹا نوجوان تھا مر گیا تب مین نے اوسکا قصہ مقبرہ کا بیان کیا اوسکے آنسو بہنے لگے اور کہنے
لگی اے صالح مزی وہ میرا بیٹا میرا کلیجہ تھا پھر اوس عورت نے مجھکو ہزار درم دیئے اور کہا کہ میرے نور چشم کی طرف سے خیرات کردیجیو اور

اسکے مقتدیان کو عقل نہین ہے سمجھے طعن و استہزا کرکے اپنی آبرو کھوتے ہین اور اس قصہ سے مطلب مولف کا بھی کچھ ثابت نہین
ہوتا کیونکہ مقصود مولف کا دنیا مین ارواح کا آنا ثابت کرنا تہا وہ خود مفقود ہے اس کم فہمی سے یہ قصہ لکھا تہا کہ اہل ایمان پر یہ قول حجت
ہوجاویگا اور ہمارا استہزا بلا حاصل ہوگا ان حضرات کی طرح کا آنا سیدہ صاحب کے گھر پر قبول کرلیوین گے مگر آفرین ہے ایسی ہی سمجھ چاہئے
اتنی کلام کا جواب تو ہو لیا دیگر فضول گستاخ کلام کا جواب مطروح ہے کہ علم کی بات نہین **قولہ** اب قلوب قاسیکے نرم کرنے کو الخ
اقول مولف نے اس قصہ کو اپنے دعوی باطل کی تائید کے خیال سے لکھا تھا مگر غافل کو خبر نہین کہ یہ اوسکے دعوی کو برہم کرتا ہے اول تو
دیکھو کہ اس مین یہ نہین لکھا کہ ارواح اہل مقبرہ اپنے گھر گئے بلکہ قبرون کے پاس جمع ہوئے اور اونکے گھر سے خوان آئے اور مولف لکہتا ہے
کہ ارواح اپنے گھر جاتی ہین۔ دوسرے یہ کہ ایصال ثواب اول شب مین ہوتا ہے اور یہ وصول قریب صبح کے ہوا حالانکہ مولف فورا پہونچنا

سبب مین یاد سکو دعا اور خیرات سے نہ بھولونگی جب تک دم مین دم ہے صالح مزی فرماتے ہین پھر مین نے وہ ہزار درم خیرات کر دیئے اگلی جمعہ
کی رات اوس مقبرہ مین گیا اور رکعت پڑہی ایک قبر کے سہارے بیٹھ گیا سر جھکا کر پھر مین نے ان لوگون کو قبرون سے نکلتے دیکھا اور اوس جوان کو دیکھا
سفید کپڑے نہایت خوش وہ میرے پاس آکر کہنے لگا اے صالح مزی اللہ تیرا بھلا کرے مجھکو ہدیہ تحفہ پہونچ گیا - مین نے کہا تم جمعہ کو پہچانتے ہو کہا جانور
تک پہچانتے ہین یہ کہا کرتے ہین سلام لیوم صالح یعنی یوم الجمعہ انتہی - اوہ کیا ہوا اگر اسے امام المہدی کا نقل کیا ہوا قصہ درتا ہیر تمہارے دلکو
خوف الٰہی سے نہ ہلادے تو کمال حسرت کی بات ہے پتھر بھی اللہ کے ڈر سے نرم ہو جاتے ہین ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار - اگلے آدمی جمعرات
کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ دو آنہ کا مزدور کہ جسکے پاس کچھ بھی دینے کو نہوتا تھا وہ بھی تو سیر بھر آٹا بال بچون کے واسطے لاتا اور شام کو پکواتا اوس مین
نیت کرتا تھا کہ یارب العالمین یہ جو بال بچون کا نفقہ میرے ذمہ تیرے حکم سے واجب ہے اور ادای واجبات الٰہی مین آدمی مستحق ثواب ہوتا ہے آج
جو یہ سیر بھر کی روٹیان اپنے بال بچون کو دیتا ہون اس نفقہ واجبہ مین میری یہ نیت ہے کہ اسمین جو مجھکو ثواب ہوتا وہ میری طرف سے میرے
فلانے عزیز میت کو پہنچے غرض کہ نادار تنگدست آدمی بھی روز مرہ کے نفقہ واجبہ عیال مین نیت ایصال ثواب کرتے تھے اور فاتحہ درود پڑھکے
بعد ازان بال بچون کو وہ کھانا کھلا دیتے تھے اموات کو محروم نہ رکھتے تھے اور تونگر آدمی تو بہت کچھہ دیا کرتے ہے اب جیسی ہمتین لوگون کی پست
ہو گئین اوس بخیلی کے ساتھ یہ بھی بہانہ ہاتھ آگیا کہ اسکو تو مولوی لوگ بدعت کہتے ہین بس بالکل آدمی چھوڑ بیٹھے اور کھانے کو ڈھکیلنے کا بہانہ
مثل مشہور ہے اب ہمنے تمکو روایات کتب معتبرہ کی سنادی چاہیے کہ اب سستی نکرو اور صدقات و خیرات اور درود فاتحہ سے اپنے
عزیزون کو یاد رکھو ایک مسئلہ سناتا ہون کہ جسقدر تم اموات کے نام دوگے یا پڑھکر بخشوگے اموات کو سب پہنچیگا اور اوسی قدر تمکو بھی ملیگا کچھہ
تمہارا ثواب کٹ نجاویگا تم اور مُردے دونون کامیاب ثواب سے ہوگے خزانہ الٰہی مین کچہ کمی نہین وہ دونون کو دیتا ہے ان ربک واسع المغفرۃ
فقط تمہاری نیت کا گھاٹا ہے **لمعہ ثالثہ عیدین اور شب برات اور عشرہ محرم مین فاتحہ** فی خزانۃ الروایات عن ابن

ہین اونکو بعد مسافت مانع نہین کہ سفر کرین اور نہ دیر سے پہونچاوین اور تاخیر کرین پس یہ دونون امر خلاف مذہب مولف کے ہوئے مگر شاید
مولف عذر کرے کہ اون اہل قبور کو گھر جانیکا حکم نہین تہا اور سبب بعد مسافت کے دیر مین ثواب پہونچا استغفر اللہ استغفر اللہ تیسرے یہ کہ وہ جوان کہ جسکو
ہدیہ نہ آیا اوسنے اپنی والدہ کو بددعا نہین کی ہان مغموم ہوا تو یہ بھی مولف کی روایت کی خلاف ہوا چوتھے ہزار درم کا صدقہ کرکے پھر دوسری جمعہ کو حضرت
صالح نے مقبرہ والونکو دیکھا تو اثر ہزار درم کا جوان پر پایا مگر اس جمعہ مین قبرون سے نکلتے دیکھا مگر ہدیہ کسیکو نہین ملا اور نہ اوس جوان نے کہا کہ آج مجھکو ہدیہ ملا
بلکہ پہلے ہدیہ کا اثر اور شکر بیان کیا تو اس جمعہ کے ہدیہ نہونیسے نہ کسی نے بددعا کی اور نہ کوئی ہدیہ لینے کو گھر گیا جس سے معلوم ہوا کہ نہ کوئی گھر جاوے
اور نہ عدم وصول پر بددعا کرے ہان وصول سے ترقی میت کو ہوتی ہے بہر حال یہ قصہ مولف کے دعویکا ہادم ہے اور اہل سنت کو کچھ مضر نہین اول تو
خواب و رویا سے حکم شرع کا ثابت نہین ہوتا اور پھر اس رویا کی تاویل حسن ہو سکتی ہے اور اگر بلا تاویل ہو جب بھی کچھ حرج نہین مگر مولف کو بجز افسوس و حسرت
کے کیا حاصل ہوا یہان مولف متن اور حاشیہ مین کہتا ہے کہ یہ بال بچون کو کھلا دیتے تھے حاشیہ مین شبہہ کیا اور اپنا علم ظاہر کیا اور غلط فہمی کا اظہار
فرمایا مگر ایسی شکل مین ثواب طعام صدقہ کا نہین ہوتا بلکہ اس فعل کا ثواب پہونچتا ہے فافہم ارے نادردہ کر مولف کو اپنے اشک شک پونچھنے چاہئین
کہ حدیث شب برات کا لمعہ آیا وللہ الحمد **قولہ لمعہ ثالثہ الخ اقول** پانسو چھہ سو برس کی کتاب ہونا کوئی وجہ اعتبار کی نہین یہ تو مولف کی

عباس رضی اللہ عنہ یقول اذا کان یوم عید او یوم جمعۃ و یوم عاشورا او لیلۃ النصف من شعبان تاتی ارواح الاموات و یقومون علی ابواب بیوتہم فیقولون

ہل من احد یذکرنا ہل من احد یترحم علینا ہل من احد یذکر غربتنا یا من سکنتم بیوتنا و یا من سعدتم بما شقینا و یا من اقمتم فی اوسع قصورنا و نحن فی ضیق

قبورنا و یا من استذللتم ایتامنا و یا من نکحتم نساءنا ہل من احد یتفکر فی غربتنا و فقرنا کتبنا مطویۃ و کتبکم منشورۃ - واضح ہو کہ یہ کتاب خزانۃ الروایات

پرانی کتاب ہے جس نسخہ سے یہ عاجز نقل کر رہا ہے وہ چار سو برس کے قریب کا لکھا ہوا ہے اب دیکھیے تصنیف کب ہوئی ہوگی صاحب کشف الظنون نے

اسکے مصنف کا حال یہ لکھا ہے کہ یہ قاضی جگن ہندوستان کے حنفی المذاہب اور ساکن گجرات تھے تمام عمر فتوی دیے اور لکھنے میں گذاری انتہی

کلامہ پس معتبر ہونا اسکا ظاہر ہوگیا اور نیز ہم بیان کر چکے ہیں بیان فاتحہ مروجہ میں کہ مولوی اسحق صاحب نے مائۃ مسائل اور مسائل اربعین میں

اس خزانۃ الروایات کی سند پکڑی ہے معتمد علیہ ہونا اس کتاب کا اور پورا ہونا معلوم ہو چکا اب ترجمہ اسکی روایت کا معلوم کرو کہتا ہے صاحب خزانۃ الروایات

کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ یا عاشورا محرم کا یا شب برات تو آتی ہیں روحین مردوں کی اور کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھر

دروازہ پر اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی ہمارا جو ہمکو یاد کرے اور ہم پر رحم کرے ہماری غربت کو یاد کرے تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو ہمارے مال سے نیکیاں کرتے ہو تم کھلے

کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں ہمارے یتیم بچوں کو تمنے ذلیل کر رکھا ہے اور ہماری بیبیوں کو تمنے نکاح میں کر لیا اب تم

میں کوئی ہے جو فکر کرے دھیان کرے ہماری غربت اور محتاجی کا ہمارے نامۂ اعمال لپیٹ چکے تمہارے نامۂ اعمال کھلے ہوئے ہیں انتہی - اور واضح ہو

کہ جس طرح یہ روایت خزانۃ الروایات میں ہے اسی طرح دقائق الاخبار میں بھی ہے اور دقائق الاخبار ... امام غزالی کی طرف ... تفسیر کریمہ تنزل الملئکۃ

والروح میں مفسرین کے چند اقوال ہیں بعضوں نے کہا روح ایک فرشتہ ہے اور بعضوں نے کہا کہ جبرئیل ہیں اور بعضوں نے کہا کہ حضرت عیسی ہیں جو فرشتوں

کے ساتھ اترتے ہیں اور بعضوں نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور دقائق الاخبار میں ہے کہ بعضوں نے کہا ارواح بنی آدم مراد ہیں عبارت اوسکی یہ ہے

کم علمی کی بات ہے غیر معتبر کتب قرون سابقہ میں بھی تھی اور مولوی محمد اسحق صاحب کی نقل روایت سے یہ روایت اوسکی معتبر ہونا بھی کوئی حجت

نہیں پہلے ذکر اسکا ہو چکا اور مومن کی قبر میں نسبت مدبھر تنگ ہوتی ہے اور روح و ریحان جنت کی آتی ہے اور بند ہوتا ہے یہ سب احادیث صحیح موجود

ہے اور دنیا کے گھروں کا حال سبکو معلوم ہے پس باوجود اسکے ارواح کا یہ کہنا کہ تم کھلے کشادہ گھروں میں اور ہم تنگ قبروں میں مخالف صحاح کے ہوا

صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو حکم ہوتا ہے نم کنومۃ العروس اور اس روایت میں کربت کا رونا ذکر ہے اور اعمال ... اور روح ہمیشہ سے انس مومن کا

صحاح میں مذکور ہے اور اوس میں غربت و وحشت کا اظہار ہے پس مولف ناواقف صحاح کی خلاف اس حدیث کی توثیق میں اسقدر سرگرم ہے کہ

کچھ پس و پیش کی ہوش نہیں اور پہلی روایات میں جو کچھ بحث ہو چکی ہے وہ سب یہاں بھی ہے اور پھر عقیدہ کہ ... یہ صحیح حدیث ہے سبحان اللہ کیا

عمدہ طرز توثیق ہے کہ بیشرمی محض ہے **قولہ** اور تفسیر کریمہ تنزل الملئکۃ الخ **اقول** مولف اقوال باردہ کی نقل سے اپنا دل سرد کرتا ہے دیکھیے کیا

عجب استدلال ہے کہ دعوی تو نزول ارواح کا عیدین و شب برات و عشرہ محرم کا اور دلیل شب قدر کی اور پھر غرض تو اثبات اسکا کہ طلب گار صدقہ و خیرات

کے آتے ہیں اور دلیل میں یہ کہ زیارت اولاد کیواسطے نزول ہوتا ہے کیا عمدہ استدلال ہے پھر جب مولف کو تنبہ ہوا کہ اوسکو مفید نہیں تو سایہ

میں عذر کیا اور جمع کیا کہ شاید اس رات میں زیارت کیواسطے ہی آتے ہونگے سبحان اللہ تو پھر اسکا بیان ان کا محض نہ طول ہوا اس سے کیا نفع بھلا

معہذا ایسے ضعیف اقوال پر مدار اعمال و عقاید مولف کا کہ جسکو محدث و فقیہ قبول نہیں کرتے محض سخن پروری ہے ورنہ یہ ... ناقص نقل

ولنقال روح الاقربا من اموات المومنین یقولون ربنا اتمن لنا به التنزول الی منازلنا حتی نری اولادنا وعیالنا لکنهم لون فی لیلة القدر انتهی ـ اب
کوئی ہوش سے سننا چاہیئے کہ باپ کو اولاد صالح کی دعا سے نفع پہونچتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے ولد صالح یدعو لہ اس حدیث میں تم لوگون کو اشارہ
ہوا کہ تم بھی اولاد ہو اور نیک ہو تو ہر دم ماں باپ کو فاتحہ درود پڑھو دوسری حدیث بیہقی کی یہ ہے ـ ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب
واخ او صدیق فاذا لحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیہا اس حدیث میں اشارہ ہوگیا ماں باپ کو کہ وہ اپنی اولاد کو دعاء خیر سے یاد رکھیں اور
بھائی بھائی کو اور دوست دوست کو اسی واسطے کہ اس حدیث میں ارشاد ہوگیا کہ وہ ان سب کی طرف امید آس لگائے رہتا ہے غرض دونون
حدیثون کے مضمون سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سب مسلمانون اور اقربا کو چاہیئے کہ اپنے دوست اور اقربا کو یاد رکھیں مگر آدمیون کا حال یہ ہے کہ دنیا کے
جنجال میں پھنسکر اپنے عزیزون اور اقربا کیلئے بالکل بھول جاتے ہین روز مرہ کی یاد تو کہان بلا اکثر تہوارون کو یعنی عید بقرعید شب برات محرم میں بھی
اور ان میں تو غنیمت ہے کیونکہ تہوارون میں کھانے کی کثرت ہوتی ہے طرح طرح کی چیزین پکتی ہین دوست آشناؤن میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے
پس افسوس زندہ آدمی کو تحفہ ہدیہ بھیجین حالانکہ زندہ آدمی خود بھی پکوا کر کھا سکتا ہے اور میت کو جو کہ بالکل عاجز بیکس ایک غار تنگ
تاریک میں پڑے ہین اور عمل ان کے منقطع ہوچکے اب کچھ کر نہین سکتے انکو کبھی یاد نکرین کسقدر غفلت کی بات ہے اور جو کوئی عالم ملا ہو کر لوگون کو
اس کام سے منع کرے کسقدر ظلم ہوتا ہے کہ اپنی گردن پر لیتا ہے باللہ ـ ایک پہلے وقتون کے عالم فاضل تھے کہ خیرات وحسنات کی رغبت دلاتے تھے مصنف
تحفة الروایا ... لکھتا ہے میں نے اوائل بلوغ سے فتاوی اور کتب فقہ اور مسائل میں کوشش کرتا رہا اور جب استفتا پیش ہوتے تھے جب تک جواب
انکے لب و لہجہ نہین نکالتا تھا چین نہین آتا تھا اور میں کسی وقت خالی مباحثہ اور مطالعہ کتب سے نہین رہتا تھا اور مشکلین حل کیا کرتا تھا تمام عمر فتوی دینے
میں گذاری اور جسقدر فتوی دیتا وہ سب مسائل اس کتاب میں لکھدیا انتہی کلامہ دیکھو یہ شخص ہندوستان کا قاضی سیکڑون برس کا عالم فقیہ گذرا
ہوا ہے ہندوستان میں فتوی جاری کرنیوالا اپنا فتوی اس کتاب میں لکھتا ہے اور روایت کرتا ہے کہ تہوارون میں روحین آتی ہین چنانچہ روایت
انکی بیان کی گئی معلوم ہوا کہ یہ جو قدیم الایام سے عید وغیرہ تہوارون میں دستور فاتحہ کا چلا آتا ہے ایسے ہی بزرگون کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا
اور انہی کا نکالا ہوا ہے استنباط کیا ہوا ہے جاہلون کا ایجاد کیا ہوا نہین جاہل کسی قاعدہ دینی اور شرعی کا موجد نہین ہوسکتا اور نہ کوئی جاہل کا اتباع
کرے یہ سب کام صالحہ اہل اسلام کے ان علماء سلف کی تلقین فرمائے ہوئی ہین ازانجملہ یہ بات کہ ہم کثر دیکھتے ہین کہ عیدین وغیرہ مین جو فاتحہ دیتے ہین
تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا جدا نکالتے ہین یہ مسئلہ بھی امام ربانی مجدد الف ثانی کے کلام میں موجود ہے مانعین اس امام کے معتقد ہین وہ

ہوچکا کہ طبقہ رابعہ کی کوئی حدیث قابل عمل نہین چہ جائیکہ عقاید مین معتبر ہون غرض مولف کی کوئی کل درست نہین **قولہ** اب کوش ہوش سے
سننا چاہیئے الخ **اقول** ولد صالح کی دعا اور صدقہ کا نفع مسلم ہے اور ایصال ثواب اموات کو مستحسن مگر مدعا مولف کا کہ ایام مقررہ مین ارواح
کا آنا ہی اوسکو اس سے کچھ مدد نہین ملتی ہر روز ثواب پہونچانا اور عیدین کو اور شب برات کو بھی درست ہی مگر مقید کرنا اور زیادہ موکد وموجب ثواب کے ہونا غیر
مسلم ہے بہرحال اصل مدعا مولف کا کوئی ثبوت نہین ہے اموات زارزار روکر افسوس اپنی کم علمی پر کرتا ہی ہرگاہ کہ کوئی روایت مثبت مدعی کی نہین اور
بزازیہ کی روایت خود مخدوش بنا چاری اوسکی مولف نے توثیق شروع کردی کہ عوام کو اس سے ہی کچھ طمانینت ہوجاوے اور خواص تو جان چکے کہ یہ روایت
ہرگز قابل اعتماد نہین اور قبح اوسکا واضح ہوگیا اب صف افسوس کیے جاوے **قولہ** ازانجملہ یہ بات الخ **اقول** مولف کیون اپنے کلام کو طول لاحاصل دیتا ہے

اپنے مکتوبات کی جلد ثالث میں لکھتے ہیں۔ باید کہ ہرگاہ صدقہ بہیئت نیت کند اول باید کہ بہ نیت آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ جدا سازد
بعد ازان تصدق کند کہ حقوق آنسرور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام فوق حقوق دیگران است ونیز برین تقدیر احتمال قبول صدقہ است بطفیل آن سرور
علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتحیات انتہی سبحان اللہ ایک ایسے علماء دیندار تھے کہ کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم فرماتے تھے اور ایک اب پیدا ہوئے
ہیں کہ بالکل اعمال معمولہ قدیمی اور خیرات مستمرہ سلف کو بند کرتے جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا اور یہ جو مولوی اسحق صاحب نے مائۃ مسائل میں تحریر فرمایا
ہے کہ آمدن ارواح درین شبہا از احادیث صحیحہ مرفوعہ متصل الاسناد ثابت نگشتہ اور مسائل اربعین میں ان حدیثوں کو لکھا۔ بعض علماء محدثین ایں روایات
را تضعیف ہم فرمودہ اند و بیان غرابت آن آوردہ اند۔ انتہی کلامہ میں کہتا ہوں کہ اس فاضل کے کلام سے بس اسقدر ثابت ہوا کہ یہ حدیثیں صحیح متصل
الاسناد نہیں ہیں بعضے محدثوں نے انکو ضعیف بھی کہا ہے سو اصول حدیث میں یہ ٹھہر چکا ہے کہ حدیث صحیح نہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث
جھوٹ بنائی ہوئی موضوع ہو چنانچہ ملا علی قاری اور صاحب مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات حدیث میں لکھتے ہیں۔ قال الزرکشی بین قولنا لم یصح
وقولنا موضوع بون واضح فان الوضع اثبات الکذب وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم الی آخرہ یعنی البتہ صحیح نہونے سے یہ ضرور ثابت ہوجاتا ہے
کہ ضعیف ہے پس حدیث ضعیف کا ہم سے حکم سنو تفسیر روح البیان کی دوسری جلد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۲ میں ہے۔ وان کانت ضعیفۃ
الاسانید فقد اتفق المحدثون علی ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب والترہیب یعنی اگر حدیثیں ضعیف ہیں تو اتفاق کیا ہے کل
اہل حدیث نے کہ حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے جس مقام میں رغبت دلاتے ہوں نیک کام پر یا ڈراتی ہوں برے کام سے اور نقل کیا اس
کلام کو صاحب روح البیان نے امام نووی اور علی اور ابن فخر الدین رومی وغیرہم سے اور اسیطرح منقول ہے فتح المبین مولفہ علامہ ابن حجر سے

امام ربانی نے یہ فرمایا کہ مطلقاً جب صدقہ کرو تو فخر عالم کو ضرور یاد رکھو کہ آپ کا حق اقدم ہے اور یہ حکم عمدہ اور ایمان کی بات ہے اس میں کوئی عذر نہیں مگر
اس میں نہ عید نہ شب براۃ نہ محرم بس مولف کو اس سے کیا نفع ہے مولف کا مدعی اس سے ثابت نہیں پھر بیجا تطویل کرتا ہے **قولہ** اور یہ جو مولوی محمد اسحاق الخ
اقول مولوی اسحاق صاحب نے ان روایات کو ضعاف ہی فرمایا ہے موضوع نہیں فرمایا گو بعض روایات جسکا ابھی ذکر ہوا متروک معلوم ہوتے ہیں
مگر یہ بحث مولف کی بالکل لغو ہے کیونکہ وضع کی تحقیق بدون اقرار واضع کے دشوار ہے اور بعد اقرار کے بھی قطع نہیں ہوتا مگر طریق علم اور اسکا خلاف قواعد
مسلمہ شرعیہ کے ہوتا ہے سو اب ثابت کیا گیا کہ صحاح کے خلاف ان روایات کا مضمون ہے اور یہ دلیل متروک و متہم ہونیکی ہے اور پھر بعد اسکے یہ مسئلہ عقاید
کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے چنانچہ لکھا گیا اور مولف خود مقر ہے کہ اعتقادیات میں روایات ضعاف معتبر نہیں بندہ کہتا ہے کہ
احاد صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فن اصول میں مبرہن ہے پس یہ روایات ہرگز معتبر نہیں **قولہ** پس حدیث ضعیف کا الخ **اقول** مولف نے
حدیث ضعیف کا حکم کیا سنیں وہ خود ناواقف ہے روح البیان اور فتح المبین اور اصول سید شریف وغیرہ کی عبارات جمع کر دی مگر مطلب نہیں
سمجھا اوچھا علم ایسا ہی خراب کرتا ہے ان سبکا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے دیکھو ترغیب ترہیب یا فضائل اعمال
کے الفاظ سب عبارات میں منقول ہیں بھلا اب کوئی مولف سے پوچھے کہ لیلۃ الجمعہ اور شب برات و عیدین کے صدقہ میں کونسی فضیلت اور
عظیم مذکور ہے جس پر عمل کرنا جائز ہو اندھا آنکھیں کھولو ہوش کرو ان روایات منقولہ اشعۃ اللمعات وخزانۃ الروایات ودستور القضاۃ میں کسی جگہ
تفضیلت و ثواب کا ذکر نہیں فقط ارواح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے پس یہ فضائل اعمال کس طرح ہے سے [illegible]

اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال اور میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ اصول حدیث میں لکھتے ہیں ویجوز عند العلماء التساہل
فی اسانید الضعیف فی فضائل الاعمال اور اعضاء وضو کے دھوتے میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں باوجود اسکے صاحب درمختار نے
مستحب فی فضائل الاعمال اور نسائی کا یہ طریق تھا کہ جس راوی کو بالاتفاق علماء حدیث نے چھوڑ دیا ہو اوسکی حدیث نہ لیتا تھا باقی سب حدیث ضعیف ہر قسم
کی لیتا تھا اور ابو داؤد کا مذہب یہ تھا کہ حدیث ضعیف کو امام مجتہد کی رائے سے افضل جانتا تھا اور یہ نسائی اور ابو داؤد مصنفین صحاح ستہ سے دو امام ہیں
اور شرح سفر السعادۃ میں ابن حزم سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سب اصحاب متفق ہیں اس بات پر کہ حدیث ضعیف مقدم ہے قیاس اور
اجتہاد پر انتہی پس حدیث ضعیف کی یہ شان نہیں ہے کہ ہر جگہ اوسکو رد کیا کریں اور کسی موقع پر قبول نہ کریں اور رسالہ انتباہ میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں
وورد فی فضائل رجب احادیث باسانید ضعیفۃ لا بأس بالعمل بہا فان وجد فی نفسہ قوۃ فلیعمل بہا - اور مولوی قطب الدین خان صاحب نے مظاہر الحق میں
تحت صلوۃ الاوابین کے لکھا ہے - اگرچہ ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فضائل اعمال میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے انتہی
مولف کہتا ہے کہ صلوۃ الاوابین کی حدیث ایسی ضعیف ہے جسکی بابت مشکوۃ میں ہے لا نعرفہ الا من حدیث عمر بن ابی خثعم وسمعت محمد بن اسمعیل یقول ہو
منکر الحدیث وضعفہ جدا" - پس مولوی قطب الدین خان صاحب نے اسقدر ضعیف کی حدیث پر بھی عمل کرنا ثابت کیا ہے شیخ ملا علی قاری سے اور شامی میں اسکی یعنی
مقبول کہنا حدیث ضعیف کا اعمال میں بہت مسائل فقہیہ میں ثابت ہے بباعث طول فقط انہی عبارات منقولہ بالا پر اکتفا کرکے اب قاعدہ کلیہ جو اصول
حدیث اور اصول فقہ میں درباب حدیث ضعیف لکھتے ہیں نقل کرتا ہوں کہ حدیث ضعیف کو صفات باری تعالی اور تحریم و تحلیل اور اعتقادیات میں نہیں
لیتے الا معجزات اور احوال قیامت اور موعظت اور فضائل اعمال میں مقبول رکھتے ہیں اور فضائل اعمال کے معنی علامہ شامی شارح درمختار نے یہ لکھے
ہیں کہ کسی عمل کی فضیلت حاصل کرنیکے لئے حدیث ضعیف کو لے لینا جائز ہے انتہی کلامہ اور ضعیف پر عمل کرنیکی شرط یہ ہے کہ وہ عمل ایسا ہو کہ ایک
قاعدہ عام شرعی میں داخل ہو اور اس شرط لگانے میں حکمت یہ ہے کہ حدیث ضعیف کے یہ معنے تو نہیں ہیں کہ وہ جھوٹی بے اصل ہے بلکہ ممکن ہے صادق
ہونا اوس کا پس اگر وہ حدیث ضعیف نفس الامر میں عند اللہ صحیح تھی تو اوسپر عمل ہونا بہت اچھا ہوا اور اگر وہ نفس الامر میں ثابت نہ تھی تو اوسپر عمل کرنے
سے کچھ نقصان نہ لازم آیا کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ عام شرعی میں داخل ہے مثلا یہی دعائیں وضو کے اعضاء دھوتے میں جو ضعیف حدیثوں سے ثابت ہوئی ہیں

آنیکا ہے پھر اوسکو کوئی عاقل فضائل اعمال کہیگا ان حدیث صوم رجب و صلوۃ [illegible] میں مثلا افضل عمل ہے سو اوسکو اسپر قیاس کرنا علم ہے یا جہل
[illegible] اور یہ اور بحث سبحان اللہ کیا کہنا اور پھر جو بعد عاد ہنا مردودوں کا عنق وابستہ ہے اوسکو کوئی ترہیب جانے سو یہ بھی غلط کیونکہ محقق ہو لیا
کہ یہ مردودات کا ظلم ہوگا اور خلاف امر حق تعالی کے ہوگا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا پس غلط بات کو ترہیب کا امر نہیں بنا سکتے عجب ہے کہ مولف ترغیب ترہیب
و فضائل اعمال کو بھی نہیں سمجھتا کیا ہوتا ہے فقط لفظ یاد کر لئے ہیں اور بدون مطلب اہل اصول کا سمجھے اپنے مدعا پر دلیل غیر مطابق لکھ رہا ہے اور کچھ
[illegible] نہیں **قولہ** مولف کہتا ہے الخ **اقول** منکر اصطلاح محدثین میں اوسکو کہتے ہیں کہ [illegible] ایسی بات کہے کہ اپنے سے اوثق و قوی
کے خلاف ہو سو یہ بھی ایک قسم ضعیف کی ہے اس میں کوئی بہت زیادہ درجہ ضعف کا نہیں ہوتا پس مولف کا یہ کہنا کہ صلوۃ اوابین کی ایسی ضعیف
حدیث ہے کہ جسکو منکر کہا [illegible] مولف نے اپنے اصول دانی جتلائے سو بالکل ناواقفیت ہے جس سے مولف نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور ان روایات میں
عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور پھر اگر کوئی بپاس خاطر مولف کے عمل کو تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل مولف کی چشم بینا ہوتا دیکھے [illegible]

اگر یہ نفس الامر مین عند اللہ صحیح ہین تو حق ان احادیث کا ادا ہوگیا اور ثواب موعود ملگیا اور اگر یہ حدیثین عند اللہ صحیح نہین تو ہر عضو پر جگہ اعداد وعا پڑھنے سے گنہگار بھی نہین ہوتا کیونکہ اوسنے دعا پڑہی ہے کچھ اور گناہ تو نہین کیا اور مطلق دعا کا مانگنا شرع مین ثابت ہے اور ایک حدیث ضعیف مین بھی حضرت سے روایت کیا گیا ہے کہ آپنے فرمایا جس شخص کو میری طرف سے کوئی حدیث پہونچی اوس نے اوسپر عمل کیا تو اوسکو ثواب ملیگا اگرچہ فی الواقع وہ حدیث میری نہو چنانچہ یہ مضمون شامی شارح دُر مختار نے علامہ ابن حجر سے نقل کیا ہے ۔ یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل والا لم یترتب علی العمل مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اور اسیطرح شاہ ولی اللہ صاحبنے جو ماہ رجب مین ہزاری روزہ اور اوسکی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہے وہ بھی اسی قاعدہ پر ہے یعنی اگرچہ تخصیص ان اوقات کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی لیکن مطلق روزہ رکہنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین مین ثابت ہے اور اسی طرح چھ رکعت اوابین کو قطب الدین خان صاحبنے جو لکہا ہے اوس مین بھی یہی قاعدہ ہے یعنی اگرچہ یہ حدیث بہت ضعیف اور منکر ہے لیکن اگر کوئی اس تعین زمان اور تخصیص رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کریگا تو کچھ برائی نہوگی کیونکہ مطلق نفل کا پڑہنا تو ہر وقت جائز ہے اور یہان ایک اور مسئلہ سمجھنا چاہیئے کہ فقہا رحمہم اللہ اوس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہوتا ہے مستحسن لکھا کرتے ہین چنانچہ اسی صلوۃ الاوابین کو باوجود حدیث منکر ہونیکے مستحب اور مندوبات مین فقہا لکھتے ہین اور اسی طرح گردن کا مسح وضو مین ضعیف حدیث سے ثابت ہوا ہے اوسکو بھی مستحب لکھتے ہین اور ماہ رجب کے روزہ کو فتاوی عالمگیری مین مرغوبات ومندوبات کے ذیل مین لکھا ہے جب یہ قواعد اور فوائد ذہن نشین ہو چکے تو اب ہم اس قاعدۂ مقررہ فقہا ومحدثین کو مسئلہ متنازع فیہ یعنی روحون کے آنے مین جاری کرکے دکہلاتے ہین اور اول گفتگو ہماری اسبات مین یہ ہے کہ وہ جو فاضل

لکہا ہے وہ جواب مطلب نہین ہین خواہ مخواہ تطویل کی کہ اوسکے مدعی سے کچھ مساس نہین ہین **قولہ** اور یہان ایک اور مسئلہ سمجھنا الخ **اقول** یہ مولف کی نہایت غلط فہمی وجہل اور بالکل ہی رتا قاعدہ غلط ہے کسی نے یہ نہین کہا محض اجتہاد وایجاد ناصواب مولف کا ہے کیونکہ مستحب وہ فعل ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے کبھی کیا اور کبھی ترک کیا یا رغبت اوسکی دلائی ہو چنانچہ حد اوسکی یہ لکھتے ہین فعلہ مرۃ وترکہ اُخری اور غبہ اور مستحب بھی حکم من الاحکام ہے تو اس کا ثبوت بھی حدیث صحیح یا حسن لعینہ یا لغیرہ سے ہوتا ہے ضعیف سے ہرگز کوئی حکم ثابت نہین ہوتا جبتک کہ وہ ضعف اوسکا منجبر نہو جاوے پس استحباب ان امور کا جو ثابت ہوا ہے تو آپکے فعل وترک سے یا رغبت دلانے سے ہوا ہے اور روایات ضعاف کہ ان ابواب مین ہین وہ تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہوگئی ہین مولف ناواقف یہ سمجھ گیا کہ یہ استحباب ضعیف حدیث کے سبب ہوا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لیا علم واصول الی ہے

قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق قال فی رد المختار ای یقوی بعضہا بعضا فارتقی الی مرتبۃ الحسن اقول نعم ہذا اذا کان ضعفہ

لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین او لارسالہ او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا تؤثر فیہ موافقۃ مثلہ ولا یرتقی بذلک الی الحسن انتہی پس جسقدر نظائر مولف نے لکہی ہین اور جسقدر کتب فقہ مین وارد ہین سب احادیث حسن لغیرہ سے ثابت ہوئی ہین اور استحباب اونکا ترغیب کے سبب سے ہے یا فعل وترک کی وجہ سے نہ ضعیف حدیث کے سبب سے جیسا مولف اوسکو سمجھا تعجب کرتا ہون کہ آدمی ایسا آنکھ بند کرکے تمام دنیا کے خلاف دین مین قول لکھے اور نشرم کرے **قولہ** اب ہم اس قاعدۂ مقررہ فقہا الخ **اقول** ہرگز جاری نہین ہوسکتا ہرگز بلکہ محدثین نے اسکی تضعیف کردی بلکہ بعض روایت کے اوپر متروک ہونیکا خیال ہے تو جب تک اوسکو سند صحیح سے ثابت نکیا جاوے

مذکور نے لکھا ہے کہ بعض محدثین نے احادیث آنے ارواح کو ضعیف کہا ہے ہم کہتے ہیں کہ بعض محدثین کے ضعیف کہنے سے لازم نہیں آتا کہ کل کے نزدیک ضعیف ہو ملا علی قاری وغیرہ لکھتے ہیں لاحتمال ان یکون الحدیث موضوعا من طریق صحیحا من آخر۔ پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں چونکہ صاحب خزانۃ الروایات نے جسکی سند اسی فاضل نے اپنی تصنیفات میں پکڑی ہے اور فضائل اونکے ہم اور وجوہ سے بھی بیان کر چکے ہیں یہ حدیثیں آنے ارواح کے اپنے فتاوی میں درج فرمائیں لابد یہ بات دلیل اونکی صحت اور قوت در مفتی بہ ہونے پر ہے مفتیان دین کا ایک حدیث کو لیلینا مقلدین کے نزدیک دلیل قوت ہے اور بالفرض والتقدیر اگر ہم موافق قول اوس فاضل کے ضعیف ہونا ان احادیث کا تسلیم کریں تو حدیث ضعیف پر عمل کرنا فروع مسائل اور فضائل اعمال میں اقوال فقہا و محدثین سے بالاتفاق والاجماع ثابت ہے پس جو آدمی ان حدیثوں پر اسبات میں عمل کریگا کہ کچھ صدقہ فاتحہ درود تیوہاروں میں کریگا تو بلاشک یہ امر جایز بلکہ مستحب ہوگا اسلئے اگر واقعی وہ روحیں آتی ہیں تو سبحان اللہ اصل مدعا ثابت ہوا کہ وہ خوش وخرم گئیں یہ آدمی اونکی بددعا سے بچگیا اور اونکو ثواب پہونچ گیا اور بالفرض والتقدیر اگر وہ روحیں نہیں آتی ہیں تو بھی یہ صدقہ اور فاتحہ درود تو اونکو پہونچ ہی جاویگا انکا پہونچ جانا تو اصل قاعدہ شرعی سے ثابت ہے عند اہل السنۃ والجماعت بناءً علیہ تیوہاروں میں صدقہ اور فاتحہ درود کرنیکو نہ فقط جائز بلکہ مرغب کہنا چاہیے چنانچہ ہم اسکی چند نظیریں کلام فقہا سے صلوۃ الاوابین اور مسئلہ رغایب و صوم رجب کی بابت لکھ چکے ہیں اور علاوہ اسکے بہت نظیریں اسکی کتب فقہ میں موجود ہیں جسکی نظر متون و شروح فتاوی پر ہے یہ بات اوس سے مخفی نہیں اللہ تعالے دلوں میں انصاف دے آمین یارب العالمین آمین

لمعہ رابعہ بیان طریقہ سویم کا

اس عمل میں پانچ چیزیں ہیں کلمہ طیبہ پڑھنا۔ شمار کے لئے دانہ ہائے نخود کا معین کرنا ختم قرآن کرنا برادری اور دوست آشناؤں کا واسطے قرآن اور کلمہ پڑھنے کے مجتمع ہونا۔ اس کام کے لئے تیسرا دن ٹھہرانا **بیان امر اول** اختیار کرنا کلمہ طیبہ کا اسلئے ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے لا الہ الا اللہ مفتاح الجنۃ اور امام ابو اللیث سمرقندی نے روایت کی ہے انس سے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قیل لہ یا رسول اللہ ما للجنۃ ثمن قال نعم لا الہ الا اللہ۔ جب معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کنجی ہے جنت کی اور قیمت ہے جنت کی تو ثواب رسانی ایسی چیز کی نہایت درجہ اولی وانسب ہے

مجروح ہی رہیگی والجرح مقدم علی التعدیل اور یہ روایات تو بلا سند ہیں اور مسند میں انکے خلاف صحاح احادیث کے ہیں یہ بھی دلیل جرح کی ہے اور یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا پس اس میں ہرگز یہ روایت کار آمد نہیں اور صاحب خزانہ کے نقل کر دینے سے تعدیل نہیں ہوتی اور یہ احتمال کہ کسی شخص توثیق کی ہوگی یہ فن حدیث میں معتبر نہیں اگر نسائی ابن ماجہ مثلاً بلا توثیق ذکر کریں باوجود بیان سند کے وہ بھی توثیق نہیں چہ جائیکہ نقل خزانہ بلا اسناد و توثیق معتبر ہو جاوے خود بخاری کی تعلیقات باوجود التزام صحت کے اور اتفاق اوسکی صحت کے مسند کے برابر نہیں پھر خزانہ کا کیا ذکر ہے اور یہ سب اصول فقہ و حدیث میں بدیہی ہے گو جاہل ان علوم سے نہیں جانتا پس یہ روایات ہرگز کسیکے نزدیک معتبر نہیں اور نہ انپر عمل درست ہے کیونکہ یہ باب علم سے ہیں نہ فضل عمل سے پس استحباب تو کیا اباحت بھی ثابت نہوئی بلکہ یہ فعل بدعت ہی رہا اور مولف کا جہل باصرح الوجوہ ثابت ہو گیا **قولہ لمعہ رابعہ الخ اقول** پہلے لکھا گیا کہ ایصال ثواب کلمہ اور قرآن کو کوئی منع نہیں کرتا مولف بے سود تطویل کرتا ہے مفتیوں نے جواب میں ایصال ثواب کو مستحسن لکھا ہے مگر مولف آنکھ نہیں رکھتا اور مولف نے یہ قاعدہ ذہن نشین کر لیا ہے کہ جو حکم اجزا کا ہوتا ہے وہی مجموعہ مرکبہ و ہیئت ترکیبیہ کا ہوتا ہے اور اسکا پہلے بطلان ہو چکا ہے پس اب جو فضائل کلمہ کے

اور علاوہ اسکے یہ بھی ایک حدیث مین آیا ہے کہ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لا آلہ الا اللہ پڑہے اور ثواب اوسکا میت کو بخشے اگر وہ قابل عذاب ہوگا اوسکو عذاب نکرین گے اور اگر وہ قابل عذاب نہین تو اوسکے درجات بلند کردئے جاوینگے اور ایک روایت مین ستر ہزار بار پڑہنا لا آلہ الا اللہ کا آیا ہے چنانچہ بزرگان دین سے اوسپر عمل بھی پایا گیا ہے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات مین حکم فرماتے ہین بیار اقع و شاد فرمایند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا آلہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرہ او اُم کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکی بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است انتہی - اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس باب مین ایک قصہ منقول ہے جسکو مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیر الناس مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۴۴ مین لکھا ہے کہ حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا آپنے سبب پوچھا تو بروے کاشفہ اوسنے یہ کہا کہ اپنی مان کو دوزخ مین دیکھتا ہون حضرت جنید نے ایک لاکھ یا پچہتر ہزار بار کبھی کلمہ پڑہا تھا یون سمجھکر کہ بعض روایتون مین اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہوا اپنے جی ہی جی مین اس مرید کی مان کو بخشدیا اور اوسکو اطلاع نہ کی مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہین کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے آپنے پھر سبب پوچھا اسنے عرض کیا اب اپنی والدہ کو جنت مین دیکھتا ہون تو آپنے اوسپر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھکو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اوسکے مکاشفہ سے ہوئی انتہی کلامہ بعنوان روایات احادیث اور دستور العمل ہونے سلف صالحین وجہ تخصیص کلمہ طیبہ کی ہر طرح پر ظاہر ہوگئی پس بدعت اور ضلالت کہنا اسکا رد ہوگیا **دوسرا امر** تخصیص دانہ نخود کی وجہ یہ ہے کہ دانہ نخود اگرچہ متوسط ہونا بہت چھوٹا نہ بہت بڑا پہلے وزن سے کہ وہ اسّی روپیہ سے زیادہ تھا ساڑھے بارہ سیر نخود دانہ بوئے شمار ایک لاکھ دانہ ہوجاتا ہے اس واسطے بھی اسکو اختیار کیا اور دو شمار جو حدیث مین آئے ہین ایک مین ستر ہزار دوسرے مین سو ہزار احتیاطاً سو ہزار یعنی ایک لاکھ پر عمل مقرر کیا گیا اور ہر کسیکو قدرت نہ تھی

اور ایصال ثواب وسکا لکھتا ہے کسیکو مضر نہین لہذا اوسمین کلام کرنا بھی حاجت نہین مگر یہ قول مولف کا کسقدر غفلت اور خیانت ہے کہ پس بدعت اور ضلالت کہنا اسکا رد ہوگیا کیونکہ کلمہ کو کسی نے بدعت کہا ہے البتہ اس ہیئت کو بدعت کہا ہے ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم * چشمہ آفتاب را چہ گناہ - **قولہ** دوسرا امر تخصیص دانہ نخود الخ **اقول** فی الواقع اول ہی دانہ نخود کے اختیار کی یہی وجہ تھی اور پھر صدقہ کردیا کرتے تھے ازان بعد بریان کرنا نخود کا تجویز ہوا کہ فقرا کہان کھاتے پھرینگے پھر یہ عادت ہوئی کہ جسنے جسقدر پڑہے وہی اپنے پڑہے لیگیا اوسپر یہ تجویز ہوئی کہ بعد فراغت کے سبکو جمع کرکے تقسیم کیا جاوے تاکہ قران خوان بھی محروم نرہین اب یہی دستور ہوگیا ہے اب سنو کہ مولف سابقاً خوب وثوق کے ساتھ لکھ چکا ہے کہ جب طعام کا جواز ثابت ہوگیا تو شیرینی بھی طعام ہے اور قلت کثرت کا اعتبار نہین پس جب ایک دو لڈو کی ڈلی ضیافت ہے تو دو مُٹھی نخود تو بدرجہ اولی طعام ضیافت ہے کہ آدمی کو ایک وقت کفایت کرجاتے ہین اور اب عرف مین یہ نخود حاضرین سیوم کی ہے واسطے طیار ہوتی ہین کہ بعد ختم اونکو دے جاوینگے المعروف کالمشروط اہل میت بھی اسیواسطے کرتے ہین اور حاضرین بھی اوسکے تناول کی نیت رکھتے ہین پس ضیافت ہونے مین کیا تامل رہا اور اجتماع برادری کا میت کے واسطے اہل میت کے پاس ہوتا ہے لہذا حدیث جریر بن عبد اللہ کنا نری الاجتماع الی اہل المیت وصنعہم الطعام من النیاحۃ الحدیث اسپر ٹہیک صادق آگئی کیونکہ اس حدیث مین اجتماع کو مطلق فرمایا ہے کوئی قید نہین کہ کسواسطے جمع ہوتا تہا خواہ محض التعزیت مکررہ کیواسطے خواہ قران پڑہنے کو اور مطلق کو مقید کرنا بالرای حرام ہے اور طعام بھی مطلق ہے کہ نخود شیرینی کو سب کو شامل ہے اور اس زمانہ مین قطعاً تقسیم نخود مین صدقہ کی نیت نہین ہوتی کہ فقیر

مقدار تسبیحوں جمع کرنا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے گٹھلیاں کھجور یا جامن وغیرہ کی چننا ہوا اور جابجا سے سمیٹنا ہوا پھر تا نخود میں یہ فائدہ ہوا کہ سہل الحصول
ہیں جہاں سے چاہا جس نے بے تکلف مول لے لئے شمار کی شمار اون میں قائم رہی اور بعد فراغ حصول کار اونکو تقسیم کر دیا یہ دوسری منفعت حاصل
ہوئی کہ اسکا بھی ثواب میت کو پہونچیگا اور اس قسم کی تعینات سے منع اور کراہت ثابت نہیں ہو سکتی دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت ابوداود و ترمذی
و نسائی وابن حبان و حاکم سے یہ حدیث بطور ثابت ہے خلاصہ اوسکا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں
یا کنکریاں لیے ہوئے ذکر اللہ بیٹھا کر رہی تھی آپنے اوسکو منع نفرمایا مقدار ثبوت سے فقہاء رحمہم اللہ نے مسئلہ نکال لیا لاباس باتخاذ السبحۃ یعنی
کچھ مضائقہ نہیں تسبیح ہاتھ میں لینے کا حالانکہ کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے یعنی دانوں کا گول کرنا اور پھر دانے بھی عقیق
یمن کے عقیق البحر کے صندل زبرجد سنگ مقصود استخوان شتر شیشہ و خاک شفا وغیرہ کے ہوتے ہیں اور ان میں سوراخ کرنا پھر اون کی
تعداد سو دانہ پر رکھنا پھر اون میں تاگا پرونا اون میں ایک دانہ کو امام سب دانوں کا مقرر کرنا یہ سب امور مسلم الثبوت اور اہل اسلام کے عمل میں ہیں
حالانکہ ثبوت فقط کنکریوں پر شمار کرنا ہوا ہے اور ان فرعیات زائدہ کے جواز پر صاحب بحر الرائق اور حلبی اور علامہ شامی شارح درمختار اسطرح
اشارہ کرتے ہیں لاتزید السبحۃ علی مضمون ہذا الحدیث الا بضم النوی فی خیط و مثل ذلک لا یظہر تاثیرہ فی المنع اب دیکھیے ضم النوی فی خیط کا لفظ کیسا
جمیع تخصیصات اور تعینات تسبیح کی طرف ہوا اور پر مذکور ہوئیں فقہاء اشارہ کرتے بقولہم مثل ذلک الی آخرہ یعنی ایسی ایسی باتوں کو منع میں کچھ
دخل نہیں تسبیح سے مقصود شمار ذکر ہے سو شمار ذکر کا جواز حدیث سے پایا گیا بنا بر علیہ نہ ہے نخود پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدہ شرعیہ مستنبط فقہاء
نخود بعدہ حاضرین کو دیا جاتا ہے گویا صلہ کلمہ اور قرآن پڑھنے اور حاضر ہونیکا ہے اور یہ سب واضح ہے کہ اس کا انکار بداہت کا انکار ہے پس ہو رد اس
حدیث کا ہونے میں کوئی تامل نہیں رہا ہر چند اصل اس نخود کی جائز تھی مگر اب بدعت و معصیت ہونے میں کوئی تامل نہیں رہا اور روایت
شرح منیہ وغیرہ کی یکرہ اتخاذ الطعام الخ بھی اسپر صادق ہے اور یہ عذر کہ فقرا کے واسطے یہ نخود ہیں لہذا یہ صورت داخل اوس دوسری روایت شرح منیہ میں ہے
کہ جسمیں ہے وان اتخذ للفقراء کان حسنا بالکل لغو ہے اسمیں اب فقراء ہرگز مقصود نہیں بلکہ حاضرین سیوم مقصود ہیں قرآن خوان و کلمہ خوان کو
و حاضرین ہو خواہ غنی ہوں خواہ فقیر تقسیم ہوتے ہیں اگر صدقہ ہوتا تو اغنیاء کو کیوں دیا جاتا اور اعتراض نظیر شارح منیہ کی باطل ہو چکی کہ نص مطلق کو
مقید کرتا ہے چنانچہ درمختار سے منقول ہوا بابت حدیث سبحہ کی مولف نے جو لکھی ہے محض لغو ہو گئی اسیواسطے سفر السعادت میں کہا کہ عادت نبود
کہ برای میت جمع شوند الخ جسکو مولف آگے ذکر کرتا ہے اور بے فہمی اور بد دیانتی اپنی ظاہر کرتا ہے کیونکہ اس کا رد حدیث کا رد ہے بہر حال اس اجتماع
اور تقسیم طعام کا حدیث اور فقہ سے کراہت و معصیت ہونا ثابت ہو گیا پس بابت وجہ نفس نخود اب بدعت و قباحت ہوئی اور خود اجتماع تو قباحت
ہی ہے اور پھر اب عوام کے نزدیک نخود کا ہونا ضروریات میں ہو گیا ہے کہ بدون اس کے سیوم ہوتا ہی نہیں کچھ بھی نہیں تو سیر دو سیر نخود ہو دیں کہ
تقسیم کئے جاویں تو یہ دوسری وجہ بدعت ہونیکی ہے جسکو خود مولف قبول کر چکا ہے کہ نص مطلق کو مقید کرنا ابطال ہے پھر تو ہیچ کسے ہے ہاں البتہ اگر بچہ
خردسال مرتا ہے تو ارازل قوم میں اوسکا سیوم فقط بخانہ اہل میت جمع ہوتا ہوتا ہے اور جو جوان بوڑھا مرتا ہے تو جمع ہو کر کلمہ قرآن بھی پڑھتے
ہیں اور پھر دروازہ میت پر جاتے ہیں اور شرفا میں بچہ کا سیوم موقوف ہو گیا اور جوان کے سیوم میں دروازہ کا جانا اب موقوف ہو گیا ہے الغرض
مقصود اس اجتماع سے وہی تکرار تعزیت ہے اور قرات کلمہ ضمنا ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے بھی مجمع سیوم میں برادری سکے آتے ہیں کہ کلمہ و قرآن سے

رضیہم اللہ ہیانہ ہوا بلکہ دانہ ہاے نخود کے شمار کو واقعہ قصۂ حدیث سے زیادہ تر مشارکت ہے بہ نسبت تسبیح کے کیونکہ تسبیح مین قیود زائدہ بہت
ہین کما ذکرنا **تیسرا امر** پڑہنا قران کا ہے جو لوگ قران خوانی کو منع کرتے ہین وہ ایک علما رکی عبارتین پیش کرتے ہین اوسکو نہایت محکم جانکر
اپنی کتابون مین درج کرتے ہین **سند اول** یہ ہے کہ سفر السعادۃ کی عبارت سیف السنتہ کے صفحہ ۴۸ مین نقل کی ہے اصطلاح کہ عادت
نبوی نبود کہ برای میت جمع شوند و قران خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور و نہ غیر آن و این مجموع بدعت است - انتہی مین کہتا ہون حضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صحابہ کے جنازون کی نماز بذات خود پڑہتے تھے یہ نماز نجات کیواسطے کافی ہوتی تہی فتح القدیر مین ابن حبان اور حاکم سے
روایت کی گئی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو کوئی تم مین مرجایا کرے مجھکو ضرور خبر کیا کرو فان صلوتی علیہ رحمۃ - بیشک یہ نماز
پڑہنا اوسپر رحمت ہے اور قران شریف سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم تفسیر ابن کی
ابن عباس نے یہ کی ہے کہ دعا کر ان لوگون پر بیشک تیری دعا انکے لئے رحمت ہے اور امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ روح محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم بہت قوی نورانی روشن تہی جب آپ علائے خیر انکے لئے کرتے تہے آپ کی قوت روحانی سے اونکی روحون پر فیضان ہوتا تہا
اور چمک جاتی تہی اس پر تو نورانی سے اونکی روحین اور ظلمت مٹ کر نورانیت آجاتی تہی انتہی کلامہ اور ظاہر ہے کہ نماز جنازہ مین دعا ہوتی ہے
کچھ کلام اوسکو نہین محض رفع شکایت برادری کو آتے ہین تو غرض اصل حاضری ہی ہے اور تعزیت اور اجتماع الی اہل المیت مردود ہے اور اس مین
تشابہ ہنود کا بہی حاصل ہوتا ہے کہ اونکے یہان بہی یہی دستور جمع ہونے برادری کا روز سیوم ہے سو یہ تین وجہ بدعت و کراہت سیوم کی اور تخصیص
و تقسیم نخود کی واضح ہین کہ کوئی عاقل اوسکا انکار نہین کرسکتا **قولہ** تیسرا امر الخ **اقول** کیا صدق و دیانت مولف کا ہے کہ کہتا ہے کہ قران کو
منع کرتے ہین جیسا اوپر کہا کہ تخصیص کلمہ کو بدعت ضلالہ کہتے ہین حالانکہ جواب مین صحیح ہے کہ ایصال ثواب مستحسن ہے منع کرنا علمار کا ہیئت مروجہ کو ہے
نہ ایصال ثواب کو نکر بحمد اللہ یہ منع اونکا حدیث و فقہ سے ثابت ہوگیا **قولہ** سند اول یہ الخ **اقول** یہ روایت سفر السعادت بعینہا حدیث
جریر کی ہے بس فرق الفاظ کا ہی ہے اور اس حدیث کو تمام فقہا نے قبول فرمایا دیکہو کہ حدیث جریر مین دو امر کا ذکر ہے اجتماع الی اہل میت اور
صنعتہ الطعام جس سے معلوم ہوا کہ دونون امر کو صحابہ شنیع جانتے تہے اور ہر ہر امر کو بدعت و معصیت فرماتے تہے نہ کہ مجموعہ من حیث المجموع کو
مگر مجموعہ کی کراہت اس سے لازم ہے دلیل اوسکی یہ ہے کہ شرح منیہ اور فتح القدیر مین اتخاذ ضیافت کو اس حدیث سے قبیح لکہا ہے پس ضیافت
کیواسطے حاضر ہونا اجتماع للضیافت ہے نہ کہ اجتماع للمیت اور اجتماع الی اہل المیت خود تعزیت یا اجتماع قوم ہوتا ہے جیسا کہ وقت موت
اور دفن کے ہوتا ہے پس اس روایت فتح سے کہ کہتا ہے ویکرہ اتخاذ الضیافت من اہل المیت وہی بدعۃ مستقبحۃ لما روی الامام احمد و ابن
ماجہ باسناد صحیح الخ صاف ظاہر ہے کہ مجموعہ مراد نہین بلکہ ہر ہر واحد مکروہ ہے اور تکرار تعزیت یا اجتماع یا انفراد بہی بدعت ہے چنانچہ در مختار وغیرہ
مین مصرح ہے پس اسکو ہی سفر السعادۃ کہتا ہے کہ اجتماع عادت صحابہ کی نہتی تو مولف کا اسکو رد کرنا حدیث کا رد کرنا ہے اور افعال صحابہ پر
طعن کرنا ہے معاذ اللہ اور نہین سمجہتا کہ ایصال ثواب کیواسطے جمع ہونا یہ رسم مروجہ بہی اجتماع الی اہل المیت ہی ہے جو کہ حدیث مین موجود ہے جبکہ
وہ قرن خیر و ثواب کے حریص اور نفع رسانی مسلم کی حیا و میتا مشغوف اس کام کو برا جانکر ترک کرین تو کسی دوسرے کو کرنا اگر بدعت نہوگا تو کیا ہوگا
علاوہ بعد یہ کہنا کہ آپکی صلوۃ نجات کو کافی تہی پہر ختم قرآن و کلمہ کی حاجت نہ تہی محض خیال خام ہے یہ لاریب کہ آپکی نماز نور و رحمت تہی مگر اسپر

واسطے میت کے پس حال حضرت کی دعا کا قرآن اور قول صحابی اور تفسیر امام سے اور نیز حدیث سے معلوم کر چکے کہ کیا کچھ اوس مین مقبولیت اور
فیضان الٰہی ہے ہم اپنی سو لیتے جسقدر چاہین ختم قرآن کرین اور کلمہ فاتحہ و درود پڑہین لیکن اوس ایک علاقہ کی برابری جو لبہاے سراپا رحمت حضرت
محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کمال مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتے تھے نہین ہوتی نہین ہوتی اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علاوہ
نماز کے اور طرح پر بھی مشکلکشائی فرماتے تھے حضرت جابرؓ فرماتے ہین کہ جب سعد ابن معاذ فنا ہو گئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھا ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے پھر آپنے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی یہی پڑھتے رہے پھر حضرت سے
پوچھا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے آپنے فرمایا کہ اسکو قبر نے دبا لیا تھا اس تسبیح و تکبیر کی برکت سے اسپر قبر ہر طرف سے فراخ ہو گئی روایت کیا اسکو
امام احمد نے کذا فی المشکوۃ بھلا جہان اسطرح پر مشکلکشائی اور دستگیری ہوتی ہو اگر ختم قرآن نہ ہوا تو کیا حرج ہے بلکہ قرآن نہ پڑھا تو بلکہ ذکر اللہ

نجات جانکر کفایت کرنا اور صدقہ و خیرات کا ترک کرنا ہرگز نہین تھا۔ خود فخر عالم علیہ السلام بعد نماز کے ہر روز دعا اور استغفار کرتے رہتے تھے اور
بعد دفن کے بھی دعا کرتے تھے اور صحابہ بھی اپنے اموات کو بعد نماز فخر عالم کے ثواب صدقات مین یاد رکھتے تھے وہ یہ تقریر مولف کی محض ڈھکوسلا
نقل نا تمام کا ہے اور جہل ہے حقیقت حال صحابہ سے اور سفر السعادۃ یہ کہتا ہے کہ ختم اور تکرار قرآن اور جمع ہونا یہ کہ ایصال ثواب تھا
مولف کو فہم سے تو کام ہی نہین وہ گور پر یا غیر گور پر قرآن و کلمہ پڑہنے کو جمع سب قوم کا ہونا بدعت کہتا ہے نہ انکار ایصال ثواب کا مگر فہم ہو تو
کیا علاج ہے مولف خود کہتا ہے کہ حضرت علیہ السلام سوائے صلوۃ کے اور طرح بھی مشکل کشائی کرتے تھے اور وہ کلمہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کا پڑھنا ہے
کہ خود مولف نے نقل کیا بندہ کہتا ہے کہ ایسا ہی ہر روز دعا و استغفار سے یاد رکھنا بھی مشکل کشائی ہے پس بغور ملاحظہ کرو کہ آپ ہی تو مولف
صلوۃ فخر عالم کو کافی کہکر آیا ہے اور اب دوسری مشکل کشائی کا اقرار کر دیا اور نہین سمجھتا کہ جیسا آپنے کلمہ اور دعا سے مشکلکشائی فرمائی اب
قرآن و ختم سے مشکلکشائی ہے اور صحابہ کیوقت مین یہی کرتے تھے اور جب خود آپنے نماز اپنی کو کافی نجات نہ جانا اور یہ بہتر بھی مشکلکشائی
فرماتے رہے صحابہ سے لیکر آجتک یہی امر مستحسن ہے ثواب اسوقت اور قرن صحابہ مین اور زمان فخر عالم مین کوئی فرق باقی نہ رہا غرض بھی پڑھتے ہین
اور ایصال ثواب بھی کرتے ہین کہ میت کیواسطے اہل میت جمع ہونا نہ جب تھا نہ اب ہونا چاہئے اور اس امر کو سفر السعادۃ بدعت کہتا ہے مولف
کے فہم پر غلاف ہے اور اوسکو ہی حضرت جریر نے نیاحت مین شمار فرمایا علی ہذا **قولہ** بلکہ قرآن نہ پڑھتے تو بلکہ ذکر اللہ تو حضرت نے بھی واسطے میت
کے قبر پر کیا الخ **اقول** محض کم فہمی ہے کیونکہ سفر السعادۃ قصداً ختم میت کیواسطے جمع ہونیکو کہتا ہے اور وہ اجتماع بعد دفن میت تہا اوس مین
ضرورت اس ذکر کی ہوگئی تو اوسکو فرمایا غرض اجتماع للمیت جو مراد سفر السعادۃ کی ہے اوس مین اور اجتماع مین جو دفن میت کیواسطے تھا کہ فرض
کفایہ ہے اور اوس مین ذکر کرو یا فرق زمین آسمان کا ہے اوسکو اس سے کوئی مناسبت نہین پس یہ بھی نہ خلاف سفر السعادۃ کے ہے اور نہ حجت
جواز اجتماع کی ہو سکے کیونکہ سفر السعادۃ اوس اجتماع کو بدعت کہتا ہے کہ بعد دفن میت کے دوبارہ ختم و قرآن کیواسطے یا بغیر اس کے اہل میت
کے پاس جمع ہون کہین ہو گور پر یا غیر گور پر اور اسکو ہی حدیث جریر مین نیاحت مین داخل کیا ہے اور حالت اجتماع تجہیز تکفین مین اگر کچھ پڑھتے
رہین اور ثواب پہونچا دیوین تو وہ جائز ہے نہ اوسکو سفر السعادۃ منع کرتا ہے اور نہ حدیث جریر سے اوسکا منع مفہوم ہے اور خود فعل فخر عالم کا قبر سعد
بن معاذ پر اوسکے جواز کی دلیل ہے مگر فہم کی حاجت ہے پس اس فعل مرسوم کو بدعت حسنہ نہین کہہ سکتے بلکہ ضلالہ کہنا واجب ہے معہذا یہ جاننا ضرور ہے

توحضرت نے بھی واسطے میت کے قبر پر کیا پس جواز کے واسطے ایک اشارہ عند الفقہاء کافی ہے اور بالفرض اگر عہد نبوی مین نہ ہو تو قلت
کے سبب ختم قرآن کو بدعت کہین مثل قول سفر السعادت کے اسکا مضائقہ نہین لیکن وہ حسنہ ہے ناجائز نہین بکردہ تو کہنا اوسکا پر گز صحیح
نہین اسلئے کہ بہتیرے نیک کام حضرت کے بعد کیئے گئے اور بالاتفاق جائز رکھے گئے اوسکا نام علماء دین نے بدعت حسنہ رکہاہے چنانچہ
ہم اوپر تحقیق کر چکے ہین اور اس مسئلہ مین بھی جزئی خاص پیش کرتے ہین فتاوی قنیہ مین ہے وضع الید علی القبر بدعة والقراءة علیہ بدعة
اور امام حجت الاسلام غزالی نے احیاء العلوم مین فرمایا ہے لا باس بقراءة القرآن علی القبور اور انہین امام نے ایک قصہ عجیب لکہا ہے علی
بن موسی کہتے ہین کہ مین امام احمد بن حنبل کے ساتھ تہا ایک جنازہ پر بعد دفن کے ایک اندھا قرآن پڑہنے لگا امام احمد نے فرمایا او آدمی یہ کام
بدعت ہے جب ہم مقبرہ سے نکلے محمد بن قدامہ نے امام احمد سے پوچہا کہ تم مبشر بن اسمعیل حلبی کو کیسا مانتے ہو فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر ہے
اوس نے پوچہا تمنے اوسسے کچہ علم سیکہا ہے امام نے فرمایا ہان جب معلوم ہوا اقرار اونکا ہے کہ وہ استاد ہین امام احمد کے تب وہ محمد بن قدامہ
بولا کہ خبر دی مجکو مبشر بن اسمعیل نے اونکو خبر پہنچی عبد الرحمن سے کہ جب اونکے باپ علاء بن لجلاج کا انتقال ہوا وصیت فرمائی کہ جب مین
دفن کیا جاؤن میرے سرہانے قبر کے پنج آیت اور آمن الرسول پڑہو اور یہ کہا کہ مین نے ابن عمر کو سنا ہے وہ وصیت کرتے تھے اسبات کی
اوسوقت امام احمد نے فرمایا کہ مقبرہ مین جاؤ اور اوس اندھے کو کہدو کہ قرآن پڑہتا رہے اور فتاوی عالمگیری مین ہے قراءة القرآن عند القبور

کہ فخر عالم نے ذکر بجہر بیان کیا ہے نہ ایصال ثواب اوسکا اور جہر سے یہ دو کلمہ فرماتے تھے ورنہ خفی ذکر تو آپ کا ہر حال ملازم تہا اسکا بھی
خیال رہے اور مولف کے استدلال کی خوبی معلوم رہی کہ ایصال ثواب اس روایت سے ہر گز نہین نکلتا کاش کہ یہ عوام کالانعام جب
دفن مردہ کیواسطے جمع ہوتے ہین ذکر و کلمہ پڑہتے رہا کرین اور اوس کا ثواب میت کو پہونچا دیوین اور خرافات بکواس جو اوسوقت کرتے ہین
نکیا کرین تو آپ معصیت و لغو کلام سے محفوظ رہین اور مردہ کو لاکھ سے زیادہ کلمہ پہونچ جاوے مگر شیطان کب ہونے دیتا ہے کہ سنت کے
موافق کام ہو وہ تو بدعت پر رغبت دلا کر لاتا ہے **قولہ** اور بالفرض اگر عہد نبوی مین الخ **اقول** اجتماع مخصوص مین ختم کرنا بدعت
ضلالہ ہے نہ بدعت حسنہ اور یہ ضلالت بوجہ اجتماع کے ہے نہ بوجہ ختم و قرآن کے اور قنیہ کی روایت مولف کو مفید ہر گز نہین کیونکہ وہ قراءة
علی القبر کو بدعت حسنہ کہتا ہے نہ اجتماع مخصوص ممنوع من الحدیث کو جسکو سفر السعادة نے نقل کیا علی ہذا قول احیاء العلوم کا اور اگر
اس روایت کے اطلاق سے حجت لاؤ کہ مطلقاً قبر پر قرآن پڑہنا جائز ہے خواہ اسواسطے جمع ہون یا نہون تو بھی غلط ہے کیونکہ اطلاق وہان
معتبر ہوتا ہے کہ نص حکم قید کی موجود نہو چونکہ یہان قید کا منع ہونا نص سے ثابت ہوگیا تو اب یہ روایت مطلق نرہیگی اور مقید ممنوع رہیگا
اور یہ جو قصہ عجیب مولف نے لکہا ہے اسکا یہی مدعا ہے کہ قرآن قبر پر پڑہنا درست ہے نہ کہ باجتماع مخصوص پڑہنا اگر عقل و فہم ہو تو کچہ
خفا نہین علی ہذا روایت عالمگیریہ اور فتح القدیر اور رسائل مسائل کا جواب ہے مگر مولف کو کچہ تمیز نہین کہ اثبات کس چیز کا کرنا ہون اور دلائل کیا
رہا ہون سبحان اللہ اور فتح القدیر مین جو اجلاس القارئین کا لفظ شبہ ڈالے تو اوسکا بھی حال سنو کہ مراد حدیث جریر اور سفر السعادة سے بھی
قوم کی کراہت ہے کہ الی اہل میت ہو اور یہ چند قاری نے قرآن قبر پر جو پڑہا ہے تو اوس اجتماع سے یہ جدا ہے کیونکہ وہ اجتماع قوم کا اہل میت
سبب تہا اور یہ اہل میت کیواسطے نہین تا کہ تکرار تعزیت یا خلاف حدیث اس مین لازم آوے جیسا سیوطی نے [illegible]

بعض مشائخ رحمهم الله اخذوا بقوله وهل ينتفع والمختار انه ينتفع كذا في المضمرات اور فتح القدیر مین ہے واختلف في اجلاس القارئين
ليقرؤا عند القبر والمختار عدم الكراهة اور مولوی اسحق صاحب نے مائۃ مسائل کے جواب سوال ہشتاد و سوم مین لکھا ہے - حافظان را برائے
قرائت قرآن نشاندن نزد قبر درین مسئلہ علمارا اختلاف است مختار ہمین است کہ جائز است الی آخرہ - پس اگرچہ صاحب سفر السعادت نے
قرآن خوانی کو بدعت لکہا لیکن کلام امام محمد اور امام احمد بن حنبل اور کتب فتاوی اور مولوی اسحق صاحب سے خوب ثابت ہوگیا کہ قبر پر قرآن پڑہنا
مکروہ نہین نہ جمع ہوکر نہ الگ الگ اور میت کو اوس سے نفع ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم قرآن نکرنے سے منع اور کراہت لازم نہین
آتی اسلئے کہ آپ بہت افکار جہاد وغیرہ اور اصلاح اُمت اور تعلیم نوآموز مسلمانون مین مصروف رہتے تھے اسقدر فرصت کہان پاتے تھے اور یہ بھی ہے
کہ آپکی ہمیشہ عادت صرف نماز جنازہ پڑھ دینا ہمارے ختمات قرآن اور اجتماعات اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تہا اور بعد آپکے اتقیاء نے اموات پر
قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور انکے پیچھے تمام اُمت مین رائج ہوگیا چنانچہ عنقریب بیان آتا ہے پس یہ روایتین تو ہمنے قبر پر قرآن پڑھنے کی بیان کین
مناسبت نہین اگرچہ بعض علماء اوسکو بھی مکروہ کہتے ہین مگر صاحب فتح جواز کو راجح کہتا ہے ہمنے تسلیم کیا کہ صاحب سفر السعادۃ کے نزدیک مطلق جمع
القراۃ القرآن بدعت ہے تو وہ تو یہ کہتا ہے کہ صحابہ کا تعامل نتہا اور اوسنے اجتماع کو عموماً بدعت کہا تو غایت الامر یہ ہوا کہ جو صراحۃً منصوص حدیث
جریر سے ہے وہ تو اتفاقاً بدعت و نیاحت ہوا اور جو سفر السعادۃ نے دوسری فرد کہی وہ مختلف فیہ ہوئی یعنی اُسکے نزدیک وہ بہی بدعت ہے اور
فتح القدیر نے قبر پر جمع ہوکر قرآن پڑہنا بوجہ اللہ تعالی جائز کہا اور بعض دیگر علماء نے جمع ہوکر قرآن پڑہنا لوجہ اللہ کسی وقت غیر معین مین
جائز کہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص لی اہل میت تو سب کے نزدیک بدعت رہا تو بہر حال سیوم کا پڑھنا قرآن اور ختم کا تو سبکے نزدیک بدعت ہوگیا
جسکے بحث ہے اور جسکو علما سنت منع کرتے ہین اور مولف جائز کہتا ہے تو دوسری شق مختلف فیہ ہوئی سفر السعادۃ نے اوسکو منع کیا اور بعض علماء
نے درست رکہا مگر بہر حال اجتماع مخصوص سیوم کہ جسکی بحث ہے وہ کسی روایت سے جائز نہین ہوتا کیونکہ اوس مین اجتماع الی اہل میت ہی اگرچہ
قرآن و کلمہ ہی پڑہتے ہون پس روایات منقولہ مولف کی سفر السعادۃ کے اصل مطلب کی کوئی خلاف نہین گو ایک شق خاص مین فتح اور سفر السعادۃ
کے خلاف ہوا اور وہ خلاف بہی مولف کو کچہہ مفید نہین مگر فہم مولف کا قاصر ہے افسوس ہے کہ مولف کہین مطلب نہین سمجہتا اور اپنے کوتاہ فہم پر علماء پر طعن
کرنا سہل جانتا ہے سب اہل علم غور کرین پس واضح ہوگیا کہ قرآن و کلمہ کا ثواب پہونچانا بلا قید درست اور اجتماع مخصوص سیوم کا بدعت اور
سفر السعادۃ کا قول صحیح اور موافق حدیث جریر کے اور روایات منقولہ مولف کے ہے الا فی شق واحد کہ وہ خلاف مولف کو ہرگز مفید نہین اور توجیہات
رکیکہ مولف کی سب ہی غلط خلاف واقعہ کے ہین فقط **قولہ** اور آنحضرت کے ختم قرآن کرنے سے الخ **اقول** مولف نے اول تو فہم اور سفر السعادۃ
مین خطا کی ہے وہ کہتا ہے قرآن خوانند و ختمات خوانند ختمات سے مراد اذکار ہین مولف نے ختم قرآن کا سمجہا تو کہنا ہے آنحضرت علیہ السلام کے ختم
قرآن نکرنے سے منع لازم نہین آتا اور یہ محض غلط ہے بلکہ جن لوگون کے نزدیک قرآن و ذکر کا ثواب پہونچتا ہے اونہون نے قرآت کا وصول ثواب
احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے پس بلا قید قرآن اور کلمہ پڑہنا خود ثابت ہوگیا ختم ہی کرنا ثابت ہوگیا ضرور ہے اور جو لوگ انکار کرتے ہین جیسے شافعی مالک
اونکے نزدیک اب بھی ثابت نہین پس عذر جہاد کا بالکل لغو ہے مگر مولف کو اس عذر ختم کے لکہنے سے شرم نہ آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رات دن تو جہاد مین مصروف نہ تھے اور نہ اعداد آلات جہاد اس درجہ کو تھے کہ ختم قرآن کی جو دو تین گھنٹہ مین پندرہ بیس آدمی کر سکتے ہین گنجایش

اب سوائے قبر کے اور جگہ اگر جمع ہوکر پڑہین اوسکا کیا حکم ہے اوسکو ہم مانعین کی دوسری سند مین بیان کرین گے سند دوسری مانعین اپنے
رسائل مین نصاب الاحتساب کی عبارت نقل کرتے ہین ان ختم القران جہرًا بالجماعۃ ویسمی بالفارسیۃ سیپارہ خواندن مکروہ انتہی یہ ہوا مسئلہ
یہ ہے کہ نماز کے اندر قراءت امام کا سننا اور اوسوقت چپ ہوجانا تو بالاتفاق فرض ہے لیکن اگر خارج نماز کے کسی مقام پر قرآن پڑھا جاتا ہو
تو اوسکے استماع مین اور سامعین کے خاموش ہوجانے مین اختلاف ہے بعضے اوسکو بہی فرض کہتے ہین اور بعضے مستحب جو علما مستحب کہتے
ہین اون کے نزدیک کچہ مضائقہ نہین جو لوگ جمع ہوکر قرآن پڑہین بلند آواز سے اور جو فرض کہتے ہین اونکے نزدیک نہین جائز فتاوی قنیہ مین ہے
یکرہ للقوم ان یقرؤا القران جملۃ لتضمنہا ترک الاستماع والانصات المامور بہما کذا فی فتاوی ابی الفضل الکرمانی وقیل لا باس بہ کذا روی محمد
عن الائمۃ الکرباسی وعن نجم الائمۃ الحکیمی۔ یہ دونون روائتین جواز اور عدم جواز کی حلبی نے شرح منیہ مین اور دوسرے فقہا نے بہی روایت
کی ہین ان روایتون سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک تو یہ کہ جو لوگ علماء سلف مین منع کرتے ہین اونہون نے یہ دلیل قایم نہین فرمائی
مہلت نہلی یہ بداہۃً سقط ہے اور غزوہ موتہ کی جب خبر آپکو ملی اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ اور جعفر طیار کی شہادت معلوم ہوئی آپ
مسجد مین حزین بیٹھے رہے اور جماعات صحابہ حاضر تہی دو ساعت مین ختم قران ہوسکتا تہا علی ہذا خبر شہداء بیر معونہ وغیرہ مین پس یہ عذر مقدر
چہ پوزر غلط ہے کہ جسکو کوئی عاقل بہی قبول نکریگا الغرض ثواب قران شریف کا آپکے زمانہ مین تہا مگر اجتماع مخصوص نتہا مولف کا فہم قاصر ہے
اور پہر انصار بہی پڑہتے تہے اور ابتک جاری ہے اور جس کا انکار سفر السعادۃ کو ہے اعنی اجتماع الی اہل میت وہ کسیکے ہرگز ثابت نہین ہوا
مگر تامل و فہم درکار ہے **قولہ** سند دوسری الخ **اقول** نصاب الاحتساب مین قران جماعت کو جہرًا پڑھنا مکروہ لکہا ہے اور یہ امر سیوم کے
قران مین مشاہد ہے مولف بہی اس کراہت کو قبول کرتاہے اور کراہت تحریمیہ مراد ہے اور یہی راجح ہے اسواسطے کہ اسکو مدلل بیان کیا ہے
اور دلیل مسئلہ کی بیان کرنا وجہ ترجیح کی ہوتی ہے دوسری یہ کہ اوسکے مقابل کو قیل کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور ایسے موقع مین کہ ایک
مسئلہ کو جزمًا بیان کرین اور اوس کے مقابل کو صیغہ مجہول سے بیان کرین تو اوس مین ضعف ہوتاہے اور یہ قواعد سب اہل علم جانتے
ہین بسبب شہرہ و بداہت کے نقل سند کی حاجت نہین اور دوسری روایت ضعیف پر بہی کراہت تنزیہ ثابت ہے کیونکہ لا باس کا اصل

اطلاق کراہت تنزیہ پر ہی آتاہے قال فی رد المختار دکلمۃ لا باس غالب استعمالہ فیما ترکہ اولی انتہی بہرحال علی الراجح جہرًا پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہوا
اور علی المرجوح کراہت تنزیہ ہوئی کہ دوسرے امر بدعت سے ملکر موجب قوت منع کی ہرحال ہوجاویگی **قولہ** ایک تو یہ کہ جو لوگ الخ **اقول**
سبحان اللہ کیا فہم عالی مولف کا ہے کہ اگر سلف کوئی دلیل بیان نکرین اور خلف دلیل بیان کرین تو وہ دلیل معتبر نہو سب اہل علم جانتے ہین کہ
ایک شے کی تین تین اور چار چار اور زیادہ دلائل ہوتی ہین اگر کسی نے ایک حجت بیان کی تو دیگر حجج کا مرتفع ہونا کہانسے لازم آگیا بلکہ اگر اولین
کو ایک حجت جواز یا حرمت کی معلوم ہو اور متاخرین کو زیادہ دلائل پر اطلاع ہوجاوے تو کون محذور ہے خود مولف نے نور چہارم مین ابن جوزی
کے طعن کے رفع مین وہ دلائل لکہی ہین کہ پہلے کسی نے نہین لکہی تہی اپنے گھر کی مولف کو خبر نہین سب تہوڑی عقل والے بہی جانتے ہین کہ
یہ دعوی عدم جواز اجتماع کا صحیح اور حدیث جریر سے بعمومہ ثابت ہے پس اگر نصاب الاحتساب مین ذکر نتہا تو نہو یہ تو دلیل مشاہد ابن ماجہ وغیرہ
مین آنکہون سے نظر آتی ہے اسکا رفع کسطرح ممکن ہے اور حدیث صحیح ہے اگر صاحب نصاب الاحتساب کو اور دیگر علماء کو یہ معلوم نہوا یا انہون نے

جواب ہماں کے مانعین قائم کرتے ہین کہ حضرت کے وقت مین جو جمع ہوکر قران نہین پڑھا گیا اسواسطے منع ہے بلکہ یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب
سب پکار کر پڑھین گے تو قران شریف کا سُننا جو فرض ہے وہ ترک ہوگا دوسرا فائدہ یہ کہ جن عالمون نے منع کیا اونھون نے جہر سے پڑھنے
کو منع کیا ہے چنانچہ نصاب الاحتساب کی عبارت مین جسکو مانعین سند لاتے ہین لفظ جہر صریح موجود ہے پھر یہ صاحب علی العموم ختم قران
کیون منع کرتے ہین یہی فرماوین کہ پکار پکار کر نہ پڑھین تاکہ بالاتفاق جائز ہو اور اگر آہستہ پڑھینگے بعضون کے نزدیک جائز ہوگا اور بعضون
کے نزدیک نہین چنانچہ صاحب خزانۃ الروایات نے کتاب مفید المستفید سے یہ فیصلہ نقل کیا ہے بدین عبارت در سپارہ خواندن اختلاف
است اگر خوانند چنان خوانند کہ یکدیگر نشنوانند اور مولوی اسحق صاحب سوال ہشتاد و سوم کے جواب مین خاص مائۃ مسائل مین لکھتے ہین

حافظان را برائے قرارت قران نشاندن بر قبر درین مسئلہ علمارا اختلاف است مختار ہمین است کہ جائز است بشرطیکہ باآواز بلند جمع
شدہ قرارت نکنند انتہی خلاصہ یہ کہ جمع ہوکر آہستہ اگر قران پڑھین خواہ قبر پر خواہ غیر قبر پر کسیکے نزدیک منع نہین دیکھو جمع ہوکر پڑھنا
قران کا حدیث صحیح مین وارد ہے مسلم نے روایت کیا ہے کہ جس گھر مین آدمی جمع ہوتے ہین اس لئے کہ تلاوت کرین کلام اللہ کی اور پڑھین
آپس مین اوترتا ہے اونکے دلون مین آرام و قرار و طمانیت اور سب طرف سے لیتی ہے اونکو رحمت اور گرداگرد اونکے پھرتے ہین فرشتے دیکھو یہ

نقل کیا تو اس مشاہدہ امر کا انکار تو محض جنون ہوگا کہ معنی موجود دلالت موجود دلیل کیون نہ ہوگی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا عمدہ فائدہ مولف کو ملا نہین
بلکہ یہ فائدہ ملا کہ دوسری علت کراہت کی حاصل ہوگئی اور ہمکو بطور خوبی فہم مولف کا فائدہ حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ بھی لغو ہے کیونکہ درصورت خفیہ
پڑھنے کے کراہت رفع ہوجاویگی مگر اجتماع مخصوص کا نیاحت ہونا اور تشبہ ہنود کا مثلاً کہان چلا جاویگا سو یہ فائدہ بھی نتیجہ ذہن مولف کا
ہے کہ ایک علت کی رفع سے تمام علل کا رفع ہوجایا کرے اور خزانۃ الروایات کا فیصلہ اوس قراءۃ جماعت مین ہے کہ وہ اجتماع بدعت نہو
جیسا جمعہ کو جامع مسجد مین لوگ پڑھتے ہین اوسکو فیصلہ کرتا ہے اور ایسا ہی مولانا اسحقؒ نے اجتماع جائز مین یہ فرمایا سو ہمکو بھی کچھ عذر نہین کہ
اگر جمع مباح ہے اوسمین آہستہ پڑھنا چاہئے اور مجمع بدعت مین اگر آہستہ پڑھینگے تو یہ کراہت رفع ہوجاویگی اگرچہ دیگر وجوہ منع کے سبب سے وہ منع
ہی رہیگا مولف کو یہ گمان ہوا ہے کہ صاحب نصاب الاحتساب نے ایک یہی وجہ کراہت سیوم کی لکھی ہے نہین اوس نے بہت سی وجوہ لکھی
ہین ایک یہ بھی لکھی ہے مولف ذرا ہوش کرکے بات کرے اس تحریر سے بھی اتنا تو واضح ہوگیا کہ حدیث جریر سے دو کراہت سیوم کی مستفاد ہوئی
اجتماع الی اہل میت اور صنعۃ الطعام چنانچہ محقق ہوا تیسرے عوام کے نزدیک نخود کا ضروری ہونا جس مین تغیر حکم شرع کا اباحت سے تاکد کیطرف
چوتھی تشبہ کفار ہنود پانچوین یہ جہر خوانی اور سوائے انکے بھی ہین صاحب فہم کو تو واضح ہین مگر سقیم العقل پر مخفی ہین **قولہ** خلاصہ یہ کہ الخ
اقول لاریب جمع ہوکر قران آہستہ پڑھنا درست مگر وہ جمع ہونا مباح ہونا چاہئے سو حدیث مسلم مین مذاکرہ قران کیواسطے اجتماع کا کہ مستحب
بلکہ مثل واجب کہ تذکیر و تذکرہ وعظ ہی ذکر ہوا ہے اسپر اجتماع مکروہ کو قیاس نہین کرسکتے یہ کوتاہی فہم کی سبب ہے اور قاضی ثناء اللہ کی روایت
تذکرۃ الموتی کی جو مولف کو مفید نہین سابقاً گذرا کہ یہ اجتماع لوجہ اللہ تعالی ہے نہ اجتماع الی اہل میت اور سیوم مروجہ دوسری قسم ممنوع مین
داخل ہے نہ اول مین باربار اعادہ تفصیل کا ضرور نہین اور سفیان کی روایت مین انصار کا اختلاف قبور کیطرف مفید اجتماع کو ہرگز نہین
انصار کا قبر پر قران پڑھنا معلوم ہوتا ہے اور آنا جانا محبت ہوکر جانا اور پڑھنا جو اس مین ہی مولف کی کچھ دلیل نہین نفس قراءۃ علی القبر مین

کس قدر فضیلت عظمیٰ ہوئی علاوہ برین قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور مین لکھتے ہین حافظ شمس الدین ابن عبد الواحد گفتہ
از قدیم در ہر شہر مسلمانان جمع میشوند و برای اموات قران میخوانند پس اجماع شدہ انتہی - اور کتب عربیہ مین اسکی عبارت یون ہے یجتمعون
ویقرؤن القران لموتاہم من غیر نکیر فکان ذلک اجماعا - عربی عبارتون مین من غیر نکیر کا لفظ صاف بول رہا ہے کہ پہلے اس مین کوئی انکار
نکرتا تہا اور ملا علی قاری اور سیوطی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب لکھتے ہین عن سفیان قال کان الانصار اذا مات لہم المیت اختلفوا الی
قبرہ ویقرؤن القران - اور علامہ عینی شرح ہدایہ کے باب الحج عن الغیر مین لکھتے ہین ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر وزمان ویقرؤن
القران ویہدون ثوابہ لموتاہم وعلی ہذا اہل الصلاح والدیانۃ من کل مذہب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرہم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعا
انتہی مجموع ان روایات سے یہ معلوم ہوگیا کہ مذاہب اربعہ اہل سنت والجماعت کے تمام علماء دیندار محقق اور صلحاء ہر شہر مین قدیم سے جمع
ہوکر قران اموات کے واسطے پڑہتے رہے ہین اور کوئی انپر انکار نہین کرتا تہا اور مراد یہ ہے کہ کوئی بڑا عالم محقق جسکی سند پکڑی جاوے
اور اسکا انکار انکار شمار کیا جاوے ایسا شخص کوئی نہین منع کرتا تہا اور کم درجہ کے علماء مین اگر کسی نے انکار کیا وہ رد کیا گیا اوسکے قول پر
عمل نہین ہوتا تہا عمل امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی پر رہا ہے بالاتفاق والاجماع کہ پڑہنا قران کا مجتمع ہوکر قبر پر اور مکانات پر بہی
جائز ہے چوتھا امر مجمع ہونا عزیزون اور دوست آشناؤن کا واسطے پڑہنے کلمہ اور قران کے سو وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک لاکھ کلمہ تنہا وارث
میت تو پڑہ نہین سکتا اور اگر کوئی ہمت بہی کریگا تو مدتون مین تمام ہوگا یہان میت کا ابہی کام تمام ہوا جاتا ہے اسکے حق مین جلدی چاہئے
پس لابد ہوا کہ دوست آشنا ایسی حالت مین ورثاء میت کی مدد کرین کہ اونکے ساتھ ملکر جلد انجام کار فرماوین اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
تعاونوا علی البر والتقوی یعنی آپس مین مدد کرو نیک کام اور تقوی پر اور یہہ بہی ہے کہ جب وارثان میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا تو جسقدر
مومنین طالب حسنات ہین سب کو اوس مین شریک ہونا موافق حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجب خیر وسعادت ہوگا فرمایا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا یعنی جب گذرو جنت کے باغ اور سبزہ زار مین تو وہان چرو - چرنے سے مراد یہ کہ خوب ان کا
ثواب پیٹ بھر کے حاصل کرو - لوگون نے پوچھا کہ بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہین آپ نے فرمایا حلق الذکر - یعنی جہان جماعتین
ذکر کرنے والون کی حلقہ مارے بیٹھی ہین روایت کیا اسکو ترمذی نے کذا فی المشکوۃ - آب ہم پوچھتے ہین کہ اس جلسہ مین جو قران اور کلمہ

اوپر خلاف بیان ہوچکا اور اجتماع غیر مرسوم مین بہی قرأت کا حال لکہا گیا مگر بہرحال مولف کے اجتماع مخصوص کو غیر مفید محض ہے علی ہذا
روایت عینی شرح ہدایہ سے حال اجتماع مختلف فیہ کا دریافت ہوا نہ مبحوث عنہ متفق الکراہت کا پس مولف کی ٹرکی تمام ہوئی اور حسن فہم
مولف کا آشکارا ہوگیا کہ ایک نوع جائز سے دوسری نوع بدعت پر استدلال لاتا ہے اور یہ خبر نہین کہ ہر نوع دوسری نوع کی مباین ہوتی ہے
کیا خوب ہوتا جو تہذیب منطق ہی مولف پڑھ لیتا تو ایسی خطائی الدین کرکے خلق کو گمراہ نکرتا **قولہ** چوتھا امر جمع ہونا عزیزون کا الخ **اقول**
اس اجتماع کا حال تو ابہی روشن ہولیا کہ صحابہ کے وقت سے ممنوع چلا آتا ہے اور مطلق اجتماع جس مین کوئی محظور شرعی نتہا ہو اور نحو داور تعیین بیجا
نہو خود جائز ہے سو وہ سیوم مروجہ کے خلاف ہے مگر یہ مولف کا کہنا کہ یہان میت کا کام ابہی تمام ہوا جاتا ہے بڑی بیشرمی کی بات ہے کیونکہ اگر بسبب
میت کا خیال ہے تو قبل دفن اسقدر کلمہ ہوسکتا ہے اوسوقت میت کا خیال نہین ہوتا اب تیسرے روز جب خوب کام تمام ہولیا تو ہوش آئی

پوچھا جاتا ہے یہ ذکر اللہ ہے یا نہیں؟ اگر کہتے ہو کہ نہیں تو کیا قل بکاؤلی اور فسانۂ عجائب فکر اللہ ہوگا؟ ۔ اور اگر کہو کہ ہاں یہ مجلس مجلس فکر ہے
تو ہم کہیں گے کہ بموافق ارشاد مخبر صادق کے یہ مجلس باغ اور سبزہ زار جنت ہے پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کرتے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ارتعوا اور تم کہو لا ترتعوا اور اللہ تعالیٰ فرماوے تعاونوا علی البر اور تم کہو لا تعاونوا۔ کس قدر مقابلہ اللہ اور رسول کا ہے دیکھو ایک وہ لوگ تھے
کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے اور اوس میں کچھ خیر اور بہتری ہوتی تھی تو اوس خیر کی باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے عیدگاہ میں بعد نماز عید
نفل پڑھنا ممنوع ہے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو وہیں نفل پڑھتے دیکھا اوسکو آپ نے منع نفرمایا لوگوں نے عرض کی یا امیر
المومنین آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے آپ نے جواب دیا کہ مجکو خوف آتا ہے مبادا ان لوگوں میں شریک ہو جاؤں جنکو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا ہے
ارأیت الذی ینہی عبداً اذا صلی یعنی تو نے دیکھا اوسکو جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ یہ قصہ حضرت علیؓ کا درمختار میں اور دوسری
کتب فقہیہ میں موجود ہے اب سمجھئے ایک وہ دور صحابہ کا تھا کہ حضرت علیؓ نے یہ خیال فرمایا کہ گو یہ حیثیت کراہت کی اس نماز میں عارض ہے کہ بعد
نماز عید عیدگاہ میں خلاف طریقہ سنت نماز پڑھتا ہے لیکن پھر بھی یہ فعل خیر تو ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا ہے اللہ کی حضوری میں ہے منع
نفرمایا اور منع کرنے میں خوف الٰہی کیا اور کیوں نکرتے وہی لوگ ڈرا کرتے ہیں اللہ سے جنکے دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے ایک یہ دورہ آخری ہے کہ تعیین
یوم کو اپنے خیال میں مکروہ جانکر کلمہ اور قرآن سے منع کرکے بھی عدل سے نہیں ڈرتے۔ **پانچوان امر** معین کرنا روز تیسرا وضع ہو کہ معین کر لینا کسی روز کا
دفن کے وقت تو حقہ کشی اور لغو کلام میں مصروف رہے مگروہ و نگو را حافظ نباشد یہ مولف کی عجب بات ہے باقی رہی معاونت مومن کی اور تعلق الاکر
کی سو مطلب مخرج ہے ذکر اللہ تعالیٰ اوس وقت مقبول ہے کہ حسب قاعدہ شرع کے ہو نہ بطور بدعت و معصیت کے پس جو ذکر کہ بدعت و معصیت ہے
ہوگا اوسکی شرکت بھی ممنوع ہوویگی چنانچہ پہلے بھی جواب اس غلط کا ہو چکا ہے کہ منع کرنا بوجہ بدعت کے ہے نہ بوجہ ذکر کے **قولہ** ایک وہ لوگ
تھے کہ کسی مکروہ کو الخ **اقول** حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مجمع البحرین میں خلاف اسکے منقول ہے یہ عبارت اوسکی ہے ان رجلا یوم العید
اراد ان یصلی قبل صلوٰۃ العید فنہاہ علی فقال الرجل یا امیر المومنین انی اعلم ان اللہ لا یعذب علی الصلوٰۃ فقال علی وانی اعلم ان اللہ لا یثیب
علی فعل حتی یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او یحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام الخ اس سے معلوم ہوا کہ امر خیر جو خلاف مشروع
طرز کی ہو اوس سے منع کرنا چاہیئے اور یہ جو درمختار میں منقول ہوا وہ دوسرا امر ہے اس واقعہ میں نماز پڑھتے کہ حالت نماز میں اسواسطے منع نکیا
تھا کہ مولف اس آیت کے ہونیکی مشابہت تھی ارأیت الذی ینہی الآیہ نہ بوجہ خیر ہونیکے۔ یہ مولف کی محض کم فہمی ہے اور مجمع البحرین کی روایت
میں ارادہ نماز کا کرتا تھا اسواسطے اوسکو منع کر دیا سو ہرگز معارضہ نہیں فہم درکار ہے بُرے کام سے منع کرنا ضرور ہے اگرچہ مختلط بخیر ہو ہاں بعض
صورت میں جو مسئلہ مجتہد فیہا ہو تو اوس بات پر عوام کو منع نہیں کیا کرتے کہ عوام کا مذہب معین نہیں ہوتا اوسکا شبہہ بھی نکرنا چاہیئے مولف نے
نہیں سنا اور کہاں سے سنتے نہ خود پڑھا نہ علماء کی صحبت و محبت نصیب ہوئی بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ اور ابن عباس بعد عصر کے نوافل پڑھنے
والوں کو مارا کرتے تھے کہ اوس وقت نوافل مکروہ ہیں حضرت علی کا عدم منع بدون حقیقت سمجھے ترجمہ درمختار سے یاد کر لیا ہے بس مولوی ہو گئے اگر علماء
عوام کو بدعات سے منع نکریں تو مداہن فی الدین ہو وینگے اور بحکم حدیث شیطان اخرس ہو وینگے اور دین میں فساد ہوگا سو یہ مولف کو ہی مبارک
رہے اہل سنت کا کام تو نہی عن المنکر کا ہے **قولہ** پانچوان امر معین کرنا الخ **اقول** وعظ و درس فرض ہے اوسکے واسطے اہتمام کرنا ضروریات

واسطے کسی مصلحت کے شرع شریف مین وارد ہے شقیق رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین مقبولین سے ہین اور شاگرد عبد اللہ ابن مسعود صحابی کے ہین کہتے ہین کہ عبد اللہ بن مسعود وعظ فرماتے تھے ہر جمعرات کے دن جب لوگون نے کہا ہر روز وعظ فرمایا کیجیے جواب دیا کہ مجکو پسند نہین آتا کہ تم کو تنگ کروت روز کہہ کر جس طرح یہین کہتا ہون اسیطرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمکو وعظ فرماتے تھے یہ روایت مسلم اور بخاری کی مشکوۃ مین موجود ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے دن جمعرات کا مقرر کر لیا تہا وعظ کیواسطے اور یہ اونکے بیان سے سمجہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دن مقرر کر رکہا تہا حالانکہ کلام اللہ سے وعظ کے لئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہین ہوتی کیونکہ قرآن شریف مین وارد ہوا ہے وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اس مین قید دن کی نہین پس ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے جو دن معین کیا تہا تو کچھ مصلحت اوس وقت کی سمجہکر دن جمعرات کا مقرر کیا تہا ہمارے اس وقت مین اکثر علما نے جمعہ کا دن معین کر رکہا ہے کیونکہ اس زمانہ مین یہ مصلحت ہے کہ جمعہ کی نماز کو ہر طرف سے آدمی اطراف و قریات و مواضع سے خواندہ ناخواندہ جمع ہوتے ہین ایسے مجمع مین وعظ کہنے سے فائدہ عام ہوتا ہے جمعرات مین یہ نفع متصور نہین جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جاننا چاہیئے کہ ایصال ثواب موتے کے لئے علی الدوام جائز اور شرع سے ثابت الاصل جسطرح وعظ کرنا علی الدوام جائز۔ لیکن تیسرا دن مخصوص کیا گیا واسطے مصلحت کے جسطرح جمعرات کو واسطے وعظ کے خاص کیا ابن مسعود صحابی نے رضی اللہ عنہ اور یہان مصلحت تعیین مین یہ ہے کہ تعیین مفید ہے وارثان میت کو اور نیز جمیع قرآن و کلمہ پڑہنے والون کو۔ وارثون کے لئے اسطرح مفید ہے کہ تعیین اور تقرر کی قید مین خوب خیال چڑہا رہتا ہے دلپر کہ یہ کام کرنا ضروری ہے پس شائد فوت ہوتا اون سے یہ کام اور جو لوگ معین نہین کرتے اون کا کام کبہی کا کبہی ہوتا ہے بلکہ بہتیرے آدمیون سے فوت ہو جاتا ہے جو لوگ جمعرات کی تعیین مین روٹی فاتحہ اموات کی نیت سے کہلا دیتے ہین وہ تو کہلا دیتے ہین اور جنہون نے تخصیص کو بدعت کہا اون کو ہفتہ کے ہفتے بلکہ مہینے گذر جاتے ہین روٹی گہر سے نہین نکالتے اور نافع ہونا اس تعیین تاریخ کا دوسرے آدمیون کا اسوجہ سے ہے کہ اگر دن غیر مقرر رہتا تو کوئی کسی دن پڑہنے آتا اور کوئی کسی دن کام اسلوب کے ساتھہ اور جلد نہوتا دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہین اور خوش انجامی سے کام تمام ہو جاتا ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر تمکو جلدی ایصال ثواب اور امداد میت کی منظور ہے تو دفن سے اگلے دن کیون نہین ختم کرا لیتے جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا دن مقرر کرتے اوسپر بھی تم اعتراض کرتے کہ دوسرا دن کیون مقرر کیا علاوہ ازین مصلحت اوس

دین سے ہے ورنہ تیسرا چوتھا دن مقرر کرنا رفع ملال کیواسطے مناسب ہے۔ بہر اگر اوس مین بہی ایسی تعیین ہو کہ کسی حال تخلف نہو تو وہ بہی بدعت ہو جاویگا اور یہ فعل خود صحابہ کا بلکہ فخر عالم کا ہے سو جس شے کو وہان معین کر دیا وہ معین ہو گیا اور سنت ہو گیا اگر اوسکو بہی کوئی واجب جاننے لگے تو وہ بہی تعید حکم شرع سے بدعت ہو جاویگا پس اوسپر قیاس کر کے کسی مباح مطلق کو معین کرنا درست نہین کیونکہ وہان تو فعل شارع سے مستحب ہو گیا تہا اب جس شے کو اطلاق پر شارع چہوڑ گئے اوسکے اطلاق کو مقید کرنا خود تغیر ہو ویگا چنانچہ خود مولف مقر ہو چکا ہے خصوصا جس امر کو شارع نے بدعت و داخل نیاحت کیا اگر کوئی سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکہے گا تو سخت مبتدع مقابل شارع کا ہو ویگا کہ شارع تو اوسکو منع کر گئے اور یہ اوسکو سنت امر پر قیاس کر کے جائز رکہے معاذ اللہ اور مولف کسقدر رکیک توجیہ ایک امر ممنوع کے جواز کی واسطے لاتا ہے کہ دور از عقل ہے کہ تقرر یوم ثالث مین تکان رفع ہوگا اور واہیات تقریر اور اتنا نہین سوجہتا کہ حاضرین جنازہ سے کونسے پہاڑ مارے تہے

یہ دیکھی گئی کہ روز دفن برادری کے آدمی اور دوست آشنا در تک تجہیز تکفین میں ۔ رہتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی میت کی قبر کنی اور غسل و تکفین وغیرہ
میں ایک ایک پہر اور بعض جگہ دو دو پہر کم و بیش لگجاتے ہیں اگر دوسرے دن بھی کچھ گھڑی یا پہر بھر کی محنت واسطے ختم قران اور کلمہ طیبہ کے ہوجاتی
تو ستوا تر پے در پے آنا کسیقدر دشوار ہوتا اسلئے ایک دن بیچ میں آسایش دیکر تیسرا دن معین کیا گیا دوسری مصلحت یہ ہے کہ وارثان میت کی
تعزیت کیواسطے شرع شریف میں تین روز مقرر کئے گئے ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے ولا باس لاہل المصیبۃ ان یجلسوا فی البیت
او فی مسجد ثلثۃ ایام والناس یاتونہم ویعزونہم یعنی کچھ مضائقہ نہیں مصیبت زدون کو بیٹھنے گھر میں یا مسجد میں تین روز تک اس میں آدمی
آوین گے اونکے پاس اور تعزیت یعنی تسلی اور تشفی دین گے اہل ماتم کو انتہی پس تیسرے دن کے معین کرنے میں یہ بھی مصلحت سمجھی گئی
کہ ان ایام میں آمد و رفت اہل تعزیت کی رہتی ہے لوگون کے بلانے اور جمع کرنے میں چندان مشقت نہو گی اجتماع مومنین بسہولت ممکن
ہوگا اور یہ بھی ہے کہ قرب جوار کے مواضع و قصبات میں جو اونکے اقربا دوست آشنا رہنے والے ہیں بعد وصول خبر وفات وہ بھی اکثر شریک
مدد و فاتحہ و ختم قران و کلمہ طیبہ کے ہوجاوین گے پس تعین تیسرے روز کی بنی اس مصلحت پر ہے اور جو کچھ اوس میں پڑھا جاتا ہے کلام اور
قران اوس کا بیان بہت وضاحت سے اوپر ہوچکا اور یہ تعیین کچھ ہماری مقرر کی ہوئی نہیں بلکہ قدیم الایام سے علماء دین اور مفتیان
شرع متین کی قرار دی ہوئی ہے ایک مختصر دلیل اسپر یہ ہے کہ ملا علی قاری اور سیوطی اور علامہ عینی وغیرہم کے کلام سے ہم ثابت کرچکے ہیں
کہ جمیع مذاہب کے علماء صلحا کل شہرون میں کل زمانون میں جمع ہوکر ختم قران کرتے رہے ہیں اسپر اجماع امت ہے پس اس بنا پر ہم کہتے
ہین کہ کل شہرون میں اور ملکون میں ہندوستان تو بڑا ملک ہے اس میں بہت شہر ہیں پس ضرور ہے کہ یہان کے علماء صلحا نے بھی جمع
ہوکر پڑھنے کا طریقہ اپنے ملک ہندوستان میں بلاشبہہ جاری کیا ہوگا ہم جو خوب تلاش کرتے ہیں اور فکر کرتے ہیں تو ہندوستان کے دور دور
شہرون میں یہی طریقہ قدیم الایام سے جاری دیکھتے ہیں اور ہم اپنے آبا و اجداد سے اور ہمارے آبا و اجداد اپنے آبا و اجداد سے اسی طرح سنتے اور
دیکھتے آئے ہیں سیکڑون برس کی کتابون میں اونکا ذکر ہے پس یہ لابد قرار داد علماء راسخین اور صلحاء قدیم کا ہے البتہ جو وقت عوام اس مجمع سیوم
میں بعض باتیں خلاف شرع کرنے لگے اوس وقت ایک وجہ خاص کے سبب علماء اسکو منع کرنے لگے چنانچہ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا کلام شرح
قبر کنی کی تہی جو تکان ہوگیا وہ تو بیٹھے حقہ بجانے اور زٹل بکنے میں مشغول رہے تھے جیسا اپنی بیٹھکون میں ہر روز کرتے ہیں اور کاروبار تجہیز تکفین کا
کرنیوالے دو چار آدمی ہوتے ہیں باقی سب آرام سے بیٹھے رہتے ہیں پھر یہ کہ اس پہر دو پہر کی حاضری میں اگر پڑھا کریں کیون رفع تکان کی ضرورت
ہو اور کیون حرج ہو الغرض ایسی خرافات کہانیون سے حکم شرعی کا مقابلہ کس بدحواس کا کام ہے ایسی تقریر قابل التفات کے نہیں ہندوستان
میں خاص یہ رسم سیوم کی ہے اور کسی ولایت میں کوئی جانتا بھی نہیں سو یہ ہنود کے پیچھے کردیا مکر وضع ہوا ہے اب اسکی اصلاح میں از خرافات
لکھے جاو نقل سے یہ مردود ہوچکا فقط **قولہ** چنانچہ شیخ عبدالحق کا کلام الخ **اقول** مولف کی آنکھ حق بین نہیں شیخ عبدالحق صاف لکھتے ہیں
کہ این اجتماع مخصوص سیوم الخ پس جیسا شیخ نے صرف مال ستامی اور تکلفات کو حرام و بدعت کہا ہے ایسا ہی اجتماع روز سیوم کو حرام و بدعت
کہا ہے مولف کو اسقدر غفلت و حق پوشی کہ صاف تین امر کا ذکر کرکے اونکو شیخ نے حرام و بدعت کہا ہے اور مولف دو کا ذکر کرتا ہے تیسرے کو
ہضم کر گیا حالانکہ عطف کا مسئلہ نحو میں پڑھا ہوگا اور شیخ نے سفر السعادۃ کی روایت کو بھی قبول کرلیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کے

سفر السعادت مین صاف اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اما این اجتماع مخصوص بروز سیوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت
از حق یتامیٰ بدعت است وحرام انتہی کلامہ اہل انصاف دیکھین کہ اس کلام شیخ سے جو صاحب سیف السنۃ وغیرہ قران اور کلمہ پڑھنے کا
انکار روز سیوم مین نکالتے ہین کیسی بے منصفی ہے اس سے تو یتیمون کا حق ضائع کرنا اور تکلفات کی ممانعت پائی گئی اور اس عبارت سے پہلے سفر السعادت
کی عبارت بدعت ہونے ختم قران مین تھی اوسکا جواب ہم بیان امر تیسرے مین دے چکے ہین البتہ تکلفات موتے مین ممنوع ہین چنانچہ بعض
آدمیون نے بعض شہرون مین سے نئے تکلفات ایجاد کئے تھے جنکا ذکر نصاب الاحتساب مین ہے۔ یقطعون اوراق الاشجار ویتخذون منہ
سیئا علی صورۃ الاشجار ویزینون بہا حول القبر ویلبسون القبر ثیاب الحریر اذا کان المیت من اہل ای کان یلبس فی تلک یحضرون المجامر
المصورۃ بتماثیل ذوات الارواح کالبازی ونحوہ وانہ مکروہ ویبسطون الفرش ویقوم الشاعر فی مدح المیت بما لم یفعل وانہ کذب ویحضرون المصاحف
فی المقابر ویضعونہ فی المجلس لا یقرؤن وینتظرون حضور الصدر فان فتح المصحف واخذ الناس فی القراۃ ثم حضر الصدر لغضب علیہم اہل جاہلا امر النفس
الامارۃ بالسوء انتہی کلامہ ملخصا وفی حاشیۃ خزانۃ الروایات الناس یصبون الریحان والورد فی الاطباق وماء الورد فی القماقم۔ یعنی درختون کے پتون کو
اسطرح تراشتے ہین کہ صورت مثل درختون کی اوس مین پیدا ہو جاتی ہے اور گرد قبر کے ان پتون کے سجاتے ہین اور قبر پر ریشمین
غلاف ڈالتے ہین اگر وہ میت پہنتا تھا اپنی زندگی مین ریشم۔ اور لاتے ہین انگیٹھیان جسمین باز وغیرہ جانورون کی تصویرین ہوتی ہین
اور بچھاتے ہین فرش یعنی تکلفی اور ڈوم بہاٹ کھڑا ہو کر اوس مردہ کی جھوٹی تعریفین کرتا ہے اور سجاتے ہین گور پر قران کو اور رکھ چھوڑتے
ہین پڑھتے نہین جبتک رئیس مجلس نہ آجاوے اور اگر اوس سے پہلے قران کو پڑھنے لگین تو وہ خفا ہوتا ہے یہ نفس امارہ کی شامت ہے
یہ نصاب الاحتساب کے چھپے ہوئے فقرے ہین اور خزانۃ الروایات کے حاشیہ مین ہے کہ تیار کرتے ہین آدمی پہول پھلواری اور گلاب کے
پہول طباقون مین اور عرق گلاب بھرتے ہین قمقمون مین انتہی اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ وارثان میت تو مصیبت زدہ ہوتے ہین اون کو
سرور کا سامان ایام مصیبت مین کرنا اور بعض امور محرم اور مکروہ ہے زینت دینا کون عاقل گوارا کریگا چنانچہ مفتیان دین نے اوسکو منع کیا اور
تمام عالم نے اوسکو مان لیا اب دیکھیے یہ باتین کوئی نہین کرتا البتہ ایک یوم معین مین جمع ہو کر کلمہ کلام پڑھتے ہین اب جو بعضے علما تشدد کرتے
ہین محض تعیین یوم کے سبب کلمہ اور قران کو بھی مکروہ کہدیتے ہین یہ صحیح نہین اور دلیل اونکی دو ہین ایک یہ کہ نماز مین معین کر لینا
کسی سورۃ کا مکروہ ہے تو ایصال ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرنا مکروہ ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر ہم کسی امر کو قیاس کرتے ہین

وقت سے علما اس اجتماع سیوم کو حرام و بدعت کہتے رہے ہین اب مولف کی چرب زبانی و کذب بیانی خود ظاہر ہو گئی کردہ اپنے اجداد سے سلف
چلا آیا ہے اور تکلفات کی ممانعت بھی مقرر ہے جسکو مولف نصاب الاحتساب سے نقل کرتا ہے اور بے سود ایک صفحہ سیاہ کیا اگر اجتماع روز سیوم
کا نام بھی نہین لیتا اب ناظرین غور سے دیکھین کہ مولف کی یہ جرأت ہے کہ عبارت نقل کرکے بھی کلمات کو ہضم کرکے ترجمہ مین اوسکا نام تک
نہین لیتا ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد + اور صاف ظاہر ہے کہ شیخ نے تین امر کو ذکر کرکے ہر سہ کو بدعت لکھا ہے پس
سے اجتماع مخصوص روز سیوم کا بدعت ہونا ثابت ہوگیا **قولہ** ایک یہ کہ نماز مین الخ **اقول** مولف ہر روز فہم مطالب مین ناتمام مطلب
سمجھتا ہے یا خلاف مراد تجویز کر لیتا ہے یہ دلیل بھی ناتمام نقل کی ہے اصل یہ ہے کہ بحکم آیات واحادیث صحیحہ علیہ تمام امت کا ہے کہ کسی

اور تم کہا کرتے ہو قیاس کرنا مجتہد کا کام ہے اور خود اپنے مطلب کے لئے قیاس کرتے ہو تو جائز ہے خیر یہ ہٹ دھرمی تمھاری تمکو مبارک ہم اس سے قطع نظر کرکے کہتے ہیں کہ تعیین یوم فاتحہ وغیرہ کو قیاس نماز پر کرنا صحیح نہیں اور یہ دلیل بھی تمام نہیں اسلئے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو تعیین سورۃ مکروہ نہیں پس وہ کراہت اہل سنت مین اجماعی نہوئی اور حنفیہ کے نزدیک جو مکروہ ہے تو امام طحاوی اور اسبیجابی وغیرہ محققین کے کلام سے اوسکی کراہت کا سبب ہے دو تو یہ کہ پڑھنے والا اوسکو یہ اعتقاد کرے کہ اسی ایک سورت کا پڑھنا واجب ہے دوسری صورت پڑھونگا تو میری نماز نہوگی یا ہوگی تو مکروہ ہوگی دوسرا سبب یہ کہ جاہل لوگ ایسی ایک سورت کو جب پڑھتے دیکھینگے مبادا وہ لوگ یہ اعتقاد کرین کہ نماز مین بھی ایک سورت واجب ہے

حدود شرعیہ سے تغیر کرنا نہیں چاہئے اور کسی صفت و حکم کو تبدیل کرنا و زیادتی وغیرہ سے دینا نہیں چاہئے مطلق و مقید کو ضروری اور مباح کو مباح اپنے حالات مشروعہ پر رکھنا واجب ہے ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث بدعت مین گرفتار ہو جاویگا پس بناءً علیہ یہ قاعدہ کلیہ مقرر ہوگیا کہ مباح اپنے اندازہ سے متجاوز نہو علماً و عملاً اور مطلق اپنی حالت اطلاق سے متغیر نہو علماً و عملاً اور مقید اپنے انداز سے نہ بدلے علماً و عملاً اور اسپر آیات و احادیث دال ہین چونکہ یہ قاعدہ مسلمہ سبکا ہے اسکے دلائل کلیہ لکھنے کی حاجت نہین مگر قدر حاجت لکھتا ہون کہ غافل کو تنبیہ کردیوے مسلم نے روایت کیا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم الحدیث چونکہ شارع علیہ السلام نے فضائل جمعہ اور صلوٰۃ جمعہ کے بہت فرمائے تھے تو خدشہ تہا کہ کوئی اپنی رائے سے روزہ نماز کہ عمدہ عبادات ہین اس مین نکر بیٹھے خود آپنے نہی فرمادی کہ جسقدر امور جمعہ اور شب جمعہ مین مجہکو فرمادیئے ہین وہی اس مین افضل و سنت ہین اگر کوئی اسپر کوئی قیاسی اضافہ کریگا وہ مقبول نہوگا پس اس حدیث مین یہ ارشاد ہوا کہ تم جمعہ اور شب جمعہ کو صوم و صلوٰۃ کے واسطے خاص کرو کیونکہ صوم و صلوٰۃ نوافل مطلق اوقات مین یکسان ہین خصوصیت کسی وقت کی بدون ہمارے حکم کے درست نہین پس مطلق کو مقید کرنے سے منع فرمادیا جیسا کہ جس جس امور کو واسطے جمعہ کو مخصوص کیا ہے مثلاً صلوٰۃ جمعہ مع لوازمہا اوسکے اطلاق کو بھی منع فرمادیا ہے کہ صلوٰۃ جمعہ اور کسی دن مین نہین ہوسکتی لہذا صاف واضح ہوگیا کہ یوم شب جمعہ کو مقید کرنا جس مین وہ مطلق ہین اور مطلق بنانا جس مین وہ مقید ہین دونون ممنوع ہین پس اس حدیث مین یہ حکم ہوگیا کہ ہمارے ارشاد کے موافق سب کام کرو اپنی رائے سے تبدیل تغیر مت کرو مگر ہان جسکو خود شارع مستثنےٰ کردیوین کہ وہ دوسری حدیث سے ثابت ہو جاوے تو وہ خود شارع کا ہی حکم ہے وہ تبدل تغیر نہین اور قولہ علیہ السلام لا تختصوا کہ بھی مطلق وارد ہوا ہے تخصیص خواہ اعتقاد و علم مین ہو خواہ عمل مین دونون ناجائز ہوینگی سو یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تخصیص فعلی اگر منصوص مطلق مین واقع ہووےگی وہ بھی بدعت ہے اور داخل نہی کی ہے علی ہذا مطلق کرنا مقید کا عام ہے کہ علماً ہو یا عملاً ہو دونو منہی عنہ ہین چونکہ یہ قاعدہ اس حدیث سے بوضاحت مستنبط تہا تو امام نووی شرح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ احتج بہ العلماء علی کراہۃ ہذہ الصلوٰۃ المبتدعۃ التی تسمی الرغائب قاتل اللہ واضعہا و مخترعہا فانہا بدعۃ منکرۃ من البدع التی ہی الضلالۃ والجہالۃ اب دیکھو کہ نماز جو خیر موضوع اور عمدہ عبادات ہے اور سب اوقات مشروعہ مین افضل القربات ہے بسبب تخصیص کے بدعت منکرہ ہوگئی کیونکہ اطلاق مشروع نرہا قید وقت وغیرہ کی لگ کر مخصوص ہوگیا تو اس قید کی وجہ سے سارا مقید بدعت بنگیا اور امام محمد غزالی نے جو احیاء العلوم مین اوسکی فضیلت لکھی ہے حالانکہ یہ کلیہ قاعدہ اونکا بھی مسلم ہے تو اوسکی وجہہ یہ ہوئی کہ اونکو حدیث اس صلوٰۃ کی فضل مین ملی اور مضمون فساد سکو صحیح جانکر عمل کیا اور یہ سمجھے کہ خود شارع نے اوسکو استثناء

دوسری نہین یہ مضامین فتح القدیر اور شامی اور برہان وغیرہ مین ہین اور مین کہتا ہون کہ قوی وجہ کراہت کی وہی سبب اول ہے یعنی واجب جاننا تعین سورۃ کا چنانچہ حدیث صحیح سے اسکی تصدیق پائی جاتی ہے صحیحین مین ہے کہ ایک آدمی امام تہا وہ ہر رکعت مین قل ہو اللہ ضرور پڑہا کرتا بخاری کی روایت مین ہے کہ مقتدی لوگ اوس سے اولجہے اوس نے جواب دیا کہ مین تو اس سورت کو نہین چہوڑتا تمہارا جی چاہے مسئے پڑہو میرے پیچہے نماز انجام کار یہ مقدمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گیا آپ نے اوس سے پوچہا کہ تو کیون نہین مانتا انکی بات اور کیون التزام کر رکہا ہے تو نے اس سورۃ کا ہر رکعت مین اوس نے کہا کہ مجہکو پیاری لگتی ہے یہ سورۃ آپنے ارشاد فرمایا جبتک ایا ہائے ادخلک الجنۃ یعنی تو جو اس صورت کو دوست رکہتا ہے

فرمایا ہے ہذا او وہ معذور ہین مگر نقاد حدیث نے اسکا موضوع ہونا تحقیق کر دیا سو فی الحقیقت امام محمد غزالی نے اس کلیہ کا خلاف نہین کیا بلکہ تصحیح حدیث مین غلطی ہوئی اور بشر خطا سے خالی نہین اور تنقید حدیث ہر ایک کا فن بہی نہین اس باب مین قول محدثین کا ہی معتبر ہوتا ہے سو یہ خدشہ بہی رفع ہوگیا پس بنا برعلی ہذہ القاعدہ شارح منیہ نے صلوۃ الرغائب کے بدعت ہونے مین چند دلائل لکہی ہین کہ یہان اونکا نقل کرنا مناسب ہے

بقولہ منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع۔ جماعت کو شارع نے خاص فرائض کے ساتہ کیا ہے سو نوافل مین قید جماعت کی غیر مشروع ہوئی مگر جسکی اجازت شرع سے ثابت ہوگئی جیسے تراویح و استسقا و کسوف اور بلا تداعی نوافل مطلقہ مین تو جماعت جائز ہوگی باقی اپنی حالت کراہت پر رہی تو دیکہو کہ جماعت یہان منقول نہین بلکہ فرائض کے ساتہ مخصوص تہی سو نوافل مین جماعت کا کرنا تخصیص شارع کا توڑنا ہوا لہذا لم یرد بہ الشرع کہا اور اسکا ہی نام بدعت ہے پہر کہا ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص والقدر ولم یرد بہ الشرع شارع علیہ السلام نے فرمایا لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب و سورۃ تو کسی صورت کو خاص نہین کیا تہا مطلق سورۃ کا حکم فرمایا تہا سو کسی صلوۃ مین کسی سورۃ کو مخصوص کرنا اطلاق شارع کے خلاف ہے مگر جہان تخصیص وارد ہوگئی جیسا سورہ جمعہ اور سورہ منافقون صلوۃ جمعہ مین مثلاً اسواسطے کہا کہ لم یرد بہ الشرع اور یہی بدعت ہے ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عنہ اسکا حاصل بہی ظاہر ہے تکرار مین تطویل ہے ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا سنۃ اسکی وجہ یہی ہوئی کہ جب امر مباح و مندوب کے سبب عوام کے اعتقاد مین فساد ہو اوسکا ایسی طرح کرنا ممنوع ہے کہ اوسکو تغیر حکم شرع کا لازم ہو جاوے عند العوام اور رفع فتنہ عوام کا حتی الامکان واجب ہے ومنہا ان الصحابۃ والتابعین ومن بعدہم من المجتہدین لم ینقل عنہم یہ خود روشن ہے کہ جسکی اصل قرون ثلثہ سے ثابت نہو وہ خود بدعت و مردود ہوویگا سو یہ تعینات و تقییدات خلاف اون قرون کے کرنا خود باطل ہوا اب غور درکار ہے کہ اس صلوۃ کے امتناع پر شارح منیہ نے اس قاعدہ کلیہ سے کہ عدم تجاوز حدود شرعیہ کا ہے یہ چند قواعد استخراج کئے ہین کہ یہ قواعد مثل انواع کے ہین ماتحت جنس کلی کے اور ان سب سے صدہا جزئیات کا حکم حاصل ہوتا ہے ایک یہ کہ شارع نے جسکا اہتمام و تداعی کے ساتہ حکم فرمایا وہ تو اسطرح ہووے اور جسکو مطلق فرمایا اوس مین تداعی کا اضافہ نہونا چاہئے ورنہ تبدیل حکم شرعی و بدعت ہو جاویگا دوسرے یہ کہ جس شے کو کسی خصوصیت کے ساتہ فرمایا وہان تو وہ تخصیص مشروع ہوویگی ورنہ تخصیص بدعت ہی ہوویگی تیسرے یہ کہ جہان کسی زمانہ کو مقرر کر دیا ہے وہان تو قید زمانہ کی مشروع ہے ورنہ بدعت ہے چوتہے یہ کہ اگر اوسکی تداعی یا دوام سے عوام کو فساد عقیدہ حاصل ہو تو اوسکا ترک کرنا لازم ہے اگر وہ امر استحباب کے درجہ مین ہو سنت موکدہ اور واجب کے پانچوین یہ کہ جس شے کی اصل قرون ثلثہ سے نملے وہ بدعت ہے اور ان سب جگہ علماء علانیہ حکم ہے اور شے اگرچہ فی نفسہ جائز ہو مگر ان قیود و وجوہ سے بدعت ہو جاتی ہے پس یہ پانچ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہین کہ شارح منیہ نے

اسکے دوست رکھنے نے تجھکو جنت مین داخل کردیا اس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعیین سورت کو واجب اعتقاد کرنا ہی موجب کراہت تھا جب اوس شخص نے اپنا وہ اعتقاد ہونا نہ بیان کیا بلکہ یہ کہا کہ مجھکو اس سورۃ سے محبت ہے تب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعیین کو منع نفرمایا بنا بران علیہ ہم کہتے ہین کہ تعیین سوم مین بہی وہ علت کراہت مفقود ہے سب جانتے ہین کہ اموات کے لئے ایصال ثواب ایک امر مسنون و مستحب ہے فرض و واجب کوئی نہین جانتا جب اصلی ایصال واجب فرض نہوا تو تعیین یوم سیوم کو کون نادان فرض و واجب کہیگا ہان یہ تخصیص تیسرے دن کی جو جاری ہے وہ مبنی بعض مصلحتون پر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور سہولت سے انجام کار ہو جاتا ہے اور خود فقہ مین بھی تعیین سورۃ کے باب مین امام طحاوی نے

استفادہ فرمائی اور سب فقہا کے نزدیک مقرر ہین اور ان ہی قواعد سے فاتحہ مروجہ اور سیوم و چہلم وغیرہ اور تعیین جمعرات وغیرہ کی اور محفل میلاد مروجہ سب کی سب بدعت ہوگئی ہین اور تمام رسالہ مولف کا رد ہوگیا بعد اس تمہید کی ناظرین پر واضح ہو کہ علماء سنت کی یہ دلیل تھی جسکو مولف نے دلیل اول لکہا ہے مولف نے اپنی کم فہمی سے اوس دلیل و قاعدہ کلیہ کی ایک فرد لیکر ناتمام طرح پر بیان کیا اوسکی تقریر یہ ہے کہ مقید کرنا کسی مطلق کا شرعا بدعت و مکروہ ہے جیسا کہ فقہا نے اس قاعدہ سے لکہا ہے کہ کسی نماز مین کسی سورت کو موقت نکرے اگر ایسا کریگا تو مکروہ و بدعت ہوگا پس جب صلوۃ مین حسب اس قاعدہ کے تعیین سورت مکروہ ہوا ایصال ثواب مین بھی حسب اس قاعدہ کلیہ کے تعیین یوم و وقت اور ہیئت کی بدعت ہوویگی خلاصہ دلیل مانعین بدعت کا یہ تہا جسکو مولف نے اپنے حوصلہ فہم کے موافق نقل کیا ہے چونکہ مولف نے اس مسئلہ تعیین سورۃ مین اپنے حوصلہ علم کو ظاہر کیا تو اوسکو سنو کہ ہدایہ مین لکہا ہے ویکرہ ان یوقت لشئ من القران لشئ من الصلوۃ لان فیہ ہجران الباقی وایہام التفضیل انتہی سو یہ جزئیہ ایک کلیہ کا ہے اوس مین تمام عبادات مطلقہ کا تقیید کرنا شارع نے ممنوع کردیا ایک جزئی اوسکی تعیین سورۃ بہی ہے جیسا اوپر سے واضح ہو لیا تو مولف اس جزئیہ کو مقیس علیہ اور سیوم کے مسئلہ کو مقیس محض رائے سے سمجھ گیا کیا فہم ہے یہ نہین جانتا کہ جب کلی امر کا ارشاد ہوا تو اوسکے جملہ جزئیات محکوم ہوگئے گویا ہر فرد کا نام لے دیا اور جب یا ایہا الناس فرمایا تو زید عمرو بکر عبد السمیع سب کو نام بنام حکم ہوگیا کسی جزئی کو مقیس نہین کہہ سکتے اسیطرح جب تقیید اطلاق کو منع فرمادیا تو سب جزئیات اوسکی خواہ تعیین سورۃ ہو خواہ تعیین روز سیوم ہو خواہ نہین تخود ہو سب ممنوع بالنص الکلی ہوگئے مانعین بدعت کی کلام قیاس نہین بلکہ جو جزئی اس کلیہ مین مشہور اور ظاہر متفق علیہ ہے اوسکی نظیر دیکر اور مثال سے فہمایش کرکے دوسرے جزئیہ مندرجہ اس کلیہ کو ظاہر اور الزام کرنا ہے کہ متدعین نے اوس کا اندراج تحت ہذہ الکلیہ نہین سمجہا تہا پس قیاس کہان ہے مولف کو عقل نہین کہ کلیہ کو اور قیاس کو امتیاز کرسکے بسبب تطویل کے فرق دونونکا یہان نہین لکہا کتب اصول مین جو چاہے دیکھ لے پس اصل مسئلہ جزئیہ کو سنو کہ نماز مین کوئی سورۃ مقرر نہین سب برابر ہین مگر جہان شارع سے کوئی سورۃ تخصیص ثابت ہوئی وہ مستحب ہے جیسا روز جمعہ کی نماز فجر مین سورۂ سجدہ اور سورۂ دہر مثلا پس جو سورۃ کہ شارع سے ثابت ہوئی اوس مین امام شافعیؒ تو دوام کو مستحب جانتے ہین اور ابو حنیفہؒ احیانا کو مستحب اور دوام کو مکروہ فرماتے ہین اور جس مین استحباب ثابت نہین اوسمین باتفاق دوام مکروہ ہے امام صاحب فرماتے ہین کہ اس دوام مین پہلی شق مین تو مستحب موکد یا واجب ہو جاتا ہے اور دوسری شق مین مباح موکد یا واجب ہوتا ہے تو تغییر حد شرع کی ہوئی تو مکروہ ہوگیا یہہ اسکی کراہت مین ہدایہ نے دو دلیل کا اشارہ کیا ہے کہ جب شرع مین سب سور جائز ہین تو ایک کے دوام مین باقی سور کا ترک ہوگا ہجران باقی قران کا ہوا اور ہی تقیید مطلق ہوئی اور

تصریح کی ہے اما اذا الازمہا لسبب اتنا علیہ فلا یکرہ بل یکون حسنا کذا فی البرہان پس موافق اس تعلیل کے تعین یوم مکروہ نہ ٹھیرا باقی رہا
دوسرا سبب کہ مبادا دوسرے آدمی جاہل اسکو دیکھکر یہ اعتقاد کر لین کہ ایصال ثواب تیسرے دن ہی ہوتا ہے نہ پہلے اس سے نہ پیچھے
اوس سے سو یہ علت بھی یہان مفقود ہے اسلئے کہ جو لوگ فرض و واجب و سنت و مباح کی حقیقت اور کنہ کو نہین سمجھتے اونکا تو کچھ علاج
ہی نہین وہ تو نماز روزہ مین بھی امور مستحبہ کو فرض فرض کو افضل و اولی مکروہ کو مفسد اور حرام مباح کو واجب جو چاہتے ہین کہتے وہ تمیز کو
ہرگز تمیز نہین سو ایسے اشد اجہل العوام سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ عوام اس درجہ کے ہین کہ اونکو فرضیت اور اباحت مین

تغیر حکم شرع کا لازم آیا کہ مستحب واجب ہوا یا مباح واجب ہوا دوسرے یہ کہ ایک سورۃ کے مقرر سے عوام جانینگے کہ یہ سورۃ سب سے افضل ہے
یا ایہام اس بات کا ہو ویگا من القاری والسامع اور یہ بھی تغیر حکم شرع کا ہے تو اسجگہ طحاوی اور اسبیجابی نے یہ کہا تہا کہ کراہت تحریمیہ
جب ہی کہ اس سورۃ مین اعتقاد وجوب کا کرے اور ترک کو مکروہ جانے اور سہولت یا تبرک کے واسطے پڑھے تو مکروہ نہین بشرطیکہ کبھی اور سورۃ کو
بھی پڑھدیا کرے اس سے بھی یہی واضح ہوا کہ اعتقاد وجوب تو مکروہ تحریمیہ ہی ہے اور دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی مکروہ ہے جہلا اسکو واجب
گمان کرینگی وجہ سے اور جو احیانا ترک کر دیوے جس سے دوام نرہا تو پھر کچھ حرج نہین پس اس صورت مین قید وجوب اعتقاد کی لغو ہوگی
کیونکہ جب دوام مطلقا مکروہ ہے تو پھر قید اعتقاد سے کیا نفع نکلا اسی واسطے فتح القدیر نے اعتراض کیا اور کہا والحق ان المداومۃ مطلقا
مکروہ سواء راٰہ حتما اولا انتہی پس سب علماء کا اتفاق اسپر ہوا کہ دوام بلا اعتقاد وجوب کے بھی موجب کراہت کا ہے اعنی ہدایہ اور
فتح القدیر اور طحاوی اور اسبیجابی وغیرہم کا مگر مولف کہتا ہے کہ مین کہتا ہون کہ قوی وجہ کراہت کی سبب اول ہے الخ غور کی جگہہ ہے
کہ جس علت کو تمام کمل علماء فقہاء قبول کرین مولف اوسکو ضعیف بتلاوے بھلا اس نخوت کا کیا ٹھکانا ہے اور ایسے محققین پر طعن کرنا
اس فخر کی کوئی نہایت ہے خیر اب مولف کا استدلال تو جیہ سنو کہ ایک صحابی نے جو قل ہو اللہ کا التزام ہر رکعت مین کیا تہا تو صحابہ نے اون کو
اسواسطے منع کیا تہا کہ یہ فعل فخر عالم کا نہین تہا اسکو خلاف حکم شرع کے جانا تہا جب انہون نے نمانا آپکی خدمت مین شکایت ہوئی آپنے
بھی صحابی کو نروکا کہ کیون منع کرتے ہو یہ بھی اسیواسطے ہوا کہ آپ کے قواعد و فعل کے خلاف تہا اوکو بلاکر پوچھا تو اونہون نے کہی جب اس
سورہ سے عرض کی تو آپنے حب صفۃ الرحمن کے سبب سے بشارت تو دیدی مگر یہ کہ اس فعل کو تو کیا کرو یہ ہرگز حدیث مین نہین آیا فقط حب قل
ہو اللہ کے سبب سے کہ صفت حق تعالی کی ہے بشارت جنت کی فرمائی مولف نے اجازت دوام تکرار قل ہو اللہ کی اپنے ذہن سے تراش لی
بھلا اس سے اس فعل کا جواز کسطرح نکلا ایک صحابی نے ادراک رکعت کے واسطے قبل وصول صف کے نیت کرکے رکوع مین شریک ہوکر دو قدم
چلکر رکوع کی حالت مین صف کی برابر ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زادک اللہ حرصا ولا تعد۔ دیکھو کہ یہ فعل مکروہ تہا مگر آپ
آپنے مدح فرمادی کہ حرص امر خیر کی تھی آگے لا تعد ایک روایت مین یہ فعل نص صریح سے ہے کہ پھر یہ کام مت کرنا دوسری روایت مین لا تعد
باب افعال سے ہے کہ اعادہ صلوۃ مت کر اس دوسری روایت مین باوجودیکہ یہ فعل مذموم تہا کہ طریقہ تلقین و خشوع کے خلاف تہا مگر آپنے
صراحۃ منع نہین فرمایا اور مدح ہی کردی پس ایسی ہی نظیر یہ قل ہو اللہ کی حدیث ہے کہ یہ طرز تعلیم اور فعل آپکے خلاف تہا [illegible]
ضرورت نبوی اشارۃ منع فرمادیا تہا مگر اس حب کی وجہ سے بشارت بھی ہوگئی پس مولف کے [illegible] فہم و دیکھو کیا اجتہاد کیا کہ [illegible]

فرق معلوم ہے سو حضرت سلامت یہ مسئلہ خاص اس درجہ کا ہے کہ اس درجہ کے عوام سب جانتے ہین کہ مثل حج وزکوۃ کے فرض تو نہین
ہے بلکہ واجب بھی نہین۔ ایصال ثواب فی نفسہ مستحب ہے اور تعیین ایک مصلحت کے لئے ہے بزرگان دین کا مقرر دیا ہوا ایک امر متوارث
چلا آتا ہے اور یہ شبہہ تو کسی کم سے کم عقل والے کو بھی نہین پڑ سکتا کہ یون بیانے ثواب آج پہونچیگا پھر نہ پہونچیگا اسلئے کہ جب وہ دیکھتے ہین کہ
وارثان میت سوائے روز سوم کے اور دنون مین بھی فاتحہ درود کیا کرتے ہین تو کس طرح اعتقاد کرین گے کہ روز سیوم ہی کو فقط ثواب پہنچا کرتا ہے
پس دونون سبب کراہت کے مفقود ہوئے تو تعیین سیوم کو مکروہ کہنے کی کوئی وجہ باقی نرہی۔ دوسری دلیل مانعین کی یہہ ہے
کہ سیوم مین مشابہت ہے کفار ہنود کی اور حدیث مین ہے من تشبہ بقوم فہو منہم جواب اوسکا یہ ہے کہ تشبہ مصدر ہے ماخذ اوسکا لفظ

ایسا مقدمہ تجویز کر لیا کہ حدیث مین کہین اس کا نشان بھی نہین اور خلاف نص ... کے تجھ مین کبھی پہلو تسلیم کیا کہ اجازت دیدی تھی مگر
یہان ہجران باقی کا نہین ہو کہ وہ ہر رکعت مین دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے اور افضلیت کا ایہام بھی یہان نہین کیونکہ فضل قل
ہو اللہ کا خود فخر عالم علیہ السلام فرما چکے تھے کہ ثلث قرآن ہے تو فضل منصوص مین ایہام سے کیا علاقہ تہا اور پھر وہ ایسا وقت تہا کہ
وہان کوئی بھی عام نہ تہا سب اخص الخصوص فقہا تھے اور وجہ اجازت بلکہ معلوم ہوگئی تھی اوس قرن مین یہہ دلیل کراہت کی موجود ہی
نہ تھی جو اب ہے اور سب کے بعد یہ واقعہ حال تہا نہ حکم عام اور ایسے امر خلاف قیاس مین کہ کسی کو کسی خصوصیت سے اجازت ہووے قابل
قیاس کے نہین ہوتا بلکہ قیاس مسائل عام پر کیا جاتا ہے پس مولف اپنے علم و فخر کو غور کرے کہ کس فہم پر خلاف علماء فقہا کے کلام کرتا ہے
نہین جانتا کہ علم مجتہدین کا مولف کی طرح ترجمہ مشکوۃ مین حصر نہین تہا وہ تمام روایات کو پیش نظر کرکے اجتہاد کئے ہین یہ روایت
بھی انکو معلوم تہی دیدہ و دانستہ و فہمیدہ وضع مسائل کیا ہے مولف کی طرح آنکھ بند کرکے مجتہد نہین ہوگئے تھے اور مولف کی ترجیح کی گنجایش
نہین چھوڑی تھی مولف اپنے علم و فہم کو اندازہ کرے کہ ابتدائے رسالہ سے آخر تک کوئی فہم کی بات نہین کہی پھر اوس پر یہ ناز و نخوت
اور اپنے علم کوتاہ پر یہہ اعتماد و غرور ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ الغرض بناء علی ہذہ القاعدہ سیوم وغیرہ رسوم سب بدعت ضلالہ ہوئی اور یہہ
ایک دلیل کراہت ان امور کی نہین بلکہ پانچ دلائل ہین جنکو شارح منیہ نے بسط کیا ہے اور اوپر مذکور ہو لیا پس بعد اسکے سوائے مولف کے
کوئی عاقل انکو جائز نہین کہہ سکتا اب ناظرین مولف کی خیانت دیکھین کہ طحاوی نے رد بدعت دوام سورہ یٰس اعتقاد مین شرط کی ہے کہ
اگر گاہ گاہ ترک کیا کرے تو مکروہ نہین مولف نے اوس شرط کو حذف کرکے نقل کیا ہے اور بطلان اعتقاد کے فساد کی وجہ سے شرح منیہ
اور طحاوی اور فتح القدیر نے سب نے تصریح کی ہے اب مولف کی توجیہات واہیہ لیکہ ہرگز قابل التفات نہین کہ اپنی رائے ناتمام سے مقابلہ
فقہا کے کلام کرتا ہے تصریحات فقہا سے کراہت دوام مستحب کی بسبب فساد عقیدہ عوام کے محقق ہو چکی اور جہل مرکب اعتقاد کا روشن ہو لیا
ہوالمرام **قولہ** دوسری دلیل مانعین کی یہ ہے الخ **اقول** یہ بھی ایک نہایت اصل قوی اور قاعدہ کلیہ بہت احادیث سے ثابت
اور تمام امت کا مسلمہ ہے کوئی اسکا منکر نہین مگر کسی جزئی خاص مین باین وجہ اگر خلاف ہو ... نقل ... ہے یا نہین یا کسی
دوسری روایات معتبرہ نے استثنا کر دیا ہے یا نہین یہ دوسری بات ہے مگر اصل کلی مین سب کا اتفاق ہے ... کے چونکہ
یہ قاعدہ مسلم الثبوت تمام امت کا ہے لہذا اسکے اثبات مین بسط کی ضرورت نہین مگر مولف نے یہان غلطی فاحش کرکے ... کلیہ سے

شبہ بالکسر ہے شبہ کے معنی مانند پس تشبہ کے معنی مانند کسی کے ہوجانا جب معنی تشبہ کے معلوم ہوئے اب ان مصنفوں کی زبان لودی کہنی
چاہیے کہ سیوم کرنے والے کس بات میں مانند ہندوؤں کے ہوجاتے ہین ہم قرآن پڑھتے ہین وہ قرآن نہین پڑھتے ہین اور ہم کلمہ طیبہ پڑھتے ہین
جو کفر شکن ہے وہ کلمہ نہین پڑھتے سبحان اللہ کیا عقل سلیم ہے کہ کلمہ قاطع کفر کا پڑھنا مشابہ رسم اہل کفر کے قرار دیتے ہین ہمارے احباب اور
برادری جمع ہوکر کلمہ پڑھتے ہین اونکی برادری جمع ہوکر کچھ نہین پڑھتی فقط وارث میت کے دوکان اوسکی کھلوا دیتے ہین اور قلم سیاہی کتاب وغیرہ
کو ہاتھ لگوا کر سوگ رفع کراتے ہین اور کچھ اونکے یہان اگر پڑھتا ہے تو فقط ایک طرف کوئی برہمن پنڈت پڑھتا ہے وارثان میت اور بھائی برادری
اور دوست آشنا کچھ نہین پڑھتے اور وہ لوگ تیسرے دن میت کی ہڈیان جلی ہوئی چُنکر لاتے ہین پھر گنگا وغیرہ مین بہاتے ہین ہمارے یہان ان
مین سے کچھ بھی نہین کرتے پھر کس بات مین مانند ہندو کے ہوگئے اور کیا تشبہ پیدا ہوگیا ؟ اور اگر کوئی مشابہت اسکا نام رکھے کہ اونکے یہان تیسرے
دن رسوم کفر ہوتی ہین تمھارے یہان رسم اسلام یعنی کلمہ و قرآن ہوتا ہے تو انصاف کرنا چاہیے کہ یہ مشابہت کیا ہوئی یہ تو مخالفت ہوئی یعنی
ہم وہ کام کرتے ہین جو مخالف کفار ہے کافر وہ کام کرتے ہین جو مخالف اسلام ہے وہ اپنے کام کرتے ہین ہم اپنے مثلاً مغرب کے وقت اور عشا اور
صبح صادق کے وقت ہم لوگون نے اذان کہی اور نماز پڑھی اونھون نے ان تین وقتون مین ناقوس یعنی سنکھ بجایا پوجا کیا اب کوئی بیہودہ اسکو مشابہت
قرار دینے لگے کہ ان وقتون مین تمھارے اونکے طور کی عبادت کی اونھون نے اپنے طور کی پس اتحاد اوقات سے تشبہ پیدا ہوگیا تو سب عقلا اوسکی ہرزہ درائی
اور کم عقلی پر قہقہہ ماریں گے اور اسیطرح جب حاجی لوگ بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً سے واپس ہوتے وقت آب زمزم لاوین تو کوئی یاوہ گو کہنے لگے
کیا ہے ہندا کچھ لکھتا ہون اول یہ کہ مولف حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم مین تشبہ بجمیع اجزائہ من کل الوجوہ سمجھا ہے کہ سب اجزاء و ہیئت مشابہ
ہو جاوے تو اوسوقت تشبہ محظور ہے ورنہ درست ہے اسی وجہ سے لکھتا ہے کہ کس بات مین تشبہ ہنود کی ہوگئی اور بدون معنی حدیث کے اور
تشبہ کے سمجھے صفحہ سیاہ کیا پس سنو کہ حدیث مین لفظ تشبہ کا مطلق آیا ہے کہ کوئی قید کل یا بعض کی قلیل و کثیر کی نہین اور قاعدہ
مسلمہ ہے کہ مطلق جس فرد مین پایا جاوے حکم مطلق کا اوسپر جاری ہوتا ہے اور کوئی قید اوسکے ساتھ لگانی درست نہین ہر ہر فرد مین حکم
ثابت ہوگا المطلق یجری علی اطلاقہ کہا گیا ہے ہندا مطلق تشبہ کی کوئی فرد ہو مصداق حدیث کا ہوجاویگا اگرچہ ایک جزو مرکب مین پایا
جاوے سب مرکب مجموعہ مکروہ ہوجاویگا کہ لفظ حدیث کے صاف دلالت اسپر کرتے ہین نظیر اوسکی سنو کہ ہدایہ مین ہے اذا قرأ الامام من المصحف
فسدت صلوٰۃ عند ابی حنیفۃ و قالا ہی تامۃ الا انہ یکرہ لانہ تشبہ اہل الکتاب انتہی قال فی النہایۃ فانہم یصلون ہکذا فیکرہ للتشبہ لانا نہینا
عن التشبہ بہم فیما لنا بدمنہ انتہی ایضاً ہدایہ مین ہے ویکرہ ان یقوم الامام فی الطاق لانہ یشبہ صنیع اہل الکتاب انتہی پس دونون
روایت کو دیکھو کہ تمام ارکان صلوٰۃ جماعت مین ایک جزو قرآن کھولکر پڑھنا اور مکان مرتفع پر کھڑا ہونا مشابہ اہل کتاب کے تھا تو ساری نماز
مکروہ ہوگئی اور مثل مولف کے کسی محشی نے نلکھا کہ اسقدر اجزا مین ایک جزو کی مشابہت سے کراہت نہین ہوتی تمام فقہاء عالم کے
بھول گئے ایک مولف کو سوجھی معاذ اللہ تو مولف کہتا ہے کس بات مین مانند ہوگیا اگر کہین کہ دیگر ارکان صلوٰۃ بھی تو یہود کی صلوٰۃ مین تھے
تو سنو کہ سب ارکان اونکی صلوٰۃ مین نہین از انجملہ ایک رکوع ہی نہین ہوتا مع ہذا جو جزو ہمکو مامور ہے اوس مین تشبہ کا اعتبار ہی نہین
پس سنو کہ مولف اقرار کرتا ہے کہ سیوم پانچ جزو سے مرکب ہے کلمہ قرآن نخود ان تین مین تشبہ نہین اور اجتماع قوم میت کیواسطے اور تخصیص

کہ یہ تشبیہ ہنود کا ہوگیا وہ بھی اپنی عبادتگاہ سے واپس ہوتے ہوئے گنگا کا پانی لاتے ہین تم پانی زمزم شریف کا لاے تو سمجھنا چاہیے کہ یہ خرافات بیہودہ تشبیہین نکالنی ان بدحواسون کی سخت بیعقلی کی دلیل ہے اور تماشا یہ ہے کہ فقط تیسرے دن کی مشارکت مین بھی مشابہت قوم ہنود کی نہین تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہندوٴن مین بعض قومین مثل سراوگی بالکل سیوم یعنی تیجے کے قائل نہین سو اونکے ساتھ تو کچھ بھی مشابہت نہوی اونکے یہان تیجا عبادت فقط اس امر سے ہے کہ تیسرے دن کاربار کرنے لگین سوگ بیت کا دفع کرین سو تعزیت کے واسطے اور رفع سوگ کے لیئے شرع مین بھی تین دن معین ہین اور بعض قومین ہنود کی مثل اشٹمنی اگروال جو سیوم کو مانتے ہین واسطے ثواب کے لیئے ثواب رسانی کے کام کرتے ہین اگر اہل اسلام کو مشابہت لازم آتی تو اونکے ساتھ لازم آتی سو غور سے دیکھیے تو اونکے ساتھ بھی مشابہت نہین کیونکہ اون لوگون کے قواعد مین متعلق گردش کواکب کے ہین پس تیسرے دن تیجا وہ لوگ جب کرتے ہین کہ گرہ سامنے نہو اور اگر عکس کی گرہ جو پانچ پہر ہین سامنے آجاتے ہین تو جسوقت تک وہ گرہ ٹل نہین جاتی تیجا نہین ہوتا پھر کبھی چار دن مین کبھی پانچ دن مین کیا جاتا ہے اور مسلمان تیسرے دن سے آگے نہین ٹلاتے اونکو کواکب سے کچھ بحث نہین پس حکم تشبیہ کا بباعث لازم آنے مشارکت یومی کے بھی ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ شرعی ہے کہ جب ہمارے اور کفار کے درمیان کسی امر مین تفاوت اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے تو حکم تشبیہ باطل ہو جاتا ہے حدیث و فقہ پڑھنے والونکو یہ بات یاد ہوگی کہ یہود و نصارے صوم عاشورا رکھتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانونکو بھی حکم دیا کہ تم بھی رکھو اور مشابہت یہود و نصارے سے جو لازم آتی تھی اوسکی مخالفت مین اسقدر کافی ہوگیا کہ آپنے ایک روزہ اول یا آخر

روز سیوم کی ان دو مین تشبیہ ہنود کے ساتھ ہے مولف ہی مقر ہے کہ سراوگی تیسرے روز جمع ہوکر سوگ کھلواتے ہین اور اشٹمنی بہر حال ہنود مین روز سیوم جمع ہوتا ہے اور یہ شعار اونکا ہے تو دو جزو مین تشبیہ ہوا پس مجموعہ سیوم کا بدعت ہوگیا اور تشبہ ہنود کا ثابت ہوگیا حدیث سے بھی اور صریح جزئیات فقہ سے بھی رہا خدشہ اتحاد وقت مغرب وغیرہ کا تو سنو کہ وقت شارع کا فرض کیا ہوا ہے اور فرائض و واجبات شارع مین تشبہ کا اعتبار نہین ہوتا اور حدیث مین اس کا اشارہ ہے کیونکہ تشبہ باب تفعل کی ماضی ہے اور بعد موصول کے واقع ہے اول تو باب تفعل مین اخذ بتکلف ہوتا ہے و ضعا جس سے معلوم ہوا کہ مرتکب نے بتکلف امر تشبہ کر لیا ہے شرع یا طبع کیطرف سے الزام نہین تھا دوسرے فعل حادث پر دلالت کرتا ہے یعنی اول شارع کا الزام اوپر نہتا خود مرتکب اوسکا محدث ہوا پس تشبہ کے لفظ سے شارع نے فرض و واجب و سنت موکدہ کو اور امور طبیعہ کو خارج کر دیا ہے گویا حکما اس مین تشبہ نہین ہوتا پس اب دیکھو کہ کسکی عقل پر قہقہہ لگا علی ہذا پانی زمزم کا لانا اور گنگا کا مشابہ نہین کیونکہ پانی لانا عادی طبعی امر ہے اور شعار بھی نہین ہان اگر اوس ہیئت و شعار سے لاویگا تو مشابہت حاصل ہوجاویگی اور حرام ہوگا اب سوچو کہ یہ سیوم ہنود کے تیجے سے بوجہ کامل مشابہ ہے اور فرق بعض وجوہ کا مخل تشبیہ کو نہین زید کو اسد سے تشبیہ دیتے ہین وجہ شبہ فقط شجاعت - ایک امر ہوتا ہے باقی سر تاپا کوئی مشابہت نہین ہوتی پس کسی نے یہ نہین کہا کہ بالکل مشابہت من کل الوجوہ ہو تو تشبیہ ہوئیگی ورنہ نہین تو یہ قول مولف کا شرع اور عقل اور عرف سب کے خلاف ہے اب تماشا دیکھو کہ باعتراف مولف سراوگی کے یہان تیسرے روز قوم جمع ہوکر دوکان کھلواتے ہین اور وہ سیوم نہین عجب کلام ہے تیسرے روز کا نام سیوم ہے عرف ہنود مین تیجا اور مسلمانان مین دونون کے ایک معنی ہین علی ہذا اشٹمنی سیوم تو کرتے ہین مگر گاہ نحوست کے دن کے سبب تاخیر بھی کر دیتے ہین

رکھنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر مین باقی رہا اگلے سال حکم دونگا ایک روزہ اوسکے اول ایک روزہ اوسکے بعد کو رواہ البیہقی۔ اب دیکھیے وہ صوم
روزہ عاشورا جسکو یہود ونصاری رکھتے ہین اوس مین فعل مین مسلمان شریک اونکے رہے لیکن ایک روزہ اول اور ایک روزہ بعد اوس مین ملانے
سے حکم تشبہ باطل ہوگیا بالفرض اگر تیسرے دنکی مشابہت بھی ہوتی ہنود سے تو ہمارے یہان جو کام اسلامی اوس مین شامل ہین اونکے
سبب بالکل مشابہت کا حکم باطل ہوجاتا چہ جاے این امر کہ بالکل تیسرے دن مین بھی مشارکت نہین پائی جاتی ہمکو معلوم نہین ان صاحبونکا
کا کیسا تفقہ اور کیسا فہم وذکا ہے کہ ہرگز نظر نہین کی امر موشگافی علل احکام مین نہین فرماتے مفتی قاطع السنۃ یعنی صاحب سیف السنۃ
اور ماوشکے ایارا ولین اور اخوان معاصرین سب کے سب اس مسئلہ مین بے بچھے بوجھے حکم تشبہ لگا رہے ہین اور حدیث نبوی من تشبہ بقوم
فہو منہم کو نہایت درجہ بجلی پڑھ رہے ہین فما لہؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا یہ لوگ نہ تشبہ کے معنے لغوی جانین نہ اصطلاحی شرعی
اسلیے کہ لغوی معنی تشبہ کے ہین مانند ہوجانا اب تم دیکھ چکے اور سن چکے کہ ہنود کا تیجا مشتمل کن امور پر ہے اور اہل اسلام کا شامل کن
امور پر پھر مانند ہونا دونون فریق کا رسوم یکدیگر مین کہان ہے اب معنی شرعی سنیے صاحب بحرالرائق شرح جامع صغیر قاضی خان سے
نقل کرتا ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ہر بات مین مکروہ نہین فانا ناکل ونشرب کما یفعلون یعنی اس لیے کہ ہم بھی اوسی طرح کہاتے پیتے
ہین جسطرح وہ کہاتے پیتے ہین اور درمختار مین قید لگائی ہے کہ اگر ارادہ کرے آدمی اونکے ساتھ مشابہت کا اور جس چیز مین مشابہت آتا ہو
تو سیوم تو وجود مگر مشابہت نہیں کیا عجب تقریر پنچی مولف کی ہے ماشاء اللہ تعالی یہ خبط عقل اثر اوس گستاخ کلام کا ہے کہ علماء سنت کو بدحواسی کی نسبت
مولف کرتا ہے اب دوسری خطا فہم مولف کی سنو کہ حکم کلی لکھتا ہے کہ اگر فعل مسلم وکفار مین کچھ امتیاز ہوجاوے تو تشبہ نہین رہتا اور فی الواقع
یہ بھی فرع پہلی ہی خطا کی ہے مولف صوم عاشورا کی نظیر دیتا ہے کہ نہم کے صوم سے تشبہ رفع ہوگیا کیا عجب حکم ہے کہ قبل وبعد کی کچھ خبر نہین
یہ دو نظیر مسئلہ ہدایہ کی جو مسلم سب فقہاء کے ہین ان مین تو ما بہ الامتیاز سب کچھ موجود ہے فقط ارتفاع وامتیاز مکان ایک مسئلہ مین اور نظر
مصحف دوسرے مین تشابہ کا امر ہے پس کیون مکروہ ہوگیا سو کچھ روایات اور دیگر روایات اس تقریر مولف کو رد کرتی ہین اور حدیث نو
بھی اس فہم مولف کو باطل کردیا کہ مطلق تشبہ کو کہ احداث کسی متکلف کا ہے محظور فرمایا پس خلاف سنت سے وہ امر محدث جائز نہین
ہوسکتا بلکہ مجموعہ مکروہ ہوجاویگا اور یہ نظیر صوم کی سو معلوم ہوچکا کہ اس باب سے نہین مولف کی کم فہمی ہے صوم عاشورا حقتعالی کا فرض
کردہ تہا اور فرض مین تشبہ معتبر نہین ہوتا کیونکہ کسی متکلف کا احداث نہین بلکہ من اللہ تعالی اسکا الزام ہوا ہے پس اس حدیث سے
معاول ہی خارج ہوچکا ہے اسیواسطے اب تنہا روزہ عاشورا کا کیسکے نزدیک مکروہ نہین معنا اول آخر روزہ فخر عالم علیہ السلام ملانے لگا دیا
اسوجہ سے ہی کہ ابعد عن التشبہ ہوجاوے اسیواسطے لکہا ہے کہ جو عبادت ملتین مین مشترک ہو اوس مین تشبہ نہین ہوتا کیونکہ شعار
نہین رہا مع ہذا التغییر وصفی اوس مین کردیتے ہین تاکہ ابعد عن التشبہ ہوجاوے استحبابا پس مولف محض بے خبر قواعد شرعیہ سے ہے فقط
دعوی ہی دعوی ہے علم وفہم سے ہرگز بہرہ نہین اور علماء نکتہ دان تفقہ کو جاہل بتلاتا ہے اور پھر وہ ہی اپنی تحقیق شروع کی کہ لغت مین
معنی شبہ کی مانند ہوجاتا ہے یعنی من کل الوجوہ مماثل ہوجاوے اسکی تردید اوپر ہوچکی اور پھر معنی شبہ کے شرعا لکہتا ہے اور یہ بھی
خطا فہمی ہے بحرالرائق کی عبارت سے جسکو درمختار نے اور شامی اور طحطاوی نے نقل کیا ہے یہ مستفاد ہوا کہ تشبہ ہر چیز مین

وہ شرع مین مذموم بھی ہو او سوقت تشبہ مکروہ ہے عبارت اوسکی یہہ ہے۔ ان قصدہ فان التشبہ بہم لایکرہ فی کل شئے بل فی المذموم وفیما
یقصد بہ التشبہ۔ اور مسلم رکھا اس حکم کو شامی نے اب یکھئے کہ سیوم مین نہ مسلمانون کی غرض قصد مشابہت و ارادہ موافقت ہنود ہے اور شہ
تیسرے روز پڑھنا قران و کلمہ کا حدیث و قران سے ممنوع و مذموم ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کی تحریر سے بھی رسالہ اثبات رفع یدین مین معلوم
ہوتا ہے کہ انھون نے مشابہت کے مکروہ ہونے مین قصد کو معتبر رکھا ہے یعنی جب اونپر یہ اعتراض کیا گیا کہ ان ملکون مین رفع یدین کرنے مین
تشبہ روافض کے ساتھ لازم آتا ہے اوسکے جواب مین لکھتے ہین لا نحری تشبہ الفرقۃ الضالۃ بل اتفقت الموافقۃ یعنی ہم رفع یدین مین ارادہ
تشبہ فرقون گمراہ کا نہین کرتے بلکہ اتفاقًا موافقت لازم آجاتی ہے انتہی اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین انا ممنوعون من التشبہ

نہین بلکہ فعل مذموم ہین نہ محمود ہین اور بقصد تشبہ کے ارتکاب کرنے مین نہ بلا قصد تشبہ کے تو اس سے مولف نے ثابت کیا کہ سیوم مروجہ مذموم نہین
اور قصد تشبہ کا کوئی نہین کرتا اب نشا مولف کی سنو کہ وہ بھی دو روایت ہدایہ کی جو منقول ہوئین اوس مین تو قران دیکھکر پڑھنا ہے جو مکروہ ہو گیا
قران دیکھکر پڑھنا مذموم نہین بلکہ محمود ہے عمدہ عبادت ہے علی ہذا اقتیاز امام کے مقام کی محمود ہے نہ مذموم علی ہذا خود صوم عاشورا مین غور کرے
کہ نفس صوم محمود ہے نہ مذموم ابھی مولف لکھکر بھول گیا پھر زعم مولف کیون بضم صوم ایہم مشابہت کو رفع کیا اور آگ کا مصلی کے مواجہ ہونا موجب
تشبہ مجوس کا ہے حالانکہ قصد مسلم کا تشبہ بالمجوس ہرگز نہین اور اشتمال صما مکروہ ہے حالانکہ قصد تشبہ یہود کا مسلم کو ہرگز نہین ہوتا علی
ہذا بہت مسائل ہین مگر مولف کو تمیز نہین معہذا مولف کو کہان گنجایش کلام کی ہے کہ سیوم تو خود امر مذموم ہے اولًا اجتماع الی اہل المیت کہ جسکا
حدیث سے نیاحت ہونا ثابت ہوگیا پھر ہنود کا فعل اور تعیین مطلق پھر بھی مذموم نہین عجب ہے اور قران و کلمہ پڑھنا گو فی حد ذاتہ عبادت ہے
مگر اوس مین تشبہ اور نہ اوسپر حکم کراہت کا بلکہ مجموعہ پر حکم کراہت کا ہے پس قیاس مولف کا بالکل لغو و بے محل ہے اور قول بحر رائق کا فانا نا کل
و نشرب الخ سو پہلے اوسکی وضاحت ہو چکی کہ امور طبیعہ مین تشبہ معتبر نہین جیسا نہایہ شرح ہدایہ مین قید لگائی قولہ فیما لنا منہ بدالخ کیونکہ یہ امور
اقتضاء طبع سے ہین احداث متکلف کا نہین اور عبادات بھی بالتزام شرع ہین نہ بتکلف محدث اور قول بحر رائق کا کہ امر مذموم مین تشبہ
مراد ہے سو سابق معلوم ہو چکا کہ قران دیکھکر پڑھنا امر مذموم نہین اور حدیث مین مطلق تشبہ ہے مگر اوسکی وجہ سنو کہ یہ ہے کہ جو امر محدث کسی
متکلف کا بدون اذن شارع کے ہوگا وہ مذموم ہی ہوگا اگرچہ بظاہر حسن معلوم ہوتا ہو کیونکہ سب بدعات ایسی ہی ہین پس یہ مراد بحر کی ہے پس
قران دیکھکر پڑھنا فی حد ذاتہ محمود ہے لیکن صلوۃ مین مذموم ہے مگر مولف اپنی کوتہ فہمی سے مذموم فی اصل وضعہ سمجھ گیا اس فہم پر تو معصیت
مین تشبہ ہونا چاہئے ورنہ کہین بھی نہین ہوگا یا اور تمام مسائل منہدم ہوجاوین گے الحاصل امر محمود کہ بالزام شرع ہے یا تقاضائے طبع سے
مجاز شرع ہے اوسکو شرع نے خارج اس حدیث و حکم سے فرمادیا ہے خلاف اجتماع مخصوص سیوم کے کہ اولًا خود ممنوع شرعی اب تشابہ اوسپر زاید ہوگیا
پس بحر کی عبارت کو مولف ہرگز نہین سمجھا اور دیگر علماء کو کم فہم بتلاتا ہے تماشا ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کا فقرہ بل اتفقت الموافقۃ کے معنی
بھی یہی ہین کہ یہہ فعل دراصل مسنون تھا بعد مین روافض نے بھی ایک حرکت ایجاد کی کہ موافق اوسکے ہوگئی تو یہ امر الزام شارع کا ہے ترک
نہین ہوسکتا اور تشبہ معتبر نہین اور یہی معنی علی قاری کی عبارت کے ہین انا ممنوعون من التشبہ بالکفرۃ و اہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارہم الخ
کیونکہ جو شعار اون کا ہوگا خواہ فی حد ذاتہ حسن ہی ہو وہ اون کا فعل ہوگیا اور تشبہ نا جائز ہوا جیسا صلوۃ قران دیکھکر پڑھنا کہ شعار اونکا ہی

بالکفرۃ واہل البدعۃ المنکرۃ فی شعارہم لا منہیون عن کل بدعۃ ولو کانت مباحۃ سواء کانت من افعال اہل السنۃ او من افعال الکفرۃ
واہل البدعۃ یعنی ہمکو مشابہت کافرون اور بدعتیون کے ساتھ اوسی بات مین منع ہے جو اونکے دین کا خاص تمغہ اور نشانہ علامت اون کے
فریق کی ہے اور نہین منع مشابہت ہر مباح بدعتون مین اگرچہ وہ بدعتین افعال اہل سنت والجماعت سے ہون یا کافرون سے یا اہل بدعت
سے انتہی ۔ اب خیال کرنیکا مقام ہے کہ تشبہ جو حدیث مین منع ہے اوسکے یہ معنی ہین شرعًا پھر ہمکو قوم ہنود سے کسی بات مین مشابہت نہین

اور فی حد ذاتہ حسن ہے مگر صلوٰۃ مین دیکھکر پڑھنا ہماری ملت مین مذموم ہوا اور جو متفق دونون ملت کا ہوگا وہ شعار نہوگا ماموراس امت پر بھی ہوگا
مگر مولف کو فہم ہی نہو تو کیا کرے ظاہری لفظ دیکھ لیتا ہے اور حکم خلاف شرع لکھتا ہے اور جو بدعت مباحہ ہونگی اور افعال اہل سنت سے
ہونگی وہ خود مامور شرعی اور سنت ہی جیسا کہ بحث بدعت مین گذرا غرض عبارت قاری اور بحرا اور مولوی اسمعیل کی یہ سب بکمر روایات متفق
ہین مگر فہم مولف کا مخالف حق سے کر رہا ہے اور سیوم جو شعار مذموم ہنود کا ہے نہ اوس مین کوئی امر محمود ہے اور نہ اوسکی اجازت بلکہ ممانعت
شرعیہ اوس مین ثابت ہو چکی اوسکو اباحت سے کیا علاقہ ہے فہم سلیم خدا تعالیٰ دیوے تو سب کچھ ہو ورنہ ضلوا و اضلوا کا مضمون ہوتا ہے اب رہی بحث
اسکی کہ بحر مین تشبہ حرام اوسکو لکھا ہے کہ بقصد تشابہ ہووے سو اول تو کہا جاتا ہے کہ حدیث مین مطلق تشبہ ہے کیا یہ تخصیص حدیث کی بالرای
درست نہین اور سب محققین نے مطلق تشبہ لکھا ہے پس قول بحر کا حدیث کے معارض نہین ہو سکتا حدیث مین ہے کہ غیروا الشیب ولا تشبہوا بالیہود الخ
نظفوا افنیتکم ولا تشبہوا بالیہود الخ اور ظاہر ہے کہ شیب مین اور تلطخ افنیہ مین کسی نے قصد تشابہ یہود کا نہین کیا تھا بلکہ خلقی اور عادی امر تھا صوم
عاشورا مین کسی نے تشبہ یہود کا کیا تھا بزعم مولف بلکہ باذن شارع کے تھا مگر اسکی توجیہہ بھی کرتا ہون کہ مراد بحر کی یہ ہے کہ تشبہ کے لفظ مین اخذ تکلف
ہے سو قصد اور فعل تکلف کا اس مین ہونا چاہیئے پس اسکی یہ صورت ہے اگر کسی نے کوئی کام نادانستہ کیا اور پھر اوسکو خبر ہوئی تو ازالہ کرے ورنہ اب بعد
علم کے متشبہ ہوگا پہلے متشبہ نہ تھا اور اپنے فعل مین عاصی بھی نہین تھا اب قصدًا جو کرتا ہے تو تشبہ ہوا علی ہذا جو امر ایسا ہے کہ اوسکا ازالہ کر سکتا ہے
مگر قصدًا ازالہ نکیا جیسا ریش کا خضاب تو ترک خضاب قصدًا کرتا ہے کیونکہ ازالہ پر قادر ہے اور نہین کرتا بہرحال سب جگہ معصیت کیواسطے فعل مکلف
کا ضرور ہے تو معنی یہ ہوئے کہ قصد اوس فعل متشبہ بہ کا کرے نہ یہ کہ اس فعل کو کفار کے تشبہ کی نیت سے کرے پس دونون مین فرق زمین
آسمان کا ہے اگر عقل ہو اور جو تسلیم کرین کہ یہ دوسرے معنی ہی ہین تو چونکہ تشبہ کو شارع نے کفر فرمایا بقولہ فہو منہم اور کفر بدون قصد قلب کے نہین
ہوتا لہذا یہ قید اضافہ کی کہ کافر جب ہوگا کہ دل مین نیت تشبہ کفار کی کرے ورنہ کافر نہوگا گو عاصی ہوگا سو یہ بھی حق ہے علی قاری شرح فقہ
اکبر مین لکھتے ہین ولو شبہ نفسہ بالیہود والنصاریٰ صورۃ او سیرۃ علی طریق المزاح والہزل ای ولو علی ہذا المنوال کفر وفی الخلاصۃ من وضع
قلنسوۃ المجوس علی راسہ قال بعضہم یکفر الخ غرضکہ یہ قصد تشبہ کفار کا کیا اگرچہ ہزلًا ہو تو قصد و نیت تشبہ کفار سے لاریب کافر ہوگا اور معصیت
ہونیکو قصد فعل کا چاہیے کہ جسمین مشابہت ہوئی گو بقصد تشابہ نہو بلکہ جو خبر بھی نہو کہ یہہ شعار کفار کا ہے اور پھر خبر ہو اور بعد خبر کے ازالہ نکرے
تاہم عاصی ہوویگا بہرحال احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کہ بلا قصد بھی تشبہ ممنوع حاصل ہوتا ہے اور بحر کے بھی یہی معنی ہین گو مولف
اپنے فہم سے قاصر و عاجز ہوکر عبارت بحر کو مخالف حدیث کے بتاتا ہے پس الحمد للہ کہ دلائل و اضحات نقلیہ فقہ سے بدعت و کراہت رسوم
مروجہ کی ثابت ہوئی اور رسوم کے تشبہ کو مولف خود قبول کر چکا گو اپنی کم علمی سے اوسکو حد تشابہ سے نکالتا ہے مگر یہ فہم اوسکا باطل ہوگیا

شہ قرآن پڑھنے مین چنون پر کلمہ پڑھنے مین یہانتک کہ تیسرے دن کی تعیین مین بھی شرکت نہین کیونکہ اونکی تعیین بدلتی رہتی ہے بباعث پیش آنے
کرہ مذکور کے پس تشبیہ لغوی و شرعی کسی طرح کا ہنکو اونکے ساتھ نہین والحمد للہ علی ذلک لمعہ خامسہ فاتحہ چہلم و بستم و دہم و شبو قبرستانون
و مساجد پہلے دستور تہا کہ مٹی کا گھڑا جسکو فارسی مین سبو اور عربی مین جرہ کہتے ہین میت کی طرف سے مساجد مین بھیجا کرتے تھے نہ فقط ایک گھڑا
بلکہ چند گھڑے علاوہ اُن گھڑون کے جنمین غسل میت ہوتا ہے بھیجتے تھے وجہ اوسکی یہ ہے کہ جب سعد بن عبادہ کی والدہ مر گئین اونہون نے پوچھا یا
رسول اللہ کونسا صدقہ بہتر ہے آپنے فرمایا پانی تب اونہون نے ایک کنوا یعنی ایک چاہ تیار کرایا اور کہا ہذہ لام سعد یعنی یہ چاہ سعد کی والدہ کا ہے
اوسکو ثواب پہونچے یہ مشکوۃ مین حدیث ہے پھر ہر کوئی تو کنوا یعنی چاہ کھدوالے اور بنانے کا مقدور نہین رکھتا اسلئے مسلمانون مین یہ قاعدہ ٹھہر گیا
تہا کہ کورے گھڑے مسجد مین بھیجا کرتے تھے کہ حضرت نے پانی کو اچھا صدقہ فرمایا ہے اگر کنوا ان سے نبنا یا ہمارا گھڑا بھرا ہوا مسجد مین رہیگا کوئی اوس سے

اسے اگر انصاف ہو تو یہی وہ اصل بالکل تمام رسالہ مولف کے قلع و قمع کو کافی و وافی ہے مگر چونکہ ہر ہر بحث پر مولف کج فہمی سے بحث کرتا ہے لہذا اوسپر
تنبیہ ناظرین کو کر دینا ضرور ہوا کہ کم علمی اور کوتہ فہمی مولف کی اور جہل مرکب اور دعوی ہمیغز اوسکا سب پر روشن ہو جاوے کہ کس حوصلہ پر کتاب لکھکر
کر پر ضلال خلق اللہ تعالی باندہی تھی **قولہ** لمعہ خامسہ الخ **اقول** گھڑی مسجد مین پہلے دیا کرتے تھے وہ متروک ہو گئے تو مولف کو افسوس ہے
کہ یہ بدعت کیون مرتفع ہو گئی اصل اوسکی یہ تھی کہ ہنود بارہوین روز گھڑا اوسجگہ جہان مردہ کو جلاتے ہین رکھکر چلے آتے ہین مسلمانون نے بھی اسکو
دیکھکر شروع کیا کہ مسجد مین پانی کا گھڑا بھر کر بھیجدیا کریں چونکہ اس مین کوئی شبہ نہین کہ مسجد مین گھڑا لوٹہ بوریہ چراغ وغیرہ سب دینا موجب اجر ہے
مگر بطور رسم دینا کہ جس مین تشبہ لازم آوے اور خاص گھڑا ہی ضروری جانکر دینا اگرچہ ضرورت اوسکی مسجد مین نہو یہ بدعت تہا اور ملانکو بھی دقت
ہوتی تہی کہ گھڑون کو فروخت کرتا پھرتا تہا تو یہ رسم کچھ ترک ہو گئی ہے مگر چہلم کا گھڑا اب بھی اکثر عوام مین ہے خیر یہ تو ہوا مگر جولانی طبع مولف کی
قابل دید ہے کہ حدیث مین تو صدقہ پانی کا آیا ہے کہ پانی کو صدقہ جاریہ کرے یہ معنی کہ چاہ کھود کر پانی نکالکر اوس پانی کا صدقہ کرے مولف اس سے
ظرف اور ٹھیکرے کا صدقہ سمجھ گیا پانی سے گھڑا لینا مولف کا ہی فہم عالی ہے پانی اور مٹی دو ضدین ہین اسکو اس سے کیا علاقہ یہ مقرر کہ گھڑا دینا بلکہ
مٹی کا ڈھیلہ بھی دینا موجب ثواب کا ہے مگر پانی کے صدقہ سے گھڑیکا صدقہ کیونکر نکالا چاہ کا گھڑا تو مقصود نہ تہا پانی کی ذات سے مقصود اوس
پانی ہی کا صدقہ مراد ہے ہان اگر فرماتے کہ صہریج بنوادے تو مضائقہ نہ تہا کہ صہریج مین کوئی پانی بہرتا ہے گھڑے مین بھی کوئی بہر دیگا اور جو
بوجہ مناسبت ظرف کے یہ استخراج ہے کہ پانی کو اعانت ملیگی تو پھر اسپر کیا حصر ہے کل کو مولف لوٹے اور چکنی مٹی کا بھی حکم دیگا کہ صدقہ کرو اور مسجد مین
ڈال آؤ اور لوٹے اور ڈیلون کا بھی کہ اس سے گھڑے بنکر اعانت پانی کی ہو دیگی اور مولف حدیث سعد سے استخراج کرنا دلیل بیان کریگا۔ یہ نسمجہا کہ پانی کا
صدقہ گھڑے کی صورت مین پانی گھڑے مین بھرنے والے کی طرف سے ہوگا نہ گھڑے والے کی طرف سے غرض ایسی ایسی تقریرات واہیہ اور استخراجات قبیحہ
کام مولف کا ہے اگر ایسا ہی اسرار اس بدعت کا مقصود تہا سیدھا کہدیتا کہ مسجد مین گھڑے کام آتے ہین نہ یہ کہ چاہ کو اصل بنا کر اپنی خوبی فہم ظاہر
کرتا اور پھر یہ کہ فقط اصل نکل آنا تو جواز کے لئے کافی نہین اوسکے سب عوارض بھی رفع ہونے ضرور ہین کہ تشبہ نہو اور تعیین مطلق نہو اور اوسکو موکد و واجب
جانتا نہو اور فخر و ریا نہو ورنہ اگر یہی مولف کا علم و فہم ہے تو دھوتی کفار کی اصل تہمد ہے اور من کل الوجوہ مشابہت بھی نہین حسب زعم مولف کے
پس سنت ہوا اور حضرت عثمانؓ سے منقول ہے کہ ایک طفل کے چہرہ پر سیاہ ٹیکا نظر بد کیواسطے لگوایا تہا سو تلک کی اصل نکل آئی تو یہ بھی

پیاسا پانی پیئے گا کوئی وضو وغسل وغیرہ کے خرچ مین لاویگا ثواب ہوگا یہ اصل ہے گھڑا بھیجنے کی اور چالیس روز تک کھانا بھیجنے کی یہ وجہ ہے کہ فقہا نے لکھا ہے یستحب ان یتصدق عن المیت الی ثلثۃ ایام یعنی مستحب ہے کہ صدقہ دیا جاوے میت کی طرف سے تین روز اور بعضون نے لکھا ہے الی سبعۃ ایام یعنی سات دن تک اور بعضون نے اربعین یعنی چالیس دن لکھے ہین یہ روایتین خزانۃ الروایات اور شرح برزخ وغیرہ مین ملینگی غرضکہ ان روایات کے سبب آدمی چالیس دن تک برابر روٹی محتاج کو میت کی طرف سے دیتے ہین باقی رہا چہلم وغیرہ تو صورت اوس کی یہ ہے کہ جو صاحب اسکو منع کرتے ہین اون کی چند دلیلین ہین اول اُن کا حال معلوم کرنا چاہیئے بعد ازان وجہ جواز سننی چاہیئے

جاری کیسے اور سوت کا بُنا کرتہ ثابت ہے سوز تار سوت کی اصل بھی نکل آئی پھول سونگھنے درست ہین پہولون کے سہرہ کی اصل نکلی غلی ہذا صدہا مسائل کی اصل نکلتی ہے اور مولف سبکو جائز کہیگا اگرچہ کفر ہی ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ مولف کو اپنی کم فہمی بالکنی ہے نہ رسم جاہلیت کا اندیشہ نہ ریا ورفع بدنامگی کیوجہ سے کیگا خدشہ نہ منع تعیین بالرای کا کھٹکا نہ تشبہ کفار کا خطرہ نہ اپنی عاقبت وایمان اور ضلال خلق کی کچھ پرواہ اپنی مشہ زوری کرنی خواہ کچھ ہو فقط **قولہ** چالیس روز تک الخ **اقول** ابتداء موت کیوقت صدقہ خیرات عمدہ امر ہے ایصال ثواب کا انکار نہین بارہا ذکر ہوچکا ہفتہ تک چلہ تک دو ماہ تک کم زیادہ حسب مقدور خالصًا لوجہ اللہ تعالی کرو کہ جس مین کوئی امر خلاف شرع نہو جاوے مولف خواہ مخواہ اہل سنت کو مانع صدقہ کہتا ہے اور وہ ہرگز صدقہ کو منع نہین کرتے اوسکو منع کرتے ہین جو شرعًا ممنوع ہے اعنی تشبہ بکفار جس مین لازم آجاوے اور مولف بھی اوسکو قبول کرتا ہے یا تعیین بالرای کہ تغیر حد شرع ہے اور اوسکو بھی مولف قبول کرتا ہے پس اگر کسی نے طعام للفقراء خالصًا لوجہ اللہ تعالی کیا اور ان دو امرین سے ایک یا دو نو اوس مین پائے گئے تو ثواب پہونچیگا مگر اس فعل سے گنہگار ہوگا اور مجموعہ اوسکا مکروہ ہوویگا اس امر کو ہر ناظر خوب محفوظ رکھے کہ مولف کو اسی کوتہ نظری نے خراب کیا ہے کہ بدون سمجھے لڑنے کو آمادہ ہوا ہے یا تخصیص طعام اور اسکو بھی مولف مانتا ہے کہ تغیر حکم شرع کا ہے پس اس قسم کی ہی چالیس روز کی روٹی کہ اگرچہ گھر مین گوشت روٹی کھاوین مگر مردہ کو دو روٹی گھی سے ملکر شکر ڈالکر مسجد مین ہی خاصکر دیوین نہ کسی بیوہ قریب کو نہ کسی حاجتمند کو نہ اور عمدہ کھانا اس مین غالب رسم محض ہی اور شاید ایصال ثواب بھی ہو سو قبول خالص ہوتا ہے نہ مخلوط یا رسم ضروری جاننا کہ خواہ مخواہ کرے اگرچہ مقدور نہو اور یہ بھی مولف جائز نہین لکھتا کیونکہ وہ خالصًا لوجہ اللہ ایصال کیواسطے شکم دری کرتا ہے نہ رسوم کیواسطے یہ وہ طعام ہے جسکو بزازیہ وغیرہ لکھتے ہین اور بدعت مستقبحہ کہتے ہین یا فخر ریا سے کرنا یا شرم برادری کا زنا اوسکو بھی مولف نصائح مین منع کرتا ہے اور یہ سب جگہہ حرام ہے غمی ہو یا شادی اور کھانا اُسکا درست نہین سو فی الواقع مولف اصول مین مخالف نہین مگر اپنی کج فہمی اور کم علمی سے اور نفس سخن پروری ہی مخالفت جزئیات مین کرکے اوراق سیاہ کرتا ہے اور ادعای بے سود کرکے اپنی حقیقت علماء پر ظاہر کرتا ہے اور فی الواقع یہ سب نزاع کم فہمی اور نفسانیت سے ہے خوب محقق ہے کہ چہلم رسم کے کرنے مین ایصال ثواب مقصود نہین گو کوئی تاویلات کرے اور پھر فرق ہے چالیس روز تک صدقہ کرنے مین اور چالیسوین روز چہلم کرنے مین کما لا یخفی چونکہ مولف یہان مجمل چھوڑ گیا اسطرف سے بھی اوسپر کچھ تعرض نہین کیا جاتا ایصال ثواب کو کوئی منع نہین کرتا اور تعیینات لاریب بدعت ہین **قولہ** اونکی چند دلیلین ہین الخ **اقول** دلیلین مانعین بدعت کی وہی ہین جو کلیات احادیث وفقہ سے ثابت ہولین اور دیگر روایات جزئیہ فروع ہین نہ اونکی ضرورت ہی نہ اونپر کوئی امر موقوف ہے مگر مولف اپنی کم فہمی سے اونکو ہی بناء منع جان رہا ہے سو یہ سخت خطا ہی ان روایات کی بحث مین مولف اپنا وقت ضائع کرتا ہے اور ہمکو بھی اوسکی ان روایات کے جواب دینے کی ضرورت نہین مگر چونکہ

دلیل اول عبارت شرح منہاج نووی شافعی کی ہے جو سیف السنۃ کے صفحہ ۱۴۸ و ۱۴۹ مین ہے الاجتماع علی المقبرۃ فی الیوم الثالث وتقسیم الورد

والعود واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشہر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ۔

جواب دسکا یہ ہے کہ شرح منہاج مین دو امر کا ذکر ہے ایک تو جمع ہونا تیسرے دن مُردہ کی قبر پر اور وہان جا کر گلاب کے پھول و رعود یعنی اگر کی بتیان وغیرہ حاضرین مجلس پر تقسیم کرنا سو اسکا ذکر تو بیان سوم مین گذر چکا نصاب الاحتساب سے کہ لوگون نے نہایت تکلفات بیہودہ ایجاد کیے تھے اور وہ تکلفات بھی کرتے تھے کہ رسمیت پر پس ممنوع ہونا اوسکا صحیح ہے چنانچہ ہم خود اوسکی ممانعت پر تصریح کر چکے اور بعد ممانعت علماء کے جو بعض آدمیون نے ایسی رسمین

موقوف کین اپنا علم جتلاتا ہے تو ہمکو بھی اظہار اوسکی کم فہمی کا کرنا پڑا۔ **قولہ** دلیل اول الخ **اقول** شارح منہاج مین تین چیز کا ذکر ہے قبر پر تیسرے دن جمع ہونا اور عود اور ورد کی تقسیم مطلقاً قبر پر ہو یا غیر قبر پر کسی روز ہو اور کھانا کھلانا ایام مخصوصہ مین اور ہر سہ کو وہ بدعت کہتا ہے اور اصل یہ ہے کہ حدیث جریر مین اجتماع الی اہل المیت کو منع فرمایا ہے اور اوس مین کوئی تعین یوم کی نہین اور نہ تعین قبر کی پس مطلق جمع ہونا بدعت ہے اور قبر پر روز سیوم جمع ہونا بھی فرد اس اجتماع کی ہے تو ہر چند مطلق اجتماع تو ممنوع ہے مگر ہر شخص اپنے ملک کی رسم کو منع کرتا ہے صراحتہً تو شارح منہاج کی بلاد مین اجتماع علی القبر یوم ثالث ہوتا تھا اوسنے اوسکی تصریح کی حالانکہ یہ قید واقعی ہے نہ احترازی کیونکہ حدیث جریر مین عموماً اسکو منع لکھا ہے مگر مولف اپنی تیزی فہم سے قید کو احترازی سمجھ گیا ہے اور حدیث جریر کو ذہن مولف مین غداً لم اسقہ عبور ہی نہین جو مطلع ہوتا اور ہمارے ملک مین اجتماع روز سیوم ہے مگر قبر پر نہین پس منہاج کی قید سے اسکا جواز نہین ہو سکتا جیسا مولف کو دھوکا ہوا ہے ہان بعد ختم کے دستور تھا کہ شرفاء مکان میت پر جاتے تھے اب متروک ہو گیا ہے اطراف قوم مین اب بھی جاری ہے بہرحال اجتماع خواہ روز سیوم ہو یا بیش قبر پر ہو یا غیر قبر پر حدیث جریر سے ممنوع ہے اور ہمارے ملک مین روز سیوم کا قیمہ ہے اور شارح منہاج کے یہان قبر کی بھی قید تھی سو سب ممنوع ہین اور یہ قید شرح منہاج کی احترازی نہین اور تقسیم ورد وعود بھی ہر روز بوجہ میت کے بدعت ہے اس مین بھی کوئی قید یوم و قبر کی نہین اسی واسطے شارح منہاج مطلق کہتا ہے یہ مولف کی خوش فہمی ہے کہ دونونکو جمع کرکے ایک بناتا ہے یہ نہین بلکہ یہ مستقل رسم ہے ہمارے ملک مین اب بھی اکثر جگہ ہے کہ بعد ختم کے مثلاً گلاب کیوڑہ مین بلکہ سب حاضرین کے سامنے پیش کرتے مین یہان گلاب کا قطرہ تقسیم ہوتا ہے وہان عود اور ورد تقسیم ہوتا تھا پس اسمین قید قبر کی اور سیوم کی کچھ نہین مطلقاً بدعت ہے اور اسکی اصل وہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ کو جو خبر اپنے والد ابو سفیان کی موت کی پہونچی تو انھون نے خوشبو اپنے عارض کو لگائی اور فرمایا کہ مجھکو حاجت اسکی نہ تھی مگر مین نے سنا کہ فخر عالم فرماتے تھے کہ نہین حلال کسی عورت مومنہ کو کہ سوگ کرے تین روز سے زیادہ مگر زوج پر دس روز چار ماہ سو اصل خوشبو کی یہ تھی رفتہ رفتہ تقسیم تک نوبت پہونچی اور بدعت ہوگئی کہ سب حاضرین برادری سوگی بن گئے اگر بعض بلاد مین قبر پر جا کر تقسیم ہوتا ہو تو یہ بھی داخل اوس مین ہی ہو بہرحال تقسیم ورد مطلقاً بدعت ہے خواہ روز سیوم ہو یا اور کسی دن خواہ قبر پر ہو خواہ غیر قبر پر تھیہ شارح منہاج نے تو بیان کیا ہے اپنی بلاد کی رسم پر اور اگر قیود روز اور قبر کی زائد بھی ہوتین تو احترازی نہین تاکہ بلا قیود کے جواز ہو جاوے اگر یہ مباح ہے تو اہل مصیبت کو واسطے مباح ہے اگرچہ اباحت سے منزہ ہے پس اوسکو خواہ مخواہ مقید قبر اور یوم ثالث سے کرنا کم فہمی مولف کی ہے بلکہ یہ مستقل بدعت ہے اور ہر حال مذموم پس بحث عطف کی مولف نے جو لکھی بالکل لغو غلط ہے متعلقات معطوف علیہ کے معطوف مین ہو لئے خواہ مخواہ کوئی قاعدہ نہین اگر قران بھی مولف پڑھا ہوا ہوتا تو ایسی بات نکہتا۔ ہدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ الخ یومنون مین بالغیب کی قید ہے

ایجاد کی تعیین چھوڑ دین اب یہ رسم کہین نہین دوسری بات شارح منہاج سے یہ نکلی کہ کھانا کھلانا تیسرے دن اور پانچوین اور نوین سوین بیسوین
اور چالیسوین دن جیسے بیسوین دن بدعت منع ہے سو ظاہر یہ ہے کہ کھانا ان ایام مین قبر مردہ پر جاکر کھلاتے تھے تقسیم الورد و اطعام کا صعوف
ہونا لفظ الاجتماع پر دلیل ظاہر ہے اسبات پر کہ قبر پر جمع ہوتے تھے اور وہان تقسیم خوشبو کرتے تھے اور وہان یہ کھانا ایام مخصوصہ مین
کھلاتے تھے اور علاوہ قرینہ عبارت کے خود فتاوی بزازیہ مین اتصریح ہے قبر پر کھانا لیجانیکی - ویکرہ نقل الطعام الی القبر فی المواسم نعشموا سم
جمع ہے موسم کی اور موسم لغت مین کہتے ہین ایک چیز کے وقت کو اور جمع ہونیکی جگہہ کو کذا فی المنتخب وغیرہ پس معنی یہ ہوئے کہ مکروہ ہے
کھانا لیجانا قبر مردہ پر ایام مقررہ مین اس سے صاف معلوم ہوا کہ تیسرے نوین دسوین دن اور چھماہی اور برسی اور ایام عید و شبرات وغیرہ مین
جو کہ ایام واسطے فاتحہ اموات کے معین ہین اہل اسلام مین بعضے آدمیون نے بعض شہرون مین کھانا قبر پر لیجانا اور اوسجگہہ جاکر کھلانا رسم کرلیا
تہا او سکو اہل فتوے نے منع کیا اور نصاب الاحتساب مین بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے کہ لکھا ہے ویشربون الشربۃ عند القبور وفی الحدیث الاکل
فی المقابر یقسی القلب یعنی پیتے ہین شربت قبرون کے پاس حالانکہ حدیث مین آیا ہے کہ کھانا قبرستان مین سخت کردیتا ہے دل کو پس
اور قضیون مین اور ملتون مین نہین ایسا ہی صدہا مسئلہ موجود ہین مگر ایک مشکل ہوگئی کہ خوشبو کی اصل حدیث ام حبیبہ سے مولف نے ثابت کی تہی
تو ہر گاہ کہ چاہ سے گھر ثابت ہوگیا تہا تو بعینہ وہی ہے پس اب شرح منہاج پر جا ہے ضعف روایت کا حکم دیگر یا یہ کہ اوسکو حدیث نہین پہونچی
یا یہ کہ وہ شافعی ہے اس رسم کو بھی مولف جاری کردیوے استغفر اللہ اور اطعام مخصوصہ بھی مطلق ہے اوس مین بھی کوئی قید قبر یا غیر قبر کی
نہین بلکہ قید دن کی بہی نہین اور یہ وہ طعام ہے کہ حدیث جریر مین فرمایا وصنعہم الطعام الخ پس یہ طعام بھی مطلقاً ممنوع ہے خواہ کہین
ہو خواہ کہین ہو شارح منہاج نے ایام کی قید لگائی اپنے ملک کی عادت پر اور بزازیہ نے قید علی القبر لگائی اپنے بلاد کی عرف پر پس بہرحال یہ
طعام مکروہ ہے مطلقاً بنص مگر جو فقرا کیواسطے ہو بطور صدقہ تو نفس طعام مباح ہے فقرا کو اگرچہ یہ تعیین یوم کی بدعت ہے جس مین بہت کچھ بحث
ہوچکی ہے پس شارح منہاج اطعام الطعام کو مکروہ کہتا ہے اس طعام کو مکروہ نہین کہتا تو یہ بعبدہ سب مسائل کو شامل ہوگیا پس مولف کا علی
القبر اضافہ اپنے فہم سے کرنا ثمرہ کم فہمی کا ہے ورنہ مسئلہ صاف ہے اور اسکی شرح کرنا بزازیہ کی روایت سے اوسوقت ضرورت تہی جو مطلق کر سمی
مین کچھ تردد ہوتا ہر گاہ کہ حدیث جریر نے مطلقاً سب کو منع کردیا تو مطلق منع ہوگیا اور عجائب یہ ہے کہ بزازیہ مین خود اس طعام ایام مخصوصہ کو
مکروہ لکہا ہے چنانچہ دوسری دلیل مین مولف نقل کرتا ہے اور نقل طعام کو بزازیہ مین دوسرا مسئلہ بنایا ہے قولہ ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم
الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم الخ پس اس عبارت مین صاف معلوم ہے کہ نقل طعام دوسرا مسئلہ ہے
مگر مولف کو تمیز نہین اور صدقہ کا کھانا ہر روز مستحق کو حلال ہے مگر یہ تعیین مکروہ ہے اور فقیر کو بھی بوجہ اعانت امر مکروہ کے اسکی اجابت بچنا ہے
کہ مکروہ ہے جیسا دعوۃ المتبارین مین نہی قبول ضیافت کی وارد ہوئی ہے پس مولف کی یہ سب توجیہات محض ناواقفیت قواعد دین ہے
اور شرح منہاج سے کراہت چہلم دہم وغیرہ کی خود ظاہر ہے الغرض استدلال مانع بدعت کا تو اس روایت منہاج سے یہ تہا کہ ایام مخصوصہ کی
کو بدعت ممنوعہ لکہا ہے سو اگر یہ طعام بوجہ رسم کے ہے تو ایک صریح بدعت کی رسم ہوئی اور یہ چہلم ہمارے ملک کا بھی رسم ہی ہوتا ہے ایصال
ثواب مقصود نہین ہوتا اور دوسری وجہ اس مین تعیین وقت کی ہے کہ اسکو بھی شارع نے منع کیا ہے تو وہ وجہ بدعت ہونیکی پائی گئین

سماعدین نے وجہ ممنوع اور مکروہ ہونیکی مخالفت حدیث شریف کی بیان کی ہے کہ احادیث سے قبروں پر کھانا لیجانا منع ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ کھانا باعث خاص کر لینے دن کے مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ان ملکوں میں جو فاتحہ سوین بیسوین چالیسوین وغیرہ کی کرتے ہین مقابر پر نہیں کرتے تو وہ جائز ہوئی **دوسری دلیل** فتاوی بزازیہ کی عبارت ہے جو شرح منیۃ المصلی مین منقول

ہے ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی المقابر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقرأۃ سورۃ الانعام او الاخلاص اس عبارت سے تین مسئلے پیدا ہوئے ایک یہ مکروہ ہے کھانا تیار کرنا میت کا پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد یعنی آٹھوین دن جواب سکا یہ ہے کہ اسمین سوین بیسوین چالیسوین کا نام بھی نہیں پھر یہ عبارت کسطرح چہلم وغیرہ کی ممانعت پر دلیل ہو سکتی ہے اور اگر اجتہاد کرکے قیاس قایم کرو کہ جسطرح بزازیہ مین اون ایام کو منع کیا ہے ہم ان ایام کو منع کرتے ہین تو اسکو بھی ہم رد کرتے ہین دو وجہ سے ایک وجہ یہ کہ خود شارح منیۃ المصلی نے عبارت بزازیہ کی نقل کرکے اوسکو رد کیا ہے اور اوس کہانے کا مکروہ ہونا مسلم نہین کہا اور یہ لکھا ہے ولا یخلو عن نظر لانہ لا دلیل علی الکراہۃ یعنی مکروہ کہنا اس کہانیکو خالی بحث سے نہین اسواسطے کہ کوئی دلیل کراہت پر نہین الی آخرہ پس جبکہ خود شارح منیۃ المصلی نے کراہت کو مسلم نہین رکہا ہم بھی مسلم نہین رکھتے معلوم نہین جو حضرت نے

اور ہو لوجہ اللہ تعالی ایصال ثواب کا طعام ہے تو تعین وقت کی وجہ سے بدعت ہے گو طعام مین جواز ہو مگر بہرحال تعین وقت منع اور بدعت رہا بہرحال پس ہمارے ملک مین بھی اگر کسی کی نیت ایصال ثواب کی ہی ہو دیگی تاہم یہ وجہ تعین وقت کی بدعت ہونیکی ہرحال موجود ہو دیگی ورنہ اصل چہلم ہمارے ملک مین بھی دونون وجہ موجود ہین اور مولف اسکو ہرگز نہ سمجہا اور فہم مطلب مین یہ خطا ئین کین اجتماع کو کہ مطلق اہل المیت حدیث جریر سے ممنوع تہا مقید بہ یوم ثالث اور علی القبر کیا اور خلاف حدیث کے بنایا اور اس قید کو احترازی ٹھیرایا حالانکہ واقعی ہے اور تقسیم الورد کو بھی مقید کیا حالانکہ وہ مطلقاً بدعت ہے اور اطعام طعام کو جو حدیث جریر سے بمنع مطلقاً ہو گیا تہا مقید علی القبر کیا اور خلاف حدیث وفقہ کے بنا دیا اور تعین وقت جو ممنوع تہا اوسکے منع سے محض انکار کیا اور تین مسئلون کو دو بنا دیئے اور استدلال کو بالکل نہ سمجہا اور فقہ کی بحث بے معنی لکہدی پس اب حسن علم وفہم مولف کا سب پر روشن ہو جاویگا کہ کچھ بھی تو مس اس فہم کتاب سے نہین ورنہ کردہ دعوی کی کوئی نہایت ہی نہین **قولہ** یہ نہین لکہا کہ یہ کھانا باعث الخ **اقول** مولف کی چشم فہم تا ہم حق بین بند ہے شارح منہاج نے تو یہ لکھا ہے کہ ایام مخصوصہ مین اطعام بدعت ہے نہ یہ لکہا کہ قبرون پر لیجانیکی وجہ سے بدعت ہے نہ یہ لکہا کہ تعین یوم کے سبب سے بدعت ہے مولف دوسری روایت سے قبر پر لیجانا ثابت کرتا ہے حالانکہ وہ دوسرا مسئلہ ہے چنانچہ بزازیہ سے واضح ہے ایسا ہی تعین یوم کی بدعت پہلے محقق ہو چکی اور مولف بھی تخصیص کی بدعت ہونیکا معترف ہو لیا ہے پس ہوش کرے تو سب کچھ لکہا ہے اور خواب غفلت مین رہے تو اوسکے لیے کچھ بھی نہین لکہا اور مقابر پر لیجانا دوسری بدعت ہے ایک کو دوسرے سے کیا علاقہ ہے تامل درکار ہے اگر ہمارے بلاد مین قبور پر نہین جاتے تو تعیین یوم کی ہی بدعت کراہت کو کافی ہے چہ جائیکہ دوسری وجہ بھی موجود ہون **قولہ** دوسری دلیل الخ **اقول** مولف کے فہم پر آفرین ہے عبارت بزازیہ مین یوم اول وثالث وبعد اسبوع کے طعام کو مکروہ صاف کہا ہے غرض یہ ہے کہ ایام معینہ کرکے طعام پکانا درست نہین جب ان ایام مین درست نہین تو دسوین بیسوین چہلم مین بھی درست نہین وہ ہی تعین یوم ان ایام مین ہے

یہ عبارت بزازیہ کی شرح منیہ سے نقل فرمائی تو ایک سطر کے بعد شرح منیہ مین اوسپر اعتراض لکھا تہا کیون نقل نفرمایا دوسری وجہ رد استدلال مذکور
کے لئے یہ ہے کہ اگر طعام ایام مخصوصہ کی کراہیت موافق کلام بزازیہ کے مسلم بھی رکھین تو وہ کراہت خاص اوس کھلانے کے لئے ہوسکتی ہے جسکو
وارثان میت بعض ملکون مین فخریہ طور پر کرتے ہین اور جسطرح شادی عروسی وغیرہ مین شان اور فخر کے ساتھ کھانا کھلانیکا دستور ہے اوسیطرح
میت کا کھانا تکلف اور زینت سے اغنیاء اور امیرون اور عزیز قریبون کنبہ والون کو کھلاتے ہین جسطرح محدث دہلوی اور فقیہ شامی کے کلام سے
عنقریب دلیل تیسری مین نقل کیا جاویگا لیکن اوسکی ممانعت بھی ایسی ہے کہ اس عبارت سے سمجہو اور جو فتاوی عالمگیری کی جلد خامس

اور کتب مین اول و ثالث کو پکتا تہا ہمارے عرف مین دسوین بیسوین کو مثلاً پس ایسے جزئیات سے استدلال مین خاص عام مدلول کا کہان
ہوتا ہے جو یہان مولف طالب ہے یہ نہایت فہم مولف کا ہے ایکجزئیہ سے دوسری جزئیہ پر اشتراک کلیہ و علت کی وجہ سے دلیل لائیجاتا ہے
یہ معنی کہ دونون جزئیہ ایک کلیہ مین درج ہین مثلاً نبیذ سے بھنگ کی حرمت بوجہ سکر کے مولف صاحب کا فہم قاصر ہے ایسےجہد مولف کے
اس قیاس کو سنو ایک یہ کہ شرح منیہ نے اوسکو نہین مانا سو پہلے ہم لکہہ چکے کہ ردمختار نے شرح منیہ کا قول بوجہ سقوط رد کردیا ہے تو بزازیہ کا قول
درست رہا اور قیاس بھی صحیح رہا اسکی بحث پہلے بھی ہوچکی ہے دوسری وجہ اوسکے رد کی یہ کہ مراد اس طعام سے طعام فخر دریا کا ہے سو یہہ
تاویل مولف کی بالکل غلط ہے کیونکہ مطلق کو مقید کرنا بلا قرینہ قویہ بلا وجہ درست نہین طعام فخر کا مطلقاً حرام ہے یہان میت کے طعام
مین اسکا ذکر کرنا خصوصاً کیا محل تہا حالانکہ جیسا فخر کا کہانا یہان مکروہ ہے بلا فخر بھی برادری کو کھلانا مکروہ ہے بروایت جریر پس قید فخر کی لغو
ہے اور مولف جو دلیل اسکی بیان کرتا ہے کہ بزازیہ نے خود کہا ہے وان اتخذ طعاماً للفقراء الخ دلیل محض مغلطہ مولف کا ہے کیونکہ یہ روایت اگر
پہلے روایت سے متصل ہوتی تو مضائقہ نہین تہا یہان بزازیہ مین پہلی روایت تو کتاب الجنائز کی ہے اور یہ دوسری روایت بزازیہ کی کتاب
الاستحسان کی ہے اسواسطے کہ شارح منیہ پہلی روایت کو نقل کرکے کہتا ہے کہ بزازیہ کی کتاب الاستحسان مین یہ دوسری روایت منقول
ہے اگر کتاب الجنائز مین ہوتی تو کیون دوسرے باب سے اسکو نقل کرتا تھوڑی سی عقل درکار ہے پس کسطرح استثناء درست ہوگا عجب فہم مولف
کا ہے ایک روایت مشرق مین دوسری غرب مین اور استثناء جائز ہو نہین بلکہ یہ روایت جدی ہے اور وہ جدی بہرحال اس روایت بزازیہ واقع
کتاب الاستحسان سے کوئی قرینہ فخر کا درست نہین ہوسکتا یہ محض کم فہمی مولف کی ہے ہان یہ بات لاریب ہے کہ یہ حرمت طعام برادری کے طعام
کی ہے اور تعین وقت کا مسئلہ یوم اول و ثالث سے اور بعد الاسبوع سے نکالا گیا ہے پس اگر یہ طعام برادری کا ہے تو قطعاً مکروہ ہے دو وجہ سے
ایک صنعۃ طعام من اہل المیت جیسا حدیث جریر سے معلوم ہوا دوسرے تعیین یوم کہ تقیید اطلاق سے مستفاد ہوا اور اگر خالص نیت سے
فقراء کیواسطے ان ایام مین ہو تو کراہت تعیین وقت کے سبب سے لازم ہوویگی گو طعام کا ثواب پہونچے بہرحال تعیین وقت مکروہ ہوا جیسے
اوپر ذکر ہوچکا مگر یہان مولف کے علم و فہم مین کلام ہے کہ کہان رکہا رہتا ہے **قولہ** فتاوی عالمگیریہ جلد خامس الخ **اقول** اس روایت سے
غرض مولف کی یہ ہے کہ کچھ ایسی شدید کراہت طعام میت مین بھی نہین چاہے کھالیوے مگر یہ سراسر کم فہمی مولف کی ہے اول تو حدیث جریر مین نیاحت
سے اوسکو شمار کیا ہے اور نیاحت حرام شدید ہے تو یہ طعام بھی سخت مکروہ تحریمہ ہوا پھر بزازیہ و فتح القدیر اسکو بدعت مستقبحہ کہہ رہے ہین اور
حدیث لا تقبلوا دعوۃ المتباریین فخر کے کھانے کو حرام فرمارہی ہے کہ مولف بھی اوسکو قبول کرتا ہے پس فخر کے طعام میت کو لانا اس کے درجہ

باب الہدایا والضیافات مین لکھا ہے لا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا باس بالاکل منہ بعض علما اس مین تشدد
زیادہ کرتے ہین بعض کم اور صاحب بزازیہ نے جو منع کیا ہے اوسی طرح کے کھانیکو منع کیا ہے کہ جو شادی کی طرح ہو دلیل اوسکی خود کلام مصنف
بزازیہ ہے جو شرح منیۃ المصلی مین اسی مقام پر مرقوم ہے وان اتخذ واطعاما للفقراء کان حسنا یعنی اگر غریب آدمیون کے لیئے کھانا تیار
کرین تو اچھی بات ہے اگر صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت طعام مذکورہ بباعث تعین ایام ہوتی تو یون لکھتے وان اتخذوا الطعام فی غیر ہذہ
الایام کان حسنا پس صاف معلوم ہوگیا کہ صاحب بزازیہ کے نزدیک کراہت باعث تخصیص ایام نہین بلکہ اس لیئے کہ وہ لوگ غریبون
کو نہین کھلاتے تھے اپنے دوستا آشنا اغنیا کو کھلاتے تھے اسواسطے کہا صاحب بزازیہ نے کہ اگر کھانا تیار کرین واسطے غریبون
کے اچھی بات ہے اب مرد منصف کو چاہیے کہ خدا سے ڈر کر اس دلیل پر نظر کرے اور زبان زوری سخن پروری سے تائب ہو وما علینا
الا البلاغ دوسرا مسئلہ فصلہ تین سلوک کے عبارت بزازیہ سے یہ معلوم ہوا کہ کھانا میت کی طرف بھیجنا مکروہ ہے یہ بات ہمپر حجت نہین اسلیئے کہ اسکو
ہم خود مکروہ کہتے ہین او یہان ان ملکون مین یہ رسم بھی نہین تیسرا مسئلہ یہ نکالا کہ فاتحہ یون حافظون کو ختم قران کے واسطے جمع کرنا مکروہ ہے سو
تحقیق اسکی یہ ہے کہ اہل اسلام جمع ہو کر قرات پڑھین برای خدا درست کہ بیشمار دلائل حکم ائمہ مجتہدین اور علما محققین اور اجماع مومنین
سے اور مولوی اسحاق صاحب کے کلام سے ہم ثابت کر چکے کہ وہ ہرگز مکروہ نہین پس بالضرور مراد صاحب بزازیہ کی یہ ہے کہ موافق رسم بعض
ملکون کے اگر حافظون کو مزدوری دیکر قران پڑھواوین یہ البتہ مکروہ ہے اسکی تصدیق کتب فقہ مین موجود ہے شامی نے باب الاجارہ مین لکھا ہے

یہ محض غلط فہمی ہے اور عالمگیریہ کی تمام روایات یہ ہین کہ حمل الطعام الی اہل المیت والاکل معہم فی الیوم الاول جائز وبعدہ یکرہ کذا فی

التاترخانیہ ولا یباح اتخاذ الضیافۃ ثلثۃ ایام فی ایام المصیبۃ واذا اتخذ لا باس بالاکل منہ کذا فی خزانۃ المفتین وان اتخذ طعاما للفقراء
کان حسنا الخ پس پہلی روایت مین ضیافت اہل میت کی بعد ایکدن کے مکروہ لکھی ہے اور پھر خزانہ کی روایت لایا ہے جس سے مراد ہے
کہ ہر چند تین روز تک اونکو کھانا دینا مکروہ ہے مگر جو کوئی دیوے تو اہل میت کو کھانا درست ہے قرینہ اسکا یہ ہے کہ یہان ثلثہ ایام کہتا ہے
جسکے معنے تین روز تک ہے نہ تیسرے روز پس پہلے کہا کہ ایک روز کے بعد ضیافت مکروہ ہے پھر یہان یہ کہا کہ اگرچہ طعام دینا مکروہ ہے
مگر اہل میت کھاوین تو حرام نہین اور جو مراد اس سے یہ ہو کہ اہل میت کی ضیافت کو کھانا لا باس بہ ہے جیسا مولف نے جزم کر لیا ہے
تو اگر یہ فخر کا کھانا ہے تو کسطرح مباح ہوگا یہ تو حرام ثابت ہو گیا ہے بحدیث لا تقبلوا دعوۃ المتبارئین جسکو مولف بھی قبول کرتا ہے اور جو اہل
میت کا بطور فخر ہے تو حدیث کی حدیث سے تحریم ہو چکی بہرحال فخر کا کھانا اور لا باس سے خفت کراہت کا ہونا مولف کا سہو فہم ہے اور بس پس
صاف معلوم ہوا کہ عالمگیریہ کی روایت سے فخر کا کھانا ہرگز مراد نہین ہے اور روایت بزازیہ واقعہ کتاب الاستحسان استحسان روایت مناسب
ہونا اوسکا ہرگز نہین ہو سکتا فقط مولف کی خوبی علم کی ہے پس اس روایت کتاب الاستحسان مین وقت کا ذکر نہین مطلق ہے وان اتخذوا
للفقراء کان حسنا پس اس مین کوئی تعین وقت نہین کہ جواز تعین طعام فقراء کا معلوم ہو ہان پہلی روایت سے تعین کا بدعت ہونا معلوم
ہو گیا اب مولف کو چاہیئے کہ ہماری تحریر کو سوچکر انصاف کرکے ہٹ دھرمی سے باز آوے اور شرم کرے اور روایات کتب کو غور سے سوچا کرے
مانند عالم کے تحقیق کر لیا کرے اپنی عقل نافہم وفہم ناکام پر معتمد نہوا کرے اب سنو کہ روایت بزازیہ مین چار جملے ہین بدعت کو مین نظر آتے

قال تاج الشریعۃ فی شرح الہدایہ ان قرء القران بالاجرۃ لایستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وعن شیخ الاسلام ان القاری اذا قرء القران لاجل المال فلا ثواب له فای شیء یہدیہ الی المیت انتہی کلام الشامی مختصرا یہ جو شکرون اور چہاونیون اور بعض شہرون میں قران اسطرح پڑھواتے ہیں کہ دیکر تین قران یا ایک قران کے حساب سے کچھ سیپارہ کا روزمرہ ٹھہرا کر اوس کا ٹھیکہ کر دیتے ہیں اسطرح قران شریف میت کیواسطے پڑھوانا منع ہے اور صفحہ ۲ سیف السنۃ میں جو عبارتین طریقۃ محمدیہ اور قرطبی کی نقل کی ہین اون مین بھی مراد وہی مزدوری کے طور پر قران پڑھنا ہے اسلیئے کہ اوسوقت مین بعض ملکون میں یہی دستور تہا اور خود طریقۃ محمدیہ کی عبارت سیف السنۃ مین ہے والماخوذ منہا حرام للاخذ وہو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا اور بعض علما نے جو قبر پر قران پڑھوانیکی اجرت جائز لکھی ہے اونھون نے قبر پر آنے اور جانے کی محنت اور اسقدر پابند ہو کر بیٹھنے کی اجرت کو جائز کیا ہے اجرت قران کی نہین وہ گویا ہدیہ ہے قاریونکی طرف سے پس فتاوی بزازیہ کی عبارت سے کراہت ان باتونکی ثابت ہوئی ہے قران مزدوری دیکر ختم کرانا مردہ کی قبر پر کھانا لیجانا پہلے تیسرے آٹھوین دن ضیافت اغنیا و احباب کیلئے کھانا پکانا مکروہ ہے اور جسطرح ہماری ملکون مین رائج ہے کہ طعام دسوین اور بیسوین اور چالیسوین کے حق مین جو خالصاً للہ پکا کر مسکینون اور ملانون کو اپنے گھر بلا کر کھلا دین ہرگز ہرگز کراہت یا حرمت اوسکی عبارت بزازیہ سے نہین ثابت ہوتی بلکہ استحسان اور عمدگی ظاہر ہو گئی ہے کیونکہ اوس نے لکھدیا وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اور صاحب سیف السنۃ اور اونکے والد بزرگوار نے یہ فقرہ چونکہ حضرت کے مخالف مطلب تہا نقل نکیا الا فقروا الصلوۃ

اول یہ کہ جسپر بحث ہے دوسرا نقل طعام الی المقابر وہ خود بدعت ہے پہلی دلیل مین ذکر ہو لیا اوسکو موافق بھی قبول کرتا ہے تیسرا مسئلہ اتخاذ الدعوۃ لقراء القران یہ بھی گذر چکا اور سوم کی کراہت اس سے ثابت ہوئی اور چہلم کی شب کو بھی قران پڑھوانے مین اوسکی کراہت بھی اس سے صاف نکلی چوتھا مسئلہ جمع الصلحاء والقراء للختم اسکو مولف نے تیسرا مسئلہ کہا ہے یہان مولف کو سخت مصیبت پیش آئی کہ جمع سوم اور چہلم کا ہاتھ سے چلا تو اوسکو ناچار رائے ناقص سے یہ ٹہیرایا کہ اجرت پر قران پڑھوانا مراد ہے سبحان اللہ جیسا مولف اور اوسکی برادری اجرت پر قرآن و کلمہ پڑھتے ہین اعنی نخود یا شیرنی و حلوا پر یا ضیافت پر تو بزازیہ کے وقت کے علما کو بھی ایسا ہی گمان کر لیا یہ سوچکر شرم نہ آئی کہ جو اجرت پر قران پڑھنے آویگا صالح کہان ہوگا دوسرے بزازیہ مطلقاً کہتا ہے مولف نے کس قرینہ سے مقید کیا خواہ مخواہ بھلا یہان کیا قرینہ ہے پہلی روایت مین تو کتاب الاستحسان سے کھینچکر دوسری روایت لایا تہا مگر ہان یہان بھی قرینہ ہے کہ آخر بزازیہ کی کتاب الاجارہ مین تو یہ مسئلہ لکہا ہے سبحان اللہ پس یہ صفحہ اجرت قرآن کے باب سے سیاہ کرنا کوتہ فہمی و عبث کی ہے معہذا اہتمام تراویح اور ہدیا فاتحہ اموات مین حلوا شیرنی ہوتا ہے بنانیوالا حافظون اور سب حاضرین کی نیت سے کرتا ہے اور جانے والے حافظ پنج آیت خوان وغیرہ اسی نیت سے جاتے ہین المعروف کالمشروط پس قران کی اجرت کا طعام کھانا اور لینا ثابت ہو گیا قلیل کثیر کچھ بھی ہو غیر نمکین کا فرق مولف نے خود ہی اوٹھا دیا ہے اوسکو یاد نہین کہ شرح سوال مین لکھ چکا ہے ذرا غور کرو علاوہ مین بعض علما کا فتوی قبر پر آنے جانیکی مزدوری کے حیلہ سے نقل کرتا ہے کہ جنہو سوم کو کھانے اور حلوائی فاتحہ و ختم کا کھانے کا حیلہ نکل آوے اور پہلے مولوی عبد الخالق کی نصیحت مین اسکو خود ہی منع لکھ آیا ہے یہان وہ منسوخ ہو گیا افسوس کہ مولف کو اپنا لکہا ہی یاد نہین رہتا تو وجہ یہ ہے کہ فہم و علم سے تو کوئی بات لکہتا ہی نہین اناپ شناپ جو چاہا دوسرون کا قول لکھدیا پھر بھول گیا پس باقی کلام کا جواب ضرور نہین پہلے لکہا گیا اور فہم مولف کا بالکل خلاف کتاب کے ہے اور حقیقت مسئلہ اور طعام کی اول تحریر ہوئی موافق کی خوش فہمی

پڑھکر وانتم سکارٰی پر زبان بند کرلی **تیسری دلیل** مانعین کی درباب چہلم وغیرہ یہ عبارت ہے کہ سیف السنۃ کے صفحہ ۵ مین مرقوم ہے
کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے مقالۃ الوصیۃ یعنی وصیت نامہ مین فرمایا ہے دیگر از عادت شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتم و چہلم و ششماہی و فاتحہ
سالیینہ الی آخرہ۔ مین کہتا ہون اگر یہ لوگ عاقل ہوتے شاہ ولی اللہ کے کلام کو کبھی پیش نکرتے اسلئے کہ اس مین چہلم وغیرہ کے کھانے ہلکی کو
نہین منع کیا اس مین تو اسراف کہ جسکو عادات شنیعہ سے لکہا ہے۔ اسراف کہتے ہین بے اندازہ خرچ کرنے کو اور قرآن شریف مین ہے ولا تسرفوا
انہ لا یحب المسرفین۔ اسراف کو کون دوست رکھتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا منشاء ہے کہ بند کرنا اسراف کا ہے چنانچہ اوس کی
برائی اونھون نے بیان کی ہے اور ہم بھی اوسکو برا کہتے ہین اور اسراف لوگون مین طرح طرح کے مختلف مقامون مین پیدا ہوگئے تھے علامہ
شامی نے ضیافت اموات کی شناعت مین لکہا ہے تحصیل عنہ ذلک من المنکرات الکثیرۃ کایقاد الشموع والقنادیل التی لا توجد فی
الافرح وکدق الطبول والغنا بالاصوات الحسان واجتماع النساء والمردان واخذ الاجرۃ علی الذکر وقراۃ القران الی آخرہ دیکھیے اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ مردے کی کہانون مین قندیل اور شمعین روشن کیجاتی ہین سطرح کہ اہل شادی مین بھی ہون اور طبلہ بجتے ہین اور گانا خوش
آوازی سے ہوتا ہے عورتین اور بے ریشہ لڑکے آتے ہین جو کچھ قرآن پڑھتے ہین اوسکی مزدوری لیتے ہین یہہ عبارت شامی نے باب الجنائز مین
لکہی ہے معلوم ہوا کہ بعض جگہ ایسے اسرافات بھی جاری ہوگئے تھے اور اسی طرح جو ہماس اپنے احباب و برادران اغنیا مین حصص بطور تورہ بندی تقسیم
کرتے ہین غریبون کو نہین کھلاتے وہ بھی فی الجملہ اسراف اور خود نمائی مین داخل ہے چنانچہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت جو مولوی اسحق صاحب
نے مسائل اربعین کے سوال سی و ششم مین جامع البرکات سے نقل کی ہے وآنکہ بعد از سالے و ششماہی یا چہل روز در این دیار پزند و درمیان
برادران بخش کنند آنرا بھاجی گویند چیزے داخل عتبار نیست بہتر آن است کہ نخورند انتہیٰ۔ واضح ہو کہ شرح منہاج مین جو گذرا کہ ششماہی و
سالیانہ وغیرہ کا کھانا مکروہ ہے۔ وہمین ایک یہہ بھی سبب ہے کہ جو مستحق اوس کھانیکے ہین اونکو نہین کھلاتے اور کھانا اسطرح کا تکلفی پکاتے اور اوسین
اظہار مقصود ہے تعداد اغلاط مولف نہین کی اہل فہم خود جان سکتے ہین **قولہ** تیسری دلیل مانعین کی درباب چہلم الخ **اقول** مولف شاہ
ولی اللہ صاحب کی عبارت کو بھی نہین سمجھا افسوس کہ فارسی عبارت کو بھی خوب نہین سمجھتا۔ تمام عبارت وصیت نامہ کی یہہ ہے۔ از عادات
شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و چہلم و ششماہی و فاتحہ سالیینہ این ہمہ را در عرب اول وجود نبود مصلحت آن است کہ غیر تعزیت وارثان میت
تا سہ روز و اطعام ایشان یکشبانروز رسمی نباشد الخ۔ اب دیکھو اگر مولف کو فہم ہوتا تو جان لیتا کہ شاہ صاحب خود سوم کو اور چہلم وغیرہ کو اسراف
مین داخل کرتے ہین اور وجہ منع کی عرب اول مین نہونا انکا فرماتے ہین پس جب عرب اول مین نہ تھا تو خود ذات ان رسوم کی ممنوع ہوئی نہ یہ کہ
انکو کرو مگر اسراف ان مین نکرو وہ صاف فرماتے ہین کہ بجز تعزیت و اطعام مسنون رسمی نباشد ان سب کو رسوم مین داخل کیا اور اسراف ٹھیرایا
پس بدعت اور ممنوع ہوگیا ادنیٰ شعور والا بھی جان سکتا ہے اور یہہ عبارت شامی کی وہ ہے جس مین اعتراض شارح منیہ کا رد کردیا ہے مولف
نے اور اعتراض کو خیانت سے اخفا کیا ہے اور شاہ صاحب کو یہہ بھی تحقیق تھا کہ چہلم وغیرہ سب رسوم بطور رسم ہی کرتے ہین ایصال ثواب مقصود
نہین اسیواسطے اسراف اور رسوم مین داخل کیا ہے اگر محض ایصال ہو اور وقت کی قید ہو تو کراہت بوجہ تعین وقت کی ہوویگی اور تمام
اسرافات شادی اور غمی کے سب حرام ہین مگر اسکی حرمت سے جواز دیگر وغیرہ رسوم کا ہرگز ثابت نہین ہوتا کیونکہ چہلم وغیرہ رسم بہرحال ممنوع ہے

طرح طرح کی نعمتین کرتے ہین جس طرح شادی عروسی کے کھانے ہین دستور ہے اور احباب کی ضیافت خوشی خوشی کرتے ہین ایسے کھانیکو فقہا
منع کرتے ہین فتح القدیر شرح ہدایہ مین ہے ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل البیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور یعنی الحزن وہی بدعۃ مستقبحۃ
الی آخرہ اور حاشیہ خزانۃ الروایات مین ہے ولا ضیافۃ فی بیوت الموتی وہم فی اللحود یعنی احباب کی ضیافت تکلف اور زینت کے ساتھ
اہل میت سے لینا اور کھانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات سرور مین جائز ہے موت مین سرور کہان یہان تو شرور یعنی غم ہین اور موتی کے گھرون مین
ضیافت کیسی ہ حال یہ کہ وہ قبرون مین پڑے ہین واضح ہو کہ جس فقیہ کے کلام مین ممانعت ہے وہ ایسی قسم کے کھانیکی ممانعت ہے دلیل
اوسکی یہ ہے کہ صریح بزازیہ وغیرہ مین موجود ہے وان اتخذوا طعاما للفقراء کان حسنا۔ اور جو لوگ تعینات کے ساتھ ان فاتحات کو جائز رکھتے
ہین وہ سب شرط کرتے ہین کہ اغنیا کو کھلا دینا ثواب مین معتبر نہین چنانچہ تحفۃ النصائح مین ہے ؎ سازی طعام مردہ چون روز سیوم ہفتم
چہل + باید ہی درویش را ورنہ نباشد معتبر + **چوتھی دلیل** منع چہلم وغیرہ پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول جو وصیت
نامہ مین فرماتے مین وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسینی ہیچ نکنند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ از سہ
روز ماتم کردن جائز نداشتہ اند الی آخرہ۔ واضح ہو کہ کھانا للہ کھلانا امور دین سے ہے اور قاضی صاحب نے رسوم دنیوی کو منع فرمایا ہے وہ یہ کہ
عورتین جمع ہو کر ان ایام مین رونا پیٹنا کرتی ہین اور یہ ہم اپنی طرف سے نہین کہتے خود قاضی صاحب کی دلیل اپنے منہ بول رہی ہے
یعنی منع چہلم وغیرہ کی دلیل یہ فرماتے ہین کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ماتم کرنا جائز نہین فرمایا پس اس سے یہ
ثابت ہوا کہ چھ ماہی برسی چہلم وغیرہ مین ماتم نکرین مولوی اسمعیل صاحب نے بھی تذکیر الاخوان مین لکھا ہے جو عورت ماتم پرسی کو آتی
ہے وہ بھی اون کے پیٹنے چلانے مین شریک ہوتی ہے پھر کسی کے یہان تین دن کسی کے سات دن کسی کے دس دن کسی کے چالیس
دن کسیکے چھ مہینے تک کسیکے برس روز تک کسیکے دو برس تک یہی بات جاری رہتی ہے جتنے دنون جسقدر یہ نوحہ زیادہ ہو اوسیقدر
اور چہلم وغیرہ بوجہ ایصال بھی بدعت تعین سے خالی نہین پس ان روایات کا انکار اور اعادہ ہرگز مفید مولف کے مدعی کو نہین اور پہلے سب کا جواب
ہو لیا اور معلوم ہو چکا کہ روایت کتاب استحسان بزازیہ کی مطلق ہے اوس مین کسی وقت معین کا ذکر ایصال ثواب کے استحسان مین نہین اور دفن کا
ذکر دوسری روایت کتاب الجنائز مین تھا اوسکا وقت یہان نہین آسکتا کہ دونون مین ہر طرح مباینہ ہے اگر ایصال مین تعین ہوگا وہ بھی بدعت ہوگا
اس روایت کے استدلال کو اور خطاء فہم مولف کو سب جان سکتے ہین **قولہ** چوتھی دلیل الخ **اقول** واہ رے فہم مولف قاضی صاحب تو صاف
لکھتے ہین کہ رسوم دنیوی مثل دہم وبستم الخ کھولکر رسوم دنیوی مین انکو داخل کرتے ہین مولف کچھ اور ہی سمجھ گئے اس سے ہی معلوم ہوا کہ دہم وغیرہ
رسوم دنیا تھی اور قاضی صاحب انکو رسوم دنیا جانتے تھے ایصال لوجہ اللہ نہین تھا یہی مدعی ہے مستدل کا کہ یہ رسوم دنیا ہین مت کرو باقی
ایصال لوجہ اللہ تعالی سوا اوسکو بلا قید کرو قید تعیین پہلے نصوص سے ثابت ہوگیا کہ بدعت ہے اور قاضی صاحب کی دلیل منہ سے بول رہی ہے
کہ ایصال کو بھی چہلم دہم کیطرح مت کرو کیونکہ لکھتے ہین واز مال حلال صدقہ بفقرا باخفا مدد فرمایند اگر ایصال کو بطور دہم وغیرہ جائز فرماتے تو
وصیت اخفا کی کیون کرتے مگر فہم مولف ہو تو مطلب سمجھے آپ مولف اسکو نقل کرتا ہے اور نہین بوجھتا اور صدقہ خیرات کو تو کوئی ہی منع نہین
کرتا یا دہم وغیرہ رسوم کو منع کرتے ہین یا ایصال کے تعیین کو منع کرتے ہین بہر حال قید دہم وغیرہ بدعت ہے اسکا ثبوت کسی وجہ سے مولف

نہ ہوں یہ اُن لوگوں کی تعریف ہو اور اگر نہ ہو تو طعن کرتے ہیں کہ فلانے کے یہاں میت کی کچھ قدر نہ ہوئی اور مروج جو جلسے ہیں تو صرف دستور
و رواج کے موافق اور لوگوں کے دکھلانے کو کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں اور اس فاتحہ سے مردہ کیواسطے ثواب منظور نہیں ہوتا یہ عبارت
نفس تذکیر الاخوان کی ہے پس قاضی صاحب کا اشارہ ان امور کی طرف ہے ورنہ خود اسی وصیت نامہ میں فرماتے ہیں واز کلمہ و درود
و ختم قرآن و استغفار و از مال حلال صدقہ بفقرا باخفا امداد فرمایند انتہی اس سے ظاہر ہوگیا کہ ختم کلام اللہ وغیرہ سب قاضی صاحب کے
نزدیک درست ہے اور صدقہ کو پوشیدہ فرمایا وہ اسلئے کہ اپنے ورثا میں کچھ طریق نمود و نمایش وغیرہ کا دیکھا ہوگا جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے
ہیں اس واسطے اخفا کا حکم دیا ورنہ صدقہ ظاہر کرنا شرع میں درست ہے اللہ تعالی نے فرمایا ان تبدوا الصدقات فنعما ہی۔ شاہ
عبدالقادر صاحب نے اس روایت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے اگر کھلی دو خیرات کیا اچھی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکا فارسی ترجمہ
یہ کیا ہے اگر آشکارا کنید خیرات را پس نیکو چیزیست اور ظاہر کر کے دینے میں ایک نفع اور بھی ہے تاکہ اوروں کو ہدایت ہو وہ
بھی صدقہ کریں **پانچویں دلیل** منع چہلم وغیرہ کے لئے یہ ہے کہ مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے طعام المیت
یمیت القلب یعنی طعام المریض یمرض القلب و در نوادر شام آمدہ کہ کراہت اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشد یعنی
نہیں کر سکتا اور تذکرۃ الاخوان سے بھی معلوم ہوگیا کہ یہ سب امور رسمی ہیں اور ایصال ثواب مقصود نہیں اور قاضی صاحب اور شاہ
ولی اللہ صاحب کی تحریر سے بھی واضح ہولیا اور اب تمام عرف عوام کا ظاہر ہے مگر مولف کی چشم حق بین اور تحقیق دان نہیں **قولہ**
چھٹویں دلیل منع چہلم الخ **اقول** مولف کی دیانت کو سب عقلا غور فرماویں کہ خزانہ اور دستور القضاۃ کی روایات اردو سے آپنے باوجود
اطلاقات نصوص کی مخالفت اور بے سند بھی ہونے کے موید اپنی بدعت کی دیکھکر سر پر رکھی نہ صحابی راوی کو پوچھا نہ سند کی تحقیق کی تو مقابلہ
خلاف نصوص کی پرواہ ہوئی چنانچہ مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہ حدیث اربعین میں جو کہ نوادر الفتاوی سے نقل ہوئی تو بزعم خود خلاف
اپنی مراد کے جانکر سند کا مطالبہ اور صحابی راوی کا نام اور کتاب حدیث کا نشان دریافت ہوتا ہے پس ایمانداری مولف کی اس سے
معلوم ہوگئی اگر فقط کسی فقیہ کا نقل کرنا کافی جانتا تھا تو یہاں کیوں تامل ہوا اور جو سند کی ضرورت ہے اور حق بھی یہی ہے تو پہلی روایات
میں کیوں کوتاہی ہوئی اور جو خلاف صحاح کے ہونیکی وجہ ہے تو وہ احادیث صحیح صحاح کی مخالف ہیں چنانچہ بیان ہوا اور یہ کسی حدیث
صحیح کے خلاف نہیں کیونکہ مسلم اور بخاری اور موطا میں صریح ہے کہ زکوۃ اور صدقات اوساخ الناس ہوتے ہیں اسیواسطے بنی
ہاشم کو بسبب انکے فضل کے اور اغنیاء کو بسبب انکی عدم حاجت کے حرام اور مکروہ ہوئی اور فقراء کو بسبب حاجت و ضرورت کے
درست رہی کہ الضرورات تبیح المحظورات کہا گیا ہے اور صدقات میں جو صدقہ دفع و ازالہ مرض کیواسطے ہو وہ ممرض قلب ہے اور جو
ایصال ثواب میت اور ازالہ اوسکی تقصیرات کی ہو وہ ممیت قلب ہے اس حدیث سے یہ معلوم ہوا سو یہ امر معقول ہے کہ غسالہ مرض
دافع مرض کا اثر قلب آکل پر ہو ویگا اور غسالہ معاصی میت میں موت کا اثر ہو ویگا جب مطلق صدقہ میں غسالہ تھا یہاں بھی وہی ہے پس
ایسے طعام کی فقراء غیر بنی ہاشم کو اجازت ہے مگر علماء کو گو مکروہ نہیں مگر لائق بھی نہیں کہ انکا قلب لطیف رہنا مناسب ہے بوجہ شرافت علم
کے کیونکہ علم میں تکدر نہ ہو جیسا لطافت ظاہری ہو ان کو زیادہ لائق ہے پس اس سے نہ صدقہ کرنا منع ہوا اور نہ صدقہ کے کھانے کی حرمت نکلی

میت کا کھانا دل کو مردہ کر دیتا ہے اور مریض کا کھانا دل کو بیمار کر دیتا ہے اور نوادر ہشام مین آیا ہے کہ مکروہ ہے قبول کرنا اوس کھانیکا جسکو
روح میت کیواسطے کیا ہووے انتہی کلامہ ہم کہتے ہین کہ اگر اس حدیث کو صحیح رکھوگے تو دوسری حدیثین جو ترغیب خیرات میت میت کی
طرف سے آئی ہین اور باجماع امت وہ مقبول ہین اونکا کیا جواب دوگے اور اس حدیث کی اسناد بھی معلوم نہین نہ صحابی کا نام کہ کس صحابی
نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اور نہ مابعد صحابی کے اور راویون کا حال [illegible] صحابی سے کن راویون نے [illegible]
کیا اور نہ کتب حدیث کا نام مرقوم کہ صحاح ستہ مین یا کسی اور کتاب حدیث مین یہ حدیث موجود ہے اور قطع نظر ان امور کے یہ اس [illegible]
ہرگز صحیح نہین اس لیے کہ اس حدیث مین لفظ دہم و بستم و چہلم کے کہان ہین آئین تو مطلق [illegible] ہے کہ طعام المیت یعنی کھانا میت کا
بلا قید تاریخ مار دیتا ہے دلکو ہم کہتے ہین جب اوس کہانے نے دلکو مردہ کر دیا تو اوسکو کون کھاویگا وہ منع ٹھہرا و حیثیت منع ٹھہرا تو وہ حکم صدقہ
کا میت کی طرف سے تمام حدیثون اور فقہ کی کتابون مین ہے اور خود مانعین بھی یہ لکھتے ہین کہ اگر بلا تعین کریگا تو جائز ہے ایسا اس صدقہ

مگر مولف اپنی کم فہمی سے حیران ہوا اور اس حدیث کو خلاف احادیث ترغیب صدقہ کی سمجھ گیا اور بوجہ اسکے کہ میت و مریض قلب بھی اس
طعام کو بھی حرام سمجھ لیا ہے پس اسکو رد کرنے لگا حالانکہ یہ حرکت ہرگز حلال نہین کہ اگر کسی جاہل سے فہم نہین کوئی حدیث نہ آوے
تو خود بخود اوسکو معارض سمجھکر رد کرنے لگے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون پس حل ہو گیا [illegible] [illegible] کلام حدیث
سے تو مطلق صدقہ کی ممانعت ثابت ہوئی تو کون آدمی پیدا ہو [illegible] کہ اونکا دل مار دیا جاوے [illegible] کم نہین ہے کہ تمام کلام کو سمجھکر
ایسی شوخ چشمی حدیث مین کرتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ یہ حدیث نوادر الفتاوی کی ہے اور مولف خود کہتا ہے کہ حدیث ضعیف پر
بھی عمل کرنا جائز ہے مگر یہان آکر یہ گستاخ کلامی شروع ہوئی اور معنی روایت [illegible] یہ ہین کہ جو طعام مردہ کیواسطے پکایا جاوے
اوسکی اجابت کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ طعام مکروہ ہے کہ روایت جریر مین اوسکو نیاحت کہا ہے پس حاصل استدلال یہ ہے کہ اطعمہ دہم
و چہلم وغیرہ سب رسمی ہوتے ہین صدقہ مراد نہین ہوتا لہذا اوسکی اجابت مکروہ ہے در مانعین بدعت ان رسوم کو اسی واسطے منع کرتے
ہین کہ صدقہ مقصود نہین ہوتا مگر مولف نے مراد کو سمجھے نہ فہم روایت سے کام اپنی زنبیل مار دیا تا ہے اور اربعین کی عبارت مین جو تحریف
مولف نے کیا وہ اب لکھا جاویگا الغرض صدقہ کا فساد اور مباح کا ہونا ثابت ہوا اور فقراء کو اوس کا کھانا حلال رہا مگر علماء کو اوس سے
احتراز اولی ہے خصوصاً جو صدقہ مریض اور میت کیواسطے ہو کیونکہ اس مین نکد ہوتا ہے اور تکدر کی وجہ کراہت و حرمت کی نہین شرعاً
جیسا شکم سیر کھانا زیادہ سونا زیادہ کلام کرنا موجب تکدر قلب کا ہے مگر حرام نہین ایسا ہی یہ طعام صدقہ ہے پس علماء کو حرام نہین مگر احتراز
اولی ہے یہ مفہوم حدیث کا ہوا اب سنو کہ طعام میت وہ ہے کہ میت کیواسطے پکایا جاوے اگر بطور رسم کے ہے تو لاریب مکروہ ہے اور اگر صدقہ
کی نیت سے ہے اور تعین وقت اوسمین کیا گیا تو بوجہ اس کراہت کے اوس مین کراہت ہووے گی اور اگر دونون بات نہون تو
صدقہ میت کراہت تو نہیں مگر صدقہ کے وسخ کا اشتباہ ہوتا ہے پس اس صدقہ کی نسبت یہ مضمون ہے جو حدیث نوادر [illegible]
مشائخ صوفیا اس قسم کے صدقات کو نہین تناول فرماتے اگرچہ محل زکوۃ و صدقہ کے ہوتے ہین اسکے بعد سنو کہ تحریف [illegible]
کی ہے کہ اصل عبارت اربعین کی یہ تھی در نوادر افتادی آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ برای مردہ ساختہ باشند [illegible]

اور طعام کیواسطے کون آدمی پیدا کئے جاوین گے جنکو وہ کھانا میت کا کھلا کر دل اونکا ردیا جاوے **چھٹی دلیل** منع کی یہ کہ رسائل

اربعین مین لکہا ہے در نوادر الفتاوی آوردہ کہ اجابت کردن طعامیکہ از بہر مردہ ساختہ باشند مکروہ ہست سہ روزہ و ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ

و آن طعام علما و فضلا را مکروہ ہست انتہی اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ برسی اور تیجہ اور چہلم وغیرہ کا کھانا مکروہ علما و فضلا کے واسطے ہے اورونکو مکروہ نہین اگر سبکو مکروہ ہوتا تو عالمون کا نام لینا کیا ضرور تہا خیر اگر یہ لوگ اسیقدر لکہدین کچہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ علما اور فضلا تو خود اس کہانے مین کم جاتے ہین اکثر اور آدمی کہاتے ہین اگر اورون کو جائز ہوا یہی غنیمت ہے اور صحیح یہی ہے اس مسئلہ مین بڑی شہرت مولوی اسمعیل صاحب کی ہے کہ وہ رہبر مانعین ہین ان تعینات کو مکروہ و حرام کہتے ہین صورت اوسکی یہ ہے کہ اونکو ابتدا مین محض باعث ممانعت کا یہ ہے کہ اونکو اپنے ہمعصرون مین یہ معلوم ہوا تہا کہ یہ لوگ خالصًا للہ نہین کرتے بلکہ لوگون کے دکھانے کو کرتے ہین اور جبرًا کرتے ہین چنانچہ صراط مستقیم مطبوعہ میرٹھ کے صفحہ ۶۲ مین لکہتے ہین و تقسیم طعام سیوم و چہلم بسبب خوف مطعون شدن

دست وکشادگی نمی کنند انتہی اور صفحہ ۶۳ مین ہے و نمی پندارند کہ نفع رسانیدن باموات با طعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ آنمعنی بہتر و افضل غرض آن است کہ تقیید بہ رسم نباشد بے تعین تاریخ و رفع ہر نوع قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر جزیل بود بعمل آرد ہرگاہ ایصال نفعے بمیت منظور دارد موقوف بر طعام نگذارد اگر بہ میسر باشد بہتر است والا صرف ثواب فاتحہ و اخلاص بہترین ثواب ہاست

ہفتہ و ماہیانہ و سالیانہ و آن طعام مر علما و فضلا را مکروہ ہست قال علیہ السلام طعام المیت یمیت القلب و طعام المریض یمرض

[illegible] فی نوادر ہشام آوردہ کہ مکروہ ہست اجابت کردن طعامیکہ بجہت روح مردہ کردہ باشند انتہی اب غور کرو کہ یہانتک نوادر الفتاوی کی روایت تہی مولف نے حدیث کو اور نوادر ہشام کی عبارت کو کہ آخر اس روایت نوادر کا تہا جدا کر کے ایک مستقل دلیل پنجم بنایا اور اول اس عبارت کو دلیل ششم ٹہیرایا اور یہ محض خطا فہم کی ہے ورنہ یہ سب نوادر الفتاوی کی ہی عبارت تہی سو خیر جو اوسنے کیا اپنی فہمی سے کیا ہمنے بہی اس نقض [illegible] فہمی مولف کا جواب تو ہو لیا اب دلیل ششم مین باقی سنو **قولہ** دلیل ششم منع کی یہ کہ رسائل اربعین الخ **اقول** اس طعام کی شرح تو دلیل [illegible] گذرلی در نوادر الفتاوی کا مطلب اب سنو وہ کہتا ہے کہ جس طعام میت مین محض رسم اور تعین ہو اور جس طعام میت مین کہ ایصال [illegible] صدقہ اور تعین ہو ان دونون طعام کی اجابت کرنا مکروہ ہے چنانچہ فخر کے طعام کی اور طعام فساق کی اجابت مکروہ لکہی ہے سو [illegible] مین بہی کراہت تعین کے سبب اجابت مکروہ ہے سبکو پہر کہا و آن طعام مر علما و فضلا را مکروہ ہست یعنی اگرچہ سبکو مکروہ اوسکی اجابت ہے مگر علما و فضلا کو خصوصًا مکروہ ہے کیونکہ حدیث مین جب طعام میت و مریض کو میت و مرض قلب فرمایا ہے تو علما کو خصوصًا ایسے اطعمہ سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ علم و فضل کی شان کے خلاف ہے اور مسلم کو استعمال کرین مگر مولف صاحب فہم مراد سے بعید یہ سمجہ گئے کہ خاص علما کو مکروہ ہے اورونکو درست ہے اور یہ خطاے فاحش محض غفلت الفاظ سے ہے دیکہو کہ [illegible] کو تو کہا کہ اجابت کردن این طعام مکروہ کہ اعانت فعل مکروہ کی اور شرکت فعل مکروہ کی ہے اور علما کو کہا کہ یہ طعام مکروہ ہے یعنی اگر اس قسم کا کہانا ہدیہ بہی کوئی دیوے تو [illegible] کہ اس طعام سے تکدر ہوتا ہے صدقہ نافلہ مین تکدر ہے مگر خاص میت اور مریض کے [illegible] مین زیادہ تکدر نفس ہے اور تعین کی کراہت [illegible] کو اجابت مکروہ ہوئی یعنی اگر وہ طعام بصدقہ ہی ہے تو کہانا درست ہے

در تعیین تاریخ و روز و قسم و وضع طعام ضیق پیش می آید انسان را خواہ نخواہ انچہ کردن دشواری بود سرانجام آن ضرور رسمًا اقتدا الی آخرہ اس عبارت
سے صاف ظاہر ہوگیا کہ سیوم اور چہلم وغیرہ کا کھانا تعین ایام کے سبب منع نہین جیسا کہ بعض علما فی زماننا خیال کرتے ہین بلکہ وہ ہین تعینات
مولوی اسمعیل اور سید احمد صاحب کے نزدیک یہہ ہے کہ انسان کے پاس کچھ ہووے یا نہووے پابندی تواریخ ایام سے خواہ مخواہ اوسکو کرنا پڑتا ہے
اسمین تنگی اور مصیبت پیش آتی ہے پھر اگر یہی بات کسیکو پیش آوے اوسکے حق مین ہم بھی منع کرینگے ای بھائی تو اپنے مقدور کے موافق
کردے تو حوصلہ سے زیادہ نام آوری کے طور پر جسکا سنبھالنا تجھکو مشکل ہو اوس طرح مت کر خالصًا للہ جسقدر تیرے پاس موجود ہے اوسیقدر
کردے اور جو کچھ بھی نہین تو خالی فاتحہ پڑھدے **سوال** تعین ایام کی حاجت کیا ہے ؟ **جواب** صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے
دلون مین خود شوق تھا کسب خیرات و حسنات کا وہ اپنے ولولۂ عشق دلی سے امور صالحہ کرتے تھے اونکو کسی تاکید کی حاجت تھی نہ تعین کی

اور علماء کو خود صدقہ بھی اولی نہ تھا اب جو یہ معصیت اوسکے ساتھ ہوئی تو اجابت تو مکروہ ہی ہے اس طعام کا کھانا بھی نہین چاہیے
یہ مراد ہے تو اور الفتاوی کی مگر مولف کے فہم نے وفا نہ کی اور عوام کو اباحت جائز ہنے لگا سبحان اللہ اب پھر کہتا ہون کہ سب علماء شاہ ولی اللہ
سے لیکر بلکہ بزازیہ کیوقت سے یہہ کہہ رہے ہین کہ بعد اموات کے جو طعام کرتے ہین رسم کا کھانا ہے اور مکروہ ہے اور اب بھی دہم چہلم سب
طعام رسم کے ہین اور مکروہ ہین اور اگر صدقہ خالص اسی بلا تعین وقت کسے ہو تو ہر گونہ درست مگر صدقہ کی وجہ سے علماء کو لائق نہین اور جو کراہت
تعین کی اوسکے ساتھ ہو جاویگی تو اگرچہ طعام صدقہ ہے اور ثواب پہونچیگا مگر اس فعل تعین کی وجہ سے مکروہ ہوگا اور اجابت بھی مکروہ ہوگی مگر افسوس کہ
مولف نہیں سمجھتا اور یہی مولوی محمد اسمعیل صاحب فرماتے ہین اور یہی واقعی امر ہے **قولہ** اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا الخ **اقول** یہ
ہر روز صاف ظاہر تہا مگر مولف کے فہم مین تھوڑا تہا اب بھی ذہن مولف کا صاف نہین ہوا کہ بہتیرا کہا ہے کہ تعین بدعت تعین یوم کے سبب طعام کو
مکروہ کہتے ہین نہین بلکہ اس فعل تعین کو ہر حال مکروہ کہتے ہین بسبب نصوص کے اور طعام اہل میت کو اگر ضیافت برادری ہے تو مکروہ کہتے ہین اور
جو صدقہ لوجہ اللہ تعالی ہے اوسکو جائز بتلاتے ہین مولف نہین سمجھتا حالانکہ بار بار کہا گیا ہے اجابت طعام دیگر ہے اور خود طعام شئے دیگر ہے
در خانہ اگر کس است حرفے ہم بس است پس اب خاتمہ کلام کا دلائل سے حق بات کہکر دیا مگر ہنوز فہم سے دور ہے تعین کی خرابی اوس کے دل
سے نہین نکلی حق تعالی اوسکو ہدایت کرے **قولہ** سوال تعین ایام کی کیا حاجت ہے جواب الخ **اقول** کلیات نصوص اور جزئیات کتب
فقہ سے ثابت ہو گیا کہ یہ تعین اوقات کا بدعت ہے اور تغیر کرنا حکم شرع کا ہے اور مولف بھی اسکو قبول کر چکا ہے اور بعض ان رسوم مروجہ مین
تشبہ کفار کا بھی ہوتا ہے اور یہہ بھی مولف کے نزدیک مسلم ہے کہ تشبہ کفار کا ممنوع ہے تو ہرگاہ کہ شرع سے ضلالت اور مکروہ ہونا انکا ثابت ہولیا اب
اسکی جواز و اباحت کی کوئی صورت نہین ہوسکتی اور ہرگز کسی عالم کو اجازت نہین کہ اوسکو جائز رکھے اور ہرگز کسی عالم نے ان تعینات کو جاری نہین کیا
بلکہ ہر روز مخالفت کرتے چلے آئے ہین بزازیہ اور منہاج اور فتح القدیر اور دیگر کتب سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تعینات کو منع کرتے رہے چنانچہ روایات ان کتب
کی اس رسالہ مین ہی مکتوب ہین مگر مولف کو فہم نہو تو کیا علاج کیا جاوے اور بوجہ بے رغبتی عوام کے خیرات سے ہرگز بدعت کا اجرا یا اجازت مکروہات
شرعیہ کی درست نہین مولف اپنی بدعت کے جواز کے لئے علماء کو بدنام کرتا ہے اور مولف محض نابلد قواعد شرعیہ سے ہے ایجاد بدعت کا ہرگز ہرگز رغبت
دلانی امر مستحب کیواسطے حلال نہین خود فخر عالم علیہ السلام اس سے تحذیر فرما چکے ہین بقولہ و ایاکم و محدثات الامور اور دیگر بہت احادیث جو بدعت کی

نہ پاوے لانیکی جہت سے دورہ گذر چکا لوگوں کے دلوں میں بے رغبتی امور صالحہ کی پیدا ہو گئی اوس کے لیے علماء دین نے بنظر اصلاح دین فتوی
اور احکام پیدا کیے مثلاً قرآن شریف کی تعلیم پر اُجرت لینا اصل حدیث سے منع تہا اوسوقت میں لوگوں کے دل راغب تھے اللہ کے واسطے
تعلیم کرتے تھے جب دورہ قرون صالحہ کا تمام ہو گیا لوگوں کے دل ویسے نہ رہے قرآن شریف کا پڑہنا پڑھانا بند ہونے لگا تب علماء دین نے
رحمہم اللہ حکم دیا جواز کا یعنی تعلیم قرآن پر دینا اُجرت کا جائز ہے اور لینا بھی جائز چنانچہ فقہا لکھتے ہیں لو لم یفتح لہم باب الاجر لذہب القرآن
اور ہدایہ میں ہے لانہ ظہر التوانی فی الامور الدینیۃ ففی الامتناع تضییع حفظ القرآن وعلیہ الفتوی۔ اور اذان کے بعد تثویب یعنی الصلوۃ الصلوۃ
تضییع اور امتناع میں موارد دین اور یہ مسلم تمام اُمت کا ہے کہ ایصال ثواب فقط مستحب یا مندوب ہے نہ سنت موکدہ نہ واجب پس ترغیب کے سبب
کیواسطے احداث بدعت کس عاقل متدین کا کام ہے اور کون عالم ذی فہم اسکو جائز کہہ سکتا ہے ہاں جاہل جو چاہے کہے خود فقہا لکھتے ہیں
کہ اگر کسی سنت کی ادا سے بدعت لازم آوے تو سنت بھی ترک کر دیوے شامی نے بحر رائق سے نقل کیا لانہ اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ
کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتہی اور طریقہ محمدیہ میں ہے ثم اعلم ان فعل البدعۃ اشد ضررا من ترک السنۃ بدلیل ان الفقہاء
قالوا اذا تردد فی شئ بین کونہ سنۃ وبدعۃ فترکہ لازم واما ترک الواجب ہل ہو اشد من فعل البدعۃ وعلی العکس ففیہ اشتباہ حیث صرح
فیمن تردد بین کونہ بدعۃ وواجبا انہ یفعلہ وفی الخلاصۃ مسئلۃ تدل علی خلاف الخ پس غور کرو کہ فقہاء تو اتفاقاً درجہ بدعت کے اندیشے سے
سنت موکدہ کو ترک کراتے ہیں اور واجب میں بھی بعض ترک واجب کو مرجح بتلاتے ہیں اور مولف کی یہ جرأت کہ امر مندوب کیواسطے
علماء پر تہمت ایجاد بدعت کی لگاتا ہے اور خدا تعالی سے نہیں شرماتا اور پھر دیکہو کہ فقہاء تو احیاناً وقوع بدعت میں یہ حکم ترک سنت کا
دیتے ہیں اور مولف مندوب کے احیاء کیواسطے بدعت کا طریقہ بنانا اور اجرا دوام کو کرنا جائز کہتا ہے نہایت جہل مرکب ہے اور غفلت قواعد
شرعیہ و احکام وضعیہ سے ہے معاذ اللہ تعالی اب دیکہو کہ جن مسائل سے مولف کو اپنے جہل کے سبب دہوکا ہوا ہے وہ ہرگز بدعات
نہیں کہ اوس پر قیاس کر سکے **قولہ** قرآن شریف کی تعلیم الخ **اقول** قرآن اور علم دین کے معلمین کو بیت المال سے کفاف ملتا تہا آخر وقت
میں وہ بند ہو گیا اور عوام کو علم کی ایسی رغبت نہ رہی کہ معلم کے ہدیہ کیطرح خدمتگذاری رہیں تو اگر معلم للّٰہ تعلیم کرے تو محتاج سے
پریشان ہوتا ہے اور جو کسب معیشت میں مشغول ہو تو علم مفقود ہوتا ہے اسواسطے اجرت کی اجازت دی سو یہ بے رغبتی عوام کیوجہ سے
ہوئی نہ علماء کی طرف سے جیسا مولف سمجہا اور اس اُجرت کی ضرورت ہوئی کہ کفاف فرض ہے سو اُجرت تعلیم پر لینا بوجہ عبادت کے ممنوع
تہا اب اُجرت کا لینا بھی بوجہ ادائے فرض معیشت کے ضروری ہو کر ممنوع نہ رہا تو اس میں اوس امر کا کہ مکروہ یا غیرہ تہا جائز کر دیا ہے نہ احداث
بدعت کا کہ کسی حال درست نہیں مولف کو کچھ بھی فہم ہوتا تو ایسے کلام بیجا نہ کرتا اور پھر اُجرت علی التعلیم مسئلہ مجتہد فیہ ہے کہ شافعی
اوسکو جائز فرماتے ہیں کہ اوسکی اصل شرع سے اونکے نزدیک ثابت ہے تو اوس کی کراہت بہی مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو
یوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے پس کسقدر بے علمی ہے استغفر اللہ تعالی **قولہ** اور اذان کے بعد تثویب الخ **اقول** تثویب کو
جو متاخرین نے مستحسن لکہا ہے تو اوسکو بدعت حسنہ کہا ہے اور معلوم ہو چکا کہ بدعت حسنہ ملحق بالسنۃ ہے اور فی الواقع وہ بدعت
ہی نہیں پس اوسکے احداث کے یہ معنے نہیں کہ بعد قرون ثلثہ کے کسی نے ایجاد کیا بلکہ وہ موجود اوس قرون میں تھی اب متروک ہو گیا

وغیرہ پکار کر کہہ دینا تاکہ نمازی آکر جلد جماعت میں شریک ہوں متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا چنانچہ کتاب ہدایہ میں ہے والمتاخرون استحسنوہ فی الصلوٰۃ کلہا لظہور التوانی فی الامور الدینیۃ یہ مسئلہ تثویب کا فتاوی عالمگیری میں بھی ہے اس قسم کی بہت نظیرین کتب فقہ میں موجود ہیں جو ڈھونڈیگا پاویگا اور یہی معنی ہیں اسکے جو مجمع البحار اور شامی اور فتاوی عالمگیریہ وغیرہ چند کتب معتبرہ مقبولہ میں یہ بات مصرح ہے کہ کم من احکام یختلف باختلاف الزمان یعنی بہتیرے کلام بدلجاتے ہیں زمانہ کے بدل جانے سے ایک وہ وقت تہا کہ قران کے اندر زیر وزبر جائز نہ تہا مطلق وقف لازم وغیرہ لکہنا علماء جائز نہیں رکہتے تھے مکروہ کہتے تھے چنانچہ متقدمین کی کتابوں میں مصرح ہے اور ایک وقت وہ آیا کہ لوگون کا ذہن کم ہوگیا جہالت طاری ہوگئی سب علماء نے حکم دیا کہ قران شریف میں زیر زبر وغیرہ لکہنا واجب ہے چنانچہ کشف الظنون وغیرہ میں تصریح ہے کجا مکروہ کجا واجب ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا اور اسیطرح مساجد کی زینت اول مکروہ ثابت ہوتا ہے

کیونکہ بعد اذان کے قبل اقامت حضرت بلال فخر عالم علیہ السلام کو اطلاع کرتے تھے اور حضرت عثمان نے روز جمعہ کے دوسری اذان قایم کی تھی سو تثویب فی الواقع سنت ہوئی گو یہ اوس وقت تک سنت تھی کہ تو انی کی رائج تھی اور جیسا اس سے اوکا لازم ہی ہے جیسے اس زمانہ مین کہ اذان کا کچھہ اعتبار ہی نہیں رہا تثویب پر طلب کرتے ہیں اور بعد تثویب کے قصد صلوٰۃ کا ہوتا ہے تو پھر یہ بدعت ضلالہ ہوگی بہر حال یہ نظیر مولف کی بھی لغو ہے کیونکہ کلام ایجاد و اجراء اوس بدعت میں ہے کہ منصوص ہو اور بدعت ضلالۃ اور بیان تثویب مین جو نظیر ہے تو اوس امر کی ہے کہ اصل اوسکی ثابت ہے اور سنت ہی سو اس نظیر کو یہان لانا خود دلیل کم فہمی کی ہے **قولہ** کم من احکام یختلف الخ **اقول** جس حکم مین کراہت یا استحباب وغیرہ ہوتا ہے اور غیر کے رفع سے حکم بدلجاتا ہے اوسکو اصطلاح شرع مین ارتفاع حکم بارتفاع العلت بولتے ہیں پس وہ امور دراصل مباح ہوتے ہیں عروض کسی حکم سے وہ مکروہ یا غیر اوسکے ہوجاتے ہیں اور بعد رفع اوس عارض کے وہ حکم بدلجاتا ہے جیسا عورتون کا مسجد و عیدگاہ مین حاضر ہونا کہ قرن فخر عالم علیہ السلام مین جائز تہا اور پھر اوسی قرن صحابہ میں منکر ہوگیا بسبب فتنہ کے مگر بدعت کا احداث ہرگز جائز نہیں ہوتا کسی وجہ سے یہ بھی لاعلمی مولف کی ہے قواعد دینیہ سے **قولہ** ایک وہ وقت تہا الخ **اقول** قران کی حفاظت واجب و فرض تھی پس اوسکے حفظ کی یہی سبیل تھی اسواسطے ضرور ہوئی اس مین بھی کسی بدعت کا ایجاد نہیں بلکہ پہلے کراہت بسبب اسکے تھی کہ مصحف کو شے غیر قران سے خالی رکہنا چاہیے بقول بن مسعود جردوا القران الخ اور اوسکی وجہ یہ تھی کہ قران مین کچھہ اور شے مخلوط نہو جاوے ہرگاہ کہ یہ خدشہ رفع ہوگیا اور حفظ و تسہیل التعلیم بدون ان امور کے دشوار ہوا تو حکم کراہت کا بسبب ارتفاع علت کے رفع ہوگیا اور بسبب ضرورت کے واجب ہوگیا بہر حال ایجاد بدعت یہان بھی ہرگز نہیں کاش مولف کو کچھہ بھی علم ہوتا **قولہ** اور اسیطرح مساجد کی زینت الخ **اقول** اس رائے پر زینت مساجد کی بوجہ ازالۂ شین اسلام کے ہے اور رفع شین اسلام کا فرض ہے اس مین بھی کوئی ایجاد بدعت کا نہیں مگر ایمان تو اب تحسین ہے اس کے رفع سے کوئی اسلام و دین مین نقصان نہ تہا و تعیین حلالت کی اور تحدید اوقات غیر محدودہ کی تعدی حدود اللہ تعالی ہے اور بدعت ضلالہ ہے اقامت مندوبہ کے واسطے یہ ہرگز حلال نہیں کاش مولف کو کچھہ بھی سمجھہ ہوتی تو ایسے نااہل کلام نکرتا اور مولف مولوی عبد الخالق پر کثرت بروج جوایکسا زینت کی ہیئت سے طعن کرتا تہا اب بوجہ ضرورت وہی امور جائز ہوگئے مگر درست ہے کہ یہ مخالفت بسبب تبدل وقت کی سرزد ہوئی ہے

اون کے لئے تعیین نہ تھی یہان ایصال ثواب وغیرہ کے لئے کچھہ حاجت نہتی بلکہ وہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھہ پوچھکر خیرات اپنے اقربا کی طرف سے کیا کرتے تھے چنانچہ قصہ سعد کا گذرا اب اگر کسیکو ثواب کا رستہ بتلاتے ہین تو وہ موہنہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے غرضکہ لوگون مین سستی واقع ہوئی تب فرق پڑنے لگا خیرات مین اور موتی کا حال دیکہا تو وہ ہی جو حدیث مین وارد ہوا ہے کہ جسطرح کوئی ڈوبتا ہوا آدمی سہارا تکتا ہے کوئی میرا ہاتہہ پکڑے میرے ہاتہہ مین کوئی رسی یا کوئی لکڑی کوئی چیز آجاوے کہ اوسکو پکڑکے بچ جاؤن اسی طرح میت آسرا تکتا ہے اپنے زندہ اقربا کا اور اقربا کا یہہ حال ہوگیا کہ اون کے حق فراموش کرنے لگے تب کھڑے ہوگئے بزرگان دین تعیین ایام پر اور معین کیا اوسکو متفرق وقتون پر مثلاً دسوان بیسوان وغیرہ معین کردیا تاکہ وارثون کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو اور موتی کو یہ فائدہ ہو کہ ان کا سلسلہ منقطع نہو کچھہ آج فائدہ پہونچا کچھہ پھر اوسکے بعد کچھہ پھر اوسکے بعد اور یہہ بڑا فائدہ ہے کہ تعیین کے سبب یاد رہتا ہے کہ دیون گا اور خیال پیرچڑھا رہتا ہے چنانچہ جو لوگ مصلحت تعیین کے پابند ہین اونکے گھر سے کچھہ نہ کچھہ خیر ہو جاتی ہے اور طرف ثانی جو بعضے وقت اون لوگون کی بہ نسبت کہتے ہین کہ اس تعیین کے ساتھہ کام کرنے سے نکرنا اچھا اسمین اونکو نمود منظور ہوتی ہے سو یہ کہنا اونکا صحیح نہین اسلئے کہ ہر کوئی تو نمود داری کیواسطے نہین کرتا اور اگر کوئی نمود کیواسطے کرتا ہوگا تو اوسکو بھی ہم منع نکرین گے اگر اسکے حق مین نمود ہے تو کسی غریب کا ایک وقت پیٹ بھریگا یہ تو کام اچھا ہے ہماری غرض یہہ نہین کہ لوگ ریا اور نمود داری کے واسطے کیا کرین حاشا وکلا عمل وہ ہی بہتر ہوتا ہی جو خالص اللہ سے ہوتا ہے لیکن یہہ اسلئے کہا کہ اگر کسی ایک نے نمود کی طور پر عمل کیا اوسکے سبب سے منکرین سند پکڑکے سب کو منع کرنے لگین اونکے جواب مین بطریق دو سلمنا کہا جاتا ہے کہ یہ بھی کچھہ نہ کچھہ خیر سے خالی نہین حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ مین فرماتے ہین لا یترک العمل

لاجل الریاء قال فی المثل ان الدنیا خربت منذ مات المراؤن لانہم کانوا یعملون الاعمال البر مثل الرباطات والقناطیر والمساجد فکان للناس فیہا منفعۃ وانکانت للریاء فربما ینفعہ دعاء احد من المسلمین یعنی عمل خیر کو ریا کی سبب سے چہوڑنا چاہیئے کہتے ہین جب سے نمود داری کے کام کرنیوالے مرگئے ہین دنیا اجڑگئی اسلئے کہ وہ بھلے کام کرتے تھے سرائے پل مسجدین بنواتے تھے لوگون کا اوسمین بہلا تہا اگرچہ کام ریا کا اوس کرنیوالے کو نفع نہین دیتا لیکن کبہی کوئی مسلمان اوس ریا کی چیز سے نفع پاکر دعا دیتا ہے تو اوسکو اوسی دعا سے نفع ہوجاتا ہے انتہی غرضکہ فعل خیر کا نتیجہ خیر ہو جاتا ہے اب اصل بیان پر آتے ہین کہ جب بباعث بے رغبتی اور سستی آدمیون کے تعیین کی حاجت ہوئی تو ایک کھانا اور فاتحہ سالیانہ کا یعنی برسوین دن ٹھہرایا اور ایک نصف اوسکا یعنی ششماہی پھر اوس کا نصف یعنی سہ ماہی پھر اوسکا نصف یعنی پینتالیس دن لیکن چونکہ اکثر امور مین عدد چلہ کا اختیار کیا گیا ہے اسلئے پینتالیس مین سے پانچ کم کرکے چالیسوان دن کردیا گیا اور عدد چہل کی شمار جو شرع مین وارد ہے اوسکے چند مقامات ذکر کئے جاتے ہین اول جب خمیر حضرت آدم علیہ السلام کا ہوا چالیس برس تک وہ خمیر اوسی حالت مین پڑا رہا پھر اوس کا سڑنا شروع ہوا تو چالیس برس

کی ہے اسکے نمبر وفقرہ کے ابطال مین عبث دردسری اور وقت ضائع کرنا ہے کیونکہ اثبات مدعی شرعی کا دلیل شرعی سے ہوتا ہے نہ ہر کلام لانعنی سے سو جو روایات وعبارات مولف نے اپنے اس رسالہ مین معتبر کتب سے نقل کین اپنے زعم مین اپنی معین مدعی جانکر تو اوسکا رد ہوچکا اور یہ کلام بیسرو پا نتیجہ فکر مولف کا ہے مسائل شرعیہ ایسے کلمات فضول سے ثابت نہین ہوتے اوسکا جواب بالکل فضول ہے یہ امر محقق ہے کہ نص فقہا کے مقابلہ مین ایسی عقلیات رذل قابل التفات نہین اور بدعت کا ایجاد ایسے متوہمات ہزلیات سے درست نہین فقیہ ابو اللیث کا [illegible]

کہ وہ سڑ گیا جسطرح گارے مین مکانات کا سڑ ایا جاتا ہے پھر خشک ہونا شروع ہوا تو چالیس برس مین وہ خشک ہوا جسطرح وہ ٹھیکرا مٹی
کا بجانے سے ٹن ٹن بجتا ہے بجنے لگا اسی طرح آدمی کی پیدائش مین بھی چالیس دن وہ نطفہ رہتا ہے اور پھر چالیس دن خون بستہ پھر چالیس
دن گوشت کے ٹکڑے ہوتیان بنجاتی ہین غرضیکہ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس دن مین حال بدلجاتا ہے اسی غرض سے صوفیہ کرام نے عدد چلہ
اپنی ریاضتون مین مقرر کیا کہ اتنے دنون کی ریاضت مین حالت نفس کی بدلجاویگی اور حدیث مین آیا کہ جو چالیس دن اخلاص اللہ تعالی
کے ساتھ رکھیگا اوسکے دل سے چشمے رحمت کے پھوٹکر زبان سے جاری ہونگے یہ حدیث تفسیر عزیزی مین ہے اور نقل کیا امام غزالی نے
احیاء العلوم مین کہ جو کوئی چالیس دن تکبیر اولی امام کے ساتھ پاویگا اللہ تعالی اوسکو دو باتون سے بری کردیگا ایک نفاق سے دوسرے
عذاب نار سے اور حضرت موسی کو بھی اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ چالیس رات عبادت کرو اوس وقت ہم تمکو شریعت یعنی توریت عنایت
کرین گے یعنی اتنے دنون مین حالات نفس و قلب وغیرہ بدلجاوینگے قال تعالی - واذ وعدنا موسی اربعین لیلۃ - اور بیہقی نے انس رضی
اللہ عنہ سے بابت ارواح انبیاء علیہم السلام کے یہ روایت کی ہے ان الانبیاء لا یترکون فی قبورہم بعد اربعین لیلۃ ولکنہم یصلون بین
یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور - معنی اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھی ہین کہ چالیس روز تک اوس جسد مدفون فی القبر سے روح بہت پیوستہ
رہتی ہے بعد ازان وہ روح قرب الہی مین عبادت کرتی رہتی ہے اور متشکل بشکل جسد ہوکر جہان چاہتی ہے جاتی ہے انتہی اور یہ جو عوام
مین مشہور ہے کہ چالیس دن تک ہر کسیکی روح کو گھر سے علاقہ رہتا ہے یہ حدیث شاید کہین آئی ہوگی ارواح انبیاکی بہ نسبت تو وہ حدیث بیہقی
کی دیکھی عام ارواح کی نسبت نظر سے نہین گذری لیکن ہم لوگ بہ نسبت علماء سابقین کے کم مایہ اور سامان کتب علم کا قلیل ہماری نظر میں
گذرنا دلیل اسکی نہین کہ درحقیقت یہ حدیث آئی نہین البتہ ہمنے دقائق الاخبار مین جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے یہ حدیث تو دیکھی ہے
ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا مات المومن یدور روحہ حول دارہ شہرا یعنی جب مرجاتا ہے مومن پھرتی ہے
روح اوسکی گھر کے گرد ایک مہینے وینظر الی ما خلفہ من مالہ کیف یقسم مالہ وکیف یودی دینہ - یعنی دیکھتی ہے وہ روح کس طرح تقسیم ہوتا ہے
مال اوس کا کس طرح ادا کیا جاتا ہے قرض اوسکا فاذا اتم شہرا ینظر الی جسدہ ویدور حول قبرہ سنۃ فینظر من یدعو ومن یحزن علیہ جب مہینہ
پورا ہوتا ہے دیکھتی ہے اپنے بدن کو اور پھرتی ہے گرد قبر کے ایک برس تک دیکھتی ہے کون میرے لئے دعا کرتا ہے کسکو میرا غم ہے فاذا تمت
سنۃ رفعت روحہ الی حیث یجتمع فی الارواح الی یوم ینفخ فی الصور یعنی جب پورا برس ہوجاتا ہے اوٹھائی جاتی ہے روح جسجگہ دوسری
روحین جمع ہین وہ وہان رہتی ہے قیامت تک انتہی لیکن یہ یاد رہے کہ روحین انبیاء اور مومنین کی کسی جگہ رہین لیکن قبر سے سبکو ایسا
علاقہ رہتا ہے گویا وہ اوسی قبر کے پاس موجود ہین یہ اتفاق ہے اہل سنت والجماعت کا گفتگو مسلسل کہین سے کہین پہونچی کلام اس مین تھا

ہے کہ اگر کوئی عمل صالح کرتا ہو اور اوس مین اوسکو اندیشہ ریاء کا ہو تو تاہم ترک نکرے کہ اگر کچھ ریاء سے ہوجاویگا تو وہ بھی خالی نفع سے
نہوگا مولف نہین سمجھا اور یہ تجویز اپنے دل سے کرلیا کہ مراد یہ ہے کہ عمل ریا سے بھی کرلیا کرے تو فائدہ سے خالی نہین معاذ اللہ - الریاء شرک
وارد ہے اسکی اجازت مولف ہی کا کام ہے نہ ابو اللیث کا - در فرق ہے اسمین کہ خالصا لوجہ اللہ شروع کرے اور ریاء کا اندیشہ و خطرہ
وا گر شیطان ترک کرانا چاہے تو اوسکو نئے جاوے نچھوڑے اور اس مین کہ ریا سے ہی شروع کرے صوفیہ نے قسم اول کو کہا ہی کہ خدشہ

کہ عدد چالیس کا اکثر مقامات مین پایا ہے اور اوس عدد مین یہ دلالت کل مقامات مین پائی گئی کہ پہلا حال بدلجاتا ہے چنانچہ تخمیر آدم اور
خمیر نطفہ انسانی اور چلہ صوفیہ وغیرہ امثلۂ مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہے پس لائق ہے کہ چالیس روز مین میت کی بھی ترکیب جسمی کا تعلق روح
مین جو دنیا کے ساتھ ہے کچھ فرق و تغیر ہوا ہوگا جیسا ارواح انبیا مین صریح وارد ہوا ہے پس اوس تغیر کے وقت بھی امداد شایستہ کا و
ہو گیا فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا پھر وہی قاعدہ تنصیف کا جو سالیانہ سے ششماہی اور ششماہی سے سہ ماہی مین جاری کیا تھا چہلم پر
کیا گیا یعنی چہلم کا نصف بیسوان اور بیسوین کا نصف دسوان فرضکہ اس طور پر قاعدہ ناقاعدہ کا ٹھہر گیا اور حاشیہ خزانۃ الروایات
اور بعض رسائل مین اس عاجز کی نظر سے گذرا ہے اور مجموع الروایات کی گذری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ کے
لیئے تیسرے دن اور ساتوین اور چالیسوین دن اور چھٹے مہینے اور برسوین دن صدقہ دیا اگر یہ حدیث کسیقدر قابل اعتماد ہے تو یہ رسمین گویا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوگئین یہ مجموع الروایات پرانی کتاب یکمزار برس کی ہے خزانۃ الروایات مین بھی اس مجموع الروایات کو
بعض مسائل اخذ کیئے ہین پس یہ جو قدیم الایام سے بزرگان دین نے تعین فاتحات متفرق ایام مین ایک امر متوارث چلا آتا ہے بلا شبہ یا تو رسالہ
حدیث یا کسی راوی حدیث سے انہون نے استخراج کیا ہوگا یا بنا بر مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہوگا کیونکہ اگر انہون نے خود ہی مقرر کیا تو وہ بھی
صحیح ہے حدیث شریف مین آیا ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا علامہ شامی شارح در مختار نے اس حدیث کے معنے یہ کہے ہین یعنی
جو کوئی دین مین نیا طریقہ نیک نکالیگا اوسکو اجر اور ثواب ملیگا واضح ہو کہ امر دین مین جو طریقہ نیک ایجاد ہوا اور مخالف قرآن و حدیث کے نہو وہ
درست ہے نماز کی نیت زبان سے کرنیکو جو ایجاد علما ہے اور در مختار اور اوسکے شارح شامی نے اوسکو سنت العلما فرمایا ہے اور یہ
بھی ہے اوسکی بحث سابق گذر چکی اور معلوم رہے کہ یہ بھی ہمکو لازم ہے کہ ہم سلف صالحین کے قواعد اور افعال پر اعتراض نکرین بلکہ اونکا
اتباع کرین یہ حکم قیامت تک جاری ہے کہ ہر دورہ والا اپنے پہلے دورہ کی اطاعت کرے چنانچہ قطب ربانی امام شعرانی کتاب المیزان مین لکھتے
ہین فکما ان الشارع بین لنا السنۃ ما اجمل فی القرآن فکذلک الائمۃ المجتہدون بینوا لنا ما اجمل فی احادیث الشریعۃ ولولا بیانہم لنا ذلک
لبقیت الشریعۃ علی اجمالہا وہکذا القول فی اہل کل دور بالنسبۃ للدور الذی قبلہم الی یوم القیامۃ فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام
الائمۃ الی یوم القیامۃ ولولا ذلک ما شرحت الکتب ولا عمل علی الشروح حواش انتہی اور شاہ عبد العزیز صاحب کی گفتگو بھی قریب قریب اسکے ہے
کہ شرح پارہ سیقول مین فرماتے ہین ہر پیغمبر بر امت خود گواہی دہد و شاہد ہر کمال تابعین ہلم جرا الی یومنا ہذا پس صدر اول این امت مرتبہ
متوسط دارند درمیان نبوت و امت محض کہ من وجہ کار پیغمبری می کنند و من وجہ کار امتان و ہلذا الی یوم القیمۃ فی کل طبقۃ متقدمۃ
بالنسبۃ الی الطبقۃ المتاخرۃ انتہی اب ہم مولانا عبد العزیز صاحب کا ایک کلام جامع کہ بظاہر مختصر اور فی الواقع اوس مین بہت تفصیلات
ریا کے خطرہ سے ترک نکرنا چاہیے اور یہہ نظیر دیدی کہ آخر مرائون کے کام مین بھی خلق کو نفع ہوا مولف کو فہم مراد سے تو کام ہوتا ہی نہین
فہم پر بنا باندھکر خوش ہونے لگتا ہے اور تقریر مسلسل جانکر تحریر کرتا ہے اور نہین جانتا کہ اہل فہم کے نزدیک مضحکہ بنتا ہے بہر حال
ثواب تا ایکسال اور زیادہ تک چاہے جائز اور یہہ تعینات بدعت مین چنانچہ سب کچھ لکھا گیا اور اس تقریر مہمل کا جواب ضرور نہین کہ خود
سے علی ہذا القیاس ساری سطرین کا کہ اوس مین کوئی بات بیہودہ نہین لکھی جو کچھ اشارہ جواز چہلم وغیرہ کا کچھ کیا ہے وہ صراحۃ رد ہی ہو

مسائل اسلام داخل ہین لکھتے ہین اور یہ بزرگ اس فرقہ کے مسلم الثبوت علما ہین ہین تفسیر پارہ عم و القمر اذا اتسق کی تفسیر مین لکھتے ہین اونکے
ان کے الفاظ بعینہ نقل کرتا ہون اول حالتی کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ و الفت تعلق بدن و دیگر معرفان
بنای جنس خود باقی است و آنوقت گویا برزخ است کہ چیزے از انطرف و چیزے از ینطرف مدد رسندگان بمردگان درین حالت زود زود
مردگان منتظر لحوق مدد از ینطرف می باشند صدقات و دعا و فاتحہ درینوقت بسیار بکار او می آید و ازین است کہ طوائف بنی آدم تا یک
سال علی الخصوص تا یک چلہ بعد موت درین نوع امداد کوشش تمام می نمایند انتہی جسکا حاصل یہ ہے تفسیر عزیزی فارسی کا لکھکر یہ مضمون
ہم بعض مضامین زائد بھی ہین پادیکا ایک رباب انصاف جنید داری کو ہر وقت ایکے خیال فرمادین کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
ایام مروجہ کی امداد طعام وغیرہ کے لئے کیا علت صحیحہ شرعی پیدا کی کہ مردہ کا دل اون ایام مین کچھ بہت اٹکا رہتا ہے یہ ادھر ادھر دیکھتا ہے ان کی مدد
ان ایام مین جلد پہنچتی ہے پھر اس علت صحیحہ پر مرتب کیا سکو کہ اس سبب سے بات ... لوگ اپنی اموات کو ایک برس تک اور خصوصاً
چلہ تک مدد کرتے ہین دیکھئے ... تک کی امداد مین یہ رسمین سب مروجہ اہل اسلام یعنی سیوم دہم بستم چہلم ششماہی سالینہ سب
شامل ہین شاہ صاحب نے اس رواج اسلامی کو رد نہین کیا بلکہ اسکی تائید فرمائی یعنی اپنے مدعا پر اس امر مروجہ کو دلیل لائے ہین لیکن بلجملہ
دلیل لانا شاہ صاحب کا اس رواج مین مقرر رواجی کو اور نہ روکنا اسکو کسی وجہ سے دلیل ہے ... یہ ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر ہوا ان ایام مین
مستحق اور صحیح ہے **لمعہ سادسہ** نصائح در باب اموات **نصیحت** جب کسیکا کوئی عزیز قریب مرجاوے تو چاہئے کہ صبر کرے اوسکی موت
... اجر و ثواب ہو طبرانی اور ابن مندہ نے ایک حدیث طویل روایت کی ہے جسمین یہ بھی بیان ہے کہ ملک الموت نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ مین آدمی کی روح قبض کرتا ہون جب اوسکے لواحق رونے لگتے ہین مین دروازہ پر کھڑا ہو جاتا ہون اوس
روح کو لئے ہوئے اور کہتا ہون کہ ای رونیوالو قسم اللہ تعالیٰ کی ہے اس آدمی پر ظلم نہین کیا ہے وقت سے پہلے سیدی نہین کی اور روح
قبض کرنے مین کچھ ہماری خطا نہین اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکم پر راضی رہو تو ثواب پاؤگے اور برا مانوگے تو گنہگار ہو جاؤگے ... ہماری طرف
یہ آنا ہے ہوشیار ہو الی آخرہ **نصیحت** آدمی کو چاہئے کہ اپنی موت کو ہمیشہ یاد رکھے ایک حدیث مین آیا ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم شہید کے درجہ مین کوئی اور بھی ہوگا فرمایا ہان جو کوئی موت کو بیس مرتبہ ... یاد کیا کرے **نصیحت** آدمی کو چاہئے کہ
موت کے لئے تیار رہے اور اپنا وصیت نامہ لکھکر ساتھ رکھے جس کسی کا قرض ذمہ پر ہو اور جو کچھ نماز روزہ حج زکوۃ اوسکے ذمہ ہو یا قسم توڑنے
کا کفارہ ذمہ پر ہو وہ سب ... کاغذ مین لکھدے اسلئے کہ کیا خبر ہے موت اوسکی کس وقت آجاوے اور مرتے وقت زبان سے وصیت نکلے یا
نہ نکلے اوس کاغذ کو وارثان میت دیکھکے تعمیل کردینگے **نصیحت** جب کوئی آدمی مرجاوے اور کوئی شخص اوسکا عزیز قریب اپنے خاص مال سے

زیادہ کچھ حاجت نہین گو یہان اس تقریر مشلل مین اتنا غور کرلینا ضرور ہے کہ جو کچھ مولف نے اس عبارت طویل مین لکھا ہے یہ ہے کہ عدد
ہم مین کو تبدل حال مین ایک مناسبت ہے پس اس مین یہ دیکھنا ضرور ہے کہ ایصال ثواب بعد تبدل حال کے یا وقت تبدل حال
کے مناسب ہے یا اوس زمانہ تعلق میت مین پس ہر عاقل کہیگا کہ جسوقت میت کو علاقہ اس طرف ہے اوسوقت امداد صدقہ سے چاہئے اور
یہ تبدیل ہونیکا دن ہے تو چندان مفید نہو ویگا گو فائدہ سے خالی نہین علی ہذا سال کے تقدم کا جواب ہے اور تنقیہ ... سال اگر

اوسکے لئے فاتحہ کرے اس مین کسی فقیہ محدث کو کلام نہین اور خاص میت کا مال اگر اس کام مین صرف کرنے لگین تو اوسمین یہ شرط ہے کہ اوسکے
وارثون مین کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہو اسلئے کہ ترکہ بعد مرنے مورث کے ملک وارثون کا ہوجاتا ہے پس اگر وارث بالغ ہین تو وہ مال خاص اونکا
ہوگیا اگر کوئی وارث اونمین غائب نہین سب موجود ہین یا کوئی غائب تھا اور اوسنے اجازت دیدی تو اس صورت مین اونکو اختیار ہے
متفق ہو چاہین میت کے لئے صرف کردین اور اگر سب نابالغ ہین تو ترکہ میت سب اونکی ملک ہوگیا اوسکا صرف کردینا میت کے ایصال
ثواب مین جائز نہین نہ کپڑا نہ کھانا نہ روپیہ نہ پیسہ فقط تجہیز تکفین مین جو اوٹھے وہی درست ہے اور بس اور اگر بعضے وارث نابالغ ہین تب بھی
نابالغون کا حصہ کل اشیا ترکہ مین مشترک ہے اوسکا صرف کرنا بھی ایصال ثواب کیلئے جائز نہین فتاوی عالمگیریہ کی جلد خامس مین ہے
ان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا اذا کانت الورثۃ بالغین فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذ وا ذلک من الترکۃ کذا فی التاتارخانیۃ۔ اور یہ حکم کچھ
طعام فاتحہ کے واسطے ہی خاص نہین بلکہ اس قسم کے ترکہ کی چیز لباس یا طعام یا نقد نہ مسجد مین دیجاوے نہ کسی مدرسہ مین نہ کسی فقیر کو نہ عالم
کو ہان البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہوجاوے اور غیر وارث کو اوسکا حصہ دیکر ورثہ بالغین اپنے حصہ سے خرچ کردین یا عورت اپنے
مہر کے دعوی مین وارث ہوکر اپنا حصہ مملوکہ سے صرف کردے یہ جائز ہے خواہ مدارس و مساجد مین دین خواہ فاتحہ کرین اور مساکین کو کھلادین
یہ مسئلہ بہت ضروری اہتمام سے یاد رکھنے کا ہے **نصیحت** جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلاوے تو نمود اور بڑائی ظاہر کرنیکے لئے نکرے
حدیث شریف مین آیا ہے من سمع سمع اللہ بہ یعنی جو کوئی سنوانے لوگون کو اپنی تعریف سخاوت اور داد و دہش کی یعنی اپنی شہرت اور فخر چاہے اللہ تعالی
اوس آدمی کو ذلیل کریگا سبکے سامنے پس اس صورت مین مردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا ممکن وہ شخص خود عتاب الہی مین گرفتار ہوگا اور ہی شامل ہوجاویگی
محنت برباد گناہ لازم اور کھانیوالون کو بھی چاہئے اگر یہ معلوم کرین کہ یہ کسی کے مقابلہ مین کھانا فخریہ کرتا ہے فلان شخص نے کیا کھانا کیا مین اوس سے
بڑھکے کرتا ہون تو ایسی دعوت نہ قبول کرین خواہ وہ کھانا غمی اور ماتم کا ہووے یا شادی اور خوشی کا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کراہت کرتے ہین
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو آدمی ایسے ہون کہ ایک کی ضد مین دوسرا بڑائی حاصل کرنیکو کھانا زیادہ کرے اگر وہ دعوت کرین تو نہ
قبول کیجاوے اونکی دعوت اور نہ کھایا جاوے اون کا کھانا کذا فی المشکوۃ **نصیحت** یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ قرضدار آدمی کو صدقات کا کرنا
خواہ اپنے لئے کرے خواہ میت کے لئے شرع مین مستحسن نہین صاحب مجمع البحار لفظ ظہر کی تحقیق مین لکھتے ہین خیر الصدقۃ ما کان عن ظہر غنی پھر
دو سطر کے بعد لکھتے ہین ولا صدقۃ کاملۃ من ظہر غنی وہو رد علیہ ای النبی المتصدق بہ غیر مقبول لان قضاء الدین واجب پس معلوم ہوا کہ یہ
طریقہ اچھا نہین علی الخصوص جبکہ قرض سود دیکر بہم پہنچاوے یہ نہایت قبیح و شنیع ہے ایسا آدمی محض الحمد اور سورتین پڑھکر بخشدیا کرے۔

چہل یوم کی محض بیکار ہین اونکی کوئی دلیل عقلی بھی مولف کو نملی اور جو کچھ مجموعہ روایت چہلم حضرت حمزہؓ مین نقل کی ہے وہ باطل لا اصل لہ ہے
اور سلف کا اتباع اور عدم اعتراض جب ہی واجب ہے کہ حسب قواعد شرعیہ کے ہو اگر کسی سلف سے ایجاد بدعت کا ہوا ہو وہ ہر روز قابل رد کے
ہے چنانچہ صلوۃ رغائب کا رد کرنا اور دیگر امور بدعیہ کا خود کتب مین درج ہے کہ علماء خلف نے زمان سلف کے ایجادات کو رد کیا ہے علماء سلف تو
بری ہین ایسی حرکات سے عوام اوس زمانہ کے ایجاد کرکے باعث فتنہ ہوئے ہین سو علماء خلف کو ہر روز اوسکو رد کرنا لازم رہا اور اسیطرح یہی جواب
ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب کے کلام سے بھی سال بھر تک ایصال معلوم ہوتا ہے اسکا کوئی منکر نہین تعینات ایام مین کلام ہے سو وہ بدعت ہے

نصیحت اگر وارثان میت بشروط مذکورہ کھانا کھلاوین تو مناسب یہ ہے کہ غریب رشتہ دارون اور ہمسایون اور اہل محلہ کو مقدم رکھین فقہا باب الزکوٰۃ مین لکھتے ہین لا تقبل صدقۃ الرجل وقرابتہ محاویج حتی یبدء بہم فیسد حاجتہم ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثل مشہور اول خویش بعدہ درویش اسی حدیث کا ترجمہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قصبات کے شرفا مین جو رواج ہے کہ برادری کے آدمی بھی کھانا میت کا فاتحہ چہلم و بستم وغیرہ مین کھاتے ہین وہ بھی شاید اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار اور ہمسایہ اور اہل محلہ مقدم ہین دوسرے آدمیون پر اور ظاہر ہے کہ قصبات کے شرفا مین فراغت اور وسعت کم ہے اکثر لوگ غریب ہین وہ آدمی کہ ذکوٰۃ اونپر واجب ہوا ہے یا اپنے کھانے اور نفقہ اہل و عیال سے فارغ ہو کر بھی اون کے پاس کچھہ مالیت زائدہ فاضل رہے ایسے آدمی کم ہین بہت ایسے ہین کہ اون کے گھر کھانے کا بھی ٹوٹا ہے پس شرفا قصبات مین ایسے آدمی داخل فقرا ہین بنا علیہ بزرگون نے اونکو کھلانا بہ نسبت اور سائلون کوچہ گرد کے مقدم کیا کہ حق ہمسائگی اور محلہ داری اور قرابت بھی ادا ہو جاوے اور صدقہ اپنے موقع پر بھی صرف ہو جاوے پس اگر یہی نیت اب بھی ہے تو کچھہ مضایقہ نہین اور اگر اہل محلہ اور رشتہ دارون کو اس نیت سے کھلاوین کہ آج مین اسکو کھلا دون تو کل یہ مجھکو کھلا دیگا اس صورت مین ثواب نہ ہوگا اسلئے کہ یہ ایک دوسرے کا عوض ہے ثواب کہان فلیکن ہذا آخر ارد نا ایرادہ فی ہذا الباب واللہ ہو الہادی للصدق والصواب **نور چہارم** اس مین آٹھ لمعے ہین لمعہ اولی اثبات محفل مولد النبی صلی اللہ

اور بس الشکر للہ تعالیٰ کہ باذنہ تعالیٰ انوار برہان **ثالث** نے کشف تدلیسات نور ثالث کا کر کے اسکا دم اوکا کر دیا اور الظلام یدرج مندرجہ اوس کا سب پر واضح ہو گیا **قولہ** نور چہارم مین آٹھ لمعے ہین لمعہ اولی اثبات محفل مولود الخ **اقول** یہ نور اصل مقصود تالیف اس رسالہ کا ہے اور مراد خاص اور مطلوب اصلی مولف کا یہی نور ہے پہلے دو نور اسکی ہی تمہید اور اسکی ہی تحقیق کیواسطے تھی اور نور ثالث مین بھی امر کلی ہی اثبات مدعائے اصلی تھا پس مایہ علم و عمل و سرمایہ تمام عمر و سعی غایت قصوی مولف کا یہی ہے چونکہ ہمارے نزدیک کوئی تحقیق نہین اس مین کہی اور کوئی اعتراض نہین جو اوس مین اسکا جواب نہین لکہا اور فتوی جو ورقہ پونہا تو اوسکو مولف نے سب اس رسالہ مین نقل کر دیا ہے مگر دوسرا فتوی جسکو مولف نے چوبیس صفحہ نام رکہا ہے اسمین درج نہین کیا مگر اوسکی عبارت پر جو اعتراض ہین لہذا مناسب یہہ جانا کہ اول اون فتاوی کو بھی نقل کر دیا جاوے تا ناظر اوسکو دیکھکر اعتراض جواب مولف کا خوب سمجھہ لیوے اور پھر اوسکی رد کی کیفیت مطلع ہو **بسم اللہ الرحمن الرحیم**

سوال مجلس میلاد شریف بکدام طریق جائز است و بکدام صورت ناجائز بلا روی ریا بیان باید کرد **جواب** ذکر ولادت شریف پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بروایات صحیحہ در اوقاتیکہ از وظائف واجبہ خالی باشد بکیفیاتیکہ مخالف طریقۂ صحابہ و اہل قرون ثلثہ نباشد و بعقائدیکہ توہم شرک و بدعت را در ان گنجایش نباشد و باد ابیکہ مخالف سیرت صحابہ کہ از مصداق ما انا علیہ واصحابی بیرون نرود و بمجلسیکہ خالی باشد از مکروہات شرعیہ باعث خیر و موجب برکت است بشرطیکہ بصدق نیت و اخلاص باشد و در عقیدہ از جملہ کار حسنہ و بہ غیر مقید بوقت من الاوقات باشد پس کسی را از اہل اسلام نسید انم کہ این چنین ذکر را غیر مشروع و یا بدعت پندارد واللہ تعالیٰ اعلم آری بعض اوقات التزام بعض امر مستحب چنان کردہ میشود کہ علی الصورت واجب می نماید و با اینہمہ اگر اعتقاد فاعلش بوجوب آن نیست در حق او بدعت نخواہد شد لیکن ہر گاہیکہ این چنین امر بوجہ اصرار و تکرار بار بار باعث لزوم در اعتقاد عوام می گردد پس اکنون ترک آن مستحب است چہ جائیکہ اکثر عوام و بعض علماء علوم الدنیا کہ از حقیقت سنت و بدعت حسنہ و اقف نیستند آن مستحب را مثل واجب در عمل آرند بلکہ تارکش را در اعتقاد خود بدتر از ان شمارند کہ

تارک جماعت صلوۃ باشد و بس می پیش عوام و مذموم شرعی دانسند درین وقت لازم است کہ این مستحب را ترک کنند و بجائے آن بدیگر وظیفہ مستحبہ وعملی
از اعمال شرعیہ مستند و مثل صلوۃ و سلام بر نبی علیہ السلام و تسبیح و تقدیس و تہلیل وغیرہ از نوافل صلوۃ و صوم و اذکار بخلوت مشغول شوند چنانچہ
در حدیث صحیحین وغیرہ از عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ از اجلہ صحابہ و ملازم صحبت و خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در حضر و سفر و پیشوای آئمہ
قرا و صحابہ کبار اند و در مذہب حنفیہ استدلال بقول و فعل او شان اکثر است مرویست لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقا علیہ
ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ اورده فی المشکوۃ فی باب الدعا فی التشہد
قال صاحب المجمع فی صفحہ ۲۴۴ واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ قال الطیبی شارح المشکوۃ فی شرح الحدیث
المذکور فیہ ان من اصر علی امر مندوب جعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی
یعنی فعل مستحب را واجب انستن بدعت سیئہ است و اگر از بجا آوردن مستحب در عقیدہ عوام وجوب متصور گردد ترک آن مستحب است و ہمچنین در صورتیکہ
کدام تقیید غیر مشروع یعنی قیدیکہ از طرف شارع مقید بآن نباشد زائد کردہ شود و اگر زاید کردہ شود یعنی مطلق را مقید کردہ آید یا مقید را مطلق
کنند یا چیزیکہ بالای حدیکہ در شرع ثابت نگشتہ افزون نمایند گو زیادۃ فی نفسہ مستحب باشد یا مباح این ہم از بدعات است چنانچہ در مشکوۃ
فی باب العطاس آوردہ عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر قال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ
والسلام علی رسول اللہ ولیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی پس کلمہ السلام
علی رسول اللہ منجملہ مستحبات مقصودہ و اعمال فاضلہ ست لیکن چونکہ با وظیفہ عطس زاید کرد عبد اللہ بن عمر بر آن انکار کرد پس انعقاد مجلس
میلاد باین ہیئت کذائیہ متعارفہ اعنی حاضر آوردن شیرینی و ارتکاب تکلفات از فرش و بساط و چراغ و قنادیل وغیرہ آلات روشنی زائد علی الحاجت
و اجتماع صغار و کبار بلکہ زنان و امارد و خواندن اشعار بسرود و تغنی و روایتہای بے اصل موضوع و مبالغہ و در جہر وقت خواندن صلوۃ و تعلیم ندای
ہر کس و ناکس بلباسہای غیر مشروع و عدم لیتہای محلوقہ و با ایں ہمہ منکرات آن را مجلس رسول نام نہادن بلکہ محفل نزول روح پر فتوح حضرت
علیہ السلام پنداشتن مشابہت حرکات ناشائستہ فسقہ کہ تمثال روضہ و قبہ حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہما ساختن و آن را
مہبط ارواح امامین مرحومین تصور کردن و زیارت تعزیہ را زیارت حضرت حسنین قرار دادن و مثل مرثیہ خوانان جوابی و سلامی مقرر نمودن
مستبعد از طریقہ سنت سنیہ است و بکید شیطان معتبر بودن اما ذکر خالص احوال برکت اشتمال آنحضرت علیہ السلام بطریق شرعی
و درود فرستادن بروح پاک آنحضرت و دریافتن صفات و کمالات آن سرور کائنات موجب کثرت برکت و فراوان رحمت و مثمر خیرات
دارین و نتیج رفعت درجات لشانئین است رزقنا اللہ تعالی و جمیع المومنین ببرکت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و صحبہ اجمعین آمین
و قیام عند ذکر ولادت ثبوت آن بزمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین اصلا نشدہ و در زمان حیوۃ آن سرور علیہ السلام صحابہ
برای آنحضرت قیام نمیکردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد چنانچہ در ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۱۲ وارد است عن انس قال لم یکن شخص
احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراہتہ لذلک وقال ہذا حدیث حسن غریب و بعد وفات
آنحضرت وجود قیام وقت ذکر ولادت شریفہ در قرون ثلثہ ثابت نیست پس قیام کردن وقت ذکر ولادت شریف امر محدث است و الاصل

در سیرت شامی آورده جرت عادة کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعه علیه السلام ان یقوموا تعظیما و ہذا القیام بدعة لا اصل لہا انتہی و نیز باید دانست کہ آنانکہ قیام می نمایند برای تعظیم سید المرسلین نمی کنند بلکہ او از لوازمات و شعار مجلس بیہودہ محدثہ است چہ اگر برای تعظیم آنحضرت میکردند موقوف بذکر ولادت نبودے بلکہ ہر گاہ بذکر تشریف آوردن حضرت در مسجد و یا در کدام مجلس و یا وقت قدم شریف حضرت از سفر غزوہ و حج وغیرہ مقامات آمدے قیام می کردند چہ زمان نبوت افضل تر از زمان ولادت بود علاوہ ازین قیام وقت ذکر ولادت ہم مطلقاً معمول بہ نیست بلکہ مقید است بآنکہ مجلسے باشد کہ آن مجلس مع لوازمات و ہیئت مجلس در ان مرعی و ملحوظ باشد آن وقت قیام ضروری است و الا اگر واعظے بر منبر نشستہ در مجلس وعظ ذکر ولادت شریف بیان کند کسی را از سامعین خیال قیام ہم بخاطر نخواہد گذشت چہ جای قیام پس ہویدا است کہ قیام بنا بر اعظام خیر الانام نیست بلکہ از شعار و لوازم مجلس است فقط و اہتمام مجلس بایدتر از اہتمام نماز جماعت بلکہ نماز جماعت را و بعض ایشان نفس صلوٰۃ را ہم گذارند لکن حضور مجلس را کہ مدار واجب تر از نماز دانند انہم از خواہشات نفسانیہ سر زدہ می شوند الا ماشاء اللہ تعالیٰ و حضور صبیان و نسوان و فساق تارک صوم و صلوٰۃ و تماشاگاہ از کثرت قنادیل غیرہ آلات روشنی و فروش نفیسہ و گلدستہ ہائے عجیبہ ساختن و تلاش خوانندہ خوش آواز گو امرد حسین باشد و غزلہا و اشعار سرود و نغمہ خواندن این چنین مجالس در زمان صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین گاہے یافتہ نشدہ حاشا و کلا بلکہ بر چنین مجالس صادق می آید الذین اتخذوا دینہم لعبا و لہوا و غرتہم الحیوۃ الدنیا نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا اللہم اجعلنا من التوابین و من المتطہرین الذین لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون بحرمۃ النبی المجید و آلہ الامجد بیدک الخیر و انت علی کل شئ قدیر اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا امین حررہ احمد علی سہارنپوری **استفتاء** یہ استفتار کہ مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے درباب عدم جواز قیام مجلس میلاد شریف کے کیا گیا اور اسکی نقل بعینہ معہ سوال کے کیجاتی ہے **سوال** مجلس مولود مین وقت ذکر پیدائش حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعظیما کھڑے ہونیکا رواج اس وقت مین جو ہو رہا ہے اس کھڑے ہونیکو واجب جاننا درست ہے یا نہین اور اگر واجب نہین ہے تو واجب کا فتوی دینے والا گنہگار ہے یا نہین اگر ہے تو کس درجہ کا ہے **الجواب** وقت ذکر میلاد کے کھڑا ہونا قرون ثلثہ مین کہین ثابت نہین ہوتا جناب فخر عالم علیہ السلام کی میلاد و حالات ان قرون مین بطریق وعظ و تدریس و مذاکرہ و تحدیث ہزار ہا بار ہوتا تھا مگر کسی روایت مین ثابت نہین کہ بوقت ذکر ولادت کے کوئی کبھی کھڑا ہوا ہو یا کہین فخر عالم علیہ السلام نے اسکا استحباب یا ادب کچھ کسیطرح ارشاد فرمایا ہو یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کیواسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہے اور اسکا قیاس اوسپر محض جہالت ہے کلام اسمین ہے کہ آپکی ذکر ولادت پر جیسا معمول عوام زمانہ کا ہے کہین ثابت ہووے سو یہ ہرگز ثابت نہین ہو سکتا پس اول تو یہی حجت اسکی بدعت غیر اصل ہونیکو کافی ہے اور جبکہ اوسپر اسقدر غلو ہے کہ عوام جہال اوسکو واجب جاننے لگین اور تارک پر ملامت کرین تو خواہ مخواہ منکر اور بدعت سیئہ ہو جاویگا یہ ایک امر محدث ہے اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی عوام واجب سمجھنے لگین وہ بھی ناجائز منکر ہو جاتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یری ان حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ متفق علیہ قال العلی القاری فی شرح المشکوٰۃ فی شرح ہذا الحدیث من اصر علی امر مندوب و جعلہ عزما و لم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ و منکرا انتہی و در فتاوی عالمگیریہ

مین ہے والفعل عقیب الصلوٰۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فمکروہ انتہی پس اولاً تو یہی ثابت ہوگیا کہ اس قیام کا
ثبوت ہی کہین احادیث یا آثار صحابہ سے قولاً و تقریراً و فعلاً ہرگز نہین ہوسکتا تو یہ امر محدث ہے ثانیاً اگر فرضاً کچھہ ہو بھی جاوے تو واجب سنت مستحب تو کسیطرح نہین
ہوسکتا کیونکہ وجوب تو اوس کا ہوتا ہے جو نص قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ سے ثابت ہو یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت ہووے اور یہان قیام کے باب مین کوئی نص ہی
نہین قوی یا ضعیف اور سنت اوس کو کہتے ہین کہ حضرت علیہ السلام یا خلفاء راشدین کی اوس پر ثابت ہووے اور قیام کے باب مین جب کچھہ ثبوت ہی نہین
قول و فعل کا ہوسکا ایسا کہین ہی نہین تو سنت تو کیا مندوب و مستحب بھی نہین ہوسکتا نہایت الامر اگر کوئی جزئی قرینہ کرے تو جواز و اباحت تک نوبت پہونچیگی مگر مباح کو سنت
واجب جاننے سے پھر یہ سنت و منکر ہو جاویگا جیسا کہ قول ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت مالابدیہ سے واضح ہوگیا
بہرحال مروجہ قیام مثل واجب کے حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے کیونکہ جس فعل کو شارع مستحب نہ فرمادے وہ اوسکو واجب کہتا ہے تو محض
مخالفت شریعت غرّا کی ہوئی قال اللہ تعالیٰ ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وسآءت
مصیرا الآیۃ اور اصل قیام وقت ذکر ولادت کی یاد یہ وجہ ہے کہ یہ لوگ کسی روایت موضوعہ کو سند جواز کرتے ہین یا کسی قول یا فعل کسی بزرگ
سے متمسک ہوئے ہین سو معلوم ہوچکا کہ موضوعات اور اقوال افعال بزرگان سے ندب جواز ثابت نہین ہوتا جبتک کوئی دلیل شرعی نہ ہووے
تو ایسی صورت مین ہرگز ندب وغیرہ کا ثبوت نہین اور جو بزعم خود وہ ثابت جانتے ہین تو تاہم در صورت واجب یا مؤکد جاننے کے بدعت ہوجاویگا یا یہ
وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت مین تشریف لاتی اوسکی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے کیونکہ سو وجہ مین قیام
کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیئے اب ہر روز کونسی ولادت مکررہ ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے رسانگ کنھیا کی
ولادت کا ہر سال کرتے ہین یا مثل روافض کے ہے کہ نقل شہادت اہلبیت ہر سال بناتے ہین معاذ اللہ سانگ آپکی ولادت کا ٹھیرا اور خود یہ
حرکت قبیحہ قابل لوم و حرام و فسق ہے بلکہ یہ لوگ اوس قوم سے بڑہکر ہوگئے وہ تو تاریخ معین پر کرتے ہین انکے یہان کوئی قید ہی نہین جب چاہین یہ
خرافات فرضی بناتے ہین اور اس امر کی شرع مین کہین نظیر نہین کہ کوئی امر فرضی ٹھہراکر حقیقت کا معاملہ اوسکے ساتھہ کیا جاوے بلکہ یہ شرع مین حرام ہے
لہذا اسوجہ سے یہ قیام حرام ہوا اور موجب تشبہ بکفار یا فساق کا ٹھیرا یا یہ وجہ ہے کہ ان مبتدعین نے بزعم فاسد مین روح پر فتوح اس مجلس پر اشرار و معاصی
اور غیر مشروعات اور مجمع فساق و فجار و محضر بدعات و شرور مین تشریف لاتی ہے معاذ اللہ تو اگر یہ عقیدہ ہے کہ آپ عالم غیب ہین تو یہ عقیدہ خود شرک
ہے قرآن مین یہ موجود ہے وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو الآیہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الآیۃ پس باین عقیدہ قیام کرنا
خود شرک ہوگیا اور جو عالم الغیب تو نہین کہتے مگر دوسری دلیل و حجت تشریف آوری کی ہے تو خوب سمجھہ لو کہ باب عقاید مین نص قطعی واجب ہے احاد ظنیات
پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہین ہوسکتا چہ جائیکہ ضعاف و موضوعات سے تو باب تشریف آوری مین کونسی روایت قطعی ہے جس پر یہ عقیدہ کیا جاوے تو
بس یہ عقیدہ محض ابتداع ہوا و کید شیطان ہے ایسی صورت مین یہ قیام باین زعم گناہ کبیرہ ہوویگا الحاصل یہ قیام صورت اولیٰ مین بدعت و منکر
اور دوسری صورت مین حرام و فسق اور تیسری صورت مین کفر و شرک چوتھی صورت مین ابتداع ہوا و کبیرہ ہوتا ہے پس کسی وجہ سے مشروع و جائز نہین ہم
اوسکو واجب کہنا صریح مخالفت شارع کی کرکے کافر و فاسق ہونا ہے نجانا اللہ تعالیٰ منہ واللہ تعالیٰ اعلم اور ضمن تقریر سے اہل فہم کو یہ بھی واضح ہوگیا
کہ خود یہ مجلس میلاد ہمارے زمانہ کی بدعت و منکر ہے اور شرعاً کوئی صورت جواز اوسکی نہین ہوسکتی واللہ الہادی الی سبیل الرشاد فقط لبتہ الراجی رحمتہ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ اب بعد نقل ہر دو فتوی کے ناظرین بغور ملاحظہ فرمادین کہ مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے اصل ذکر مولود کو مستحسن فرمایا ہے
لاکن قیود دین ہے کہ ان قیود کی ضم سے مجموعہ مکروہ و بدعت ہو جاتا ہے اور فتوی مولوی رشید احمد صاحب مین بھی مجلس مولود مروجہ کو بدعت و منکر لکھا ہے
لہذا اسکا خیال رہے کہ جو روایت مولف استحسان مولود کی لکھیگا وہ ہرگز مانعین کا جواب اور مولف کے مقصود کو نافع ہوویگی اور جو ان قیود کے اثبات
مین کچھہ نقل کریگا تو وہ البتہ قابل التفات ہوویگی کیونکہ مولف کی عادت اول رسالہ سے یہانتک خوب معلوم و محقق ہو چکی ہے کہ وہ نہ سوال
سائل کو غور کرتا ہے کہ کس چیز کا وہ سائل ہے اور نہ مجیب کے جواب مین غور کرتا ہے کہ کیا حاصل جواب ہے اور نہ جواب روایات و عبارات علما کو فکر
کرکے سمجھتا ہے کہ کیا مراد اوسکی ہے اور نہ یہہ تامل کرتا ہے کہ مجکو کس شے کا اثبات مقصود ہے اس روایت و عبارت سے اوسکو مناسبت ہے یا نہین
کیا اثبات کرنا چاہئے تہا اور کیا اثبات کرتا ہون اور یہہ نہایت کم فہمی کی بات ہے لہذا ناظرین غور فرماوین کہ قیود کے اثبات مین جو کچھہ لکھیگا وہ تو
قابل نظر و کلام کے ہوویگا اور سکو رد کیا جاویگا ورنہ اصل ذکر مولود کو کوئی مانع نہین ہے کہ جواب کی بد قسم لو ضرورت نہین گو اوسکی قطار فہمی مین کلام
کیا جاویگی غرض یہ امر مد نظر رہے اور قبل شروع رد کلام مولف کے بندہ راقم ایک عبارت شرح منیہ کی جسکی نقل پہلے بھی بحث سیوم مین ہو چکی ہے نقل
کرتا ہے کہ اوسکو نہایت مناسبت اس محفل مولود سے ہے اور اوس سے کراہت اس مجلس کی واضح ہو جاتی ہے لکھدیتا ہے وہ بھی مویدان فتاوی
مندرجہ بالا کی ہے صلوۃ الرغائب ایک نماز نفل ہے کہ بعد چار سو برس کے حادث ہوئی اور ایسا ہی صلوۃ شب برات اونکی کراہت مین شارح منیہ بعد
بیان کرنے نوافل صحیحہ کے لکہتا ہے وبعد ذلک ما الصلوۃ خیر موضوع مالم یلزم منہا ارتکاب کراہۃ اعلم ان النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی مکروہ علی
ما تقدم ما عدا التراویح وصلوۃ الکسوف وصلوۃ الاستسقاء فعلم ان کلا من صلوۃ الرغائب لیلۃ اول جمعۃ من رجب وصلوۃ البراءۃ لیلۃ النصف من
شعبان وصلوۃ لیلۃ القدر لیلۃ السابع والعشرین من رمضان بدعۃ مکروہۃ وقال ابو الفرج بن الجوزی وابو بکر الطرطوسی صلوۃ الرغائب موضوعۃ
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکذب علیہ قد ذکروا انہا بدعۃ من وجوہ منہا فعلہا بالجماعۃ وہی نافلۃ ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص سورۃ الاخلاص
والقدر ولم یرد بہ الشرع ومنہا تخصیص لیلۃ الجمعۃ دون غیرہا وقد ورد النہی عن تخصیص یوم الجمعۃ بصیام ولیلۃ بقیام ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا
انہا سنۃ من سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیکون فعلہا سببا لکذبہم علیہ علیہ السلام قلت بل کثیر من العوام ببلاد الروم یعتقدونہا فرضا وکثیر منہم یترکون
الفرائض ولا یترکونہا وہو المصیبۃ العظمی ومنہا ان فعلہا یغری فاسد وضع الاحادیث بالوضع والافتراء علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنہا
ان الاشتغال بعد السور مما یخل بالخشوع والتدبر وہو مخالف السنۃ ومنہا ان فی صلوۃ الرغائب مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفطر ومنہا ان سجدتیہا
مکروہتان اذ لم یشرع التقرب بسجدۃ منفردۃ بلا رکوع غیر سجدۃ التلاوۃ عند ابی حنیفۃ ومالک وعند غیرہما غیر سجدۃ الشکر ومنہا ان الصحابۃ والتابعین
ومن بعدہم من الائمۃ المجتہدین لم ینقل عنہم ہاتان الصلوتان فلو کانتا مشروعتین لما فاتتا عن السلف وانما حدثتا بعد الاربعمائۃ ولیس لاحد ان
یستدل علی شرعیتہما بما روی عنہ علیہ السلام انہ قال الصلوۃ خیر موضوع فان ذلک یختص بصلوۃ لا تخالف الشرع بوجہ من الوجوہ وقد صح النہی عن
الصلوۃ فی الاوقات المکروہۃ انتہی - پس غور کرنا چاہیئے کہ نفس ذکر مولود مندوب و مستحسن ہے مگر صلوۃ نفل اوس سے اعلی اور افضل ہے کہ عمدہ عبادات
اور افضل القربات اور خیر موضوع ہے مگر با اینہمہ بوجہ تداعی و اہتمام کے کہ اسمین مشروع نہین بدعت لکھتے ہین یہان ذکر مولود مین بھی گو مندوب ہی
مگر تداعی و اہتمام اوسکا کہین سلف سے ثابت نہین بدعت ہوویگا البتہ وعظ و درس مین تداعی ثابت ہے کیونکہ وہ فرض ہے جیسا فرائض صلوات مین

علیہ وآلہ وسلم قال اللہ تعالی ورفعنا لک ذکرک یعنی فرمایا اللہ تعالی نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحقیق بلند کیا ہمنے ذکر تیرا یعنی ہمنے تمکو نبی بنایا اور
مشہور کیا زمین اور آسمان مین اور پھیلادیا ذکر تمہارا دنیا کے انتہا کنارون تک اور تمہارا ذکر دلون مین محبوب مطلوب کردیا امام رازی نے یہ سب مطلب
لکھکر بعد اسکے یہ لکھا کان اللہ تعالی یقول املاء العالم من اتباعک کلہم یثنون علیک ویصلون علیک یعنی یہ جو اللہ تعالی نے رفعنا لک ذکرک فرمایا
اس کے یہ معنی ہین گویا اللہ تعالی یون فرماتا ہے کہ ہم بھر دینگے عالم کو تمہارے فرمانبردارون سے وہ سب تمہاری تعریف کیا کرینگے اور درود پڑھا

تعالی ضروری ہے اور تعیین سورکا اس صلوۃ مین بدون ورود نص کے بدعت لکھا ہے سو مولود مین بھی تعیین ہیئات مباحہ کا جو معلوم ہین بدعت
ہوویگا گو فی حد ذاتہ وہ امور مباح یا مستحب ہون مگر تعیین اوسکا ذکر مولود کے ساتھ کہ بغیر اونکے مولود نہو بدعت ہوویگا جیسا کہ تعیین سورۂ اخلاص کا
اور تعیین وقت کی اس صلوۃ مین مکروہ ہے بسبب تعیین وقت کے شارع کی طرف سے پس شہر ربیع الاول کی کوئی تاریخ مقرر کرنا التزاما یہان بھی مکروہ
ہوویگا اور علی ہذا کوئی امر مکروہ جیسا روشنی زائد از قدر حاجت مثلاً اور سب ممنوع امر کا منضم ہونا اس مجلس مین ممنوع ہوویگا اور جیسا عوام کا اس
صلوۃ کو سنت اعتقاد کرلینا باعث کراہت کا ہوا ہے ایسا ہی اس مولود کی مجلس کو ضروری جاننا عوام کا موجب کراہت کا ہوا اور جیسا کہ تضییع اوقات
کی اغواء اس صلوۃ مین ہے اوسیطرح وضاعین کی روایات مجلس مولود کے یہان اغراض حاصل وموجود ہے اور جیسا کہ رفع خشوع بسبب عدد ورد کے اس صلوۃ
مین موجود ہے شب بیداری مجلس سے صلوۃ فجر مین بسبب کاہلی نوم کے رفع خشوع چند گونہ زاید موجود ہے اور جسطرح اس صلوۃ مین تعجیل صلوۃ مغرب سے سنت کی فوت
ہوتی ہے اس مجلس کے اکثر حاضرین کی خود صلوۃ فجر ہی فوت ہوجاتی ہے اور اس صلوۃ مین جسطرح بسبب سجدہ خارج صلوۃ کے جو مکروہ ہے
کراہت حاصل ہوئی اس مجلس مولود مین بسبب بساط غیر مشروع اور لباس ممنوع اور اسراف روشنی کے کراہت موجود ہے اور دیگر امور جو اس مجلس
مین زائد ہین اور فتوی مولانا احمد علی صاحب سے معلوم ہوتے ہین زائد رہے اور جیسا کہ شارح منیہ نے سلف صالح مین اس صلوۃ کا نہونا علت کراہت
کی قراردی ہے حالانکہ نفس صلوۃ نوافل بکثرت اون قرون مین موجود تھا ایسا ہی اس مجلس کی ہیئت کذائیہ کا اون قرون مین نہ پایا جانا اگرچہ نفس
ذکر ولادۃ تھا باعث بدعت وکراہت کا ہونا ظاہر ہوگیا پس اہل علم وفہم ودین غور سے ملاحظہ کرین کہ یہ مجلس مولود مروجہ اس صلوۃ کے ساتھ بالکل
مطابق ہے مع شئے زاید فی وجوہ المنع پس کون عاقل متدین اسکو مستحسن کہدیویگا ہان نفس ذکر ولادت مستحب ہے اور اوسمین کلام نہین پس حاصل
یہ ہوا کہ نفس ذکر مستحب اور قیود اوسکی ممنوع اور مجموعہ مقید بھی ممنوع اب مولف کے اقوال کو دیکھنا چاہیئے کہ نزاع تو قیود اور مقید مین ہے اور مولف صاحب
فقط نفس ذکر کا اثبات کرتا ہے **قولہ** قال اللہ تعالی ورفعنا الخ **اقول** راست ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا ایسا مرتبہ بلند ہے کہ نہ کسیکا
ہوا نہو جسقدر توصیف آپکی کرین تھوڑی ہے مگر اس ذکر مبارک کا پاک مکان اور پاکیزہ ہیئت مین اور الواث بدعات ومنکرات سے اوسکا صاف کرنا
اور حضور فساق مبتدعین سے اوسکا منزہ رکھنا بھی رفعۃ شان ذکر کو لائق وواجب ہے پس اس آیت بیان رفعت شان صاحب المعراج سے یہ بدیہۃ
ظاہر ہے کہ اوس مین کوئی تکدر غیر مشروع کا نہو کہ جس سے سب قیود مروجہ کا کہ خلاف امر حق تعالی اور مخالف امر ورضا صاحب ذکر ہین اوسکے رفع کے
ساتھ ہونا ممنوع ومحظور ہونا محقق ہوگیا پس یہ آیت اول دلیل مانعین ہیئت مجلس کی ہے کہ جسکو مولف نے سمجھا ہی نہین ہمنا جو لوگ کہ
اس ذکر مین ان امور مبتدعہ اور منکرہ کو ضم کرتے ہین جسمین نزاع ہے تو وہ خلاف حکم اس آیت کے پستی اور ذلت اس ذکر کی کرنیوالے ہوے
اور ضد حکم حق تعالی کے عامل بنے اب غور طلب ہے کہ مولف کا مقصود اثبات قیود ذکر مولد کا ہے اور آیت اونکی حرمت ثابت کرتی ہے آیت سے

رین گے انتہی مافی التفسیر الکبیر خیال کرنا چاہیے کہ یہ معنی بخوبی صادق آتی ہین محفل میلاد شریف پر بیشک یہ محفل قدس منزل مضمون آیۂ رفعنا لک ذکرک مین داخل ہے اسلئے کہ اس محفل مین کثرت ہوتی ہے درود شریف کی اسقدر کہ نہین ہوتی کسی اور مجالس وعظ وتدریس مین اور بیان ہوتا ہے حضرت کے نور کا اور ظہور معجزات وکرامات کا جو وقت ولادت اور رضاع اور قبل نبوت اور بعد نبوت ظاہر ہوئی اور بیان ہوتا ہے حلیہ شریف کا یہ سب ثنا وصفت ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پس مضمون یثنون علیک لیصلون علیک خوب صادق آیا ہے اور آواز بلند اور پاکیزہ سے ایک مقام بلند مثل منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھنے سے ایک اور ہی شان رفعت و رفعنا لک ذکرک کی ظاہر ہوتی ہے اور جو کچھ روایات معجزات وفضائل حضرت سید الکائنات بیان کئے جاتے ہین وہ روایتین ہین کہ جنکو صحابہ نے مجالس تابعین مین اور تابعین نے مجالس تبع تابعین مین بیان فرمایا اسی طرح طبقہ بعد طبقہ ذکر ہوتا ہوتا ہم تک پہونچا اگر یہ قصہ اور ذکر ممنوع ہوتا صحابہ اول طبقہ مین زبان اس سے بند کر لیتے نہ ہم تک وہ فضائل پہونچتے نہ ہم مجالس اور محافل مین ان مدائح اور مناقب کو بفحوای آیت کریمہ رفعنا لک ذکرک آفاق مین منتشر ومشتہر کرتے

تو یہ نفس ذکر کی کہ خالی از شوائب نامرضیات ہو مفہوم ہوتی ہے اور مولف کسقدر غافل ہے کہ نامرضیات کا اثبات اس سے کرتا ہے کاش مولف کو کچھ بھی فہم ہوتا **قولہ** خیال کرنا چاہیے الخ **اقول** مولف کو بالکل ہوش نہین کہ سمجھے اگر کثرت درود شریف اور ذکر خیر اس مین ہے تو تلوث بدعت ومکروہات اور حضور اعداء اللہ بھی تو یہان موجود ہے یہی معلوم ہوا کہ عمدہ عبادت تلوث مکروہات سے مکروہ و بدعت ٹھہرائی گئی اور خود آیت سے پاکیزہ کرنا اس ذکر کا تلوث ونجاسات ظاہریہ وباطنیہ سے محقق ہولیا اب فقط کثرت درود وذکر خیر سے کسطرح باوصف ان تدنسات معلومہ کے یہ مجلس داخل مفہوم آیت کے ہو سکتی ہے بلکہ قطعاً ویقیناً اس آیت سے یہ محفل خارج ہے بوجہ ان قیود غیر مشروعہ کے اگرچہ اس مین خیرات ومبرات بھی ہون ہان اگر یہ سب قیود امور غیر مشروعہ رفع ہوجاوین تو بیشک داخل آیت کی ہے اور اسکو کوئی منع نہین کرتا سو مولف کے حسن فہم پر آفرین ہے کہ ثبوت نفس ذکر کا کرتا ہے اور کلام قیود غیر مشروعہ مین ہو رہی ہے سبحان اللہ علی ہذا منبر چوکی پر بیٹھنے سے رفعت نہین ہوتی بلکہ منارہ پر چڑھ جانے سے بھی کچھ نہین ہوتا البتہ محفل ذکر کو لطیف خباثات ظاہریہ وباطنیہ سے کرنے سے رفعت ہوجاتی ہے ردمختار مین مولود مروجہ کو لکھتا ہے وقبح منہ النذر بقراۃ المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغناء واللعب وایہاب ثواب ذلک الی حضرۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی دیکھو کہ منارہ پر پڑھنا مولود کا مفید رفعت کو نہوا بلکہ اقبح ہوگیا اسواسطے کہ مشتمل لعب وغناء پر تھا پس مولف کا مولود کیونکر رفعت مین داخل ہے کہ مبتدعین وفجار کی وہان توقیر ہوتی ہے اور قنادیل وتبذیر سے وہ محفل مظلم ہوتی ہے اور دونون امر کی مذمت نصوص مین موجود ہے وہ کون عاقل ہے کہ مدح رسول اللہ کی پڑھے اور عصیان اور امر رسول اللہ سے اس مجلس کو مظلم بناوے اور پھر اسکو داخل آیت مذکورہ کے تصور کرے اگر اسکو استہزاء کہا جاوے تو بجا ہے اور ایسے فعل کے مجوز کو جاہل کہنا سزا ہے **قولہ** روایات معجزات الخ **اقول** روایات احوال فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ نے جو کچھ بطریق درس وتذاکرہ کے تعلیم فرمائے اور اسیطرح آج تک چلے آتے ہین نہ انھون نے مجلس مولود گاہے کی اور نہ انہون نے اس ہیئت کذائیہ کا ثبوت ہوا چنانچہ خود مولف آگے اقرار کریگا کہ یہ مجلس چھ سو کے آخر مین ہوئی پس کلام اس ہیئت مین ہے نہ ذکر احوال فخر عالم مین اور اس ہیئت کا ممنوع اور بدعت ہونا بھی ہمکو صحابہ سے ہی منقول ہوکر معلوم ہوا ہے اب مولف کی عقل ناتمام کو دیکھنا ہے کہ جواز درس ذکر فخر عالم کو یہان ثابت کرتا ہے اور مانعین کی مراد سے بالکل بیخبر ہے کہ وہ ان ہی امور کا

خلاصہ یہ ہے کہ ذکر ثابت الاصل ہے عہد صحابہ مین تقاضا کرکے وصف حضرت کا سنتے تھے اور اوس مین دل لگاتے تھے ترمذی نے شمائل مین روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے سوال کیا ہند ابن ابی ہالہ سے وکان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی وہ بہت وصف کیا کرتا تہا حلیہ شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وانا اشتہی ان یصف لی شیئا اتعلق بہ اور مین یہ چاہتا تہا کہ وہ مجکو وصف سناوے کچھ صورت مبارک کا اور دل لگاؤن مین اُس سے الی آخرہ۔ اب دیکھئے یہ حضرت امام حسن نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت وفات حضرت سات برس کے تھے اتنی عمر والا اپنے اقربا کی صورت بھولا نہین کرتا حالانکہ یہ صاحبزادہ رضی اللہ عنہ تو کمال ذہین اور ذہین اور قوی الحفظ تھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث حفظ کرکے روایت فرماتے تھے چنانچہ صحاح ستہ کے چند ائمہ حدیث نے قنوت وتر کی حدیث ان سے روایت فرمائی ہے اور اسماء الرجال مین اونکو صحابہ مین شمار کیا ہے پس ظاہر ہے کہ ایسا صاحب حفظ ایسے پیارے نانا جان کی صورت جو ہردم گود مین رکھتے تھے کندہے پر چڑہا لیتے تھے نہین بہولے تھے بلکہ مزا لینے کے لیے کہ تذکرہ حضرت کا موجب سرور قلب ہوا اور خوب سُنکر دل مین اچھی طرح منضبط کرین اس لئے ہند ابن ابی ہالہ سے سوال کیا کہ سناؤ مجکو وصف شکل مبارک کا پس بیان کیا ہند ابن ابی ہالہ نے وہ حدیث طویل ہے شمائل مین مذکور ہے اور ہند ابن ابی ہالہ کی نسبت جو یہ لفظ آیا کان وصافا عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لفظ وصافا صیغہ مبالغہ کا ہے اور مبالغہ کثرت سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ وہ کثرت سے بیان فرماتے رہتے تھے حلیہ شریف کا اور اسیطرح دارمی وغیرہ محدثین ابو عبیدہ سے کہ وہ تابعی ہے مقبول بین المحدثین روایت کرتے ہین کہ ابو عبیدہ نے پوچھا مسماۃ ربیع صحابیہ سے کہ وصف سنا مجکو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ بولی لو رایتہ لقلت الشمس طالعۃ اور اسی طرح بیہقی نے روایت کی کہ ابو اسحاق جو ایک تابعی جلیل القدر ہے اوسنے ایک عورت صحابیہ سے پوچھا کہ بیان کر مجھسے کہ کیسے تہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت کالقمر لیلۃ البدر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ غرض اس قسم کی بہت روائتین موجود ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ و تابعین مین بہت تذکرہ آپکے اوصاف کا رہتا تہا عہد صحابہ مین اور اس زمانہ مین بس اسیقدر فرق ہو کہ اوسوقت مین مختصر طور پر روائتین بیان ہوتی تہین اب تفصیل اور تطویل سے ہوتی ہین جسطرح علم حدیث کا حال ہے حضرت شاہ ولی اللہ انتباہ مین لکھتے ہین کہ صدر اول مین حدیث لکھنے کا دستور نہ تہا یعنی عام مین حدیث کا تذکرہ اور یادگاری زبانی ہوتی تہی بعد اوسکے حدیثین لکہی جانے لگین اور ایک صدی کے بعد بہت اہتمام کتابت کا ہوا پھر دوسری صدی کے بعد پوری طرح پر کامل تصنیفین ہونے لگین انتہی غرض کہ یہ جو کتب احادیث مین ابتک ایک قسم کی حدیثون کا باب الگ نماز کی جسقدر حدیثین ہین وہ محدثون نے

ممانعت کرتے ہین کہ جسکی ممانعت منصوص ہے **قولہ** خلاصہ یہ ہے کہ ذکر ثابت الاصل ہے الی قولہ غرض اس قسم کی بہت روائتین ہین کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر آپکا صحابہ و تابعین مین بہت رہتا تہا فقط **اقول** اصل ذکر اور کثرت اس ذکر کا کسیکو انکار نہین من احب شیئا اکثر ذکرہ ثابت ہے مگر مولف کی مُراد کا اس مین کہین نام و نشان نہین کیونکہ نفس ذکر کا کوئی مانع نہین قیود مین کلام ہے نہ ذکر مین یہ مولف کی فقط کم فہمی ہے ہان ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبقہ عاشق فخر عالم کا تہا بار بار ذکر آپ کا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ عاشق خلاف امر و رضا محبوب کے ہرگز نہین کرتا تو جو کچھ اونکا ذکر تہا وہ عین محبت تھی اور جسکو اونہون نے اس ذکر مین خلط نکیا بلکہ اوسکی مذمت کی وہ ممنوع تہا پس اوس طبقہ کی منزہ کات و مذمیات جملہ شنیع ہوئی سو قیود مروجہ مجلس ہمارے وقت کی مذموم ہوئی مگر مولف کو فہم نہین **قولہ** عہد صحابہ مین اور اس زمانہ مین الخ **اقول** یہ شرح وبسط روایات کی اور تالیفات

یہ جگہ جمع کردین اور زکوۃ کی ایک جگہ یہہ بات پہلے نہ تھی پس اسی طرح وہ جو روایتین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد
رضاع وغیرہ کی بابت صحابہ مین منتشر متفرق تھین ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل مین آیا اونکو ایک جگہہ جمع کردیجیے تب محدثین نے انکو جمع
کیا اور رسالے بنگئے سیکڑون رسائل میلاد یہ تصنیف ہوگئے از انجملہ مولد شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے مورد الصادی فی
مولد الہادی اور لکھا محمد بن عثمان لولوی دمشقی نے الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جزری نے عرف التعریف
بالمولد الشریف اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ سبکا نام لکھنا طول کو پہنچاتا ہے غرضکہ علامہ سخاوی اور
ابن حجر وغیرہ محدثین ہجری نے تصریح کیا ہونا اس خیر بات اور جمع کردینا اس قسم کی روایات کا ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس مین نظما ونثرا اپنی بلا سعادت
سمجھا اور پڑہے جانے لگے وہ رسائل محافل مین پھر فارسی زبانون نے فارسی زبان مین اور بلاد رومیہ مین ترکی زبان مین اور ہندوستان مین
ہندی زبان مین ترجمہ ہوکر پڑہے جانے لگے اور یہہ ذکر پاک بسکہ موجب فرحت وسرور تہا اس مین بعض سامان سرور مثل زینت مجلس اور استعمال بخور و
طیبات اور اطعام طعام وشیرینی واجتماع اخوان وخلان بھی داخل اور شامل ہوگئے ان امور کے شامل ہونیکو علماء نے جائز رکھا اور وہ جو
سند فتوی مجتمع فیہ چوبیس علماء کے مسطور حاشیہ ہذا مطبوع ہوئے ہین اور سکے صفحہ تیسرے پر ایک عالم محدث نے ان امور زوائد کے منع پر دلیل
سنن وضلالت کا اور جمع ہونا جوامع ورسائل کا سب حق ہے مگر مولف کی غرض کسی سے حاصل نہین ہوتی **قولہ** اور یہ ذکر پاک بسکہ موجب
فرحت وسرور تہا **اقول** یہ تو مولف بھی اقرار کرتا ہے کہ یہ سامان سرور قرون ثلثہ مین نہین ہوئے بلکہ چھ سو کے آخر مین ہوئے پس اگر اسپر
وہ فعل شیخ شیخ کا جو صلوۃ رغائب مین ہے میز کیا جاوے کہ ائمہ مجتہدین تک کبھی اسکا وجود نہوا اور یہہ علامت بدعت ہونے اوسکی ہے
وحجت کا فی ہے مگر ہم اوس سے درگذر کرکے کہتے ہین کہ ان سامان سرور کا ادخال اس ذکر مبارک مین اگر کسی نص سے ثابت تہا تو مولف
کو پیش کرنا اوسکا واجب تہا کہ محل اثبات ہے ورنہ اگر محض قیاس ہے تو قیاس خلاف نصوص کے مردود ہوتا ہے پس ہرگاہ کہ بموجب تقریر بالا
متحقق ہوگیا کہ قیود بیین خلاف ہے یہ ثابت ہے کہ بدعت ہوتی ہے تو مجوزین علماء دین کی یہہ تجویز بزعم مولف خلاف نص کے ہرگز معتبر نہین ہوسکتی
اور ابتدا بالضرور ایسے خوش طور سے ۔۔۔ امور مباحہ اتفاقاً سرزد ہوتے تھے اور اباحت کے درجہ سے نہ بڑھتے تھے اور
عوام کے اعتقاد کے فساد تک نوبت نہ پہونچتی تھی لہذا اوس وقت مین علما نے انکار نہین کیا تہا مگر اسوقت مین وہ امر نہین رہا معاملہ قلب
ہوگیا یہ سب بدعت ومکروہ بنگیا چنانچہ شرح منیہ کی روایت ہم نقل کرچکے ہین اور شرح منیہ کے قول کے جملہ علماء مقر ہین اور جو امور منکرا سوقت
مین پیدا ہوگئے مثلاً اسراف روشنی ورلباس ممنوع وغیرہ وہ اوسوقت مین مطلقاً نہ تہا پس مولف کو کوئی حجت باقی نہین محض سفسطہ زبانی ہے
قولہ اور وہ جو چند فتوی مجتمع قریب چوبیس صفحہ الخ **اقول** اول مولف نے قران کی آیت لکھی اور پھر روایات بیان حلیہ کی لکھی
اور کچھ بیان تدوین رسائل حالات دسیر فخر عالم کا لکھا اور پھر تراجم اوسکے زبانہائے مختلفہ مین ہونا لکھا تو چونکہ یہ سب امور متفق علیہا تھے اور اس سے
کچھ بھی مدعا مولف کا ثابت نہوتا تہا تو ناچار فعل ملک اربل کا اپنے مدعا کے واسطے نقل کیا کہ امور سرور اس ذکر مین داخل ہوئی اور معلوم
ہے کہ ایسے افعال سے کوئی حکم کسطرح ثابت ہوجاوے چنانچہ اوسکے قول مین اس احقر نے لکھدیا ہے تو اوس قصہ قول خود مولف کے نزدیک بھی
قابل حجت نہ تہا مگر کیا کرے جب کوئی دلیل نہو تو ایسے ہی اقوال ساقطہ سے نفس پروری ہوویگی پھر بعد اوسکے یہ مولف نے سوچا کہ مولانا

قایم کی ہے عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ قال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال رواہ الترمذی یہہ حدیث مشکوۃ کے باب العطاس میں ہے اور غرض اس محدث کی اس حدیث سے یہ ہے کہ السلام علی رسول اللہ ایک امر مستحب ہے لیکن چونکہ وظیفہ عطاس پر برخلاف منقول اس شخص نے یہہ کلمہ زیادہ کر دیا اسلیئے عبد اللہ ابن عمر نے اوسپر انکار کیا بنا برعلیہ مولد شریف میں بہی جو چیزین زاید ہین وہ بدعتین قابل انکار ہین **جواب** اوسکا یہہ ہے کہ مشکوۃ المصابیح مین یہہ حدیث مذکور نقل کر کے لکہا ہے ہذا حدیث غریب شیخ محدث دہلوی نے مقدمہ مین لکہا ہے

احمد علی صاحب اس ادخال سرود کو اپنے جواب مین باطل فرما چکے ہین سماحلت کا ضم تو یکطرف وہ تو خود ضم مستحب کو بہی بغیر اذن شرع کے بدعت بنا چکے تو مولف کو اوسکے جواب کی فکر ہوی کیونکہ جبتک وہ قول رد نہ ہو لیوے تو مجلس مولود مروجہ کی ہرگز درست نہین ہو سکتی لہذا مولف نے اوسکا جواب لکہنا شروع کیا ہے اور حاشیہ پر مولوی صاحب کی نسبت شرکت مجلس مروجہ اور قیام کی تہمت اور تکذیب اسکی کہ یہ ادن کا فتوی ہے اور شہادت حافظ عبد الکریم خان کی لکہتا ہے اسکا جواب بجز اسکے نہین دیتا ہون کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین مولانا مرحوم ہمیشہ اس مجلس کو بدعت فرماتے رہے اور مولانا کا مہری دستخطی یہ فتوی موجود ہے پس بندہ اسکے کذب اتہام سند رحیہ حاشیہ سے اعراض کر کے اول یہ کہتا ہے ناظرین بغور سنین کہ سابقا کلیہ شرعیہ ممہد ہو چکا ہے کہ مطلق کو مقید کرنا بدعت ہے اور شارح منیہ نے بہی صلوۃ رغائب مین اس کلیہ کو مسلم کر کے اس کلیہ سے کراہت و بدعت ہونا صلوۃ رغائب کا ثابت کیا ہے اب بندہ یہان کچہہ اور بہی مطلب لکہتا ہے بخاری مین ہے کہ حضرت ابن عمر نے مسجد مین لوگون کو صلوۃ ضحی پڑہتے دیکہکر فرمایا کہ یہ بدعت ہے حالانکہ صلوۃ ضحی سنت مستحب ہے اور مسجد مین جانا بہی مستحب ہے مگر چونکہ وہان اجتماع اس صلوۃ کا مسجد مین پڑہنا نہ تہا تو اوسکو بدعت فرمایا اور اوسپر انکار کیا اور حضرت عبد اللہ ابن مغفل صحابی نے جہر بسم اللہ کو فاتحہ کے ساتہ نماز مین بدعت منکر فرمایا حالانکہ بسم اللہ ذکر ہے اور جہر بذکر ممنوع نہین مگر چونکہ یہان جہر منقول نہ تہا اوسکو بدعت فرمایا یہ حدیث ترمذی وغیرہ کتب احادیث مین مذکور ہے امام صاحب کے نزدیک عید الفطر مین تکبیر بجہر راہ مصلی مین بدعت ہے اسواسطے کہ یہان اونکے نزدیک یہ تکبیر خفیہ ثابت ہوی ہے سو جہر غیر مورد شرع مین بدعت ہوا حالانکہ جہر بالتکبیر والذکر مستحسن ہے اور بحر الرائق مین کہتا ہے لان ذکر اللہ اذا قصد بہ التخصیص بوقت دون وقت او بشئی دون شئی لم یکن مشروعا مالم یرد بہ الشرع۔ عالمگیریہ کہتا ہے یکرہ للانسان ان یخص لنفسہ مکانا فی المسجد یصلی غرض ان سب سے یہی ثابت ہے کہ کسی اطلاق شارع کو قید زمان و مکان و ہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے بدون اذن شارع کے پس اس کلیہ سے جو مسئلہ تمام امت کا ہے اور ان احادیث اور روایات فقہاء مجتہدین سے خوب محقق ہوا کسی حکم کا کسیوجہ سے تبدیل تغیر نہین چاہیئے نہ کمی سے نہ زیادتی سے نہ تبدیل وصف سے پس مولوی صاحب نے یہی حدیث صحیح ترمذی کی اس اثبات مین تحریر فرمای تہی تو مولف نے اول تو بحث تنقید حدیث مین لکہا اور پہر معنی حدیث مین کلام کی ماشاء اللہ تعالی یہہ سلیقہ اور یہہ بحث اگرچہ بندہ کی عادت شعر اشعار یا امثال کے لکہنے کی بوجہ اختصار کے نہین مگر یہان بیساختہ طبع نے یہہ شعر لکہا ؎ ظہور حشر نہ ہو کیون کہ کلچڑی کنچنی * حضور بلبل بستان کرے نوا سنجی * سبحان اللہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم محدث کی حدیث نقل کردہ اور اوسکی تنقید مین عبد السمیع کلام کرے قیامت آی صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توسد الامر الی غیر اہلہ فانتظر الساعۃ رواہ البخاری خیر اب سب لوگ مولف کے علم کو بغور ملاحظہ فرماوین مولف کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے مگر شرم نہین کرتا کہ خود ضعاف بلکہ

رہان مقام الطعن فی الحدیث وہذا ہو المراد من قول صاحب المصابیح ہذا حدیث غریب اور بعضی حدیث غریب صحیح بھی ہوتی ہے اور
بعضی حسن بھی ہوتی ہے سو عادت ترمذی کی ہے کہ اوسکو کھول کر کہدیتا ہے کہ ہذا حدیث صحیح غریب یا حسن غریب اور جبکہ بیان کرے
لفظ حسن اور صحیح کا تو مراد اوس سے وہی مطعون ہونا اوس حدیث کا رہگیا اور اس حدیث کو ترمذی نے یہی لکھا کہ ہذا حدیث غریب پس حدیث
مطعون فیہ حجت نہ ٹھیری اور بالفرض والتقدیر اگر مطعون فیہ کو بھی مسلم رکھیں تو جائز ہے یہ بات کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر نے اوس شخص کی
انکار السلام علی رسول اللہ کہنے سے اسلئے کیا ہوگا کہ اس باب مین صیغہ نہی رسول اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے در مختار کی کتاب الذبائح مین ہے
قال علیہ السلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح اور نہی رسول اللہ علیہ وسلم کے مقابل مین جو چیز ایجاد ہوگی اوسکو ہم بھی منع کرتے
ہین کیونکہ وہ خلاف شرع ایجاد ہوئی اور جس مقام پر نہی شرعی وارد نہین ہوتی وہان زیادہ کرنا ایسی چیز کا جو مستحسن اور مباح ہوتی ہے فقہا منع
موضوعات سے حجت نہیں بدعت چہلم وفاتحہ وغیرہ پر لاتا ہے اور مولانا احمد علی صاحب کی قولہ حدیث صحیح کو محض اپنے جہل سے ضعیف بتاتا ہے
اور حق تعالی سے نہین شرماتا مولف وجہ ضعف کی لکھتا ہے کہ ترمذی نے اوسکو غریب کہا ہے اہ جہان غریب مطلق بلا قید صحیح یا حسن کے وہ
ضعیف ہوتی ہے مگر یہ قول مولف کا محض غلط اور مطلق جہل فن حدیث سے ہے اسواسطے کہ غریب اصطلاح ترمذی وغیرہ جملہ محدثین مین وہ
ہے کہ اوسکی سند مین کسی جگہ راوی منفرد ہو جاوے چنانچہ خود مقدمہ شیخ مین جو مولف کی نظر مین ہے یہ لکھا ہے الحدیث الصحیح ان کان راویہ
واحدا یسمی غریبا الخ اگر چند سطر پڑھکر مولف دیکھ لیتا تو شاید سمجھ جاتا اور جو کچھ سلیقہ رکھتا تو خود علل ترمذی کو کسی عالم سے پڑھکر سمجھ لیتا مگر اوسکو
صحبت تو ماموں حبشی کی ہے پس یہ حدیث ترمذی کی موافق اصطلاح ترمذی کے غریب اور صحیح ہے کیونکہ مشکوۃ مین ترمذی کے لفظ نقل
کرتا ہے ترمذی نے اپنی کتاب مین اوسکو غریب کہا ہے اور خود وجہ غربت کی بیان کردی ہے کہ زیاد بن الربیع منفرد ہے اور حالانکہ زیاد بن
الربیع بخاری کی رواۃ مین ہے پس ہر حال لفظ غریب کا دیکھ کر آنکھ بند کرکے مولف کا حکم ضعف کا کرنا کسقدر جرأت وسفاہت ہے دوسرے
یہ کہ تمام راوی اس حدیث کے ثقہ اور مقبول ہین نووی بھی ضعیف نہین پس اسکو ضعیف اپنی رائے سے کہدینا جرح ثقات علماء پر کرنا اور طعن
ضعف کا مقبولون پر کرنا کسقدر بد دیانتی ہے تیسرے یہ کہ شیخ نے اپنے مقدمہ مین لکھا ہے والغریب قد یقع بمعنی الشاذ شذوذا ہو من اقسام
الطعن وہذا ہو المراد من قول صاحب المصابیح الخ تو مولف اسکو نہ سمجھا اور حکم بالغریب ضعف کا حکم دینے لگا اول تو خود شیخ بلفظ قد یقع کہتا ہے
کہ جو ندرت اطلاق پر دال ہے مولف نے اوسکو قاعدہ کلیہ سمجھ لیا دوسرے یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ دیگر محدثین اور ترمذی کی پس مشکوۃ
اگرچہ تخریج مصابیح ہے مگر صاحب مشکوۃ نے یہ لفظ غریب کا تو مصابیح سے نقل نہین کیا یہ نہین لکہا قال محی السنۃ ہذا حدیث غریب جو مولف
اس اصطلاح پر حدیث کو ضعیف کہدے بلکہ صاحب مشکوۃ تو صاف کہتا ہے رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب جسکو اندھا آدمی بھی جان
جاوے کہ قال ترمذی ہے نہ صاحب مصابیح اور یہ اصطلاح مصابیح کی ہے نہ ترمذی کی اور یہ قاعدہ کہ اطلاق غریب کا ضعیف پر ہووے ترمذی کا
قاعدہ نہین غرض مولف کو خود مقدمہ شیخ کی بھی فہم نہوئی اور خواہ مخواہ حدیث کو ضعیف لکھدیا اور کچھ بصیرت نہ آئی نہ رواۃ کو دیکھا نہ اصطلاح کو
سمجھا نہ مقدمہ شیخ کو خوب دیکھ لیا نہ خود ترمذی کو دیکھا الحاصل یہ حدیث ہرگز ضعیف نہین اور حجت اس سے نہایت قوی ہے ۵
گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ + سب ناظرین کو مولف کی تنقید کا حال تو واضح ہو لیا اور علم کا مایہ جو جہل مرکب ہے بھی محقق ہو گیا

منع نہین فرماتے اسکی دو نظیرین لکھتا ہون باقی جس شخص کی نظر فتاوی پر ہوگی وہ اور بھی نظیرین نکال لیگا ایک یہ کہ سب جانتے ہین کہ صحیح متفق

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درود تعلیم فرمایا ہوا واسطے جلسۂ التحیات کے یہ ہے اللھم صل علی محمد الی آخرہ لیکن اگر کوئی آدمی اسمین لفظ سیدنا زاید

کرے واسطے آداب تعظیم کے یعنی یون کہے اللھم صل علی سیدنا محمد اسکو صاحب در مختار نے افضل اور مندوب لکھا ہے وندب السیادۃ لان زیادۃ

الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ - دوسری نظیر یہ کہ فقہا زیارت مدینہ منورہ مین زادہا اللہ شرفا و تعظیما یون لکھتے ہین و کل

ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا - اس عبارت سے یہی معلوم ہوا کہ بہتر اوس بات کی زیادتی جو ملفت سے منقول نہ ہو بہی ہو دسے اور

کہ علم موتت کا طاق ہین رکھا ہے سینہ ہین اب بحث معنوی سنو مولف کہتا ہے کہ بالفرض اگر اس حدیث مطعون فیہ کو مسلم بھی رکھین تو جایز ہے

کہ حضرت ابن عمر نے لبسبب نہی کے منع کیا ہے کہا خوب فہم مولف پر ہزار آفرین اول تو دوسری حدیث اسکی ہے باب فصل مین ہے عن سالم

بن عبید انہ کان مع القوم فی سفر فعطس رجل من القوم فقال السلام علیکم فقال علیک وعلی امک لرجل فی نفسہ قال اما انی لم اقل الا ما

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطس رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی امک اذا عطس احدکم فلیقل

الحمد للہ رب العالمین الحدیث تو اب مولف بتلادے کہ وہان تو احتمال نہی صریح کا نہ السلام علیکم کے الفاظ مین کوئی نہی وارد تھی جو خود فخر عالم

نے اعتراض کیا اور خود وظیفہ اوس محل کا تلقین فرمایا پھر صاف اوس حدیث کی تائید ہو گئی کہ جس مقام مین جو ذکر وارد ہے وہی ہے اوس جگہ

تبدیل تغیر نہ چاہیے جیسا تبدیل مین تغیر ہے تقیید مین بھی تغیر ہے دونون ناجائز ہوے خواہ زیادہ ہو خواہ تبدیل سے ہو دوسرے یہ

احتمال نکالنا مولف کا کہ جائز ہے کہ لبسبب نہی کے یہ اعتراض حضرت ابن عمر کا ہوا ہو اوس وقت درست ہو سکتا ہے کہ تقیید مطلق کا قاعدہ

شرع مین کچھ مخفی ہو ہر گاہ کہ یہ امر خود فخر عالم سے لیکر تمام مجتہدین تک مسلم رہا تو پھر ایسا ضعیف احتمال نکالنا کس عقل کا کام ہے حالانکہ ابن

عمر خود حدیث مین اس احتمال کو رفع فرما رہے ہین فرماتے ہین لیس ہکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کہ یون تعلیم ہمکو نہین فرمایا بلکہ یہ

تعلیم فرمایا ہے یہ نہین فرمایا کہ نہانا ان نصلی فی ہذا الموطن جس سے ہر اہل علم دریافت کر لیتا ہے کہ وجہ اعتراض کی زیادہ بالرای تھی مگر مولف کو چشم

حق بین کہان ہے جو سمجھتا اور دیکھتا اوسکو تو احتمال خلاف عقل فرض کر لینا اور ہوکنے سے نکال دینا اور اپنا علم مشکوک ظاہر کر دینا ہی آتا ہے تیسرے

یہ کہ مولوی صاحب نے یہی تو فرمایا ہے کہ حد مقرر شارع پر بدون اذن کے زیادہ بدعت ہے اور خود شارع ہے کہ بدعت منہی عنہ ہے بقولہ علیہ السلام ایاکم

ومحدثات الامور جب آپنے ایاکم کا لفظ فرمایا تو یہ غایت درجہ کی نہی ہوگئی ہے تو بہر حال بدعت بھی منہی ہوئی پس مولوی صاحب بھی یہان نہی کا

اقرار فرماتے ہین مولف نے کیا خاک جواب دیا اور کیا مقصد حاصل کیا مولف خود کہتا ہے کہ نہی کے مقابل جو چیز یاد ہوگی ہم بھی اوسکو منع کرتے ہین تو

بدعت بھی منہی ہے اگر کوئی بدعت کا ایجاد کریگا نہی کا مقابلہ یہان بھی موجود ہے نہایت الامر یہ ہے کہ جسکی صراحۃ نہی نہین بلکہ احادیث کلیہ کی

ضمن مین ہے وہ بدعت ہے اور جسکی صراحۃ نہی ہے وہ منہی ہے پھر اس فرق سے کیا نفع مولف کو حاصل ہے کل بدعۃ حرام تو نہی ہی رہی اور

زیادہ علی طیف الشرع منہی عنہ اور بدعت ہوا مولف بھی اوسکو منع ہی کریگا تو اس جواب کا حاصل ہی کیا نکلا سوا اے الفاظ کے کوئی معنی نہی اس کے

ہین بلکہ اور تاکید ہوگئی کہ مولوی صاحب نے نہی دلالۃ فرمائی نہی بدعت سے نہ صراحۃ نہی کا اسمین اقرار کر لیا اسے دلالۃ نہی کا اعتبار نہین اور بدعت

کا ایجاد درست ہے یہ امر مولف تو کیا کوئی مسلمان بھی نہین کہیگا پس تو حاصل تقریر مولف کا یہ ہوا کہ اگرچہ بدعات زیادہ وغیرہ کی حرمت پایا

تیکہ باعتبار زیادہ نہو یہ کچھہ ضرور نہین بلکہ اپنی طرف سے جو کچھہ حرکات و سکنات اسود با نہ کریگا سب بہتر ہین بدون تعظیمات ہین نا ظر مخیر ہے خلاصہ یہ کہ
حدیث عطاس میں اوس شخص کا زائد کرنا لفظ السلام علی رسول اللہ مقابل نہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تہا اسلئے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے

نہی صریح سے بدعت مت کہو یہ اصلاح مولف کی محض بیجا ہے سو تطویل ہوئی او پھر وہ بھی احتمال کے ساتھ اور تردد سے کہتا ہے کیونکہ لکہتا ہے
کہا یا ہے کہ اسلئے انکار کیا ہوگا تو دوسرا احتمال بھی مولف کے نزدیک مسلم ہے اور دوسری حدیث اور خود اس حدیث کے لفظ اس احتمال مولف کو
رد کرتے ہین پھر حال زیادہ کرنا بھی مقید کرنا ہی ہے پس وہ ہی تقیید مطلق کا حاصل ہوا اور اعتقاد و عمل بلا اعتقاد اس تقیید کا دونون منکر ہوئے واسطے
کہ شارع نے یہان ایک صیغہ مقرر فرما دیا تہا اسکی جگہ دوسرا صیغہ بولنا بھی بدعت اور نہی عنہ ہے خواہ اعتقاد ہو خواہ بلا اعتقاد اور اوسپر زیادہ
بھی بدعت او نہی ہے خواہ اعتقاد ہو یا نہو ان بزعم مولف کے فقط صیغہ السلام علی رسول اللہ کے زیادہ الحمد للہ پر بدعت نہین بلکہ منہی عنہ ہے مگر بدیدہ
غور دیکھیے کہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی من الشارع مین جیسا بدعت داخل ہے منہیات صریحہ بھی داخل ہین احداث کیواسطے قرن فخر عالم
کا انقضا ضرور نہین سو ایسی جہل کی بات سو مولف کی غرض یہ تہی کہ اگر نہی صریح نہو تو زیادہ درست ہے اور یہ بالکل غلط محض ہے کیونکہ جس کی نہی
صراحۃ و دلالۃ کسی وجہ سے نہو وہ زیادہ درست ہے اما اگر نہی دلالۃ ہوگی وہ زیادہ ہرگز ہرگز جائز نہوویگی غرض کلیات سے تو مولف کو کچھہ علاقہ فہم کا ہونا
تو نہین مدارچہ جزئیات پر اوس کلی ہی یہان رد جسنے اوس کا رد مارا ہی اول زیادہ لفظ سیدنا کی صیغہ درود شریف مین مگر یہ نہ سمجہا کہ جہان
نہین جماعت زیادہ یا تبدیل کی صراحۃ یا دلالۃ موجود ہے وہان نہی کہان ہو سکتی ہے وہ تو خود مادر بہ الشرع مین داخل ہے سو جاذہ زیادہ لفظ سیادۃ
کی تو دیا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ الآیۃ مین موجود ہے کیونکہ معنی صلوۃ کے تعظیم کے ہین اور صلوا کے معنی عظموا لکہتے ہین اور دعا کے معنے ہون اوسکو بھی
تعظیم لازم ہے جسکے واسطے دعا کیجاویگی اوسکی توقیر و تعظیم لازم ہوویگی تہوڑسی عقل کی حاجت ہے سو سمجھہ گا کہ تعظیم فخر عالم کی اپنے بندگان سے حق تعالی طلب
فرماتے ہین تو جو الفاظ و ہیئت کہ تعظیم کے معنے دیویگا وہ خود مطلوب ہوویگا جبتک کہ اوسکے نہی وارد نہو سو یہ نظیر مولف کی کسقدر بیعلمی پر شاہد ہے دوسرا جزئیہ
توقیر و تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعظیم کل ما کان ادخل فی التعظیم الخ اور وہ بھی مناسب اس آیت کے اور آیت وتوقروہ کے ہے کہ حق تعالی توقیر اپنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام
کی فرض کرتے ہین پس توقیر مشروع جسقدر ہو مطلوب ہے اگرچہ درجہ فرضیت کا کسی حد سے حاصل ہو جاوے مگر زیادہ توقیر مشروع سے استحباب کا حاصل
کرنا محمود و مطلوب شرع کا ہے ہان جو اسدرجہ کی توقیر و تعظیم ہو کہ شرع سے ممنوع ہو یا وہ مثلا رکوع و سجدہ یا جیسا کفار ہند کا امر تعظیم سنکا وہ بہی
بینا ہے البتہ یہ ممنوع ہوویگا بہرحال ہر دو نظیر مولف کی وہ ہین کہ نص قطعی سے مطلوب مین منہی ان مین کوئی نہین اور مولوی صاحب نے نہی بدعت
کی نظیر لکہی تہی اور مولف زیادہ اپنی طرف سے اسکو کہتا ہے نہ معنی و مطلب شارع سمجہتا نہین زیادہ اپنی طرف سے بدون اذن شارع کے خلاف اذن درست
نصوص کے مراد ہے اور جو زیادہ موافق نصوص اور حسب اجازت نص کے ہو وہ اپنی طرف سے نہین ہوتی سو زیادہ سیدنا کی اور افعال و
اقوال ادخل فی التعظیم کی اپنی طرف سے نہین بلکہ باذن شارع ہے اور زیادہ السلام علی رسول اللہ کی عطس کے جواب مین اپنی طرف سے ہی علی ہذا
تمام مسائل مین اور جزئیات مین یہی ہے مگر مولف فہم کسکا مانگ لیوے جو سمجہے واہ سبحان اللہ کیا عمدہ جواب دیا کہ جسکا سر ہے نہ پاؤن مطلب مولوی
صاحب کا مولف اقرار کرتا ہے اور اپنے زعم مین رد کر رہا ہے اب آگے تفریع مقصود مولف کو سنو **قولہ** خلاصہ یہ کہ حدیث عطاس الخ **اقول** پہلے
تو مولف اوسکو احتمال و تردد سے کہتا تہا یہان اوسکو یقین ہو گیا کہ نہی صریح کے مقابلہ کی وجہ سے رد حضرت ابن عمر کا تہا مگر اوپر دو نہج ہولیا کہ یہان بدعت

اوسکو منع کیا اور مولد شریف مین جو بعض امور ملحقہ ہین اونکی نہی شرع مین وارد نہین پس قیاس کرنا امور غیر منہیہ کو منہیہ پر صحیح نہین الحاصل محققان بالغ نظر نے ان امور ملحقہ کو محفل مولد شریف مین جائز رکھا اور وہ جو اعتراض شمول ان امور مین کرتے ہین کہ ان لوگون نے مطلق کو مقید کر دیا اسکا جواب بعد سوال بعد اعتراضات متفرقہ مین بیان کرینگے خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز کلام علماء ربانی مین موجود ہے از انجملہ عبارت ملا علی قاری کی جو اونکی

کتاب مورد الروی فی مولد النبی مین ہے لکھی جاتی ہے واما ما یبتدع من السماع واللہو وغیرہا فینبغی ان یقال ما کان من ذلک مباحا بحیث لا یقتضی

ہونیکی وجہ سے تہا اور نہی صریح بھی اگر ہو تو یہی حاصل ہوگا زیادہ بدون اذن شارع کے درست نہین اور نہی خواہ صریح ہو خواہ دلالۃ ہو ملغ زیادہ ہے اس تغیر سے مولف کو کوئی نفع نہین ملا محض لغو تحریر کی ہے اور یہ سب لغو حرکت ادخال زیب زینت کیواسطے کرتا ہے پہر کوئی دلیل نہین لایا اس حدیث کی جو تو پہلے کی وہ بھی خلاف مراد مولف کے کچھ نافع نہولی اور جو تضعیف حدیث کی کرتا تہا اوس سے بھی محروم بے نیل رہا اب اوسکی زیب و زینت بدعت محضہ رنگینی سنو کہ زیب و زینت و شیرینی کی بحث شرح سوال مین ہو چکی ہے اوس سے معلوم ہو چکا کہ وہ سیات منہی عنہ نصوص ہے اور بدعت منکرہ ہین اور جو محققان نا بالغ نظر مولف کے مجوز منہیات شرعیہ کے ہین اگرچہ نہی دلالۃ ہی ہو وہ اور اون کا قول بمقابلہ نصوص اور روایات مجتہدین کے ہرگز معتبر نہین اور تفصیل منہیات کی جو مولود کی مجلس اونکو مشتمل ہے کچھہ شرح سوال مین گذر چکی اور کچھہ مولف کے لمعات باطلات مین ذکر اسکا ہو جاویگا پس مولف کا یہ قول کہ امور ملحقہ کی نہی شرع مین وارد نہین کسقدر جہل شرع سے ہے خلاصہ یہ ہے کہ مانعین علماء تو کلیات بالخصوص جزئیات مجتہدین سے منع کو ثابت کرتے ہین اور مولف سے بجز اسکے کہ علماء دین نے جائز رکہا محققان بالغ نظر نے درست جانا فلان شریک ہوا فلان کرتے رہے اور کچھہ حجت نہین اور یہ قول بعد ثبوت ہرگز حجت شرعیہ نہین ہو سکتا اپنا دل خوش کر لو مگر اہل علم کے نزدیک کوئی دلیل نہین اور طرفہ تماشا ہے کہ مولوی احمد علی صاحب نے نقش قدم کو مندوب فرما کر کسی امر مباح سے اوسکا مقید کرنا اور اوسکے اطلاق کو تخصیص لگانا حسب دلائل شرعیہ بدعت فرمایا ہے اور خود مولف بھی صفحہ ۰ مین بحث فاتحہ مین تقیید اطلاق شارع کو بدعت اور قائل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے اور پہر یہان بہول گیا اور راہ مخالفت کی چلا حالانکہ عقیدہ عوام کا یہان بہی تقییدات کی ضروری ہونیکا ہے الحاصل قیود محفل میلاد کے اثبات مین مولف حجت شرعیہ سے تو عاجز ہے ہاتھ پانون مار کر ناچار اقوال علماء پر قناعت کرتا ہے اور بے تیل مراد لوٹ آتا ہے کما لا یخفی **قولہ** خلاصہ یہ کہ ان امور مستحسنہ کا جواز الی قولہ از انجملہ اصل عبارت ملا علی الخ **اقول** مولف عاجز ہو کر جب سب نصوص سے بدعت ہونا امور ملحقہ کا معلوم ہوا تو قول مورد الروی کا لایا کہ جس سے عوام کو دہوکا جواز امور ملحقہ کا ہو جاوے پس اولاً تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جب نصوص و اقوال مجتہدین سے بوجہ تقیید و تعیین کے بدعت سیئہ ہونا ان امور کا ثابت ہو گیا تو مقابلہ اوس کے علی قاری کا قول یا کسی کا قابل التفات نہین سب فضول ہے مگر چونکہ مولف اس قول کے ذریعہ سے اضلال خلق اپنی کج فہمی سے کرنا چاہتا ہے لہذا اصل مطلب اسکا لکھنا مناسب ہوا پس سنو کہ امور ملحقہ ذکر مولود کے ساتھہ دو قسم کے ہین یا وہ کہ اول سے ہی حرام و مکروہ شرعی ہین وہ تو خود ہر حال ممنوع ہین جیسا روشنی زائد از قدر حاجت کہ اسراف اور حرام ہے قال اللہ تعالی ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیہ۔ اور حضور امارد کا خصوصاً جمیع الوجہ

مجمع شباب و فسقہ مین اور لباس حسن کے ساتھ حرام ہے الامردان کان صبیحا فحکمہ حکم النساء وہو عورۃ من قرنہ الی قدمہ لا یحل النظر الیہ عن شہوۃ کذا فی عالمگیریہ و در مختار اور حضور فساق بلباس خلاف اور ترک نہی عن المنکر کہ یہ سب حرام ہین اور دیگر امور لہو پس ایسے امور کا ہونا تو ہر حال ان

بذلک الیوم فلا باس بالحاقہ وما کان حراما ہو مکروہ کا ممنوع اور اس عمل کو تخصیص کیگئی ساتھ مہینہ مبارک ربیع الاول کے ہر چند وہ تذکرہ ولادت کا سا
تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ سے چلا آتا تھا لیکن یہ سامان فرحت سرور کرنا اور اسکو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اوسمین بھی خاص
وہی بارہویں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد مین ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر مین اور اول یہ عمل ربیع الاول مین کرنا تخصیص اور تعین کے ساتھ

محفل کو منکر بناتا ہے اور حاضر ہونا اوس مین ممنوع ہے اور بعض امور وہ ہین کہ اصل انکی مباح ہے مگر بسبب کسی عارض کے کراہت اونپر
عارض ہوگئی جیسا شیرینی مباح تھی مگر بسبب تاکد کے یا عوام کے ضروری جاننے کے بدعت ہوئی اور بساط و قنادیل وغیرہ جائز تھے مگر وجہ اس
ہی تاکید و اہتمام کے بدعت ہوگئی ہیں علی قاری یہ کہتے ہین کہ جو شے من کل الوجوہ اولا و آخرا مباح ہے وہ تو مباح ہے اور جو شے در اصل مکروہ
ہو یا مباح تھی اور مکروہ ہوگئی وہ ممنوع ہے پس ہر گاہ کہ اس زمانہ کے سب قیود اب بدعت و مکروہ ہوگئی تو اس عبارت قاری سے کس طرح انکار
جواز ثابت ہوتا ہے وہ تو مطلقا مکروہ کو خواہ اصلی ہو خواہ عارضی ممنوع فرماتے ہین سو یہ اشیا اون کے وقت مین داخل ہوئی تھین اس سے
صاف معلوم ہوا کہ اوسوقت مین اباحت کے درجے مین ہرسہ تعین اور قیود تھی اونکا نہ تھا بخلاف اس زمانہ کے کہ اب جملہ مباحات اصلیہ بھی
اس مجلس مین عوام کے نزدیک موکد اور بدعت ہو چکی ہین پس مولف کا استدلال اس عبارت سے محض مغلطہ ہے ہان البتہ جو امر کہ اوسمین کراہت
صلیہ ہو نہ عارضیہ جیسے مجمع علماء کا ہو جیسا مولوی احمد علی صاحب نے تحریر فرمایا وہ جائز و مندوب ہوگا جیسا علی قاری لکھتا ہے مگر مولف اپنی بدعت

کی طرف اس عبارت کو کم فہمی سے لیجاتا ہے خود علی قاری حدیث ابن مسعود بین فرماتے ہین من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ
فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ ومنکر انتہی بہلا جب قاری مندوب کے اصرار کو بدعت کہے مباحات کے اصرار کو
کس طرح بدعت نہ کہینگے پس قاری کی عبارت دلیل واضح ہے کہ قولہ ما کان حراما ومکروہا سے عام ہے کہ کراہت اصلیہ ہو یا عارضیہ دونون مکروہ ہین
اور لحوق مباح کا اوسوقت تک درست ہے کہ اباحت کے درجہ مین رہے اور جہان اصرار و تاکد کا درجہ ہوا مکروہ و بدعت وحظ شیطان بنا پس
اسیطرح تاکد کی شیرینی اور روشنی سب علما نے مکروہ فرمادی اور یہہ سب سامان سرور مولف کے بدعت ہوگئے اور یہ عبارت قاری کی شاہد
مانعین کی ہوگئی سبحان اللہ کیا فہم مولف کا ہے اور کیا عمدہ دلائل پیش کرتا ہے کہ باید و شاید **قولہ** اور اس عمل کو تخصیص الخ **اقول** اب
مولف نے ذیل ادخال سرور کی شروع کی ہے بعد نقل قول علی قاری کے اور ابتداء حال ادخال سرور کا بیان کرتا ہے پس سنو کہ زمانہ صحابہ
و تابعین و تبع تابعین اور چھ سو سال تک ذکر فخر عالم کی ولادت کا اور وقائع قبل ولادت کا اور بعد ولادت کے حالات اور شرح صدر و نبوت اور
بیان احکام و قصص وغیرہا کا تعلیم تعلم کی طرح ہوتا تھا جیسا درس تدریس علوم کا ہوتا ہے نہ اوس مین عقد مجلس تھا نہ اطعام طعام نہ کوئی امر جیسا
کہ خود فخر عالم کے وقت مین تعلیم ہوتی تھی بعد چھ سو کے سن چار مین ملک مظفر نے جو محفل مولد مین ایجاد کیا یہ تھا کہ روز ولادت آپکے مجمع علماء
صلحا کا ہونا اور ذکر ولادت وغیرہ و معجزات کا کر کے کھانا کھلا کر رخصت کرنا چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ حسن المقصد فی عمل المولد

مین لکھتے ہین عندی ان اصل المولد الذی ہو اجتماع الناس وقراءۃ ما تیسر من القرآن وروایت الاخبار الواردۃ فی مبدء امر النبی علیہ السلام

وما وقع فی مولدہ من الآیات ثم یمد لہم سماطا یاکلونہ وینصرفون من غیر زیادۃ علی ذلک من البدع الحسنۃ انتہی پس اس ایجاد مین تعین تاریخ اور اجتماع اور
اطعام طعام کی قید اس فرح کے ساتھ اضافہ ہوئی اور بظاہر مطلق ذکر کو مقید کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمان سیوطی تک یہی رہا بلکہ بعد بھی ایسا ہی

شہر موصل مین ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق مین وہان ایک متقی دیندار شیخ عمر موصلی روزگار سے تھے اونہون نے یہ عمل ایجاد کیا یہ جو لوگون مین مشہور ہے کہ سات سو برس سے مولد شریف نکلا ہے اوس کے یہ معنی کہ بعض خصوصیات کے ساتھ انکے دنون سے ہے ورنہ اصل تذکرہ مولد شریف تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے چلا آتا ہے اور بادشاہون مین اول بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعیین کے ساتھ ربیع الاول مین کیا غرضکہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل مین کی ہر سال ربیع الاول مین تین لاکھ اشرفی لگاکر یہی

جتا تھا اور اس سلطان مظفر اور ابن دحیہ کے حال مین مختلف اقوال ہین کسی نے اونکو عادل ثقہ کہا کسی نے فاسق کذاب لکہا مگر بندہ کو اس تحقیق سے کچھ کام نہین اصل مطلب سے غرض ہے پس اوسوقت ایجاد مین علامہ فاکہانی اور اونکے ہم عصرون نے اسپر اعتراض کیا اور اوسکو بدعت قرار دیا اور ثابت کر دیا کہ اسکی اصل کہین شرع مین نہین کہ یوم حدوث نعمت کو ہر روز یوم سرور ٹھہرایا جاوے اور مطلق امر کو مقید کیا جاوے زمانہ اور ہیئت کے ساتھ کہ اسکی اصل نہین کتاب و سنت سے نہین بلکہ نزع اوس کا موجود ہے پس یہ بدعت ضلالہ ہوا اور دیگر جماعت نے اوسکو بدعت حسنہ قرار دیا ہر چند کہ بعد عاجز نحیف اس قول ان علماء کے بدعت حسنہ ہونیکی توجیہ بسبب حسن ظن سے کرسکتا ہے اور آخر لمعہ مین لکہی جاویگی مگر ظاہر حال وہی ہے جو علامہ فاکہانی نے فرمایا ہے لہذا اسکی ہی تحقیق کرتا ہے الغرض اوس وقت ایجاد مین ہی علماء نے اسپر رد کیا اور پھر ہر طبقہ اور ہر زمانہ مین مانعین برابر رد کرتے رہے اور اوسکو بدعت کہتے رہے آج تک کہ سات سو سال گذرے کسی نے کوئی آیت یا حدیث صحیح جواز ہیئت مین پیش نکی مطلق ذکر ولادت کے فضائل بیان کرتے رہے مولف کہ بہت سے رسائل جمع کرکے مجتہد العصر ہونیکا مدعی ہے اوس نے بھی مطلق ذکر مین ایک آیت اور دو حدیث لکہکر بس آئین شائین بتانے لگا اور خلاصہ دلیل مولف کا یہ ہے کہ تمام علماء کرتے آئے ہین علاوہ ان نے یہ لکہا ہے اول جہول دعوی کیا کہ علماء بالغ نظر نے ان قیود کو جائز فرمایا ہے پھر مورد الروی کی ایک عبارت نقل کی کہ جسکا حال معلوم ہوا کہ موافق کے مفید مطلب نہین اب سلطان مظفر کا قصہ اپنے استدلال مین لایا ہے اور محض تطویل بے سود ہے اپنا ورق سیاہ کیا ہے کوئی مطلب کی بات نہین خلاصہ دلیل اور حاصل غرض اس سے یہ ہے کہ صدہا علماء نے جیسا اس ہیئت موجدہ اس سلطان کو جائز و بدعت حسنہ کہا تو اجماع جواز پر ہوگیا گویا ایک حجت قطعیہ اجماع کی ہوگئی اور بہت خوش ہوئے کہ بڑی قطعی حجت مل گئی پس اے ناظرین اسکی حجت کی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے بغور سنو کہ شریعت مین چار چیزین ہین جس سے جواز اور حلت ثابت ہوتی ہے اول کتاب اللہ تعالی دوسرے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے اجماع امت چوتھے قیاس صحیح مجتہدین کا سوائے اسکے کوئی دلیل شرعی ہرگز نہین پس آیت اور حدیث سوان دونون مین اس ہیئت اور تعیین اور اعادہ سرور کی کوئی دلیل نہین ہان نفس ذکر کی دلیل استحباب کی ہے مگر ان قیود کی دلیل کوئی نہین بلکہ پہلے ثابت ہوچکا کہ قران و حدیث مین ممانعت تعیین و قیود اور تشابہ کفار اور اختلاط فساق اور سبب امور منکیر کی موجود ہے پس یہ دو حجت شرعیہ تو ہرگز مثبت قیود مروجہ کے جواز کی نہین بلکہ نافی اور ناہی ہین تیسرا اجماع امت وہ بھی ہرگز یہان موجود نہین جلال الدین سیوطی حسن المقصد مین لکہتے ہین ولیس فیہ نص ولکن فیہ قیاس علی الاصلین پس ہر گاہکہ خود سیوطی باین وسعت نظر انکار نص کا کرتا ہے تو کس کا حوصلہ ہے کہ نص جواز کی دعوے اور اس قول سیوطی سے جیسا قران حدیث سے نص جواز کا نہ ہونا ثابت ہوا اجماع کا بھی انکار لازم ہے کیونکہ وہ بھی حجت قطعیہ ہے اور خبر واحد حدیث سے اقوی و اقدم ہے جب اوس سے بھی انکار ہوا جب ہی تو قیاس پر جو ظنی ہے سہارا پکڑا اور نہ اجماع کے ہوتے کیا ضرورت قیاس کی تہی اور محل اجماع مین قیاس کب ہوسکتا ہے

منتقل کیا گیا تھا اوسکے زمانہ مین ایک عالم ابو الخطاب بن دحیہ جو حضرت دحیہ کلبی صحابی کی نسل اور اولاد مین تھا جسکی بابت شیخ علا مسند قانی اور
دوسری تاریخ عربی مین لکھتے ہین کہ وہ علم حدیث مین بڑا ماہر پختہ کار تھا علم نحو اور لغت اور تاریخ عرب مین کامل تھا بہت ملکون مین پھر کے اوسنے
علم حاصل کیا تھا اکثر شہرون ملک اندلس مین اور مراکش اور افریقیہ اور دیار مصر اور ملک شام و دیار شرقیہ و غربیہ عراق و خراسان و مازندران
وغیرہ مین خود علم حدیث حاصل کرتا اور دوسرون کو فائدہ دیتا پھر انجام کار سنہ چھسو چار ہجری مین وہ شہر اربل مین آیا یہان سلطان ابوسعید

پس صاف سیوطی نے انکار وجود ہر سہ حجت کا جواز ان قیود مین کردیا اور حال مصلین کا بعد اتمام اس تقریر کے واضح ہوجاویگا اب اورسنو کہ سیوطی نے
جو انکار وجود اجماع کا جواز ان قیود اور اس ہیئت مین کیا ہے اسواسطے کیا ہے کہ اجماع کی تعریف شرع مین یہہ ہے کہ اتفاق مجتہدین صالحین
من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی عصر واحد علی امر قولی او فعلی انتہی من نور الانوار والشرط اجتماع الکل وخلاف الواحد مانع کخلاف الاکثر انتہی
منار پس ہرگاہ کہ خود اوس وقت حدوث مین فاکہانی اور اون کے توابع علما نے انکار اسپر کیا اور بدعت ہونا اوس کا ثابت کردیا تو اجماع
کا وجود کہان ہو سکتا ہے شرعا تو اجماع کے وجود کو ایک فرد کا بھی خلاف مانع ہے اور پھر ہر قرن مین علما خلاف کرتے رہے اور اوسکے بدعت
ہونیکے مقر رہے لہذا وجود اجماع کا ہرگز نہین ہوسکتا اہل علم تو جانتے ہین گو چند ظاہری کثرت کو دیکھکر اجماع سمجھ جاوین جیسا مولف سمجھ رہا
ہے پس شرعا یہ مسئلہ قیاسی رہا اور ظنی ٹھہر گیا اجماع شرعی ہرگز ممکن نہین اور پھر سند اجماع کی بھی ضرور ہے علی المختار قال التوضیح وسند الاجماع خبر
الواحد او القیاس عندنا والجمہور علی انہ لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل او امارۃ لان عدم السند یستلزم الخطا اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطا
انتہی من تلویح پس یہان سند کیواسطے آیت و حدیث تو پہلے ہی سے مرتفع ہے اجماع کس شے پر ہو ہان اگر اون دو اصل پر جو ابن حجر و سیوطی نے
استخراج کی ہین ہوجاتا تو ممکن تھا مگر نہین ہوا جیسے پہلے معلوم ہولیا کہ کسی قرن مین اتفاق سب کا نہوا اور پھر وہ دونون اصل فاسد بھی ہین
لہذا اونکو علما نے قبول نکیا بہرحال اجماع کا نہونا جواز اس ہیئت پر ثابت ہوگیا چوتھے حجت ظنی قیاس سمجھ ہے اور وہی بزعم مجوزین اس
ہیئت مین پائی جاتی ہے چنانچہ سیوطی خود اقرار کرتے ہین اگرچہ بے علم لوگ کچھ کہین مگر حق یہ ہے کہ یہان قیاس بھی صحیح نہین اسواسطے کہ
منجملہ شرائط صحت قیاس کے یہ بھی شرط ہے کہ فرع مین کوئی نص مخالف حکم قیاس کے موجود نہو اگر ایسی نص موجود ہوویگی تو قیاس باطل
ہوجاویگا اور یہہ بھی شرط ہے کہ قیاس فرع مین حکم نص کو متغیر نکرے یعنی مطلق کو مقید مثلاً قال فی التوضیح ولا یصح القیاس ان کان فی الفرع
نص لانہ ان کان موافقاً للنص فلا حاجۃ الیہ ان کان مخالفاً یبطل وان لا یغیر القیاس حکم النص فلا یصح شرطیۃ التملیک فی طعام الکفارۃ
قیاساً علی الکسوۃ لانہا تغیر حکم قولہ تعالی فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین وکذا شرط الایمان فی کفارۃ الیمین قیاساً علی کفارۃ القتل یخالف
اطلاق النص انتہی پس اب سنو کہ سابقاً محقق ہوچکا کہ احادیث سے ثابت ہولیا کہ مطلق کو مقید کرنا ممنوع ہے کہ تغییر حکم شرع کا ہے اور یہ
اجماع تمام امت کا ہے شرح منیہ سے بھی اسکو خوب واضح اسیواسطے لکھا تھا اور ذکر فخر عالم کا اور شکر آپ کے وجود کا نصوص مین مطلق وارد ہوا
ہے مثلاً قولہ تعالی واما بنعمۃ ربک فحدث الآیۃ واشکروا نعمۃ اللہ الایہ پس مطلق نصوص مندب ذکر فخر عالم کو قیاس مقید کسی ہیئت مین
کرنا کس طرح درست ہوگا کہ یہ قیاس خلاف حکم نص کے ہے اور مغیر حکم نص کو ہے پس یہ قیاس ہرگز صحیح نہین ہوسکتا اور حسب قاعدہ اصول
شرع کے یہ قیاس باطل ہے کہ مغیر اور مخالف حکم نص کے ہے پس معلوم ہولیا کہ یہان کوئی قیاس بھی صحیح نہین جیسا تین حجت سابق نہین تہی

مظفر کے لئے مولد شریف تصنیف کیا اوسکا نام رکھا کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر اور خاص آپ اوسکے سامنے پڑھا اور ایکہزار اشرفی انعام
مین سلطان سے پائی منکرین لوگ اس عالم محدث کو باعث مولد شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہین اور اونکی برائی
لکھتے ہین حالانکہ کتب معتبرہ مین اونکی تعریف مندرج ہے اور اسیطرح سلطان مظفر کو بھی برا کہتے ہین اوسکی پلٹنون مین باجا بجتا تھا اس بات سے
منکرین نے اوسپر مزامیر سننے کا عیب لگایا حالانکہ وہ پلٹن کا باجا تھا مثل طبل غازی آلات تھے جہاد مین داخل تھا اس قسم کے طبل وغیرہ

تھے پس بہر جواز مجلس شرعیہ اس امر مین موجود نہین پس ایجاد اس ہیئت و تعیین کا ہرگز جائز نہین بلکہ بدعت ضلالت ہے بغور ملاحظہ فرماوین اب
اُن ہوا اس کو دیکھو جنکو سیوطی فرماتے ہین اصل سیوطی کی تو حدیث عقیقہ کی ہے کہ آپنے اپنا عقیقہ بعد نبوت کے کیا تو سیوطی کہتے ہین کہ آپ کا
عقیقہ تو عبد المطلب نے کیا تہا اور عقیقہ مکرر نہین ہوتا تو یہ ذبح شکریہ اپنے وجود پر جود کا کیا تہا اور اس ذبح کو اوسپر حمل کیا جاویگا اور تشریع امت
کیواسطے یہ شکریہ کیا تہا پس ہمین قیاس ہمکو بھی آپ کے وجود کا شکریہ باجتماع و اطعام کرنا مستحب ہوا۔ پس اول تو سنو کہ سیوطی نے اس
اصل سے نفس شکر مالی کو قیاس سے نکالا ہے کیونکہ اس مین ذبح کا ذکر ہے تاریخ کوئی مذکور ہی نہین اور اجتماع و اطعام کا اس مین کچھ ذکر ہی
نہین پس سوائے شکر کے باقی قیود سب کی سب اونکے نزدیک بھی اصل بدعت و کراہت پر اور حرمت و انکار پر باقی ہین اس امر کو خوب غور
کرلیوین مثلاً تعیین و تقیید مطلق کا اور تشبہ کفار کا اور مداہنت مبتدعہ اور فسقہ کے ساتھ اور اسراف روشنی کا اور دیگر مکروہات کا اس اصل
سے انکو کوئی بوئے جواز بھی نہین ملی اور نصوص قطعیہ سے مخالفت انکی ثابت ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اونکے وقت مین اس استحباب
کو درجہ تاکد کا بھی نہ تہا اور مباح کو اپنی حالت سے تغیر بھی نہین تہا بہر حال اس اصل سے علاوہ سرور دا استحباب قربات مالی و بدنی کا معلوم
ہوا اور بس پس مولد مروج اس زمانہ کو کوئی فائدہ اس سے نہین ہوا دوسرے یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ سفر السعادت مین
اور اوسکی شرح مین شیخ عبد الحق نے فرمایا اما و راسناد آن حدیث سخن ہست و خالی از بُعدے ہم نیست انتہی اور بعض نے اسکو موضوع بھی
کہا ہے بہر حال حدیث ضعیف موجب عمل کے نہین ہوتی پس قیاس اس سے کرنا بھی لائق اعتماد کے نہوگا تیسرے عقیقہ کے معنی
لغوی و شرعی دونون کو سیوطی نے ترک کرکے ایک معنی مجازی لئے کہ دم شکریہ ہے سو بلا دلیل قوی محض احتمال سے ثبوت حکم مذکور کا اس
نہین ہوسکتا چوتھے یہہ کہ حق تعالی نے ایجاد و بعثت فخر عالم علیہ السلام کو منت اور احسان عباد پر فرمایا ہے بقولہ تعالی لقد من اللہ علی المومنین
اذ بعث فیہم الآیہ اور اس منت کا شکر عباد پر واجب کہا ہے بقولہ تعالی واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم الآیہ اور دیگر آیات سے بھی یہہ ثابت ہے پس
مطلب شکر کو حق تعالی نے مطلق رکھا ہے کسی وقت و ہیئت مین مقید نہین کیا ہے اب قید کسی وقت و ہیئت کی اگر اس نص کی ہوویگی تو بھی
قیاس باطل ہوا اور جو محل نص مین قیاس ہوا تو بھی لغو ٹھیرا اور خلاف حکم نص ہے تقیید ہوئی تو بھی باطل ہوگیا ہان مطلق شکر مطلق اوقات مین
فرض نص صریح سے ہوا اس مین کلام ہی نہین جو کچھ بحث ہے تو قیود و تعیینات مین ہے اور پھر یاد دلاتا ہون کہ سوائے افعال شکریہ کے دیگر قیود اپنے
حال پر ہین کہ اس غیر صحیح سے بھی اونکو کچھ علاقہ نہین پانچوین اس حدیث ضعیف عقیقہ مین کوئی قید زمانہ کی نہین کہ کس تاریخ و ماہ مین کیا تہا پھر
پھر کس ماہ ربیع الاول اور تاریخ ولادت ثابت بھی نہین ہوتی کہ ایک امر شکر اس ہیئت کا ہی نفس ذبح ثابت ہوتا ہے کہ اراقہ دم ہے نہ صدقہ نہ کچھ پھر اس کی کوئی قید بھی ثابت نہوئی کہ
اطعام نہ شیرینی نہ اجتماع فقط نسک اراقہ دم ثابت ہے اور بس اور کلام اعادہ سرور مین ہے نہ شکر مین کہ تاریخ معین پر اجتماع ہو یہ سب معین ہے مطلق شکر مین پس اسکو یہ بھی ثابت نہین ہوتا پس قیاس

چیز دیگر دین ودنیا مہر لہو ولعب چیز دیگر اور محفل مین مدائح مصطفی سنکر شدت سرور سے اوسکو وجد ہوتا تہا اُس کا نام ان بھلے مانسون نے رکھا کہ
وہ محفل مین ناچتا تہا اور لکہا کہ اوسکی محفل مین خیال گاے جاتے تھے یہ خاکا اڑایا اسکا کہ یہ اشعار نعت پڑھے جاتے تھے اور اشعار کی تعریف خود
کتابوں مین تصریحاً لکہی ہے کہ اشعار مقدمات خیالی کو کہتے ہین بس کہان تو یہ خیال اور کہان وہ ٹپہ اور خیال ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید
ہنرش در نظر خلاصہ یہ ہے کہ یہ صاحبان صاف طینت باعث مولد شریف کرینگے لاکہ برائی کرین مگر چاند پر خاک نہین پڑتی دیکھو تواریخ عربی مین طومار کے
بھی روم سے درست ہوگا اور اس ہیئت شکریہ پر کسی صحابی اور تابعین سے عادۃ آمد نہوا اگر یہ فعل شرعی کیواسطے نہا تو کیون اون قرون مین بالکل
متروک ہوا اب بعد چہ سو کے اُسپر عمل ہوا یہ اور دلیل اسکی ہے کہ یہہ اصل نہین رکہتا پس یہہ اعتراض فاکہانی کا اس اطلاق حکم شکر کو زمان
وہیئت سے مقید کرنا بدعت ہے کس طرح رفع ہوا اور گیا مراس قیاس سے ثابت ہوا اس اثبات بہ موصی سے تعجب ہوتا ہے نہین نہین بلکہ فاکہانی
کا اعتراض قائم ہے اور یہہ قیاس خود باطل ہے اس سے کوئی قید ثابت نہین ہوتی کما لا یخفی پس صاف ظاہر ہوگیا کہ ہر سہ نصوص کا تو خود سیوطی
اقرار کرتے تھے کہ یہان موجود نہین اصل رابع جو سیوطی نے پیدا کئے تھے وہ بھی ناشے محض ہے پس وضاحت ہمارے زمانہ کے مولود کو تو کسی وجہ سے بھی
مفید نہین چنانچہ ہر ذی عقل پر روشن ہے دوسری اصل شیخ ابن حجر کی سنو صحیحین مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو یوم عاشورا کا
روزہ رکھتے دیکھکر پوچھا کہ تم کیون اسدن روزہ رکھتے ہو یہود نے کہا کہ اس روز مین فرعون غرق ہوا اور حضرت موسی کو نجات ہوئی تو حضرت
موسی نے شکراً روزہ رکھا تہا تو ہم بھی رکھتے ہین تو آپنے فرمایا کہ ہم حق مین ساتھ حضرت موسی کے تم سے پس آپنے روزہ رکہا اس سے معلوم
ہوا کہ روز منت و احسان کے اعادہ سرور کا شکر کرنا درست ہے اب سنو کہ یہہ قیاس بھی درست نہین اول تو وہی تقریر سابق یہان بھی ہے کہ شکر
وجود پر جود آپ کا نص مطلق سے مطلق ثابت ہوا ہے پس قیاس لغو ہے اور بسبب تغیر حکم نص کے اطلاق سے تقیید کیطرف یہ قیاس باطل ہے
دوسرے اس اصل سے فقط جواز اعادہ شکر کا یوم ورود نعمت مین ابن حجر نے ثابت کیا ہے کہ اوسکی حقیقت بھی اب معلوم ہوجاتی ہے اور سوائے
اسکے کوئی قید قیود مولود مروجہ کی اس سے ثابت نہین ہوتی پس مولف کو کیا نفع ہوا اور خود ہیئت اجتماع جو فاکہانی کا اعتراض ہی قائم
ہے اب تحقیق اس واقعہ کی سنو کہ بخاری و مسلم مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس روزہ کو قبل ہجرت مکہ مین رکھتے تھے عن عائشۃ قالت
کان یوم عاشوراء تصومہ قریش فی الجاہلیۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصومہ فلما قدم المدینۃ صامہ (علی عادتہ قسطلانی) وامر
الناس بصیامہ فلما فرض رمضان فی السنۃ الثانیۃ (قسطلانی) ترک یوم عاشوراء فمن شاء صامہ ومن شاء ترکہ انتہی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم
عاشورا راول مین مین آپنے حسب عادت رکھا تہا کہ قسطلانی خود علی عادتہ لکہہ رہا ہے اور خود ابن حجر عسقلانی بھی شرح بخاری مین بھی اقرار کرتے
ہین اور لوگون کو امر فرمانا بھی بامر اللہ تعالی نہا کیونکہ افتراض صوم کا بدون امر حق تعالی کے نہین ہوسکتا پس یہ روزہ علی عادۃ رکہا مگر فرضیت
کا حکم اب زائد ہوگیا پھر دوسرے سال فرضیت منسوخ ہوگئی تو صاف ظاہر ہے کہ شکر نجات حضرت موسی کیوجہ سے یہ روزہ نہوا تہا بلکہ بعادتہ
وافتراض اللہ تعالی تہا دوسری حدیث ابن حجر کی اصل یہ ہے کہ عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود
صیاما یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ہذا الیوم الذی تصومونہ فقالوا ہذا یوم عظیم انجی اللہ موسی وقومہ وغرق فرعون وقومہ
فصامہ موسی شکرا فنحن نصومہ فقال رسول علیہ السلام فنحن احق بموسی منکم فصامہ وامر الناس بصیامہ الحدیث پس اس حدیث مین اول کلام تو یہ ہے

طومار اوسکی تعریف مین بھرے ہوئے ہین یہہ موقع طول کا نہین اسلئے ایک مختصر عبارت علامہ زرقانی شارح مواہب کی لکہتا ہون کہ انہون نے علاء الدین
کیثر کی تاریخ سے نقل فرمائی ہے کان شہماً شجاعاً بطلاً عاقلاً عادلاً محمود السریرۃ الحاصل اُس بادشاہ کیوقت مین جب دہوم سے محفل مولد شریف
ہونے لگی ایک مولوی نے اوسمین یہہ عذر کیا کہ یہہ تخصیص کہ خاص ربیع الاول کی بارہوین تاریخ ہی کو محفل ہوا کرے فرض واجب یا سنت
موکدہ توکسی کے نزدیک نہین باقی رہی یہہ کہ مستحب یا مباح ہووے سو یہہ بھی نہین اسلئے کہ بدعت دین مین درست نہین پس لابد اس کو
یا مکروہ کہئے یا حرام اور سوا اس ایک عالم کے جسقدر علما تھے سب نے اوسکے قول کو رد کیا اور فتوی دیا کہ یہہ مستحسن اور مستحب ہے اور بدعت وہ شے ہے جو سیئہ ہو
یہہ تو حسنہ ہے پس سبہی فتوی پر عمل ہوگیا اور تمام اوس وقت کے بڑے بڑے علما اور مشائخ صوفیہ مولد شریف مین حاضر ہوتے چنانچہ سبط ابن الجوزی نے
لکہا ہے وکان یحضر عندہ فی المولد عیان العلما والصوفیہ اور رائج ہوگیا یہہ عمل مقبول تمام شہرون اور ملکون مین چنانچہ ملا علی قاری اور علامہ

کہ یہود کا کہنا کہ فنحن نصومہ اتباعاً لموسی خود یہود کا روزہ باتباع سنت حضرت موسی علیہ السلام کے تھا نہ بوجہ شکر کے کیونکہ شکر روز نجاۃ کی
تہا اور یہہ جو شکر نعمت کا مثل سب اغمار کے ہر زم رہتا ہے اس سے بحث نہین پس فخر عالم کا روزہ بھی شکر کا نہوا بلکہ اتباع حضرت موسی کی
سنت کا ہوا اور اگر تسلیم کرین اسکو کہ یہود کے کہنے پر روزہ رکھا تہا سو یہود دو کام کرتے تھے ایک صوم کہ وہ سنت حضرت موسی کی تہی یا اونپر فرض
ہوگیا تہا تو مفروض من اللہ تھا دوسرے سرور و عید لیوم النجاۃ سو اوسکو خود فخر عالم نے رد کر دیا تہا چنانچہ حدیث مسلم مین صریح ہے تو اس
صورت مین اس سے استدلال صحیح نہین کیونکہ اس مین اعادہ شکر ہرگز نہین اور جس فعل مین اعادہ شکر و سرور کا ہے وہ شارع نے
بوجہ مخالفت یہود کے چہوڑ ہی دیا تہا دوسرے یہہ کہ قصہ مین کوئی نص نہین کہ یہود کے کہنے سے آپنے روزہ رکہا تہا اور بوجہ نجات حضرت
موسی کے رکہا تہا بلکہ اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ بعد سوال و جواب یہود کے آپنے روزہ رکہا سو پہلے حدیث خود صاف کہہ رہی ہے کہ بعزم
اللہ تعالی وعلی عادتہ تہا پس یہہ احتمال رفع ہوگیا اور احق بموسی منکم ای باتباعاً لا سروراً و شکراً کیونکہ سرور کا امر تو آپنے ترک ہی کر دیا وعن
ابی موسی قال کان یوم عاشوراء یوماً یعظمہ الیہود وتتخذہ عیداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموہ انتم دوسری روایت مین ہے خالفوا
الیہود پس آپ یہود کی عید کی مخالفت کا حکم فرما چکے کہ صوم عید کے خلاف ہوتا ہے اور یہہ قول احق بموسی منکم بطریق الزام کے تہا کہ تم کس امر
مین متبع موسی کے ہو تم تو ہر امر مین اپنے ہوی کے تابع اور مخالف متبع و حکم موسی کے ہو پھر دعوی اتباع تمہارا بے محل ہے ہان ہم متبع موسی
کے ہین پس یہہ الزام تہا نہ وجہ صوم کی پس بہر حال یہہ صوم اعادہ شکر و سرور کا نہوا اور نہ اس حدیث سے یہہ معلوم ہوا پھر قیاس کس
چیز پر کیا جاتا ہے عجب ہے کہ ابن حجر جیسا ایسی بات فرما دے اور پھر اس سے اگر کوئی تسلیم بھی کرتا تو اعادہ نفس شکر یوم معین کا نکلتا فاکہانی کا دو
اعتراض تہا سو ہیئت اجتماعی کا بدعت ہونا تو اب بھی رفع نہوتا بہر حال اول اس حدیث کی اصل ہونے مین ہی کلام ہے کہ ہرگز اس سے اعادہ شکر و سرور کا
یوم معین مین نہین نکلتا اگر معلوم بھی ہو وے تاہم قیاس کے بطلان کی وجہ معلوم ہو چکی اور مولود مروجہ کو کسی وجہ سے بھی مفید نہین پس محقق ہوگیا
کہ جواز قیود مین حجت قیاس سے بہی کچہہ ثبوت نہین لہذا حجج اربعہ سے بدعت ہونا اس مروجہ کا محقق ہوگیا فللہ الحمد اب مولف کے اقوال بعینہٖ کو
دیکہنا چاہئے **قولہ** الحاصل اوس بادشاہ کے وقت مین جب الخ **اقول** تسلیم کیا کہ ایک علامہ عالم نے ہی انکار کیا مگر اوسکے انکار کا
آج تک کسی سے جواب نہین دیا گیا اور فقط اوس کے انکار نے اجماع کو جو مزعوم مولف کا ہے باطل کر دیا اور قیاس کی کیفیت معلوم ہو چکی ہے

علبی قسطلانی وغیرہ نقل کرتے ہین کلام حافظ ابو الخیر سخاوی سے ثم لا زال اہل الاسلام فی سائر الاقطار والمدن الکبار یحتفلون فی شہر مولدہ ویعملون
بفذاۃ موعدہ الکریمہ ویظہر علیہم من برکاتہ کل فضل عمیم - اور علی قاری کل ملکون مین مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے جسکا جی چاہے اونکے رسالہ مین
دیکھ کر وہ لکھتے ہین یعنی بالخصوص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما اور ملک مصر اور ملک اندلس اور ممالک مغربی اور ملک روم اور ملک عجم اور ملک ہندوستان

وغیرہ مین کمال اہتمام اور احتشام سے ہوتی ہین محفلین مولد شریف کی اور یہہ بھی لکھا ہے ومن تعظیم مشائخہم وعلمائہم بہذا المولد المعظم والمجلس المکرم لا یابا
احد فی حضورہ رجاء ادراک نورہ ضمیر غائب لفظ ہم راجع ہے جمیع مذکورین دیار و امصار مذکورہ بالا کی طرف پس معنی یہہ ہوئے کہ اس محفل اور مجلس کی تعظیم
ان سب ملکون کے مشائخ طریقت اور علماء شریعت اسقدر کرتے ہین کہ کوئی اوس مین حاضر ہونے سے انکار نہین کرتا انتہی کلامہ پس مقبولیت اور
شہرت اور کثرت اس عمل پاک کی کلام ملا علی قاری اور سخاوی سے ظاہر ہوگئی اور یہہ بھی معلوم ہوا کہ علماء و مشائخ مین کوئی انکار نہین کرتا تہا
اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی ایک دو آدمی ادہر اودہر انکار کرتا رہا وہ مقابلہ ہزارون بلکہ لاکھون کے اور خلاف سواد اعظم سمجھکر ہر دورہ اور ہر عہد
مین وہ منکر اپنے علماء معاصرین مین غیر مقبول اور متروک العمل رہا چنانچہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما مین زمانہ قدیم سے ابتک اور ملک روم
شام و اندلس اور ممالک مغربی وغیرہ تمام بلاد اسلامیہ مین ہمیشہ سے اسوقت تک اسی استحباب استحسان محفل مولد شریف پر عمل ہے سوائے
اس خطہ پاک حضرت ہندوستان کے کہ اس مین طرح طرح کے انکار پیدا ہو گئے اور زمانہ قدیم مین ہندوستان مین بھی علماء ہند کے مقبولین
معتبرین متقدمین مثل شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور ملا محمد طاہر صاحب مجمع البحار استحباب عمل مولد کے قائل تھے اور نیز بعض قصص و حکایات

یہان کسی کام کا نہین قرآن حدیث سے کچھ ثبوت ہی نہین پس سب آپکے علماء کا فتوی لایعبا بہا ہو گیا اور بدعت ہونا مقرر ہو گیا اور
حاضر ہونے سے مشائخ اور علماء کے کچھ حجت جواز کی نہوئی اگر کروڑون علماء بھی فتوی دیوین بمقابلہ نص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہین اگر
کچھ بھی علم و عقل ہو تو ظاہر ہے پس قول سبط ابن الجوزی کا کہ یحضر عندہ فی المولد اعیان العلماء والصوفیہ بمقابلہ نصوص کے ہرگز ملتفت نہین
اور تمام بلاد مین اشتہار اسکا کوئی دلیل شرعی نہین صلوۃ لیلۃ البراءۃ اور رغائب تمام دنیا مین شائع ہوئی اور بدعت ہی رہی پس اشتہار
امر غیر مشروع کا موجب جواز کا نہین ہوتا پس سخاوی کے اس قول مین کوئی حجت شرعیہ نہین علی ہذا ملا علی قاری کا لکہنا کہ تمام ملکون مین یہ رائج
ہے **قولہ** اس سے ظاہر ہوا کہ وہ جو کوئی الخ **اقول** جو ایک دو عالم موافق نصوص شرعیہ کے فرماوے اور اوسکی تمام دنیا مخالف ہو کر
کوئی بات خلاف نصوص اختیار کرے تو وہ ایک دو ہی عالم مظفر و منصور اور عند اللہ مقبول ہونگے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق منصورین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ طائفہ خود قطعہ شے کا ہوتا ہے اور قلت پر دلالت کرتا ہے پس
خود ارشاد فخر عالم ہے کہ جو موافق کتاب و سنت کے ہے وہ طائفہ قلیلہ اگرچہ رجل واحد بھی ہو وہ علی الحق اور اوسکے مخالف تمام دنیا بھی ہو تو
مردود ہے اور یہان خود مبرہن ہو لیا کہ یہہ مجلس مروج ادلہ اربعہ شرعیہ کے خلاف ہے اور ادلہ اربعہ سے بدعت ہونا اسکا ثابت ہے فماذا بعد
الحق الا الضلال اب مولف ممالک کی شمار کرکے اپنی کرم کہانی لکھی جاوے بندہ احقر پہلے عرض کر چکا کہ مولف کے پاس کوئی دلیل سوائے
اسکے نہین کہ تمام علماء کرتے رہے اور یہہ بشرط ثبوت و تسلیم کوئی حجت شرعیہ نہین حجت وہ ہے کہ ادلہ اربعہ سے پیدا ہووے اب مولف کا ایلم
اور دلیل اثبات اوسکے مدعا کی یہانتک نوبت پہونچی کہ ہمایون وغیرہ بادشاہان کی حکایات سے استناد کرنے لگا اور کفار فرنگ کی تعطیل کو

ہمایون وغیرہ بادشاہان دہلی سے اور نیز کلام حافظ ابوالخیر سخاوی سے ملک ہندوستان مین رائج ہونا اس عمل پاک کا بخوبی معلوم ہے
انتہا یہہ کہ اسوقت مین جو حکام فرمانروا انگریز مین کہ انکو کچہہ علاقہ تعظیم وآداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین باینہمہ اُنہون نے بھی اپنی کچہری
اور محکمہ مین واسطے اہل اسلام کے لئے مثل عید اور بقرعید اور شبرات کے ایکدن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے یعنی بارہوین تاریخ ربیع الاول کو مقرر کیا ہے افسوس صد افسوس کہ حکام انگریز اپنی کارو بار ضروری مین حرج منظور کرین اور اپنے حقوق خدمت
اور کارگذاری کو اوس روز کیواسطے بجا آوری مراسم فرحت وسرور وتعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کرین یہہ لوگ اوسکے مقابل میں
زبان مبارک سے فرماوین معاذ اللہ منہا کہ یہہ فعل بدعت ہے اور ضلالت ہے اس دینداری او جوش عقیدت پر افسوس کیا خوب قدر پہچانی حضرت
شفیع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ واتباعہ ومحبیہ اجمعین خیر انکار کرنیوالے انکار کرین اگر انکو بھی توفیق ہے کنارہ کرین محفل پاک ذکر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم سے مگر ہمارے وقت تک کا ثبوت کامل دیکھئے کہ مشرق سے مغرب تک کل ممالک اسلامیہ مین اہل اسلام اس عمل پاک کو محمود اور مستحسن جانتے
ہین اور کافی ہے ہمکو حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ فرماتے ہین ما رآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن یعنی جس چیز کو مسلمان لوگ
اچھا جانین وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور ہندوستان کے کسی نواح یا ضلع مین اگر دس پانچ مولوی اس آخری دورہ مین کہ فتنہ وفساد کا وقت

ہے بھی حجت جواز بنا لیا کل کہ دام سیلاکی تعطیل کو حجت جواز دام لیا اکی نہ کہہ دیوے استغفر اللہ استغفر اللہ مولف کے حواس مین بیشک فتور اور اوس کو
ضعف دماغ سے مالیخولیا ہو گیا ہے افسوس **قولہ** پس کافی ہے ہمکو حدیث ابن مسعود الخ **اقول** مولف نے الفاظ ہی یاد کر لئے ہین معنی تو
کسی سے پڑھے ہی نہین یہہ سمجھ لیا کہ جس کام مین بہت سے مسلمان جمع ہو گئے تو وہ امر جائز ہو گیا حالانکہ بتحدید مین حقہ جسمین سنت سے زائد مین
اس زمانہ مین ہزار گونہ کی نسبت ہو گئی اور حدیث لایزال طائفۃ من امتی کو جو ابھی لکھے گئے اور حدیث بدء الاسلام غریبا وسیعود کما بدء فطوبی للغرباء
الحدیث اور مثل اسکے سبکو پس پشت ڈالدیا ہے کہ ان احادیث مین طائفہ اور غربا کی مدح ہو رہی ہے اپنے حسب بدعت من انکو نکر دیا
اوس سے عجیب نہین سو سنو کہ ان احادیث سے تو مراد یہ ہے کہ جس وقت مین کہ تمام دنیا مین حب دنیا وجاہ واتباع ہوی ہو جاویگا اوس وقت مین
وہی دو چار متبع سنت مقبول ہونگی انکو طوبی ہے اور حدیث ما رآہ المسلمون اسکے یہہ معنی ہین کہ اگر کسی امر مین نص صریح قرآن وحدیث واجماع امتہ
سابقہ سے نہو اور اوسپر باشارہ ودلالت نص تمام علما جمع ہو جاوین کیونکہ لام استغراق کا المسلمون مین موجود ہے اور اسلام مطلق سے فرد کامل
اہل اسلام کے مراد ہے تو کمل مسلمین علما مجتہدین ہی ہوتے ہین پس تمام علماء کملا او سکو دلالۃ النص سے بوجہ اسلام کامل کے حسن اعتقاد کرین ہمجانئیو
کیونکہ مشتق مین مشتق منہ علت حکم کی ہوتا ہے پس ایسا امر عند اللہ بھی حسن ہی ہوگا اور اسکے معنے بعینہ وہی ہین کہ فرمایا لا تجتمع امتی علی الضلالۃ
اور یہہ اور وہ دونون حدیث اجماع قطعی کو ارشاد فرماتے ہین پس مولف انکچہہ لکھو لکر دیکھے کہ اجماع کس کا معتبر ہوتا ہے اور اجماع کس وقت اور کس ایسا
سے قابل اعتماد ہوتا ہے اور یہان قیود مروجہ مولد مین وہ شرائط نہین پائی نہین ابھی بحث ادلہ اربعہ مین کہا گیا ہے اگر مولف کو کچہہ علم ہے تو دیکھیہ
لیوے تو شاید سمجھ جاوے کہ یہہ ہی جرگہ دس پانچ کا طائفۃ من امتی اور طوبی للغربا کا مورد ہے اور یہہ مجلس مولود مروج خارج از ادلہ اربعہ ہے زیادہ
تطویل کرنا اور بار بار اعادہ مضامین کا کچہہ ضرور نہین مگر اسقدر ہر عاقل سمجھ لیوے کہ ما رآہ المسلمون او موقت ہے کہ ادلہ ثلثہ شرعیہ سے اوس کا
بالکل صحیح ثبوت نہو ورنہ جب ان ادلہ سے قبح کسی شے کا ثابت ہے تو وہ شے عند اللہ قبیح ہو چکی اب تمام دنیا کے حسن جاننے سے بھی وہ حسن نہین

اسلئے ایک جگہ باندھکر کچہہ اس عمل کو برا کہنے لگین تو کب عند اللہ مقبول ہوسکتا ہے اسکا تصفیہ بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے آپنے
ارشاد فرمایا ہے اتبعوا السواد الاعظم اس حدیث کے معنون مین لاکہہ یہہ لوگ سرپٹکا کرین اور کسی کسی کے اقوال شاذہ نقل کیا کرین لیکن جو معنی
اس حدیث کے جمہور محققین کے نزدیک ہین وہ بھی ہین جسکو مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے اپنے مطبع کے مشکوۃ مین ملا علی قاری سے
نقل کرکے قائم کئے ہین سواد اعظم کو کہا ہے یعبر بہ عن الجماعۃ الکثیرۃ والمراد ما علیہ اکثر المسلمین اور اسیطرح مولوی محمد اسحاق صاحب کے خلیفہ شاگرد رشید
نواب قطب الدین خان صاحب نے مشکوۃ کے ترجمہ مین اس حدیث کے یہہ معنی لکھے ہین کہ جو اعتقاد قول وفعل اکثر علماء کے ہون اونکی پیروی کرو
چونکہ یہہ دونون عالم اس فرقہ کے نزدیک کمال مستند ہین اسلئے اونکے قول پر بس کرتا ہون نقل اقوال اور علماء محدثین کی کچہہ حاجت نہین اب ملعونیت
ہوسکتی مگر ہان جب ادلہ ثلثہ مین صریح نہین تو ضرور خفی طور پر کچہہ ہوگا اسوقت جب سب علماء امت متفق ہوجاوین کسی مخفی امر سے استنباط کرکے
مجتمع ہوجاوین کہ ایک بھی اوس سے منفرد نہو تو وہ عند اللہ حسن ہوگیا کہ اجماع اوسکا مظہر اوس امر کا ہوگیا ہے تامل درکار ہے جب یہان تو ادلہ اربعہ
سے ان قیود کا ثابت ہولیا اب مولف کئے سلمون کے حسن جاننے سے قبح اسکا رفع نہین ہوسکتا مولف ذرا ہوش کرے کلمہ پڑھکر سوچے علی ہذا قولہ علیہ
السلام علیکم بالسواد الاعظم کو مولف یہہ سمجہا کہ اختلاف مسائل مین جس طرف بہت آدمی ہون اوسکو لیوے اور بظاہر یہی وجہ ہوئی کہ مولف نے طریقہ
سنت کو چھوڑ کر رچہ ظاہر وہ ہم مواقق حدیث وفقہ کے تہا طریقہ بدعت کو اختیار کیا اور تاویلات رکیکہ بعیدہ کو گھڑکر اس طریقہ کا اثبات چاہا کیونکہ
اہل سنت اس دور مین کم ہین جیسا کہ فخر عالم نے فرمایا سیعود غریبا اور اس کا ظہور ہے اور اہل طغیان کی کثرت ہی سو مولف نے اسکو سواد اعظم جانکر
یہہ عمل کیا ہے حالانکہ حدیث کے یہہ معنی نہین ہرگز ہرگز قال التوضیح السواد الاعظم عامۃ المسلمین عن جماعۃ مطلقۃ والمراد الائمۃ المطلقۃ اہل
السنۃ والجماعۃ وہم الذین طریقہم طریق الرسول علیہ السلام والصحابۃ دون اہل البدع انتہی اس سے معلوم ہوا کہ سواد اعظم اہل السنۃ ہین بمقابلہ اہل
البدع والاہواء کے نہ مطلق کثرۃ الرجال جیسا مولف نے سمجھ لیا اور اسکی شرح دوسری حدیث کرتی ہے قال علیہ السلام فانہ من یعش منکم فسیری
اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ
فی النار پس آپنے اسوقت اختلاف مین طریق اہل سنت کے التزام کو تاکید فرمایا تہا کہ وہ سواد اعظم ہے اور بدعات کے اجتناب کی تاکید کی
تھی نہ یہہ کہ مبتدعین کو کثیر دیکہکر اونکے ساتھ ہوجانا سو تصفیہ فخر عالم کا تو یہہ سنت کا راہ بتاتا تہا ورنہ حدیث مزبات کیا معنی ہو دینگے پس اب
سوچو کہ مولف اور سب اسکے مستند اس طریقہ مروجہ مولود کو جو سو کا ایجاد کئے ہین پھر اوس مین اختلاف ہوا تو مانعین تو طریقہ معمولہ مروجہ صحابہ
کی ہدایت کرتے ہین اور اس بدعت مروجہ کو بدلائل اون کے طریقہ کے ثابت کرکے منع کرتے ہین اور مجوزین اس کی بدعت ہونیکا اقرار کرکے حسن
کو بدلائل واہیہ رکیکہ اثبات کرتے ہین پس سواد اعظم مانعین ہوئے ہر عاقل جان سکتا ہے اگر کوئی جاہل قواعد شرعیہ سے اتنا ہی سمجھ لیوے کہ اس فعل
کے بدعت سیئہ اور حسنہ ہونے مین خلاف ہو تو ترک ہی مناسب ہے اور طرح ہے کیونکہ یہہ فعل مندوب ہی ہے واجب تو نہین تو یہی کافی ہے متدین کو
تو مگر جسکے دل مین بدعت مشرب ہو اوس کا کیا علاج چہ جائیکہ یہان ادلہ اربعہ سے اس مروج کی ضلالت ثابت ہوچکی ہو بہر حال اس ہدایت
لذائیہ مین طریقہ صحابہ کا حسب ارشاد ان احادیث کی میزان ہے جس کا طریقہ اور قول وضع صحابہ سے موافق ہے وہی حق ہے الحاصل مثل آفتاب
نصف النہار کے واضح ہوگیا کہ اکثر المسلمین اور جماعت کثیرہ اور سواد اعظم اہل السنت والجماعت ہین اور اونکا طریقہ موجب نجات اور سنت ہے

مین بھی اسکی بحث آویگی پس بموجب فرمودہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مستحسن ہونا عمل مولد شریف کا ثابت ہوگیا والحمد للہ علی ذلک
اور یہ خیال آتا ہے کہ حصول مدعا کے دو طریق ہین ایک تو اوس کا ثبوت دینا دوسرے یہ کہ جو اعتراضات مخالفین کے ہین اونکا رد کردینا پس ثبوت تو کامل طور پر

اور اس کے بھی التزام کا حکم ہے پس جو اوس کے موافق ہے اگرچہ ایک ہی عالم ہو وہ سواد اعظم اور حق ہے اور جو اوسکے خلاف ہے اگرچہ تمام عالم ہو
باطل ہے اور اس مسئلہ مین دو امر ثابت ہوگیا اول یہ کہ عدم جواز ان قیود کا ثابت ہوگیا پس اصل ذکر ولادت وغیرہ فخر عالم کا مستحسن اور جملہ امور عارضہ بدعت ضلالہ
ہین اور کثرت وقلت جماعت کا اعتبار نہین موافقت سنت وطریقہ صحابہ کی واجب التمسک ہے واللہ الہادی **قولہ** پس ثبوت تو کامل طور پر الخ
اقول ۔ مولف کو غیرت وشرم کا تو نام ونشان نہین سو کہ ثبوت کامل اس کے معنی ہین کہ اولہ اربعہ سے اثبات مدعا ہو سو خدا تعالی کے حکم سے
کوئی ایک دلیل بھی امر متنازعہ فیہ مین مولف نے نہین لکھی ایک آیت اور تین حدیث لغو ذکر کرین لکھی ہین سو وہ سب کے نزدیک مسلم ہے اور قیود
مروجہ کے باب مین جس کا بدعت ہونا مانعین ثابت کر رہے ہین مولف نے اوس مین سوائے قصہ کہانی کے کچھ بھی تو نہین لکھا اور پھر کہتا ہے
کہ ثبوت کامل ہوگیا تو کچھ تو شرم کرے آدمی اب لے ہر شخص اوسکے اس رسالہ کو دیکھے نہ معلوم کہ وہ کامل ثبوت مشکل مولف مین ہے یا صندوق مین اس
رسالہ مین تو یہان سید الردی کا قول مذکور ہے جسکے معنی بیان ہوچکے یہ ہین کہ سب امور مکروہ ومحرم تو اوس مین منع ہین اور جو مباح ومندوب اپنی
حد سے نکلکر مکروہ اور بدعت ہوگیا وہ بھی ممنوع ہے سو یہی مراد مانعین کی ہے اس مین کوئی ثبوت قیود مروجہ کا نہین اور سبط ابن جوزی کا
قول کہ مولد مین اعیان علماء حاضر ہوتے تھے اور سخاوی کا قول کہ ہمیشہ اہل اسلام شہر مین محفل مولد کرتے ہین اور کچھ ملا علی قاری کا قول کہ اوس
مین حاضر ہونے سے کوئی انکار نہین کرتا اور چند ممالک کا نام لکھدیا کہ یہان ہوتا ہے اور حرمین مین ہوتا ہے اور ہمایون وغیرہ سلاطین کی
حکایت کا اشارہ اور فرنگیون کی تعطیل کا حوالہ بس مولف نے یہ دلائل لکھی ہین جس کو اثبات کامل کہتا ہے تو سب کا جواب پہلے اجمالاً لکھا گیا
کہ یہ قطعاً محقق ہے کہ وہ اجماع شرعی کہ حجت قطعیہ دین کی ہے اوس ہیئت مجلس مولود پر کہ سلطان مظفر کے وقت مین ہوئی اور سیوطی کو اپنے
رسالہ مین لکھتے ہین نہین پایا گیا کیونکہ باقرار مولف ہر زمانہ مین ایک دو عالم اوس کا منکر رہا ہے پس اجماع محال ہوا کہ ایک کا انفراد بھی قاطع
اجماع کا ہے پس جو کچھ امر جواز کا تھا وہ قول اکثر علماء کا بقول مولف تھا سو وہ ظنی بحکم قیاس کے ہے جیسا اصول مین مصرح ہے سو بمقابلہ نص کے کہ تعیین
مطلق کا بدعت ہوتا ہے کب معتبر ہے ہرگز ہرگز نہین چنانچہ سب کتب اصول مین شرح ہے ذرا علم چاہیے پس یہ سب اقوال بمخالفت ومقابلہ نص
کے رد ہوگئے اور حجت حکایات سلاطین و تعطیل نصاریٰ کی مردود ہوگئی تو مولف نے کونسا ثبوت کامل دیا ہے مسخرہ پن ہو رہا ہے سو یہ
تو اوس ہیئت کا ذکر ہے کہ جلال الدین نے لکھی اور یہ ہیئت اس زمانہ کی سو یہ تو قطعاً بدعت اور ضلالہ ہے اس مین تو نام ونشان بھی
جواز کا نہین اور اگر ہم تسلیم کرین اور ان نقول کو معتبر بھی رکھین تاہم اس مین نفس محفل مولود کا ذکر ہے اس مین کہین بھی ذکر ہیئت مروجہ کا
نہین کہ اثبات دعوی مولف کو مفید ہو مطلق سے مقید کا اثبات جواز کس عقیل کے نزدیک ہوسکتا ہے بہرحال مولف کی اس ابلہ فریبی سے
کہ دو ورق کہانی کے سیاہ کرکے دعوی ثبوت کامل کا کرتا ہے جہلاء عوام تو شاید دھوکا کہا جاوین مگر جسکو کچھ بھی علم ہوگا وہ کس طرح اسکو تصدیق
کریگا ایک بھی دلیل شرعی نہین لکھی اور ثبوت کامل ہوگیا معاذ اللہ عن ہذا التدلیس والتلبیس اور حقیقت حال یہ ہے کہ علامہ فاکہانی نے جو
کچھ اس ہیئت محدثہ کو رد کیا کہ جسکو سیوطی نے حسن المقصد مین لکھا ہے تو ظاہر حال اوس کا دیکھکر اور مآل و انجام کو لحاظ فرما کر رد کیا ہے مگر ظن بہتر ہے

ہوچکا اب جواب انکے ہذیانات کا رہا کلام علماء اہل سنت بخوبی کرچکے نصر المسلمین وحق الیقین اور سیف الاسلام اور غایۃ المرام اور اشباع الکلام اور ساطعۃ الاذکی وغیرہ مین جسکو دیکھنا ہو دیکھہ لے لیکن کسیقدر مشتے نمونہ خروارے بیان کرتا ہون **لمعہ ثانیہ** اعتراض کرتے ہین کہ یہ لوگ ہر سال عمل کرتے ہین یہہ مشابہت کرتے ہین کنہیا کے جنم کی اور نیز اسمین تشبیہ ہے نصاری کے پیرے من کا نعوذ باللہ من ہذا القول والاعتقاد جواب اوسکا یہہ ہے کہ اگر فقط ہندوستان مین یہ فعل ہوتا تو یہہ بات کہہ سکتے تھے کہ مسلمانون نے ہندوؤن سے یہ بات سیکھ لی و انکی مشابہت کرنے لگے تم اصل حال سن چکے کہ اول یہہ عمل عراق کے شہر موصل مین ایجاد ہوا وہ لوگ تو خود کنہیا کو نہین جانتے کہ کس چیز کا نام ہے اور اوسکے جنم کی مشابہت تو درکنار بھلا اگر ہندوستان کے مسلمان جنم کنھیا کی مشابہت کرتے ہین تو بیان کرو کہ رد م وغیرہ

ہیئت در اصل مباح تھی کیونکہ اس مین سوای اجتماع صلحا و اطعام طعام و قرات قران کے کوئی امر مکروہ نہین ہے اور اطعام خود مباح اور قران و ذکر مستحب و تعیین تاریخ کا لازم تھا تو یہہ اسقدر فی حد ذاتہ مباح ہے تو اوسوقت مین وہ لوگ اوس کو نہ عقیدہ مین موکد جانتے تھے نہ عمل مین مثل موکد کے التزام تھا اور عوام کیطرف سے بھی اطمانیت تھی تو اوسوقت مین فتنۂ حال و مآل کو ہر فروع جانتے تھے تو اگرچہ بحکم الظاہر کے فتوی فاکہانی کا بیجا و سزا تھا مگر فی الواقع یہہ امر مباح تھا اور یہی امر معروض بندہ مورد الردی سے صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہی تحقیق سیوطی کی حسن المقصد سے واضح ہے سو حق الامر واضح ہوا کہ اصل مسئلہ مین کچہہ نزاع نہ تھی جو جو شیخ فاکہانی نے لکھی وہ دوسری فریق کو بھی مقبول تھی مگر اصل اباحت اور رفع مانع کے سبب سے بدعت حسنہ کہتے تھے اگر امر عارض فاکہانی کا انکو بھی معلوم ہوتا تو وہ بھی یہی فرماتے جو فاکہانی نے لکھا مگر وہ اوسکو مرتفع جانتے تھے سو نزاع لفظی تھی امر واقع مین نہ نزاع حقیقی اصل مسئلہ مین اب یہہ نقول اور یہہ اقوال اس زمانہ کے مولود کو ہرگز مجوز و مفید نہین کہ وہ مانع اب موجود ہوگیا ہے قطعًا اور بہت اشیا ہین کہ اختلاف زمانہ سے بدلجاتی ہین جیسا مولف خود قائل اسکا ہے دیکھو اہل میت کو طعام دینا اول روز مستحب تھا اب بسبب رسم کے ممنوع ہوگیا سنن ابن ماجہ مین ہے قال ابو عبد اللہ فما ذالت سنۃ حتی کان حدیثا فترک انتہی - پس گو یہہ ہیئت مباحہ مذکورہ سیوطی کی اوسوقت مین مباح تھی مگر اب مکروہ و بدعت ہوگئی ہے قطعًا پس حکم بھی بدل گیا لہذا یہہ اقوال سخاوی وغیرہ کے کسی وجہ مفید مدعا مولف کے نہین اور ہر حال یہہ مولید زمانہ بدعت ہین سو اب ہر اہل علم غور و تامل سے دیکھے کہ مولف کی کیا فہم قوی ہے کہ ایک بھی دلیل مدعا پر نہین لایا اور دعوی ثبوت کامل کا لکھتا ہے ہان تعطیل انگریزان اوسکی حجت باقی ہے کہ وہ کسی نقل سے رد صریح نہین ہوئی اوسیپر ہی اعتماد کرکے یہ لکھا ہوگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بہرحال ہمکو تو ہمارے علماء پر حسن ظن ہے اور فاکہانی کا کلام بھی نہایت مستحکم ہے اور قابل تحسین اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ واحترازہ آمین **قولہ** لمعہ ثانیہ اعتراض کرتے ہین الخ **اقول** تشبیہ اس بات مین ہے کہ یوم ولادت کو عید بناوین اور مثل عید کے معاملہ سرور و شادی کا کرین جیسا قوم کفار کرتے ہین سو یہ امر تو مشاہد و محقق ہے مگر مولف مشابہت ممنوعہ ہونے سے انکار کرتا ہے تین وجہ سے ایک یہہ کہ کنھیا کو اہل عراق و عرب جانتے بھی نہین تو اونھون نے کسطرح تشبیہ کنھیا کا کیا سو ذرا سنو کہ یہہ تقریر مولف کی بالکل کم فہمی مولف کی ہے اسواسطے کہ پہلے محقق ہوچکا کہ تشبہ حرام فقط یہی نہین کہ کسی قوم خاص کو دیکھکر اوس فعل کو اختیار کرے نہین بلکہ عام ہے اسیسے اگر کسی امر کو کرتا ہے اور تشبیہ عارض ہوجاوے یا معلوم ہوجاوے تو اب بعد علم کے اور عروض کے بھی ترک اوس کا لازم ہوگا اگر طبعی و شرعی امر نہوا اور وہ

کے مسلمان اور حرمین شریفین کے علما جو یہہ عمل کرتے ہیں وہ کسکی جنم کی مشابہت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہا پس خوب سمجھ لو کہ ہم اس عمل میں تابع
ہیں دستور العمل سلاطین روم اور فرمان روایان ملک شام اور ملوک ممالک مغربیہ اور اندلس اور مفتیان عرب کے سلمہم اللہ الی یوم الدین اب سمجھنا چاہیے
کہ جب طرح جنم کنھیا کی اس میں مشابہت نہیں اسی طرح نصاری کی بھی مشابہت نہیں اسکی کئی وجہیں ہیں ایک تو یہہ کہ اگر خدانخواستہ مسلمان
لوگ نصاری کے بڑے دن کو انکی طرح کے افعال کرنے لگتے تو جو شعار اوس قوم کا ہے اوس میں شرکت لازم آتی اور مانند انکے ہو جاتے
اوس وقت مصداق اوس حدیث صادق آتا من تشبہ بقوم فہو منہم کیونکہ تشبہ کے معنی ہیں مانند ہونا اور یہاں یہہ بات تو ہرگز نہیں پھر اعتراض کیا دوسری
وجہ یہہ کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتماع اہل اسلام اور استعمال عطریات و حلویات وغیرہ ہرگز شرع میں مذموم یعنی بری بات نہیں ہے

شعار بھی کفار کا ہو جاتا ہے حدیث میں ہے کہ فخر عالم جبتک مردہ کو لحد میں رکھتے قبر پر کھڑے رہتے تھے ایک حبر یہود نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے
ہیں تو آپنے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہود کی مخالفت کرو اور دست چپ میں خاتم پہننا جائز یا سنت تھا جب شعار روافض کا ہو گیا تب مکروہ ہو گیا
حالانکہ نہ قیام یہود سے دیکھکر کرتے تھے اور نہ خاتم روافض سے کسی نے دیکھکر سیکھی تھی پس یہہ معنی تشبہ کے مولف نے اپنی طبع سلیم سے تراشے ہیں یہ
اسلام میں توجہ نہیں ہے پس یہہ وجہ مولف کی مردود ہے اسکی تحقیق پہلے اصل تشبہ میں ہو چکی ہے اور واضح ہو کہ مانعین نہ فرحت ولادت کو برا کہیں
اور منع کریں اور نہ ذکر ولادت کو منع کریں بلکہ ایسے امر مستحسن میں تشبہ کو جو نقص ہے اوس نوع سے منع کرتے ہیں مولف مطلب تو سمجھا نہیں نعوذ پڑھتا ہے
یہہ سمجھا کہ آپ کی ولادت کا سرور مثل جنم اور بڑے دن کے ہے تعوذ باللہ من الفہم الردی ہدایہ میں لکھا ہے کہ قران کو دیکھکر نہ پڑھے کہ تشبہ
باہل کتاب ہے اب مولف تعوذ پڑھکر کہے کہ قران کو یہود کے فعل سے تشبہ کر دیا بلکہ خود حبیب فخر عالم نے بیٹھکر نماز پڑھی اور صحابہ مقتدی کھڑے تھے
تو آپنے اشارہ کرکے بٹھلا دیا اور پھر بعد نماز کے فرمایا کہ ان کدتم انفا لتفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود الحدیث رواہ مسلم یعنی
تم فعل فارس و روم جیسا کرتے تھے تو اب مولف وہاں بھی کچھ تفوہ کرے کہ نماز کو کفار عجم کے فعل سے مشابہ کر دیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور وہی
مولوی عبد الخالق صاحب کو نصیحت ثانیہ میں لکھتا ہے قولہ اور کثرت سے بروج مثل مندر قوم ہنود کے بنوا دیے کہ خانہ خدا تعالی کو بت خانہ سے
تشبیہ دیتا ہے آفرین ہے اس فہم پر الحاصل مولف نے اگرچہ دستور العمل سلاطین روم وغیرہ کا لیا ہو مگر مشابہت ممنوعہ حسب قاعدہ شرع کے لازم
ہے اگرچہ مولف نہیں جانتا **قولہ** سمجھنا چاہیے الخ **اقول** مولف محض نادان ہے عید کرنا اس یوم ولادت میں شعار ہی ہے اور من کل الوجوہ
سب امور میں طابق النعل بالنعل مشابہ ہونا ضرور نہیں ایک شے میں مشابہت کافی ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہو چکی ہے خود صلوۃ قرآن دیکھکر
پڑھنے کو دیکھ لو خود قیام کو دیکھ لو کہ فارس و روم کی مشابہت فقط قیام میں تھی باقی کوئی فعل صلوۃ کا انکے دربار سے مشابہ نہ تھا مولف نے تمام
عمر شیطے ہی دعوی میں فہم علم کو نہیں جانا کہ کیا ہے سو خیر اس رسالہ براہین قاطعہ میں اوسکو بہت سے امور بتلا دیے گئے یہ مسئلہ بھی بتلا دیا
جاوے مراد یہہ ہے کہ جس شے شعار میں تشبہ ہے اوس میں من کل الوجوہ تشبہ ہو تو منع ہے جیسا مثلا تمام وردی نصاری میں سے ایک کلاہ پہنے تو
یہہ کلاہ من کل الوجوہ مشابہ نصاری کی ہو اگر اس کلاہ میں بعض وجہ تشابہ کی ہو دیگی تو حرام نہو دیگی یہہ معنی ہیں ورنہ تمام احادیث و جزئیات
فقہ کے مولف کے فہم کے موافق تو برہم ہو جاتے ہیں بہر حال یہہ قول مولف کا بالکل غلط ہے مولف تشابہ ہونا ہی یاد کر رکھا ہے اور باقی تغیر سے
قولہ دوسری وجہ الخ **اقول** یہہ دوسری وجہ مشابہت ممنوعہ نہونیکی ہے جو مولف لکھتا ہے سو یہہ بھی سابقا مذکور ہو چکا ہے کہ تشبہ بہر حال مذموم

اور اچھی چیز کی بات میں مشابہ ہوتا ہے جو شرعا قبیح ہو ویسے چنانچہ در مختار اور بحر الرائق وغیرہ سے عبارتیں ذکر ختم سوم میں ہم نقل کر چکے اور یہ
جواب مولانا حیدری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جو تشبہ بالنصاری کا اعتراض اونپر کیا ہے اور اونکی طرف سے دوسرا جواب یہ
بھی ہے کہ پہلے اہل اسلام میں تیر اندازی تھی جب اہل اسلام کو کفار سے مقابلے واقع ہوئے اور اونکے پاس توپ و بندوقیں تھیں اہل اسلام کے
لشکر مجاہدین و غزات میں بھی یہی آلات تجویز ہو گئے چنانچہ تیر اندازی کو فقہا لکھتے ہیں وفی زماننا تستغنی عنہ بالمدافع یعنی اب ہمارے زمانہ
میں اوسکی حاجت نہیں بباعث توپوں کے اور جسطرح قواعد حرب پلٹن اور رسالہ وغیرہ کے اونکے یہاں تھے سلاطین بھی ویسی ہی کر کے مقابلہ کیا
کیے اسکو تشبہ نہیں کہتے یہ آیت فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم کی تعمیل ہے اسیطرح ممالک مغربی وغیرہ میں کہ جو
اقوام نصاری سے ملحق ہیں جب وہ لوگ پیغمبر مسیح کی یوم ولادت میں احتشام و شوکت ظاہر کر کے فخر دکھلاتے تھے اور ضعفاء اہل اسلام
وہ ظاہری شوکت دیکھکر افسردہ خاطر اور خستہ دل ہوتے تھے تب ملوک مصر و اندلس و مغرب نے جو اہل اسلام تھے قوم نصاری سے بہت زیادہ رونق
و جلال کے ساتھ اعلاء کلمۃ الحق اور اظہار شان اسلامی کے لیے پیغمبر مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے روز میلاد ماہ ربیع الاول میں
تزک اور احتشام ظاہر کیا تاکہ شوکت اسلامی اونکے مقابل میں بخوبی ظاہر ہو اور طرح طرح کے معجزات کا پڑھنا شروع کیا تاکہ عمدہ طور پر
حضرت کے جاہ و جلال اور جمال و کمال کل عالم پر ہر طرف مشہور و منتشر ہو یہ تشبہ نہیں در حقیقت یہ شکست کرنا ہے مخالفین کا اور فروغ
دینا ہے شعائر دین کا چنانچہ کلام حافظ ابو الخیر سخاوی میں تصریح ہے اس امر کی حیث قال و الملوک اندلس و المغرب فلہم فیہ یعنی فی ربیع الاول

ولعت قرآن لید دیکھکر پڑھنے کی مثال اور صوم عاشورا کی نظیر یاد کر لیوے کہ قرآن دیکھکر پڑھنا مذموم ہے نہ صوم اور بحر الرائق اور در مختار
کے صفحے بھی پہلے لکھے گئے ہیں وہاں دیکھ لیوے **قولہ** اور اون کی طرف سے دوسرا جواب الخ **اقول** مولف کو فہم سے علاقہ نہیں کیا
کہتا ہے کہ جیسا توپ وغیرہ کے انکا میں کہ آلات حرب نصاری کے ہیں تشابہ نہیں ایسے ہی عید ولادت میں نصاری کا تشبہ نہیں
سبحان اللہ کیسا کم فہم ہے سنو کہ اعداد آلات جہاد فرض ہے بقولہ تعالی و اعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ الآیہ پس جس آلہ سے دفع کرنا
اون کا ممکن ہو اوس کا اختیار کرنا فرض ہو گا اب تیر سے دفع نہیں ہو سکتا تو بندوق توپ وغیرہ کا بنانا فرض ہوا اور محقق ہو چکا کہ فرائض
میں تشبہ معتبر نہیں ہوتا اور اس موقع پر مولف کا آیہ فمن اعتدی علیکم کا تلاوت کرنا بھی اونکے علم و فہم کی خبر دیتا ہے کہ اگر کفار مسلمانوں کے
ساتھ فعل معصیت کریں تو مسلمان بھی اونکے ساتھ بفعل معصیت پیش آویں معاذ اللہ شرم کی بات ہے کتنی مناسبت نہیں اپنا سر قیاس مع الفارق
باطل ہے اگر کوئی تشبہ عید یوم ولادت کا ممنوع ہی ہو تب بھی اوس وجہ کو رد کرنے درست ہے تو نہ معلوم کہ کفار کے صغار کے واسطے مولف کیا
کیا امر کہیگا تو یہ تو ہمیشہ سے احتشام کفار کو رہا ہے بسبب تمول کے اور ہر روز ضعفاء مسلمین بھی تھے مگر کبھی ایسا کوئی امر جائز نہوا کہ کراہت
در حت ولتشا ہے اوس انکسار مسلمین کو رفع کر دیوے اور نہ یہ جواب آج تک کسیکو سوجھا تھا اب کئی سو سال کے بعد مولف پیدا ہوا تو
اوسکو سوجھا تو وجہ یہ ہے کہ ایسا علم جہل مرکب کسیکو نصیب نہوا تھا جیسا مولف کو ملا ہے کہ جسکی بدولت سب نصوص کو درہم کرنیکا قصد ہوا
یہود و نصاری کی شوکت اور اعیاد عاشورا و ولادت حضرت عیسی علیہ السلام کی قدیم تھی آج تو حادث نہیں ہوئی حدیث میں ترک عید کو
رفع تشابہ کیواسطے حکم ہوا مولف اقامت عید کا حکم کرتا ہے باخذ تشبہ اور صحابہ نے فخر عالم سے عرض کیا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات

لیلتہ تسیر بہا الرکبان ویجتمع فیہا ائمۃ العلماء الاعیان من کل مکان ویعلو ابن اہل الکفر کمت الایمان اور اسی طرح نور الدین ابو سعید ہمدانی

نے لکھا ہے علماء از اطراف عالم جمع آیند ودر تعظیم آن شب یعنی شب میلاد شریف ارغام اہل کفر وضلال فرمایند اور خود کلام ابن جزری

مین اسکی تصریح ہے لم یکن فی ذلک الا ارغام الشیطان وسرور اہل الایمان یعنی کہا ابن جزری نے کہ نہین ہے مولد شریف مین مگر ذلیل کرنا

شیطان کا اور سرور اہل ایمان کا یہ تماشا یہ ہے کسی دورہ مین کفار اس محفل سے جلتے تھے اس دورہ آخری مین بعضے نام کے مسلمان جلتے

ہین اور تیسرا جواب وہ بھی ابن جزری کی طرف سے ہو سکتا ہے کہ یہ دستور ہے کہ جو کسی نیک کام کیطرف لوگون کو ترغیب دیتے ہین تو ادنی

کا ذکر کر کے اعلی کا شوق دلاتے ہین مثلاً گاؤکشی وغیرہ مقدمات دینیہ مین جب اہل اسلام کو بے رغبت دیکھین تو انکو یہہ کہا جاوے کہ

انواط مقرر فرما دیوین جیسا کفار کے یہان ذات انواط ہے ذات انواط درخت تھا کہ کفار ایک روز مین معین اوسپر ہتھیار لٹکا کر اوس کے گرد

بیٹھتے تھے اور عید کرتے تھے نہ یہہ کوئی معبد تھا نہ بت پرستی تھی پس صحابہ نے کہا کہ ہم بھی ایک روز دل بہلا لیا کرین تو آپ نے غصہ ہو کر

فرمایا کہ یہہ تو تمہارا قول ایسا ہی ہوا کہ جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا اجعل لنا الہا کما لہم آلہۃ اور اس قول کو رد کر دیا

اور سختی سے منع فرمایا تو شارع علیہ السلام تو یہان تک اونکی اعیاد اور رسوم سے تبعید فرماتے تھے اور ایک مولف دوسرا شارع بنکر ضد

سنۃ اللہ کی قایم کرنے کو رفع انکسار مسلمین کیواسطے جائز کہتا ہے معاذ اللہ بھلا خیر اگر اون ممالک نصاری کے جوار مین یہہ پوچ عذر

ہے تو ہندوستان مین کونسے مسلمین کو خستہ دلی ہے کہ ہنود کے جم اور نصاری کے بڑے دن سے ہو رہے ہین اور پھر رفع خستگی اگر سلاطین

کے مواید مین ہو تو کوئی صورت بھی ہے مولف کا اور ہندیون کے مولود مین کہ دو آنہ کی ریوڑی پر جمع ہوتے ہین کونسا احتشام ہے

اگر معصیت کو کوئی اختیار کرے شوکت اسلام اور رفع صغار کیواسطے تو جو کچھ یہہ توجیہ پلید ہے اوسکی کوئی صورت بھی ہو گو خلاف قواعد

اسلام کے ہو مگر عرب مین اور ہند مین جو مولود ہوتے ہین اس مین کیا احتشام ہوتا ہے اور کونسا طمطراق ہے کہ جسکا ظہور نصاری یا ہنود پر ہووے

کسیکو خبر بھی نہین ہوتی کہ کیا ہوا مولف کی عقل بالکل سلیم نہین رہی سلیم بدعت ہو گئی ہے آدمی کچھ سوچ کر تو بات موںہہ سے نکالے کیا عجیب

عذر ارتکاب تشبہ ممنوع شرعی کا ہے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ جمعہ اور عیدین کا احتشام اور وعظ مین فخر عالم کے احوال کا اظہار کیا کافی

نہین تھا جو اپنی طرف سے کوئی بدعت قایم کیجاوے پھر سخاوی اور نور الدین کے قول پر وہی کلام ہے کہ اگر مراد اوسکی وہ ہے جو مولف سمجھا

تو خلاف نصوص کے ہرگز قابل اعتبار کے نہین ہے جسکی جواب اوپر بیان ہو چکی اور مولف کو مولود کو اس سے کچھ نفع نہین ملتا پس تماشا ہے کہ بدعات

ومعاصی سے رنجیدہ ہونا اور اوس کو مبغوض ومنکر سمجھنا تو فرض شرعی تہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ

فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ولیس من وراء ذلک حبۃ خردل من ایمان۔ امر منکر سے جلنا جزو

ایمان کا تہا اب مولف امر منکر کو عین ایمان بتاتا ہے معاذ اللہ فخر عالم کے ذکر ولادت کو کوئی برا نہین جانتا ہے مناکیر کو برا جانتے ہین جب

مولف سے اپنے دین منکر کے جواز کی دلیل نہین بنتی تو دھوکا دہی عوام کیواسطے مطلق ذکر مندوب کو اوس کے قائم مقام کر کے اہل سنت کو تبری

کرنے لگتا ہے مولف نے یہہ روافض جہلاء سے قاعدہ یاد کر لیا ہے مگر وہ تبری اوپر ہی منقلب ہو کر چسپان ہوتی ہے کما لا یخفی **قولہ** تیسرا جواب الخ

اقول مولف کیا خوش فہم خوش تقریر ہے سبحان اللہ کہتا ہے کہ ادنی کا ذکر کر کے اعلی کی رغبت دلاتے ہین سو یہان ادنی تو عید ولادت

تو ہم ہو ویا جو دیکہ مذہب ونکا باطل ہے وہ تو باطل پر جانفشانی کرین تم حق پر ہوکے کچھ نکرو تم کو اونسے زیادہ خونریزی اور جانثاری چاہیے اور کو

کوئی عاقل تشبیہ کفار کہیگا اسی قاعدہ پر نازل ہوا قرآن مین ان تکونوا تالمون فانہم یالمون کما تالمون وترجون من اللہ ما لا یرجون اسکی تفسیر

دیکھنی چاہیے اور اسی درجہ مین ہے قول محمد بن سعود گازرونی کا کہ وہ کہتے ہین جب بادشاہ یا امیر ذی اقتدار اپنے گھر مین لڑکا پیدا ہونے

کی خوشی مین طرح طرح کے تکلفات وضیافت وغیرہ کرین حالانکہ وہ ابنا دنیا سے ہے پھر میلاد رسول صلی اللہ علیہ سلم کی خوشی مین کیون نکیا

جاوے کہ سبب نجات ہے پس اسی قبیل سے قول ابن جزری کا ترتیب محفل میلاد مین واقع ہوا ہے کہ جب نصاری اپنے پیغمبر کے مولد کی خوشی

خوشی کرتے ہین ہم تو اون سے زیادہ مستحق ہین کہ اپنے نبی کی خوشی کرین اور اسی درجہ مین تو قول ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ سلم کا واقع

ہوا ہے کہ یہود نے جب کہا کہ ہم روزہ عاشورا شکریہ نجات موسیٰ کا رکھتے ہین آپ نے فرمایا نا حق بموسی منکم یعنی جب تم یہود اونکا ذکر کیا

تو ہم زیادہ مستحق ہون اسکا کیونکہ ہمکو زیادہ مناسبت ہے موسیٰ سے علی نبینا وعلیہ السلام اور ایک خوبی یہان اور ہے کہ گرا ... مقولہ

حضرت عیسیٰ کو ٹھیرایا ہے اور اعلیٰ عید ولادت فخر عالم کو غرض دونون ایک ہی جنس ہین اور پھر کوئی عاقل ہم مشرب مولف کا اسکو تشبیہ

نہین کہیگا اسواسطے کہ مولف کے نزدیک مشبہ مشبہ بہ وجہ شبہ مین من کل الوجوہ ... دیکھتے ہین چنانچہ ... سو دل تو یہی موقع کا

نا معلوم ہوا دوسرے عید ولادت مین کیا ادنی کی ولادت اور کیا اعلیٰ کی عید نفس عید ہونے مین سب یکسان ہین پس موقع سامع کا قاعدہ

تشبیہ تو ہوگیا اور تشبیہ نفس عید مین ہے ممنوع ہے پس عید ولادت حضرت عیسیٰ کی تشبیہ سے جو عید ممنوع ہوگئی نہین معلوم کہ مولف کیا کہہ کے

دلیل جواز کی لاوے ہان البتہ اگر مولف یہہ کہتا کہ عید ولادت حضرت عیسیٰ کی ادنی یعنی ناجائز ہے وہ تو اسقدر خرچ کرین اور اہتمام کرین

اور عید ولادت فخر عالم کی اعلیٰ یعنی جائز اور عبادت اس مین کچھہ بھی اہتمام نہو تو البتہ کلام فی حد ذاتہ درست ہوجاتی گو یہہ محض ... ہے کیونکہ دونون

یہہ یکسان ہین دونون نبی ہین اور دونون کی ولادت کی خوشی ہے گو کم زیادہ ہے پس ہی مشابہت ممنوعہ موجود ہے معلوم ہوا کہ مولف ... کیسی

شے ہے یہہ علوم کہہ دیے ہین کہ ابن جزری کو ہرگز یہہ حادثہ سوجھے نہ کسیکو اونکے بعد آجتک اب مولف نے خوب طرفداری کی ما شاء اللہ اور آیۂ ان

تکونوا تالمون مین بھی تو یہی معنی ہین کہ اے مسلمانو تم کو تکلیف جہاد مین ہوتی ہے تو دیکھو کفار بھی اپنے غرض پر کسقدر جان و مال خرچ کرتے ہین حالانکہ

اونکو محض خسران ہے تم ثواب رضوان پر کیون نہین کرتے تو مثل اسکے ... ولادت کو بنا باہے نص حدیث ... کی مخالفت مد نظر

ہے حاشا للہ کیون مولف نے اپنی نادانی سکمار کے سامنے دکہائی جیسے ہتا ابن جزری کی مددگاری کیا صرف دستی سچ ہے ہر دو سخن نگفتہ باشد

عیب و ہنرش نہفتہ باشد ۔ قول کا ذروی ... سنو کہ جو مولود ہیئت منکرہ کیواسطے یہہ قول ہے تو وہی ہوا یہ مخالفت نص کا ... ہے

ہے نہ فرحت ولادت فخر عالم مین جسقدر کیا جاوے بوجہ مشروع وہ تھوڑا ہے پس مجلس میلاد مروجہ سے اسکو کچھہ علاقہ نہین ... یہی

تشبیہ ہے اور فخر عالم کی حدیث عاشورا کی تحقیق گذر چکی یہہ مولف کا ترجمہ اور مراد بالکل غلط ہے اور پر واضح ہو لیا تکرار کی حاجت نہین **قولہ**

اور ایک خوبی یہان اور ہے الخ **اقول** یہہ مولف ہی کی خوبی علم و فہم کی ہے مذکور ہو لیا کہ تشبیہ مین کفار کے فعل کو ... ہو

ضرور نہین یہہ بنا فہم مولف کی از سر تا پا غلط ہے تشبیہ سابق و لاحق سب طرح ممنوع ہوتا ہے اگرچہ ذکر جواب ... ابن جزری

اتفاق سے آئی مگر مولف کی بدفہمی کا بیان بھی اتفاق ہی رہا کہ فہم کی بات لکھکر اپنے قاعدہ قدیمہ کے خلاف ... کیا ۔

بیہ افعال مذکور تک سے پرہیز کرین وما علینا الا البلاغ **لمعہ ثالثہ** اعتراض کرتے ہین اگر تشبہ کفار امین نہین پھر بھی یہہ عمل بدعت سیئہ
ضرور ہے کیونکہ قرون ثلثہ مین پائی نہین گئی جواب مولوی اسمعیل صاحب اپنی تصنیفات تذکیر الاخوان وغیرہ مین لکھتے ہین کہ جو عمل ایسا ہو کہ
حضرت مین علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور تین زمانہ مابعد یعنی صحابہ تابعین و تبع تابعین مین وہ عمل بعینہ پایا جاوے اور نہ اون
اون زمانون مین اوسکی نظیر و مثل پائی جاوے وہ عمل بدعت ہے اور جو کچھ مجتہدون نے اپنے اجتہاد سے نکالا وہ سنت مین داخل ہو جاتی
ہے پس بنا پر ہم کہتے ہین کہ عمل مولد شریف بدعت نہین اسکی اصل بھی پائی گئی اور اسکی نظیر و مثل بھی اصل تو یہہ ہے کہ مواہب اسکی شرح
مین قسطلانی اور زرقانی و طبرانی وغیرہ محدثون سے روایت کرتے ہین کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے مدینہ مین واپس آچکے
تہے مین آپ اور بہت آدمی تہے حضرت کے چچا عباس نے اجازت لیکر یہہ اشعار پڑہے ؎ من قبلہا طبت فی الظلال وفی ❊ مستودع حیث
یخصف الورق ❊ ثم ہبطت البلاد لا بشر ❊ انت ولا مضغۃ ولا علق ❊ بل نطفۃ ترکب السفین وقد ❊ الجم نسرا واہلہ الغرق ❊ تنقل من صالب الی
رحم اذا مضی عالم بدا طبق ❊ وردت نار الخلیل مکتتما ❊ فی صلبہ انت کیف یحترق ❊ حتی احتوی بیتک المہیمن من ❊ خندف علیا تحتہا النطق ❊

مین کفر و اسلام سنت و بدعت کا فرق اسکو واضح ہو گیا **قول** لمعہ ثالثہ الخ **اقول** تقریر اعتراض کی یہہ ہے کہ اگر اس عمل در ہر تشبیہ
بھی ہو تا ہم بسبب قیود مروجہ کے بدعت ہے اسواسطے کہ یہہ قیود منکرہ امور مین یا مباح کہ بسبب تاکد کے مکروہ ہو گئے ہین اور تقیید مطلق لا مع
الی بدعت ہے کیونکہ یہہ قیود قرون ثلثہ سے ثابت نہین ہوتی اور ان کی اصل بہان سے نہین معلوم ہوتی تو اس سے ظاہر ہے کہ یہہ ممانعت بسبب
قیود کے ہے نہ بسبب اصل ذکر ولادت کے کہ بارہا اس کا بیان ہو چکا ہے پس مولف کو اسکے جواب مین اثبات اون قیود کا واجب تہا جسکو
معترض بدعت کہتا ہے نہ اصل ذکر کا مگر مولف خوش فہم جواب مین اصل ذکر کو ثابت کرتا ہے ناظرین ملاحظہ فرماوین کہ مولف کس وادی مین
جاتا ہے **قول** جواب مولوی اسمعیل صاحب **اقول** سب ناظرین بچشم انصاف دیکھین کہ یہان مولف نے عبارت تذکیر الاخوان
کی بنقل کی ہے کہ جو عمل زمانہ فخر عالم علیہ السلام اور تین زمانہ بعد مین بعینہ یا نظیر اوسکی نہو وہ بدعت ہے اور یہہ حد بدعت کی بعینہ
وہی قول خاص ہے جو مولف نے مختار رکہا ہے لفظا و معنی چونکہ یہان اپنے مدعا پر اس سے استدلال لاتا ہے تو اسکو کامل و تمام
بیان کیا اور لمعہ ثانیہ لوروم مین ناتمام نقل کرکے طعن کرنا منظور تہا اور وہان اسکے قبول مین بزعم خود خلاف مدعا ہوتا دیکہا تہا گویہہ نا فہمی
ہو پس یہہ خیانت دین اللہ تعالی اور شرع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اپنی بدعت کی احیا کیواسطے کس کا کام ہے اور یہہ آخر دروغگو
را حافظہ نباشد خود ہی بول پڑا مگر یہہ خیانت مولف کی کچہ اسکو مفید نہوئی اور اہل سنت کو مضر نہوئی چنانچہ واضح ہو گیا مگر ان مثل
مشہور ہے بلی کی ذات دریافت ہو گئی ناظرین دونون عبارت کو ملا کر دیکھین **قول** پس اس بنا پر ہم کہتے ہین الخ **اقول** مولف
نے فہم پر غشاوہ ہے ذکر فخر عالم کا اول سے آج تک کسی کے نزدیک ناجائز نہین اور اوسکے اثبات کیواسطے زرقانی اور مواہب
وغیرہما کی روایت کی حاجت نہین اور جو کچھ مولف نے بڑی جان کنی سے یہہ لکہا ہے اوس کو خود اہل سنت قبول کرتے ہین مگر اس
مین امر متنازع فیہ کا نام و نشان نہین اور بالاستقلال بھی اس ذکر کو کسی نے منع نہین کیا مولف اپنے دماغ کا علاج کرے تداعی
اور اہتمام اس ذکر کے واسطے بالخصوصیت مکروہ کہتے ہین مثل تداعی نوافل کے اور درمیان مسجد مین مجمع اس قصیدہ کیواسطے جمع

وانت لما ولدت اشرقت الارض ۔ وضاءت بنورک الافق ۔ فنحن فی ذلک الضیاء وفی ۔ النور وسبل الرشاد نخترق ۔ آپ کہئے اس

مین حال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا اور پھر منتقل ہونا ایک صلب سے دوسری صلب مین اور حضرت ابراہیم اور نوح علیہ السلام کا نجات

پانا آپکی برکت سے اور آپکا نور اونکے ساتھ تھا پھر بعد تقلبات صلبی و رحمی انجام کار پیدا ہونا اور اوسوقت نور کا نکلنا پھر اوس نور سے تمام

عالم کا روشن ہوجانا جو کچھ مولد شریف مین تفصیل ہوتا ہے اس جلسے مین بالاجمال وہ سب مذکور ہوا ہے پس مردود ہوا قول ان لوگون کا جو کہتے

ہین بالاستقلال یہ ذکر کرے اگر وعظ کے اندر ذکر مین ذرہ بھی کردے درست ہے اور بعض کہتے ہین کہ تنہا پڑھ لے تو جائز ہے مجمع مین

پڑھنے مین ایسے لوگون کو تھوڑا مول کر دیکھنا چاہیے کہ اس جس مین کل قصیدہ حضرت عباس کا بالاستقلال ہی ذکر ہے اور نہین ہے اوسکے

اول آخر مین پند و موعظت اور عین مجمع مین پڑھا ہے پس یہ تذکرہ بالاستقلال کرنا اور نیز مجمع مین کرنا سنت بالصراحۃ ثابت ہوا بہت

باقی جو اس کے امور لواحق ہین وہ یہ ہین فرش بچھانا منبر یا چوکی واسطے قاری کے لگانا خوشبو کا استعمال اور کچھ کھانا کھلانا یا شیرینی دیدینا

سو فرش و منبر تو بدعت ہونے مین کچھ دخل نہین رکھتے ورنہ مجلس وعظ کے لئے بھی اگر کوئی اپنے طور مین فرش اور منبر لگا دے تو چاہیے وہ وعظ

بدعت ہوجاوے یہ بات تو کسی کے نزدیک نہین پس فرش اور منبر سے تو یہ ذکر بدعت نہین ہوسکتا باقی رہا استعمال خوشبو و عطریات

اور کھانا یا شیرینی دینا یہ بخاطرداری اور ضیافت مہمانون کی ہے صحیحین کی حدیث ہے من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ رسول اللہ

ہوا تھا بلکہ تو خدمت خرما مین تھے اور شیرینی اور فرش و بساط وغیرہ کوئی بات نہین تھی سو یہ سب کے نزدیک جائز ہے یہ تو اول مولف آیہ

ورفعنا لک ذکرک سے ثابت کرچکا ہے مگر کلام قیود مین ہے اوسکی کوئی سند دینی وابستہ بھی اپس مجمع مین پڑھنا اور فقط استقلالاً اوسکا

ذکر کرنا مولف کا خیال ہے سو وہ مردود ہوگیا بیشک اور قول ان سنت کا موافق کتاب و سنت کے ہے لاریب **قول** باقی جو اوس کے

امور لواحق ہین الخ **اقول** مولف نے یہان بھی خیانت کی قیود زائدہ و امور لواحق مین سے وہ امور چھانٹ کر لکھے کہ دراصل مباح ہین

تا عوام کو فریب دیوے سو ان امور کی بحث تو اب ہو جاویگی مگر جو امور اصل سوال کے ورقہ مین اور جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم مین مصرح

ہین اونکو ہضم کیا تو وہ بعض امور یہ ہین وہ لکھتا ہے تداعی و اہتمام زیادہ وعظ و جماعت پنجگانہ سے اور فساق و مبتدعین کی طلب اور

مدارات اور لباس و وضع منکر شرع کا ہونا و ترک اور ترک امر و نہی واجب کا اور روایات موضوعہ اور امارد خوش الحان کا ہونا اور رأس

مجمع کی حاضر باشی سے صلوۃ فرض مین کوتاہی کا ہونا اور اسراف روشنی مین اور قیام وقت ذکر ولادت کے خصوصاً بعقیدۂ فاسدہ

یہ امور عشرہ یا یہ سب یا بعض انکے بالفعل مجالس مروجہ مین ہوتے مین ہرگز نہین ہوتا کہ سب مرتفع ہو وین اور ان مین سے سب

مکروہ تحریمی اور حرام ہین کہ ہر ہر واحد کی کراہت اور محظور ہونا ایسا بدیہی امر شرعی ہے کہ کسی ادنی مسلم کو بھی اس سے انکار نہین لہذا ہر ہر

واحد کے اثبات کی حاجت نہین اور اس عبارت شرح منیہ پر جو باب صلوۃ الرغائب سے شروع نور چہارم مین درج اس رسالہ کی ہوگئی ہے قناعت

کرتا ہون اور بعض کی بحث شرح سوال مین ہو چکی ہے اور ان بعض قیود ذلیلہ مذکورہ مولف پر بھی شرح سوال مین بحث ہو چکی ہے اب چونکہ مولف نے

سب طرح سنبھل کر خوب جزم کے ساتھ قیود لکھے ہین تو اونکا حال سننا لازم ہے **قول** سو فرش و منبر تو بدعت الخ **اقول** یہ دعوی مولف کا

کہ فرش و منبر کو بدعت ہونے مین کچھ دخل نہین کسی چشم پوشی حق سے اور انکار مونھ زوری کا ہے کیونکہ فرش و منبر دونون امر مباح ہین جبکہ التزام

فتاوی برہنہ مین ہے از جہت ابعد وفقرا امتناع نیا رو وقصد نکند حاجت شکم را بلکہ نیت کند اقتدای سنت وادخال سرور در دل مسلم پس اگر کوئی شخص با مقدور شکم سیر کھانا کھلا دے محفل مولد شریف مین یا کم مقدور والا شخص شیرینی اور کھجور یا حضر کے لئے اہل اسلام کو بتکلیف دے اسکو ضیافت شرعی نہ کہتے ہین اور وہ لوگ اوسکے پاس آنیوالے عربی زبان مین ضیف اور فارسی مین مہمان کہلا وینگے اور عطر ملنا اونکی تعظیم اور اکرام ہے مقام غور ہے کہ تذکرہ خود سنت تہا اور مراسم اکرام ضیف بھی سنت ہین پہر سنتون کا نام جو کوئی بدعت ضلالت رکھے وسکو خدا سمجھے۔ ع جو اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اوس بت کو خدا سمجھے۔ مدعای اصلی پر آوین محفل مولد شریف مین وہ چیز کہ اصل عبادت اور بنا محفل کی اوسپر ہے وہ ذکر خیر ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باداب و تعظیم دلیل اوسکی یہ ہے کہ اگر کوئی فرش وشمیانہ ورشامیانہ میز چوکی وغیرہ آراستہ کرے اور اوسمین کچھ ذکر نہ ہوا اسکو مولد شریف نہین کہینگے اور اگر کسی موقع مین کوئی شخص کھڑا ہو کر درود یا نعت پڑہتے لگے اوسکو بھی مولف شریف نہین کہینگے اسیطرح اگر کوئی آدمیون کو کھانا کھلا وے یا شیرینی بانٹ دے اسکو بھی مولد شریف نہکہینگے اسیطرح اگر کسی جلسہ مین بخور سلگا یا جاوے یا عطر لوگون کو ملا جاوے اوسکو بھی مولد شریف نہین کہینگے پس معلوم ہوا کہ محفل کا نام محفل مولد شریف اسی سببسے ہوتا ہے کہ اوسمین ذکر ولادت شریف مع بعض صفات ومعجزات وخرق عادات وغیرہ کیا جاتا ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اصل محفل کی ذکر پاک ہے اور یہ ہم ثابت کر چکے کہ حضرت کے چچا عباس نے یہہ ذکر پڑہا اور آپنے اور جمع صحابہ نے سنا ایس ثابت ہوگئی اصلیت مولد شریف کی باقی یہہ امور ملحقات جو عارض ہین یہہ نہین نکالتے اصل سنت ہونے سے مثال اسکی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بھی تعلیم دینی ہوتی تہی اور اسکی

نہین چنانچہ شرح سوال مین ذکر ہو چکا پس یہ بحث اور تکلف ضیافت کی بحث محض کم فہمی مولف کی ہے پہر اب غور کرنا چاہئے کہ شرع سے نہ یہہ ضیافت مباح ہے اور نہ اضیاف کا اکرام روا ہے پہر سکو سنت ہنا موافق کے فہم نارو۔ نے روا کیا ہے کوئی اہل علم اسکو جائز نہین کہہ سکتا پس وہ تذکرہ اور ان اسباب بھی مکروہ بنگیا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور سنن کا مجموعہ بھی وہ ہی محمود ہوتا ہے کہ خالی کراہت و بدعت سے ہو جمع موافق حکم شرع کے ہو ورنہ جمع سنن سے کراہت بھی حاصل ہوتی ہے دیکہو کہ قران دیکہکر پڑہنا سنت تہا اور نماز سنت تہی مجموعہ مکروہ مشابہ باہل کتاب ہوگیا اسکو مشروع اور قران مشروع جمع دونون کا مکروہ ہوا اور علی ہذا مگر مولف نے ایک قاعدہ سیکھ لیا ہے کہ جسکی مفردات اجزا مباح ہو وینگے مرکب بھی مباح ہی رہیگا اور یہہ خود ناتمام ہے اور تحقیق اسکی پہلے گذر چکی ہے مولف نے یہہ سن لیا کہ اکرام ضیف سنت ہے اور قلیل شے بھی دعوت ہوتی ہے پس عالم بنگئے اور بدعات کو سنت بتانے لگے اب دیکہو کہ بدعت کو سنت کہنے والا کون ہوتا ہے **قولہ** محفل مولد شریف مین وہ چیز الخ **اقول** یہہ مولف کی بے سود تقریر ہے مولود ذکر خیر کا ہے نام ہے مگر اس کے ساتھ اگر کوئی امر مکروہ منضم ہو جاویگا تو مجموعہ لاریب مکروہ ہو جاویگا کہ مجموعہ حلال وحرام کا حرام ہی ہوتا ہے صدہا مثالین موجود ہین اور قاعدہ کلیہ فقہ کا ہے اذا اجتمع الحرام والحلال غلب الحرام پس ان امور لاحقہ سے بیشک حرمت وکراہت آویگی یہ بدیہی کا انکار نہایت بلاہت ہے صلوۃ قران کو دیکہکر پڑہنے سے اور اشتمال صماء سے اور سدل سے اور ارض مغصوبہ مین اور آگ اور تصویر کے روبرو مکروہ ہوگئی ذرا آنکہ تو کھولکر دیکھے حاصل یہہ ہے کہ جو قید تغیر حکم شرع کا کر دیویگی بدعت وکراہت حاصل ہو جاویگی ورنہ نہین اور سنت ہونا قید کا مانع بدعت ہونیکا نہین ہوتا **قولہ** مثال اوس کی الخ **اقول** اول تو مولف نے مثال امر لاحق کی جو دی ہے بالکل غلط ہے کیونکہ مولود مین جو امور لاحق ہین یا خود مکروہ ہین یا بلحوق وتغیر کے سبب مکروہ ہوگئے ہین مگر بہر حال ایک امر زائد علی اصل ذکر ہے اور اس مثال مین کوئی امر زائد تعلیم پر نہین فقط تعلیم ہی تعلیم ہے ہان تعلیم کے طریق مختلف تبدل طرز ہی علی زعم مولف نہ لحوق امر زائد سو مولف کے فہم مین

مدارس عربیہ میں ہوتی ہے لیکن اسقدر فرق ہے کہ اسوقت مین استاد پڑھتے تھے شاگرد سنتے تھے چنانچہ بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہ یہ
سب محدث لکھتے ہین کہ ہمارے استادون نے یہ حدیثین ہمارے سامنے پڑھیں اور ہمکو تعلیم کین جابجا لفظ حدثنا اور اخبرنا وغیرہ لکھتے ہین چنانچہ
کہین اب تک تیرہ سو برس ہوچکے وہی دستور جاری ہے کہ استاد پڑھتا ہے اور شاگرد سنتے ہین یہ مشتبہ ہوتا ہے استاد سے درایت کرلیتے ہین اور
ہندوستان کے مدارس کا یہ طریق ہے کہ شاگرد پڑھتا ہے استاد سنتا ہے پس یہ امر خلاف اونکے تغییر اور تعمیر مدرسہ کی نہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے ثابت نہ ابوبکر نہ عمر نہ عثمان نہ علی سے رضوان اللہ علیہم اجمعین اب تعمیر مدارس کی بحث کیجاتی ہین کہ ارادہ کیا جاتا ہے کہ قیامت
لے لغوی معنے سے بھی اون کی بنا محکم متنزلزل نہو اور پہلے صحابہ و تابعین حتی کہ امام اعظم اور امام محمد و ابویوسف تک بھی تعلیم علم دین کی اجرت نہ لیتے
تھے اب جو مدرس حدیث کا یا فقہ کا ہوگا کس کے چالیس پچاس ہونگے کسی کے پندرہ بیس صرف و نحو وغیرہ کی حدود مقرر ہین کہ فلان فلان

از سر خطا ہے دوسرے یہ کہ زمانہ فخر عالم مین دونون طریق موجود تھے آپ بھی فرماتے تھے اور یہ کہ صحابہ نے عرض کیا آپنے تقریر فرمادی یہ بھی تھا
چنانچہ بخاری نے اسکے لئے باب ہی جدا ضبط کیا ہے پس دونون طریق سنت ہوئے ہرگز تبدیل نہین ہوئے اور پھر آج تک ہی دونون طریق چلے
آتے ہین اگرچہ ایک کم ہو تیسرے یہ کہ مولف نے حدثنا و اخبرنا وغیرہ کو سب کو ایک معنی تحدیث کی جانکر نقل کیا اور یہ معنی واقفیت مولف کی فن حدیث
اور اصول فقہ اور اصول حدیث سے ہے کیونکہ حدثنا وہان بولتے ہین کہ استاد اپنی زبان سے پڑھے اور اخبرنا وہان کہتے ہین کہ شاگرد اپنی زبان سے
پڑھے استاد سنے پس بخاری مسلم وغیرہ ہماری کتب سے ہر دو طریق مستفاد ہین اور مولف ہر دو لفظ کو ایک تحدیث پر دلیل لاکر فارغ ہوئے دلیل
تو کچھ اور مدعا کچھ سبحان اللہ حدیث بھی واہ ہ کو تب آتی ہے بس اور لوگ کیون پس مولف کی مثال بعض اون کے جاہل سے خبر دیتی ہے
نہ مثال و مثل مین مطابقت نہ دعوی و دلیل مطابق اور نہ اصل مطلب سے خبر کہ کہان زیادت بدعت و مکروہ ہے اور کہان جائز ہے سب کو ایک
راہ چلادیا ماشاء اللہ اور پھر دعوی علم کی نہایت ہی نہین بہرحال مدارس ہندوستان کا طرز تعلیم حدیث کا منافی زمان فخر عالم و قرون سابقہ
کے ہونا بالکل غلط ہے دوسری مثال تعمیر مدرسہ کی یہ بھی محض کم فہمی ہے صفہ کہ جسپر اصحاب صفہ طالب علم دین و فقراء مہاجرین رہتے تھے
مدرسہ ہی تو تھا نام کا فرق ہے لہذا اصل سنت وہی ہے ہان تبدیل ہیئت مکان کی ہوگئی سو مکان کی ہیئت مطلق ہے بس ہیئت
پر سب سنت ہو بنانا جائز ہے المطلق یجری علی اطلاقہ ہان تشابہ کفار وغیرہ امور ممنوعہ عارض نہو وین پس بنا نیکم خود امر جائز اور ضروری
گر بار بار اوس کا بنانا مشکل ہے پس کسی وجہ سے یہ مثال صحیح نہین کیونکہ یہ مین سنت ہے اور تغیر صورت کا جو ہے سو وہ باطلاق اصل ثابت ہے
خلاف امور لاحقہ ذکر مولفہ کے کہ وہ بالکل شے دیگر ہین متباین باقی اسکے کام مدرسہ مین ایسا کلمہ شاعری کا دہ ایمان مولف کا ہے کہ اوسکی ہی
زبان کو لائق ہے اور زبان فخر عالم مین عالم کو عالمین کہتا تھا قران مین فرمایا و العالمین علیہا سو وہی امر دینی پر بنا اب بھی ہے کوئی امر زائد نہین
ہان تغیر وصف ہوا ہے کہ اسوقت بطور رزق و کفایہ کے تھا اور رزق قضاۃ و ولاۃ و غزاۃ وغیرہ سب ہی قسم سے اب بطور اجرت ٹھہر گیا اسیواسطے
امام شافعی اجرت تعلیم کو جائز فرماتے ہین پس یہان بھی کوئی امر زائد لاحق نہین ہوا تغیر وصف ہی ہے اور بضرورت ضروریہ اختیار ہوا ہے پس
مثال مولف کی باطل ہے اور صرف و نحو و ادب و معانی یہ سب باشارۃ النص سنت ہین فرمایا علیہ السلام نے علیکم بدیوان العرب جب آپنے
زبان عرب کے اصل محاورات کو جاننا لازم کہا تو یہ فنون اوسکو لازم ہین یہ بھی کوئی اپنا ایجاد اور اپنی طرف سے زیادت نہین بلکہ حکم فخر عالم کا ہی ہے

خداوندی کا اون مین پایا گیا اور جلسۂ میلاد شریف بھی شکر ہے فرق نعمت مین ہے وہان نعمت اسلام پر شکر ہے یہان خود اوس نعمت پر شکر ہے جو
اصل بنیاد اسلام و ایمان کی ہے یعنی حضرت کی اطاعت اور جمیع احکام مان لینے کو اسلام کہتے ہین بنا برعلیہ لا بد اس جلسۂ شکریہ مین بھی امید ہے
کہ اللہ تعالی اپنے فضل و کرم سے ملئکہ مین فخر بانیان محفل کا ظاہر کرے کیونکہ علت شکر اوس جلسہ و موجود اور اس محفل مین مشترک ہے لاجرم یہہ بدعت
نہ ٹھیری و اگر مثل اور نظیر اس طرح پر طلب کرتے ہو کہ ایسا جلسۂ مسنونہ بتاؤ جسمین چند سنتین مثل جلسۂ مولد شریف کو مجتمع ہون تو اوسکی بھی نظیر
شرع مین موجود ہے مثلاً شادی عروسی کہ اوس مین اجتماع ہے مومنین کا اور ذکر اللہ بھی اوس مین ہے اسلئے کہ خطبہ نکاح کا جو سنت ہے جلسۂ نکاح مین پڑھا جاتا
ہے بعد ازان خرما وغیرہ تقسیم کرایا جاتا ہے یا حاضرین کیے ہاتھون لٹایا جاتا ہے فتاوی عالمگیری مین ہے لا باس بنثر السکر والدراہم فی الضیافۃ وعقد النکاح
اور مولوی اسحاق صاحب نے مسائل اربعین مین لکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا مین لوگون کو جمع کرکے
خطبہ پڑھا ایجاب قبول کیا چھوارے لٹائے اور نیز جو وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت ام حبیبہ سے نجاشی بادشاہ حبش نے اپنے ملک
حبش مین کیا تو حضرت جعفر اور جمیع مہاجرین کو جمع کرکے خطبہ پڑھا ایجاب قبول کیا بعد ازان سبکو کہا کہ ابھی بیٹھے رہو یہہ سنت پیغمبرون کی ہے
کہ بعد نکاح کے کچھ کھانا کہاوین تب کھانا منگا کر سب کو کھلایا یہہ بھی مسائل اربعین مین ہے اب دیکھئے اگر نکاح مین عقد نکاح کا سرود ہے یہان بھی مجلس

ہونے لگا اس مین کسکو کلام ہے مگر مولف کو مضرت ہے اور یہہ حدیث حلقہ صحابہ کی بھی وہی بیان مطلق ذکر و شکر مین ہے اس سے مولف کو سوائے تطویل
کے کوئی نفع نہین اور مانعین کیلئے کچھ خلاف نہین لہذا اوسکا جواب کیا لکھا جاوے کہ یہہ مسلم اہل سنت کا ہے **قولہ** اگر مثل اور نظیر اسطرح پر الخ **اقول**
فی الواقع مولف کو اثبات مدعا مین ید طولی ہے کیا عمدہ طرح اثبات قیود مولود کو کرتا ہے سننے کے قابل ہے غرض تو اوسکی اثبات جواز کی ہے اور نظیر
کراہت کی لکہی سنو کہ مانعین کا تو قول حسب ارشاد شارع کے یہہ ہے کہ کسی جائز مطلق کے ساتھ اگر ایسے امور ضم ہو جاوین کہ وہ ممنوع ہون تو مجموعہ
ممنوع ہو جاتا ہے اور جو ایسے امور مضموم ہون کہ مباح ہین یا مستحب ہین تو اگر اپنے درجۂ اباحت و استحباب پر رہین تو درست ہین اور جو اپنے درجہ سے
بڑھ جاوین تو بدعت ہو جاتے ہین اور یہہ امر تمام کتب مین مصرح ہے پس شادی نکاح مین جو امور سنت سے ثابت ہین وہ مستحب ہین یا مباح پس
اگر شادی مین کوئی امر غیر مشروع ملگیا جب بھی وہ مجمع غیر مشروع ہوگیا اور جو ان امور کو واجب جاننے لگے یا واجب جیسا معاملہ ہونے لگے
جب بھی ممنوع اور بدعت ہوکر مجمع بدعت کا ہو جاویگا اور شرکت وہان کی منع ہو جاویگی پس بعینہ یہی حال اس مجلس مولود کا ہے بلا تفاوت ہمکو زیادہ
شرح کی کیا حاجت ہے مولف خود ہی کہتا ہے مگر ہان شادی کی بدعات مین وہ معصیت اور مواخذہ نہین جو مولود کی بدعات مین ہے کیونکہ وہ امر
دنیا کا تہا اور یہہ ذکر پاک دین کا اور سرور عالم علیہ السلام کا ذکر اسکی سناہی پر سخت باز پرس ہوتی ہے الحمد للہ کہ مولف کے مونھ سے حق بات نکلی
مگر بہولا کر نکل آئی پس اگر مولف اجتماع امور مباحہ کو مثل مجمع شادی کے جانتا ہے تو اب تاکد کی صورت مین کیون ان کے بدعت ہونیسے تامل کرتا ہے
کلمہ پڑھکر اقرار کر لیوے پس مومنین متبعین سنت مین داخل ہو جاویگا - اب ناظرین مولف کے علم کو قیاس کرین کہ ہر دفعہ اثبات قیود کے
واسطے عزم کرتا ہے تو مطلق فضائل ذکر مولود کے بیان کرکے کوئی قیاس کی بات یا مجمل بات قیود مین ذکر کرتا ہے یہان بھی اسی فکر مین یہہ
قیاس پیش کیا ہے جو بالکل اوسکے مدعا کے خلاف ہے یہہ کمال فہم اوسکا ہے اور صوم عاشوراء کا جواب گذر چکا کہ وہ روزہ بسبب عادہ شکر کا نہین
تہا بلکہ بایجاب اللہ تعالی تہا اور اعادہ سرور عید کی طرح عادت یہود کی تہی کہ فخر عالم نے اوسکو ترک کرادیا تہا پس یہہ نظیر ہرگز نہین ہو سکتی تھوڑی دیر

میلاد شریف میں اوس سے کہیں زیادہ بڑی نعمت یعنی وجود باعث ایجاد عالم کا سرور ہے وہاں خطبہ میں توحید اور اقرار رسالت ہے یہاں بھی وہ مضمون بتفصیل و شرح موجود وہاں تقسیم شیرینی خرما و اطعام طعام ہے یہاں بھی علی ہذا القیاس یہ باتیں موجود ہیں اور اگر سال بسال ہونیکی تثلیث مطلوب ہو تو محدثین صوم عاشوراء کی نظیر دے چکے ہیں کہ موسی علیہ السلام کی نجات کا شکریہ سال بسال کب سے چلا آتا ہے غرضکہ میلاد شریف کی اصل بھی شرع میں موجود ہے اور نظیر اور مثل بھی بناءً علیہ موافق قول مولوی اسمعیل صاحب کے یہ محفل بدعت نہیں ہے بلکہ دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ محفل سنت ہے مولوی اسمعیل صاحب تذکیر الاخوان میں مجتہدوں کی نکالی چیز کو سنت میں داخل کرتے ہیں اور مجلس میلاد اگرچہ بدین ہیئت مجموعی کسی مجتہد مطلق نے خود ایجاد نہیں فرمائے لیکن مجتہدان مطلق نے ایسے عمدہ قاعدے کلیہ ایجاد کیئے کہ یہ مجلس اون قاعدوں میں داخل ہو گئی مثلاً حضرت امام مالک حدیث کی تعظیم اس طرح کرتے تھے کہ اول غسل کرتے تھے پھر فرش ہوتا چوکی مسند بچھتی عود و لوبان وغیرہ بخور خوشبو سلگتی پھر منبر پر بیٹھکر کمال تعظیم سے بیان فرماتے لوگوں نے پوچھا یہ اہتمام کیوں کرتے ہو فرمایا تعظیم کرتا ہوں حدیث رسول اللہ کی تب کسی نے اعتراض نکیا اور چپ ہو گئے امام مالک خیر القرون تبع تابعین میں تھے اور مجتہد بھی انکے فعل سے یہ آداب ثابت ہوئے پھر جسنے اونپر اعتراض کیا وہ اونکی دلیل معقول سنکر چپ ہوا کہ واقعی حدیث رسول اللہ کی تعظیم ہے پس دوسروں کا سکوت کرنا بعد اعتراض کے یہ بھی قول امام مالک کو موید ہو گیا علاوہ بریں اوسوقت سے آجتک جمیع کتب حنفیہ مالکیہ شافعیہ میں یہ دستور العمل مکتوب ہو گیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکان عالی پر بیٹھنا خوشبو لگانا تعظیم مد نظر رکھنا مستحب ہے مدارج النبوۃ اور مواہب اور شرح مواہب وغیرہ سے یہ بات ظاہر ہے اور معلوم ہے سبکو یہ بات کہ محفل مولد شریف میں احادیث و معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے اوسمیں اس قسم کے آداب کئے جاتے ہیں پس یہانتک تو محفل مولد شریف فعل خیر القرون میں داخل اور سنت میں شامل ہے

نہیں کی حاجت ہے بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ اگر یہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الآیہ ہمپر نازل ہوتی تو ہم اوس روز کو عید بنا لیتے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خود اس روز کو پہلے سے حق تعالی نے عید بنا رکھا ہے اوس روز دو عید تھی جو یہ آیت نازل ہوئی عرفہ اور جمعہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یوم حصول نعمت کو یہود عید بناتے تھے اور ہمارے شرع میں یہہ نہیں ہے کہ کسیدن کو ولادت سے لیکر آخر تک شرح صدر اور نبوت اور معراج وغیرہا انعامات امت پر ہوئی مگر شارع نے کہیں کبھی عید بنائی نہ حکم دیا نہ کہیں قرون ثلثہ تک کچھ ہوا پس ایسی حالت میں اگر سرور بطور عید کرینگے یوم ولادت فخر عالم میں تشابہ یہود کا بھی کوئی کہہ دیوے تو بجا ہے باقی رہا سرور ولادت سو وہ ہر دم لازم ایمان ہے اگر اوس کا اظہار بطور مشروع کسی وقت ہو اوسکو کوئی منع نہیں کرتا ہاں بدعت کی طرح پر لاریب ممنوع ہے پس مولف کے سب قیاس برہم ہوئے محض دعوی بےمغز باقی ہے اور بس **قولہ** اب دوسری تقریر سے ثابت کرتے ہیں الخ **اقول** خلاصہ تقریر یہ ہے کہ امام مالک درس حدیث غسل و تطیب کے ساتھ کرتے تھے امام مالک کا حال شرح نخبہ وغیرہ میں منقول ہے

روی عن مالک انہ کان اذا اراد ان یحدث توضا و جلس علی صدر فراشہ و تمکن فی جلوسہ بوقار و ہیبۃ و حدث و روی انہ کان یغتسل و یتبخر و یتطیب انتہی پس طہارت نظافت و تعطر جو یہاں منقول ہے سب اذکار قران و نوافل و حدیث میں باتفاق مندوب ہے اور نصوص سے ثابت ہے نہ معلوم کہ مولف کو باوجود نص کے فعل مالک کی کیا ضرورت ہوئی مگر ظاہر ہے کہ جہل ہے اسوجہ سے اتنا تکلف کرنا پڑا اسواسطے توجہ کی ہر کام

باقی رہا درود و سلام موج کھڑے ہوکر پڑھنا تعظیماً اسکی اصل بھی مجتہدون سے ثابت ہے یعنی احمد بن حنبل کے استاد یحیی بن سعید منارہ مسجد سے پشت لگاکر بیان کرنا شروع کرتے تھے اور بڑے بڑے عالم مجتہد محدث مثلاً علی ابن مدینی اور ابن خالد اور امام احمد وغیرہ کھڑے رہتے تھے اور تحقیق کرتے حدیثین اور کوئی اونکی ہیبت اور جلال سے بیٹھ نہ سکتا تھا یہ حال فتاوی برہنہ میں موجود ہے ان محدثون مجتہدون کے فعل سے ثابت ہوگیا اگر کوئی شخص ذکر رسول کھڑا ہوکر کرے صحیح ہے اور حضرت حسان منبر پر کھڑے ہوکر فخر بیان کرتے تھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بس اب باقی رہگیا کھانا یا شیرینی دیدینا اسکا حال یہ ہے کہ جسوقت ابو سعید مظفر کے وقت مین محفل ہوئی اور اوس مین کھانا نہایت تکلف شاہانہ عام لوگون کو کھلایا گیا اوسوقت اگرچہ کوئی مجتہد مطلق یعنی مجتہد فی الشرع موجود نہتھا مگر مجتہدون کے چند طبقہ ہین ان مین سے ایک مجتہد فی المسائل ہوتے ہین کہ قوت نظر زیادہ کی قوی ہوتی ہے اور اپنے امام کی اصل پر نظر کرکے مسائل غیر منصوصہ مین بنظر اجتہاد حکم دیتے ہین اس قسم کے مجتہد موجود تھے تواریخ سے ثابت ہے کہ اوسوقت جمیع علما نے سوائے شیخ تاج الدین کے محفل مولد شریف کو مع اطعام طعام و تعیین یوم میلاد وغیرہ جائز رکھا پس ان خصوصیات کی اسناد بھی مجتہدین تک پہونچگئی اور مولوی اسمعیل صاحب تو مجتہد مطلق اور مجتہد

حوالہ غلط ہے شاید یہی وجہ اس فعل کے نقل کی ہوئی ہو کہ یہان تصرف کم ظاہر ہو ویگا نصوص تو خوب منصوص ہین اور اس کے تصرف کو ہر ایک معلوم کر لیویگا پس حجیت منبر کی اصل سے درست نہین مگر مولف کیون تکلف کرتا ہے اسکا تو کسی نے انکار نہین کیا مذہب تعظیم کا خود نص سے ثابت ہے ملک کے فعل سے بھی ثابت ہے اوسکا وجوب ہو جانا بدعت ہے دوسرے یہ کہ مولف قران اور درود سب کچھہ پڑھتا ہے کسی وقت تعظیم و تحجر نہین ہوتا خاص اسی ذکر مین مذہب پر عمل ایسا کہ ہرگز ترک نہو کوئی پورے تو لڑنے کو طیار اور امام مالک کا فعل لکھنے کی وجود تعظیم کی وجہ کیا ہے یہ وجہ لکھنی تہی تا بدعت کے طعن سے نجات پاتی اب تو مولف کی تیلی کا بیل ہو رہا ہے پھر اپھرا یا اوسی جگہ پر آرہا جیسا صاحب مذہب منبر کا بھی اور تعظیم کا بھی ثابت ہوا مگر اس تخصیص تعظیم تاکید کی وجہ کیا ہے جو اسبون کا اعتراض رفع ہو دیگر وجہ یہ کہ اعلاء علم اور تحدیث حدیث مین پہونچی ہے یا مکان مرتفع پر بیٹھنا کہین سنت نہین ہان وعظ مین یا جہان مجمع عام مین کوئی امر سنانا ہو آواز پہونچانے کو یا اور غرض صحیح کیواسطے مندوب ہے مگر نہ کوئی تخصیص کی وجہ نہ تاکد کی دلیل اس سے نکلی اور نفس مذہب مفید مولف کو نہین اور درود و سلام کا بھی یہی حال ہے کھڑے بیٹھے جسطرح چاہو پڑھو مگر خصوصیت قیام کیوقت ذکر ولادت کے پوچھی جاتی ہے کوئی مولف کو کہے کہ بند رخند القالی کہین تو سمجھہ سود کو قیا اکسے منع کیا ہے بالخصوص ذکر ولادت پر قیام کرنیکو پوچھتے ہین سمجھہ کر جواب دے الحاصل کلام خصوصیات مین تہی اور بیان مذکر قیود مباحہ کی ظلم ہو کہ بین مگر مولف کچھ سے کچھ لکھہ رہا ہے جو درست نہین علی ہذا حسان کا منبر پر چڑھنا مفاخرت و منافحت غیظ کفار کے واسطے اور اعلان کیواسطے تہا غرض صحیح مین قیام قعود سب درست ہے مگر مولف کو کیا نفع ہے مطلب سے کچھ خبر اور غرض نہین تطویل بے سود کرتا ہے کلام خصوصیت مین اور تاکد مباح مین ہے نہ کہ ان امور کی اباحت مین سو وہ کچھ بھی مولف نے ثابت نکیا ہمہ شب دوان صبح آنجا کہ ہست **قولہ** اب باقی رہگیا کھانا الخ **اقول** کھانے شیرینی کی بحث تو چند دفعہ ہو چکی کہ اصل اوسکی مباح اور تخصیص اور تاکد مروج سے کراہت و بدعت پیدا ہوئی ہے کلام اصل مین نہین بلکہ اس تاکید مین ہے اور ملک مظفر کے وقت کے ایجاد مین تو کمشہی ہو رہی ہے اور جسکو مولف اسکو ہی دلیل بنا رہا ہے کچھ دور مردود نہ معلوم کہان سے یکہا ہے اور بہت طویل کلام اس مین پہلے لکھی گئی اور علامہ فاکہانی کی تحقیق اور اسکا حق ہونا بظاہر حال معلوم ہو چکا

موجود ہے لمعہ رابعہ اعتراض کرتے ہین کہ اگر یہ عمل کبھی کبھی کرین جائز بھی ہو تو خیر لیکن یہہ بات کہ خاص ربیع الاول کی بارہوین تاریخ معین کرنا اسکا اور وہ بھی ہرسال بہرسال التزام کرین اسکی تو کوئی دلیل نہین ہے جواب دلیل اسکی یہہ ہے کہ شرع شریف مین یہ مضمون پایا گیا ہے کہ جس روز کسی نعمت عظمی کا ظہور ہوا اسکو عید کرین ہرسال اوسی روز خوشی کیا کرین قران شریف مین اس تعیین یوم کی مثال یہہ ہے کہ جب حواریون نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آسمان سے ہمارے لیئے خوان کھانے کا اوترے تب عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے یہ فرمایا اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا کہا امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہ اسکے یہ معنی ہین یا اللہ اوتار ایک خوان کھانیکا آسمان سے کہ ہو جاوے وہ ہمارے پہلون اور پچھلون کے لیئے عید یعنی جسدن مین وہ مائدہ اُترے اوسکو ہم عید بنالین اور ہمارے بعد جو پیدا ہووین وہ بھی اوسکو عید بناوین اوسدن کی تعظیم جاری رہے پس اترا مائدہ ایتوار یعنی یکشنبہ کو پس بنالیا نصاری نے اوسکو خوشی کا دن کہ اس مین خوشی کرتے ہین انتہی یعنی وہ لوگ اپنی عبادتگاہ مین جمع ہوتے ہین یکشنبہ کو مثل جمعہ اہل اسلام کے اور اس روز اپنے محکمون مین تعطیل کرتے ہین استراحت پاتے ہین دیکھیئے قران شریف سے اصل ثابت ہوئی کہ روز حصول نعمت کو ابداً عید بنالیا جاوے اور حدیث سے یہ سند ہے کہ ابن حجر محدث نے مسلم اور بخاری کی حدیث سے نکالی ہے یعنی جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے یہود کو دیکھا کہ عاشورا محرم کو روزہ رکھتے ہین آپ نے پوچھا کیون رکھتے ہو بولے یہہ وہ دن ہے کہ اس مین ڈبو دیا اللہ تعالی نے فرعون کو بچالیا موسیٰ علیہ السلام کو پس روزہ رکھا موسیٰ نے شکراً فنحن نصومہ شکراً للہ تعالی یعنی ہم اسدن کو روزہ واسطے شکرگذاری اللہ تعالی کے رکھتے ہین حضرت نے یہہ سنکر ارشاد فرمایا تمہاری نسبت

قولہ لمعہ رابعہ الخ اقول خلاصہ اعتراض یہہ ہے کہ ایسا التزام کرنا اور تعیین تاریخ کرنا کہ موجب تاکد کا ہو جاوے درست نہین ہے مولف جواب دیتا ہے کہ شرع مین روز ظہور نعمت عظمی کو عید بنانا درست ہے کیونکہ اسکی اصل پائی گئی ہے اور دلیل اسکی آیہ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء الآیہ لکھتا ہے پس سنو کہ اسکی تفسیر مین چند اقوال ہین ایک یہہ بھی ہے جو مولف نے لکہا ہے مگر دوسرے اقوال چونکہ مفید مدعی نہ تھے ترک کر دیئے اسکو موافق مطلب کے دیکھکر نقل کر دیا ہے مگر اس سے بھی مدعاے مولف کو مساس نہین کیونکہ اسکا حاصل یہہ ہے کہ یوم یکشنبہ کو نزول مائدہ تھا اوسدن کو بحکم حق تعالی عید بنایا ہے تو اول تو یہہ دیکہو کہ یہہ عید کا قرار دینا بدعاء عیسیٰ علیہ السلام کے ہوا ہے اور بحکم حق تعالی اس کا قرار و اجرا ہوا ہے تو اس تعیین مین تو کلام ہی نہین کہ شارع کی طرف سے فرض ہو جاوے تمیز جمعہ فرض ہوا اور تمیز یوم احد فرض ہوا فغدا للیہود وبعد غد للنصاری الحدیث کلام اس مین ہے کہ اپنی راے سے کوئی عید مقرر نہین کر سکتا اگر مولف کا یہی اجتہاد ہے تو پھر نصاری کے شرع مین کیون گیا جمعہ اور پنجگانہ اوقات سے ہے دلیل لاتی تھی اس مین بھی نماز خفیہ بندون پر مفید ہین دوسرے یہہ کہ یہہ شرع عیسیٰ علیہ السلام کی ہے ایسے احکام منسوخ ہوگئے اوس پر قیاس درست نہین اسلیئے کہ جب خود منسوخ پر عمل جائز نہین اوسپر قیاس بطریق اولی ناجائز ہو دیگا شریعت آدم مین بہن سے نکاح درست تھا تو اسپر قیاس کر کے کسی محرم سے نکاح کرنا شاید مولف جائز کہدیوے اگر کہے کہ نکاح محرم تو ہمارے شرع مین حرام ہے تو تعیین بالرای بھی ہماری شرع مین ناجائز ہے تیسرے یہہ کہ شکر وجود فخر عالم کا ہمپر فرض موقت بوقت نہین بلکہ دائمی ہے پس غیر موقت مطلق کو کسی قیاس سے موقت کرنا باطل ہے اول تو محل نص مین قیاس ہی لغو ہے پھر وہ قیاس کہ مطلق کو مقید کرے اور شریعت احمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو شرع سابق منسوخ نہین کر سکتی بلکہ وہ خود منسوخ ہے چہ جائیکہ اوسپر قیاس کر کے نسخ کرین اور تقیید بھی نسخ ہے ہوتا ہے علماً ہو یا عملاً یہی وجہ ہے کہ تقیید

تو زیادہ معلوم ہوئے موسیٰ سے تب آپنے روزہ عاشورا رکھا اور صحابہ کو بھی حکم دیا یہہ حدیث صحیح ہے مسلم اور بخاری میں موجود ہے اب یہہ دیکھیے کہ
جب فرعون غرق ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی اور جب سے ابتک وہ شکریہ اوس نعمت کا جاری ہے کہ جب روز عاشورا محرم کا آتا ہے
ہر سال اہل اسلام اسکا شکریہ ادا کرتے ہین پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا تو ایسی بڑی نعمت ہے کہ نزول مائدہ عیسیٰ اور نجات
موسیٰ علیہ السلام سے کہین حالت اعلیٰ افضل اور اکمل ہے پس یہہ دن ہر سال آوے کیون اوسدن بہت فرحت و سرور ظاہر نکیا جاوے اور شکر الٰہی
کیون ادا نکیا جاوے جب روز معین کا ہر سال ہر سال موجب عادۃ سرور ہونا قران و حدیث سے ثابت ہوگیا تو روز میلاد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تو نہایت درجہ کر قابل اسکے ہے کہ اوسکو یوم سرور کیا جاوے علاوہ ان دلائل کے اور بھی حدیث صحیح در باب تعین و قرار پانی یوم سرور
باعث ظہور نعمت علماء محققین مثل مفتی سعد اللہ صاحب وغیرہ نے بیان فرمائی ہے اور یہہ بات تو اس قسم کی ہے کہ ابو عبد اللہ بن الحاج
کہ جنکو یہہ صاحب فہرست مانعین مین لکھتے ہین اور اپنا طرفدار شمار کرتے ہین یعنی وہ انکو مانع عمل مولد شریف جانتے ہین اونہون نے اس تخصیص افضلیت

ماہ ربیع الاول کو مسلم رکہا ہے عبارت اونکی مدخل مین یہہ ہے ہذا الشہر العظیم الذی تفضل اللہ تعالیٰ فیہ علینا بہذا النبی الکریم الذی من اللہ تعالیٰ
علینا فیہ بسید الاولین و الآخرین کان یجب ان یزاد فیہ من العبادۃ والخیر شکرا للمولیٰ علیٰ ما اولانا بہ من ہذہ النعم العظیمۃ وقد اشار علیہ الصلوٰۃ والسلام
الی فضیلۃ ہذا الشہر العظیم بقولہ علیہ السلام للسائل الذی سالہ عن صوم یوم الاثنین فقال لہ علیہ السلام ذلک یوم ولدت فیہ فتشریف ہذا الیوم متضمن

ہے مطلق کی بخبر واحد منع ہے پس مطلق شکر کو موقت بتاریخ درود و خصت کرنا بالکل ممنوع ہوگیا چوتھے یہہ کہ خود معلوم ہوگیا باقرار مولف کہ یوم نزول
مائدہ کو نصرانیون نے عید بنایا اب یوم ولادت کو عید بنانے مین تشابہ نصاریٰ سے ہوئیگی یہہ دوسری وجہ پیدا ہوتی ہے اور ہماری شریعت مین
ہرگز جائز نہین کہ یوم ورود نعمت کو عید بنایا کرین چنانچہ بالا بیان اس کا ہو لیا پس یہہ قول دعویٰ مولف کا بالکل باطل ہے ہرگز ہماری شرع مین
کوئی اصل اسکی نہین لہذا یہہ تعیید درست نہین سو قران سے تو استدلال لانا مولف کا باطل ہے اب صوم عاشورا کی دلیل کو دیکھو کہ پہلے اسکی نوبت
تحقیق ہو چکی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام نے یہہ روزہ عادۃ اور بافتراض اللہ تعالیٰ رکھا ہے نہ شکراً النجاۃ موسیٰ پس یہہ استدلال مولف کا بھی
باطل بالشبہ ہے اور ایک تصرف مولف نے اس حدیث مین کیا ہے فنحن نصومہ شکراً للہ تعالیٰ یہہ کسی حدیث مین نہین یہہ مولف نے زیادہ کی
ہے حدیث نحن نصومہ ہے فقط پس زیادہ لفظ شکراً کی افتراء علی الحدیث ہے مگر یہہ بھی کام نہین چلیگا جیسا پہلے مذکور ہو لیا پس عید ٹھیرانا
یوم سرور کو سنت ہوئی یہود کی اور سنت ہوئی نصاریٰ کی اور متروک ہے یہہ اس شریعت مین پس تعیید یوم ولادت مین اپنی رائے سے تشبہ

یہود و نصاریٰ کا ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہہ نفرت کہ عاشورا کی عید مین فرمایا خالفوا الیہود صوموا انتم وعن عائشۃ قالت کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم یوم السبت ویوم الاحد اکثر ما یصوم من الایام ویقول انہما یوما عید المشرکین فانا احب ان اخالفہم کہ مخالفت عید
نصاریٰ اور یہود کیواسطے ان دونون یوم کا روزہ رکھتے تھے اور مولف صاحب اس فعل یہود و نصاریٰ کو حجت لا کر مقیس علیہ بناتے ہین سو یہہ عین مخالفت
امر شارع کی ہے یا نہین ذرا مولف آنکھ کھولکے ہوشیار ہو دیکھیں ایسی ہی غلط اقاویل اور خلاف شرع توجیہات سے اپنے ابتداع کو رواج دینا ہے اور
نہین سمجھتا اور دیگر احادیث جواز تعیید کی مولف نے نقل نکی ورنہ اوسکا بھی حال اوسکو معلوم ہو جاتا پھر اس ثبوت پر مولف بیخبر کیسا خوش ہوتا ہے
انشاء اللہ **قولہ** ابو عبد اللہ بن الحاج الخ **اقول** مولف کو نقل عبارت مدخل سے کچھہ نفع نہین کیونکہ اوسکی عبارت سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ شکر د

تشریف بہذا الشہر یعنی یہ مہینا ربیع الاول کا بزرگ ہے اللہ نے ہم پر احسان کیا کہ ایسا سید الاولین والآخرین اس مین پیدا کیا جب یہ مہینا
ایسا ہے تو چاہئے کہ بہت زیادہ اس مین نیکیان کیا کرین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسکی بزرگی کی طرف اشارہ کر دیا کیونکہ آپ دوشنبہ
کو روزہ رکھا کرتے تھے جب کسی نے پوچھا کیون رکھتے ہو آپ نے فرمایا مین اس روز پیدا ہوا ہون پس اسی سے ثابت ہو گیا کہ جب پیدایش باعث پیدا ہونے
آپکے شرافت اور بزرگی ہو گیا کل دنون کی نسبت پس لابد وہ مہینا بھی مکرم اور معظم ٹھیرا کل مہینون مین یہ معنی ہین کلام ابن حاج کے اور دلیل
دوسرا جواب دیتا تھا کہ یہ مہینا اگر افضل تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کیون اس مین اظہار شکر یہ غیرہ کا نکیا اس بات کا جواب بھی ابن حاج
ابن حاج نے مدخل مین دیدیا - والکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یزد فیہ علی غیرہ من الشہور شیئا من العبادات وما ذلک الا رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم بامتہ
ورفقا بہم لانہ علیہ السلام کان یترک العمل خشیۃ ان یفرض علی امتہ یہ عبارت پہلی عبارت سے ملی ہوئی ہے یعنی اگر چہ ربیع الاول مین زیادہ
کرنا نیک کامون کا اگر چہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کوئی بات زیادہ اس مہینہ مین نہین فرمائی یہ اسواسطے تھا کہ آپ بعض کام چھوڑ دیا کرتے
تھے اسی سبب سے کہ امت پر یہ کام فرض نہو جاوے گیا تماشا ہے کہ ایسے محقق مثبت دلائل جواز مولد کے لئیکو یہ لوگ منکر مولد شریف قرار دیتے ہین
حالانکہ ان کے کلام مین خود خاص کرنا ربیع الاول کا ساتھ مزید خیرات وحسنات کے پایا جاتا ہے باعث ولادت شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور محفل مولد شریف مین کچھ نہین سوائے خیرات وحسنات کے معجزات کا پڑھنا اطعام طعام یا تقسیم حلویات وثمر وغیرہ اور کثرت درود وسلام و
تعظیم اور مدائح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پس اس محقق مسلم الثبوت کا کلام اعتراض تخصیص ربیع الاول کی دفع مین کافی ووافی ہے والحمد للہ
سرور وجود فخر عالم علیہ السلام کا واسطے مسلمان کو لازم ہے اور اس ماہ مین زیادہ چاہئے بسبب برکت اس ماہ کے اور سکا انکار کسیکو نہین ہو تعین
نہوا بلکہ دوام ہوا اور اس ماہ مین زیادت ہوئی اسکو تعین نہین کہتے جیسا ہر ماہ مین عبادت افضل ہے اور رمضان مین بہت افضل تو اس کو
تعین نہین کہتے ہین کیونکہ اس مین کوئی زمانہ خاص اور شغل کو واسطے نہین کیا اور نہ کی صبح کی قید سے بلکہ مطلق ہے جیسا تھا ورنہ کوئی شبہ
نہ تھا شبہ کی پھر مولف کو اس سے کیا نفع ملا الحاصل اس عبارت منقولہ مولف سے پہلے صاحب مدخل یہ لکھ چکا ہے ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع
مع اعتقادہم ان ذلک من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ من المولد وقد احتوی ذلک علی بدع ومحرمات جملۃ الخ اس عبارت مین ثابت
معلوم ہوتا ہے کہ مولود بسبب اختیار بدعت کے بدعت ہو جاتا ہے موافق تھا تھا کہ سنت لحوق امور زائدہ سے بدعت نہین ہوتی سنت ہی رہتی
ہے پھر اس کے بعد بڑھکر یہ بدعت منقولہ مولف کی مدخل مین ہے کان یجب ان یزاد فیہ من العبادات والخیر شکرا للہ تعالی پس اس
مین تخصیص اس ماہ کی نہین بلکہ زیادہ ہے تامل درکار ہے اور مطلق خیرات مبرات کو کہتا ہے نہ کسی ہیئت خاصہ کو نہ کسی بدعت مروجہ کو یہ
ربیع الاول کی شرافت لکھتا ہے آپکی ولادت کے سبب اور تعین کا کچھ حکم نہین پس یہان تک کوئی امر خلاف رائے مانعین کے نہین ہے اور نہ مطلب
مولف کا کچھ اس سے حاصل ہوا نہ معلوم کیون اس سے استدلال ہے پھر آگے بڑھکر وہ لکھتا ہے فان خلا منہ وعمل طعاما فقط ونوی بہ المولد
ودعی الیہ الاخوان وسلم من کل ما تقدم ذکرہ فہو بدعۃ بنفس نیتہ فقط لان ذلک زیادۃ فی الدین ولیس من عمل السلف الماضین
الی آخرہ پس مولف نے اس عبارت کو شاید ملاحظہ نہین کیا یا حذف کر دیا مضر مطلب جانکر الحاصل صاحب مدخل تو مطلق خیرات
زیادہ کو اس ماہ مبارک مین لکھتا ہے اسکا نام تخصیص مولف کی اصطلاح کم فہمی کی ہے اور مولف کہتا ہے کہ محفل مولود

ہوتی ہین و ہ بدعت ہے بیشک اگر ایسی بدعت نکالے تو اوسکا پوری طرح نباہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ملامت نفرمائی کہ کیون انھون نے
بیدعتین ایجاد کین بلکہ اس بات پر ملامت فرمائی کہ انھون نے نہ نباہا حق نباہنے کا جب یہ مضمون قرآن سے ثابت ہوگیا تو معلوم کرنا چاہیئے کہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح تین رات پڑھکر چھوڑ دی تہی اور اس مین یہ بیان ہوا تہا کہ اول شب مین اوسکو پڑھنا چاہیئے یا آخر شب مین
اور تمام رمضان کی راتون مین پڑھنا چاہیئے یا کسی رات مین پڑھ لینا کافی ہے اوسکو اور نہ مقدار قرأت کا بیان ہوا تہا کہ ختم قرآن ہو یا نہو اور نہ یہہ
بیان کہ اپنے گھرون مین پڑھین یا مسجد مین اور نہ کچھ اوس کے لئے تمام اہتمام و انتظام جماعت کا ارشاد ہوا تہا اور اوسی طرح حضرت ابوبکر کے عہد مین
بہی رہا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوسمین اہتمام زیادہ کیا اور حکم دیا تمیم داری کو کہ عورتون کو تراویح پڑھادین اور ابی کعب کو حکم دیا کہ مردون
کو نماز تراویح پڑھادین اور مردون کو بعد مین جماعت تراویح کا حکم دیا اور پہلے صحابہ اپنے اپنے گھرون مین بلا جماعت پڑھتے تھے اور حضرت عمرؓ نے مسجد
مین قندیل روشن کی اور حجۃ اللہ البالغہ مین ہے کہ یہہ بھی حکم دیا کہ بعد عشا کے شروع رات مین پڑھا کرو یعنی بطور تہجد پچھلی رات کو مت
پڑھو غرضیکہ جب حضرت عمرؓ نے اوس نماز کو کہ حضرت نے کچھ پڑھکر چھوڑ دی تھی جاری فرمائی اور بعضی خصوصیات و تعینات اوس مین زائد فرمائین
تب بباعث عارض ہونے ہیئت کذائی جدیدہ کے آپنے زبان خود اوسکو بدعت فرمایا لیکن تعریف کے ساتھ یعنی یہہ فرمایا نعمت البدعۃ یعنی
بہلی یہی بدعت ہے اوس وقت صحابہ مین یہہ خیال کہ دیکھو اس نماز کو تمنے اہتمام اور جماعت اور قیود کے ساتھ نو ایجاد کیا ہے اب اسکو ترک مت کرو اور خوب
مداومت کے ساتھ پڑھو الیسا مت کیجو جیسا بنی اسرائیل نے کچھ باتین ایجاد کرکے پھر اوسپر پورے طور نہ رہے [illegible] ونکو اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا
ما رعوہا حق رعایتہا کہ انھون نے نہ نباہا حق نباہنے کا یہہ قصہ کشف الغمہ مین اور تفسیر روح البیان کے سورہ حدید مین مذکور ہے و کان ابو امامۃ
الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول احدثتم قیام رمضان ولم یکتب علیکم فدوموا علی ما فعلتم ولا تترکوہ فان اللہ عاتب بنی اسرائیل فی قولہ رہبانیۃ
ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوہا حق رعایتہا انتہی جب معنی آیت کریمہ کے اور استدلال صحابہ کا اس آیت سے درباب جواز احداث
بدعت حسنہ اور تاکید مداومت اوسکی سن چکے تو اب مسئلہ میلاد شریف کا حال سنو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ربیع الاول مین کوئی عمل
مقرر نہین فرمایا تہا ابن حاج رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکا عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض
ہوجاوے لیکن اشارہ اوسکی فضیلت کا کردیا کہ مین پیر کے دن اسلیئے روزہ رکھتا ہون کہ اس مین مین پیدا ہوا ہون یعنی اس مین امت کو اشارہ
نکل آیا کہ جب ہفتہ کے سات دنون مین یہہ ایکدن محل عبادت شکر ہوگیا بباعث وقوع ولادت کے پس برس دن کے بارہ مہینون مین ایک
ثابت کر رہا ہے اسواسطے کہ جو دوام موجب معصیت ہو وہ خود ممنوع ہے سو وہان ترک کرنا احیاناً واجب ہوگا اور یہی حق رعایت بحکم شرع ہوگا علی ہذا
اصرار کہ نے مین تغیر حد اللہ ہو کر معصیت ہوویگی پس ترک معصیت بھی حق رعایت بحکم شرع ہوئی تو اس سفسطہ کے جواب کو غور کرنا لازم ہے اور جو مراد
مولف کی ترک شغب احیاناً سے کمی ثواب ہے تو پھر یہہ وہی دوسری دلیل ہوئی تبسری کسطرح ہوجاویگی اور وہ فرق دوام و اصرار کا یہان بھی یاد کرنا
ضرور ہے الحاصل مولف صاحب عقل و فہم کے دشمن ہین اور تراویح کی تحقیق سنو کہ فخر عالم خود فرما چکے ہین کہ سننت لکم قیامہ الحدیث من قام ایمانا
واحتسابا غفر لہ الحدیث اور اسکا فعل ابتداءً کر دکھایا تو اب فعل اور مطلق قول سے جسقدر امور صلوٰۃ تراویح کے ہین سب ثابت ہوگئے المطلق یجری
علی اطلاقہ تو مولف کے وجوہ نعمت البدعۃ کے اگرچہ کسی کے اتباع سے لکھے سب لغو ہوگئے کیونکہ یہہ سب امور بصریح النص ثابت ہین قیدات

یہ بدعت بھی بلا شک محل عبادت شکر یہ ہوگا جسمین میلاد شریف ہو اس بنا پر اہل اسلام نے اس مہینہ میں مجلس شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی اور اکابر علما محدثین اور فقہا جنکا نام ہم خاتمہ میں شمار کرینگے اوسکو بانی اور مجوز اور ثناخوان ہوئے اور اولیاء اللہ جو اہل کشف تھے مستغرق مکاشفات اور منامات میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے راضی پایا غرضکہ علماء طریقت اور شریعت کے اتفاق سے یہ عمل مستحسن ٹھیرا بس مصداق آیا اسپر وہی مضمون آیۂ کریمہ ابتدعوہا ما کتبناہا علیہم الا ابتغاء رضوان اللہ اور مطابق ہوا اسپر قصہ صحابہ کا در باب تراویح پس اگر ہم اس عمل کی محافظت نکرین اور ہر سال بطور لزوم اور اوقات معینہ کے التزام نکرین تو ہمکو اندیشہ ہوگا مبادا ہمپر بھی جناب باری کا وہ عتاب ہو جو بنی اسرائیل پر ہوا تھا اور جس عتاب سے صحابہ ترک تعینات تراویح مین ڈرتے تھے کما مر ہو الحق رہا تھا **لمعہ خامسہ** اعتراض کرتے ہین کہ قیام بدعت سیئہ اور ضلالت بلکہ شرک ہے بچند دلائل ایک یہ کہ ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا محض مین شرک ہے اسلئے کہ یہ عبادت ہے اور خاص صورت نماز کی ہے اور کرنا عبادت کا غیر اللہ کے واسطے شرک فی العبادت ہے دوسری قباحت یہ کہ لکھا نجم الدین قنوجی نے کہ قیام کرنیوالے یون سمجھتے ہین گویا اوسیوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر سے تشریف باہر لاتے ہین اور یہان حاضر ہین یہ کفر اور شرک ہے تیسری قباحت یہ کہ یون سمجھتے ہین کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل مین آیا کرتی ہے اور یہان حاضر ہے یہ اعتقاد شرک ہے **جواب** ان امور کا یہ ہے کہ ذکر اللہ اور ذکر رسول اگر کوئی کریگا تین حالت سے خالی نہین یا کھڑا ہوکر کریگا یا بیٹھکر یا لیٹے ہوئے اللہ تعالی کیطرف سے ان تینون حالتون کی بہ نسبت یہ ارشاد ہوا ہے فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم ولیکن لیٹکر تو وہ اذکار ہین جو خاص وقت سونیکے احادیث مین وارد ہوئی ہین یا کوئی تھکا ہوا سستی مین پڑا ہو یا مریض ہو اسلئے کہ جب آدمی تندرست اور چاق ہوتا ہے تو ذکر اللہ اور ذکر الرسول لیٹکر کرنا ادب نہین سمجھتا چنانچہ نماز مین بھی قیام و قعود تو تجویز ہوا لیٹنا ہو اگر واسطے مریض کے پس عبادت کیلئے حالت ادب دو منحصر ہوئین قیام اور قعود اب اسکی تین شکلین ہین یا کل ذکر قیام مین کرے یا کل قعود مین یا کچھ قیام مین کرے اور کچھ قعود مین یہ تینون شکلین

مطلق کے سب ظاہر کہلاتے ہین بلکہ بدعت ہونیکی وجہ بمعنی لغوی وہ ہی ظہور و شیوع اور اخذ دوام مثل سنن موکدات کے ہے اور سنت موکدہ ہونا تراویح کا آٹھ رکعت کا تو باتفاق ہے اگر خلاف ہے تو بارہ مین ہے اور قاعدۂ شرع سے محقق ہوگیا کہ ترک سنت موکدہ مین عتاب ہوتا ہے پس معنی قول ابوامامہ کے یہ ہُئے کہ تمنے اس سنت موکدہ کو اختیار کیا ہے تو حدوث سے حدوث اختیار دوام ہے نہ حدوث ایجاد جیسا مولف سمجھا کیونکہ ایجاد تو صراحۃً اسکا فخر عالم کر چکے تھے اور یہ امور سنت موکدہ ہے اسکو دائم رکھنا ورنہ خدشۂ عتاب ہے پس اب دیکھو کہ مولف کو سلیقہ نہ فہم قران کا اور نہ اقوال سلف کا خواہ مخواہ خلاف قواعد شرعیہ سلف کے اقوال کو بیمعنی بناتا ہے اور ضلوا اور اضلوا کا مصداق ہوتا ہے پس اس سے بھی بدعت حسنہ مستحبہ کا التزام و دوام نہ نکلا البتہ سنت موکدہ کا نکلا اب دلیل تیسری مولف کی ایک لغو کلام بلکہ بیجا اور ہوگئی پر تطبیق مولود مروجہ کی اسکے ساتھ خود بے معنی ہوگئی اگرچہ اوس مین بھی چند امر جہل مولف کے ظاہر اور خطا ئین باہر ہین مگر تطویل بے سود ہے کیا حاصل ہے حوصلہ علم مولف کا واضح ہوگیا اور دعوی تبحر وہمہ دانی کا لائح ہولیا **قولہ** لمعہ خامسہ اعتراض کرتے ہین الخ **اقول** معترض ذکر اللہ سے بحث کرتا ہے نہ مطلق قیام سے کہ مطلق اوسکے نزدیک مندوب ہے بلکہ ایک فرد خاص قیام کی تعظیم غیر اللہ مین کہ جس مین شرک و بدعت لازم آجاوے اوسکو منع کرتا ہے علی ہذا ذکر فخر عالم پر بحث اور نہ اوسکے قیام و قعود سے استفسار مگر ایک فرد خاص مین کلام ہے پس یہ سب

مجمع الفتاوی میں لکھا ہے پس جبکہ نہی ثابت نہوئی تو موافق اصول کے اور مقررہ مسلمہ علماء حنفیہ کے جنکو علامہ شامی اور محقق ابن ہمام وغیرہ لکھتے
ہیں کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ قیام مباح امر ٹھیرا اور جبکہ اس مباح امر میں نیت کی گئی تعظیم شان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو بباعث قرین ہونے اس نیت حسنہ کے یہ قیام مستحسن اور مستحب ہوگیا چنانچہ مولد کبیر ابن حجر اور سیرت حلبی اور تفسیر روح البیان
و عقد الجواہر وغیرہ میں اسکے استحسان پر تصریح ہے اور عمل ہمیشہ سے حرمین شریفین اور جمیع بلاد اسلامیہ میں جن ملکوں کا ذکر اس رسالہ میں ملا
علی قاری وغیرہ کے کلام سے نقل کیا گیا ہے بھلا جو عمل باتفاق سواد اعظم مستحب اور مستحسن ہو اسکو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت کہنا کسقدر
عین انصاف و تدین کے خلاف ہے اور شرک اور کفر کہنا اسکا تو محض جنون اور مالیخولیا ہے اسلئے کہ شرح عقائد نسفی میں معنی شرک کے یہ لکھے ہیں
کہ شرک اسکو کہتے ہیں کہ کسیکو خدا کی میں شریک کریں یعنی جیسے اللہ تعالی واجب الوجود ہے ایسا ہی کسی دوسرے کو مستقل بالذات واجب الوجود سمجھے
یا مثل خدا کے مستحق عبادت جانے یعنی دوسرے کو مستحق عبادت جانے انتہی اور وقت ذکر ولادت شریف کھڑا ہو کر درود و سلام پڑھنے میں یہ دونوں
باتیں نہیں پھر شرک کیسا اور اگر متقدمین یعنی عقائد نسفی کا کلام نہیں مانتے اپنے متاخرین ہی کا کلام سنو مولوی اسمعیل صاحب تقویۃ الایمان کی

کافی ہے تامل درکار ہے اور پھر قول مولف کا اور اس موقع خاص کی نہی تو گیا علی العموم قیام تعظیم کی نہی نہیں کیا کلام خبط ہے کیونکہ قیام تعظیمی
کی مدح کو تو عموماً معترض تسلیم کرتا ہے خصوص کو ہی بوجہ تخصیص بدعت کہتا ہے مگر مولف ہنوز فہم مطلب سے عاری ہے اسکی زیادہ شرح بسط فضول
معلوم ہوتی ہے کہ اس کلام مخبوط کا حال اہل علم پر روشن ہی ہو چکا ہے کہ معترض کچھ کہتا ہے اور مولف ادھر ہی کچھ بہک جاتا ہے استغفر اللہ
استغفر اللہ پس اب تفریع مولف کی کہ جبکہ نہی ثابت نہوئی الخ بیہودہ کلام ہوگئی کیونکہ نہی تو کلیہ میں ثابت ہو چکی اور ہم مطلع کر چکے اب اباحت اصلیہ اس
میں ہرگز مفید نہ ہوئی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ایسا کلام خبط بھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا **قولہ** اور جبکہ اس امر مباح میں الخ **اقول** قیام مباح تو
تھا مطلقاً اور تعظیم شان ذکر فخر عالم علیہ السلام کے واسطے مستحب بھی تھا مگر جہلاء کی تقیید و تخصیص اور عوام کی سنت کے سبب سے بدعت و مکروہ ہوا
تھا اب مولف کہیں تو سمجھ کیا تجہیری بلا دست ختم ہوگئی پس اصل اباحت و ندب معارض اس بدعت عارضہ کی نہیں اور مولد کبیر وغیرہ میں
جو مستحسن کہا ہے تو اصل مطلق کی فرد کی وجہ سے کہا ہے بظن غالب ہاں عوض اس قید و تاکد کا نہ تھا بخلاف ہمارے زمانہ کے کہ جہلا کا حال
مشاہد ہے پس اب ہرگز وہ امر مندوب نہیں بلکہ اب مکروہ و بدعت ہے اور اگر قید و تاکد کو یہ علماء مذکورہ بدعت نہیں کہتے تو ہرگز تو ہرگز اونکا قول
معتبر نہیں بلکہ بمقابلہ نصوص کے مردود ہوگا پہلے اسکا ذکر ہو چکا مگر مولف کا فہم غلط ہے علی قاری کا قول شرح حدیث ابن مسعود میں صاف
دلالت کرتا ہے کہ اونکی مراد وہی ہے جو بندہ عاجز لکھ رہا ہے اور سواد اعظم کی بحث بھی ہو چکی اب کہاں مولف بد فہم کیواسطے بار بار لکھا جاوی
مالیخولیا کا علاج نہیں **قولہ** اور شرک اور کفر کہنا الخ **اقول** کوئی صفت خاصہ حق تعالی کی کسی میں ثابت کرنا ہی شرک ہے اور کوئی کام
عبادت غیر اللہ کے ساتھ کرنا بھی شرک ہے اور شرک دون شرک بھی محقق ہے قال فی المسامرۃ الالوہیۃ الاتصاف بالصفات التی لاجلها
استحق ان یکون معبودا ای صفاتہ التی توحد بہا سبحانہ لا شریک لہ فی شئ منہا انتہی شرح مقاصد میں ہے والتوحید اعتقاد عدم الشریک فی
الالوہیۃ وخواصہا انتہی وفی الحدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک الحدیث الریاء شرک الحدیث پس قیام دست بستہ بخشوع چونکہ ایک رکن نماز
ہے کہ حق تعالی کے روبرو دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں تو اگر اسیطرح فخر عالم کو حاضر بعلم استقلالی محفل مولود میں جانکر دست بستہ کھڑا ہوگا

فصل شرک فی العبادت مین کہتے ہین اللہ کی ہی تعظیم کسی اور کی نکی چاہئے اور جو کام اوسکی تعظیم کیے ہین وہ اورون کے واسطے نکیے اب ہے کاہے قیام کو دیکہنا چاہئے کہ خاص للہ تعالی کیواسطے ہے یا اور کسی کیواسطے بھی ہے اور قیام دست بستہ عبادت بھی ہے یا نہین مولوی اسمعیل صاحب کے دادا پیر شاہ عبد العزیز تفسیر عزیزی پارہ الم مین لکہتے ہین در حقیقت چیزیکہ نماز از غیر نماز تمیز میدہد آن نہین ہو فعل اندکی وسجود وقیام قعدہ یہ نماز بلکہ عبادت ہم نباشد انتہی اور علامہ حلبی نے لکہا ہے شرح کبیر منیہ مین والقیام لم یشرع عبادۃ وحدہ وذلک لان السجود غایۃ الخضوع حتی لو سجد لغیر اللہ یکفر بخلاف القیام شاہ صاحب اور حلبی کی عبارتون سے ظاہر ہوگیا کہ قیام خود فی نفسہ عبادت نہین اور نہ کچہ نماز اور عبادت کیساتھ اوسکی خصوصیت پس اللہ کی خاص تعظیمون مین قیام کو شمار کرنا خود اپنے بزرگون کے کلام کو رد کرتا ہے خلاصہ یہہ کہ نماز مین جو قیام عبادت گنا جاتا ہے وہ بباعث اشتمال چند قیود کے عبادت گنا گیا ہے طہارت کا ملا اور استقبال قبلہ کا شرط ہونا اور قرأت کا واقع ہونا اور وسیلہ تکرار الرکوع

جیسا جہلا کا عقیدہ ہے تو لاریب مشرک ہوویگا پس معترض کا یہہ کلام جہلا کے عقیدہ پر ہے اگرچہ فہمیدہ کی نسبت شرک حقیقی نہین مگر بدعت سے خالی بھی نہین کیونکہ بدون اس عقیدہ کے بھی تخصیص مطلق تو حاصل ہی ہے پس وقت ذکر ولادت کے قیام دست بستہ بدین عقیدہ شرک ہوا کہ صفت علم خاصہ حق تعالی کی فخر عالم مین ثابت کی اور استحقاق عبادت کا بسبب حصول صفت خاصہ کے بھی ہوتا ہے پس مولف نے شرح عقائد تو پڑہی مگر سمجہا نہین اگر سمجہ لیتا تو ایسے کلام نکرتا بہر حال قیام اس عقیدہ کی وجہ سے شرک ہوا ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت مین یہہ امر خود واضح ہی ہے **قوله** اب قیام کو دیکہنا چاہئے الخ **اقول** قیام بھی صلوۃ کا رکن فرض ہے اور طاعت وعبادت ہے بقولہ تعالی وقوموا للہ قانتین پس نفس قیام اگرچہ عام ہے عبادت وغیر عبادت سے مگر قیام دست بستہ بخشوع وقنوت عبادت ہے اور تفسیر عزیزی مین یہہ فرماتے ہین کہ قیام اختصاص بعبادت نہین رکہتا یعنی قیام بغیر عبادت کے بھی ہوتا ہے مگر قیام دست بستہ بخشوع کو نہین فرماتے کیونکہ وہ عبادت ہے کہ تذلل پر دال ہے اور اعلی تذلل عبادت ہوتی ہے پس قیام عام ہے اور قیام دست بستہ بخشوع خاص مولف آنکہہ نہین کہولتا کہ معترض مطلقا قیام کو نہین لکہتا بلکہ قیام دست بستہ بخشوع کو کہ عقیدہ حضور بعلم مستقل ہو اور شرح منیہ مین قیام کو عبادت مقصودہ ہی کہا لا بقولہ لم یشرع عبادۃ وحدہ نہ عبادت ہونیسے اسی واسطے نفس قیام غیر کے واسطے جائز ہے خلاف قیام موصوف کے پس قیام موصوف کی عبادت غیر مقصودہ ہونیسے یہہ لازم نہین کہ غیر کے واسطے جائز ہو پس قیام موصوف غیر کے واسطے اگرچہ شرک حقیقی نہو مگر تشابہ تو ہے بقولہ علیہ السلام ان کدتم آنفا تفعلون فعل فارس والروم یقومون علی ملوکہم وہم قعود فلا تفعلوا انتہی قال النووی فیہ النہی عن قیام الغلمان والاتباع علی راس متبوعہم الجالس لغیر حاجۃ انتہی علی قاری شرح عین العلم مین کہتے ہین فکما لا یجوز ان یسجد احد لاحد لا یجوز ان یرکع وکذا القیام علی ہیئت الوقوف فی الصلوۃ لحدیث من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ فی النار انتہی پس جب وعید بالنار اس مین ہے تو کبیرہ ہونیسے تو کسی حال خالی نہین ہو سکتا بہر حال شرک دون شرک سے خالی کسی طرح نہوا الحاصل قرآن سے قیام قنوت کا عبادت ہونا محقق ہوگیا اور حلبی نے عبادت مقصودہ ہونیکا انکار کیا نہ عبادت ہونیکا اور تفسیر عزیزیہ سے نفس قیام کا مختص بعبادت نہونا دریافت ہوا نہ قیام مخصوص کا تو اب مولف ذرا فکر کرے کہ حلبی اور عزیزی خلاف قرآن شریف کے نہین کہتے مولف خود نہین سمجہا بدون سوچے استدلال لا کر شرک کو ایمان بتاتا ہے اور قرآن کو معاذ اللہ رد کرتا ہے الحاصل قیام دست بستہ بخشوع غیر کے واسطے شرک ہوا اگرچہ وہ شرک غیر حقیقی ہی ہو عند البعض اور عوام کے حق مین کہ عقیدہ علم

واسمیں ہوتا اگر نماز میں ان باتوں کا خیال ہوتا تو نماز میں قیام شروع ہوتا بخلاف سجدہ و رکوع کے کہ یہ خود عبادت اصل مقصود ہے اور خاص خدا
تعالیٰ کا حق ہے اسواسطے قرآن و حدیث ناطق ہیں باینکہ غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں اب اس سجدہ کا حال کتب معتبرہ سے سنیئے مولوی اسحق صاحب مائۃ
مسائل میں مسئلہ سی و ششم میں لکھتے ہیں سجدہ کردن غیر خدا را اگر باشد بطریق تحیۃ حرام و کبیرہ است و اگر بجہت عبادت غیر خدا را سجدہ کند موجب کفر و
شرک است انتہی اور یہی مضمون تفسیر عزیزی پارہ الم میں ہے اب دیکھئے انکے بزرگوار تو عین سجدہ میں یہی تفریق کرتے ہیں کہ عبادت کے لئے دوسرے کو
سجدہ کرنا شرک ہے اور اگر نیت عبادت کی نہیں تو حرام ہے شرک نہیں حضرت مجدد الف ثانی جلد ثانی مکتوبات کے مکتوب نود و دوم میں لکھتے
ہیں بعضے از فقہا ہر چند سجدہ تحیت بسلاطین تجویز نمودہ اند اما لائق حال سلاطین عظام آنست کہ درین امر بحضرت حق سبحانہ تعالیٰ تواضع
نمایند انتہی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بادشاہوں کے لئے بھی بعض فقہائے سجدہ کرنا جائز لکھا ہے لیکن حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ
مستقل کا رکھتے ہیں شرک حقیقی ہوا معترض اس کو بھی شرک کہتا ہے اسی نفس قیام کا شرک ہونا لازم نہیں آتا اگر مولف کچھ تامل کرے تو
ظاہر ہے ہاں زیارت فخر عالم علیہ السلام میں علی قاری نے دست بستہ سلام عرض کرنیکو جائز لکھا ہے سو ہاں استقبال قبلہ جو نہیں بلکہ
استدبار ہے اسواسطے جائز کہا ہے اور پھر وہ بھی خصوصیات میں ہے کہ آپکے غیر کے واسطے درست نہیں اور یہ خلافی مسئلہ ہے در
منسکیہ میں لکھا ہے بل یضع یمینہ علی شمالہ لا فقیہ خلاف انتہی قال الکرمانی لیصح وقال غیرہ الاولی الارسال لئلا یشبہ بالمصلی انتہی
الی نسیم الریاض شرح شفا سو یہ خلافی مسئلہ ہوا اور جن کے نزدیک جائز ہے وہ خصوصیت پر حمل کرتے ہیں تو غیر زیارت میں اگر حضور
موصوف یعنی حضور بعلم مستقل کا عقیدہ ہے تو شرک ہوا اور غیر اس عقیدہ کے مشابہ بشرک ہوتا ہے اور معلوم ہو لیا کہ حکم شرک کا معترض
نے علم غیب کے ساتھ جہلا پر ہی کیا ہے پس معترض پر مولف کا کوئی نقض نہیں اب مولف سجدہ کی بحث میں شروع ہوتا ہے اپنی غرض
فاسد کے اثبات کی غرض سے **قولہ** سجدہ کا حال الخ **اقول** سجدہ اگرچہ تحیت کا ہو حرام ہے اور مشابہت بشرک ہے اسکو بھی شرک
کہنا درست ہے جیسا حلف بغیر اللہ کو شرک حدیث میں فرمایا پس ایسا ہی قیام بخشوع میں ہو تو کیا بعید ہے اور تفریق سجدہ عبادت و تحیت
میں بسبب شرک حقیقی کے کرتے ہیں ورنہ حرمت اور اطلاق شرک میں دونوں برابر ہیں شرح فقہ اکبر میں علی لکھتے ہیں و فی المحیط اذا
قال اہل الحرب لمسلم اسجد للملک والا قتلناک فالافضل ان لا یسجد لان ہذا کفر صورۃ والافضل ان لا یاتی بما ہو کفر صورۃ وان کان فی حالۃ
الاکراہ پس اس سے معلوم ہوا کہ کفر کی صورت بھی سخت بری کہ قتل ہونے پر صورت کفر کو ترجیح دیکر اولیٰ ترک لکھا پس دست بستہ
بخشوع کھڑا ہونا بھی مشابہ ہے خصوصاً علم حضور میں کرے تو خود شرک ہے پس مولف کی ایسی روایات کا نقل کرنا سوائے اضلال خلق
کے اور کیا کہا جاوے جن فقہا نے سجدہ سلاطین کو جائز لکھا وہ قول انکا مردود ہے قرآن و حدیث کے اطلاقات سے پس ایسے
اقوال ہائے ساقطہ سے حجت لانا اہل علم کا کام نہیں پس افسوس مولف کی زبان درازی اور کوتاہی فی الدین پر کہ کس طرح
قرآن کے رد کرنے پر اور حدیث کی مخالفت پر اور تمام عالم کی مضادت پر ایسی چرپوز مردود روایات سے کمر باندھے بیٹھا ہے
خلق کو ورطۂ استحلال حرام میں ڈالتا ہے **قولہ** واضح ہو الخ **اقول** اول تو سجدہ ملائکہ اور اخوۂ یوسف میں خلاف
ہے بعض منسوخ لکھتے ہیں اور بعض وضع الجبہۃ ثانیاً جو کچھ ہے وہ سب اس امت میں حرام ہو گیا خواہ کسی نیت سے ہو اطلاق

بادشاہونکو تواضع اور عاجزی چاہیے لوگون سے سجدہ نکروین جب عبادت مخصوصہ جو خاص خدا کا حق تہا یعنی سجدہ بغیر نیت عبادت کے شرک ہوا بلکہ بعض فقہا نے جائز ہی رکہا افسوس ان زبان درازون کی تعدی اور عدم مبالات پر کہ فقط قیام جو ہرگز اصل عبادت نہین شرک اور کفر کسطرح ہو سکتا ہے واضح ہو کہ پہلے امت مین سجدہ بہی دوسرون کو واسطے تعظیم کے جائز تہا یوسف علیہ السلام کے پاس جب اونکے باپ یعقوب علیہ السلام اور اونکی خالا اور سب بہائی ملک مصر مین آئے جب ملاقات یوسف علیہ السلام سے ہوئی تو اوس وقت کا حال قران شریف مین ہے وخروا له سجدا یعنی حضرت یوسف کے والد اور خالا اور بہائی یہہ سب حضرت یوسف کے آگے سجدہ مین گر پڑے تعظیما اور اسیطرح جب آدم علیہ السلام کے لئے فرشتون کو حکم دیا سجدہ کا قلنا للملئکة اسجدوا لآدم اوسوقت سب فرشتون نے سجدہ کیا آدم کو سوائے شیطان ملعون کے چنانچہ قران شریف مین ہے فسجدوا الا ابلیس یہہ ذات شریف اوسوقت غرور مین رہی سجدہ نکیا جہنمی ہنگئی لعنت کا طوق گلے مین پڑا امام فخرالدین رازی نے پارہ تلک الرسل مین لکہا ہے ان الملئکة امروا بالسجود لاجل ان نور محمد علیہ السلام فی جبهة آدم اور شاہ عبدالعزیز نے لکہا ہے کہ فرشتون نے جو سجدہ کیا آدم علیہ السلام کو اور اخوان یوسف نے یوسف علیہ السلام کو وہ عبادت کے لئے نہ تہا ایسا سجدہ کبہی جائز نہین ہوا کیونکہ یہہ محرمات عقلیہ سے ہے اور محرمات عقلیہ کبہی نہین بدلتے بلکہ وہ سجدہ تعظیمی تہا اب اس امت مین وہ بہی حرام ہے صحیح یہی ہے اس مقام پر ایک لطیفہ یاد آیا یعنی منکرین اپنے رسائل مین بانیان محفل میلاد شریف کے مذہب کو لکہتے ہین این مذہب قابل نیست کہ سندش تا ابولہب رسانیدہ شود بلکہ تا ابلیس لعین انتہی کلامہ۔ اب ہم کہتے ہین کہ ان لوگون نے تو جسطرح کوئی سفیہ سفلہ بڑ ہانکتا اور بیاصل باتین کہتا چلا جاتا ہے موافق اوسکے ابلیس تک ہمارے مذہب کو پہنچا دیا اور کوئی ثبوت کامل ندے سکے لیکن ہم لاریب ان منکرین کا سلسلہ بخوبی شیطان ملعون تک پہنچا کر آنکہون کے سامنے دکہا دینگے یعنی موافق قول امام رازی کے آدم کے لئے جو حکم سجود ہوا تہا اوس مین تعظیم تہی نور محمدی کی جو اونکی پیشانی مین تہا سو جمیع ملائکہ مقربین نے سجدہ ادا کیا تعظیم نبی بحکم الہی بجا لائے پس ہم لوگ تو ملائکہ کے حال مین ہمرنگ ہین کہ اونہون نے تعظیم رسول ادا کی ہم بہی کرتے ہین فرق اتنا ہے کہ اوس وقت سجدہ جائز تہا اونہون نے سجدہ کیا ہمارے عہد مین سجدہ ممنوع ہے ہم باداب تعظیم کہڑے ہو کر درود و سلام پڑہتے ہین نفس تعظیم مین ہم اور ملائکہ مشترک رہے اور جو لوگ قیام تعظیمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین تغلیظ و تشدد اور کلام لا یعنی پیش کرتے ہین اور نہین کرتے قیام تعظیمی وہ ابلیس کے ہم مذہب ہین علت مشترکہ یہ تعظیم کے دونون منکر لیکن چونکہ وہ متقدم ہے اور یہہ لوگ متاخر بنا بر علیہ مقدم تو امام ٹہیرا اور تابعین متاخر اوسکے مقلد پس خوب پہنچگیا سلسلا اس مذہب خبیث کا ابلیس لعین تک اور دوسری بات یہہ بہی ہے کہ ابلیس مغرور نے یہہ سمجہا کہ اسقدر ملائکہ مقربین بے سمجہے بندہی ہوئے سجدہ مین گرے ہین مین ایک حقیر ناچیز کیا ہون جو سجدہ نکرون شدت غرور شقاوت سے تابع جمہور نہوا سجدہ تعظیمی نکیا صاحب تعظیم کی شان مین تو فرق نہ آیا مگر یہی کمبخت خوار و ذلیل ہوگیا اسیطرح یہہ تن چند منکرین قیام جو اپنے خیالات فاسدہ مین مغرور ہین جمہور اہل اسلام کو نہین خیال مین لاتے یہہ نہین سمجہتے کہ مین الشریفین و بیت المقدس و روم و شام کے تمام علمار قدسی نفوس قیام کرتے ہین استحباب کا فتوی دیتے ہین ہم اونکے آگے کیا چیز ہین غرضکہ تمام عالم قیام تعظیمی کرے یہہ سرگروہ مخصوصہ کبہی نکرینگے اس تکبر اور تفرد مین بہی ان صاحبون کو شرکت اوس لعین کے ساتہہ ہے اور ہمکو اتباع جمہور مین

شرک کا اونسپر ہوویگا پس جو ایسی روایات سے استخفاف معصیت مین عوام کو مبتلا کرنا ہے البتہ نیابت شیطان کی اوس کو مسلم ہے کیونکہ لا تجتمع ...

ملا مکہ ملاء اعلیٰ کے ساتھ اتفاق ہے تیسرے یہہ بات کہ تفسیر ابن مخلد مین تصریح کی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے شیطان رونے
چیخنے لگا اور ملاء اعلیٰ یہہ کہ اوس روز سروش غیبی بشارت دیتے پھرتے تہے کہ ولد المصطفی المختار یعنی پیدا ہوئے مصطفی پسند کئے ہوؤ اور
چنے ہوئے اللہ کے انتہی آپس ہم لوگ جو خوش ہو کر تذکرہ ولادت شریفہ کا کرتے ہین سروش غیبی کے ساتھ ہین اور جو اس تذکرہ اور محفل کرنے
سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوتے ہین وہ اوس شیطان کی ملت پر ہین اس طرح پر ان منکرین کا سلسلہ ابلیس سے جا ملا اگرچہ اس عاجز کی طرز و انداز
سے یہہ گفتگو نہایت بعید ہے لیکن چونکہ ابتدا ادہر سے ہے اسلئے یہہ چند کلمات لکھے گئے اور وہ بھی اس جراءت پر کہ جو کچھ ان کلمات کی شامت سے
وہ سب وہی ابتدا کرنیوالے کی گردن پر ہے ہم بری الذمہ ہوں ہمارے مخبر صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے ہین جسکو مسلم نے ابو
ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ المستبان ما قالا فعلی البادی فصد ازہو القدر مسلسل کہین سے کہین پہونچی مقصد اصلی پر آ دین سجدہ تعظیمی اس
امت مین حرام تو ہے لیکن شرک اور کفر نہین جب عبادت خاصہ مخصوصہ باری تعالی کا یہہ حال ہو پھر قیام کسطرح شرک ہو سکتا ہے اگر ہاتھ باندھکر
کھڑا ہونا شرک ہوتا کبھی علما دین کا بطور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہ رکھتے قبر شریف کی زیارت مین صاحب جذب القلوب لکھتے ہین و در وقت
سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقوف در انجناب با عظمت دست راست را بر دست چپ نہد چنانچہ در حالت نماز کرمانی کہ از علماء حنفیہ است تصریح
باین معنی کردہ انتہی اور ملا علی قاری نے بھی کرمانی سے یہہ ہاتھ باندھنا مثل نماز کے نقل کیا کتاب در المضیئہ مین اور مدینہ جانیوالے خوب جانتے
ہین کہ وہان اسی پر عمل ہے اور اسکے خلاف پر کہ ہاتھ باندھکر کھڑا ہونیکو منع کرین ہرگز عمل نہین اور علامہ محمد بن سلیمان مکی شافعی نے کتاب حاشیہ
مناسک خطیب شربینی مین لکھا ہے تالا ولی لرضع یمینہ علی یسارہ کالصلوۃ کما اقتصر علیہ فی الحاشیہ واقرہ ابن علان و آخر کلامہ فی الجوہر
یشیر الی المیل الیہ انتہی اور فتاوی عالمگیریہ مین ہے و باب زیارت قبر شریف و یقف کما یقف فی الصلوۃ اب دیکھئے سب علما شافعی و حنفی نماز
کے ساتھ تشبیہ دیکر کہتے ہین کہ جسطرح نماز مین ہاتھ باندھکر کھڑے ہوتے ہین اوسی طرح حضرت کے روضہ مبارک کے سامنے با ادب کھڑے ہو
یا لمعصیۃ کفر کی عمدہ اصول کلام کا ہے اب لطیفہ کثافت طبع موافق کا جواب قلم انداز کرکے آگے چلتا ہون **قولہ** اگر ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا شرک
ہوتا الخ **اقول** پہلے قول مین تصریح ہوئی کہ یہہ مسئلہ زیارت کا مختلف ہے اور دونون روایتین نقل ہوئین اور کرمانی تجویز اسکا ہے شیخ
عبد الحق بہی اوس سے نقل کرتے ہین اور علی قاری نے بہی یہان اسکو اختیار کیا ہے ہذا علی قاری شرح عین العلم مین اسکو حرام کہتے
ہین اب فرق مجوزین کے نزدیک یہان یہہ ہے کہ اس جگہ استقبال قبلہ نہین وہ قبلہ کہ معین اور مشخص ہو رہا ہے پشت کے پیچھے ہو جاتا ہے
تو قطعاً مخالفت ہیئت صلوۃ کی ہو گئی اور مظان شرک بھی نہین کہ حیوۃ النبی موجود ہین اور یہان مولود مین کوئی جہت مشخص نہین دوسرے
مظان شرک ہے کہ عوام کا عقیدہ حاضر ہونیکا ہے پس اس مین اور اوسمین فرق ہو گیا مع ہذا اگر شرک نہین تو مشابہہ شرک کے اور عوام کے
عقیدہ کی خرابی کا باعث ہے لہذا ناجائز ہوا اور اطلاق شرک اوسپر مجازاً ہوگا اور معترض کا شرک کہنا اوپر معلوم ہو چکا کہ جہلا کی نسبت ہے
اگر نیت فاسد ہو تو شرک ہوگا پس تعامل حرمین زیارت مین حسب روایت اجازت کی اگر ہے تو فارق موجود ہے اور یہہ خلاف قیاس ہے
دیکھو کہ صلوۃ جنازہ مشابہہ بشرک ہے مگر اجازت ہو گئی تو اب امام صاحب غائبانہ صلوۃ جنازہ کو جائز نہین کہتے اور تکرار کو منع کرتے
ہین پس زیارت پر قیاس کرکے اس قیام کی اجازت نہین نکل سکتی ۔

اب اس مین دو احتمال ہین یا تو یہہ علماء سمجھے ہین کہ با ادب ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا یہ کچھہ عبادت نہین ہے اور نہ مخصوص خدا کے ساتھہ جیسا کہ کلام شاہ عبد العزیز وغیرہم سے ہم نقل کر چکے ہین جبکہ مخصوص خدا کے ساتھہ نہین تو کیا مضائقہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اسطرح کھڑے ہوں اور دوسرا احتمال یہہ ہے کہ اگر ہاتھہ باندھکر کھڑا ہونا خاص ہے اللہ تعالی کے ساتھہ تو شاید یہہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ کی تعظیم مین کھڑا ہونا غیر اللہ کی تعظیم نہین بلکہ یہہ گویا خود اللہ کی تعظیم ہے چنانچہ بعض آیات سے یہہ مضمون مفہوم ہوتا ہے قرآن شریف مین ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ یعنی جنے رسول کی اطاعت کی تحقیق اوسنے اللہ ہی کی اطاعت کی اور دوسری جگہ فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ شاہ عبد القادر صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یہہ کیا ہے جو لوگ ہاتھہ ملاتے ہین تجھسے وہ ہاتھہ ملاتے ہین اللہ سے انتہی اور تفسیر روح البیان مین ہے کان المقصود بالمبایعۃ منہ علیہ السلام المبایعۃ مع اللہ وانہ علیہ السلام انما ہو سفیر ومعبر عنہ تعالی وبہذا الاعتبار صاروا کانہم یبایعون اللہ وبالفارسیۃ آنانکہ بیعت می کنند با تو جز این نیست کہ بیعت می کنند با خدا چہ مقصود بیعت اوست وبرای طلب رضای اوست انتہی کلام روح البیان اور وقت بیعت جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھہ لوگون کے ہاتھہ پر تہا اوسکو قرآن شریف مین یون فرمایا ہے ید اللہ فوق ایدیہم شاہ عبد القادر نے معنی اسکے لکھے کہ اللہ تعالی کا ہاتھہ ہے اوپر اونکے ہاتھہ کے اور تفسیر مدارک مین ہے یریدان ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی تعلو اید ی المبایعین ہی ید اللہ تعالی واللہ منزہ عن الجوارح ومن صفات الاجسام وانما المعنی تقریر ان عقد المیثاق مع الرسول کعقدہ مع اللہ من غیر تفاوت بینہما یعنی رسول کی بیعت گویا اللہ کی بیعت ہے کچھہ فرق نہین خلاصہ کلام یہ کہ اگر یہ قیام دست بستہ عبادت نہین چنانچہ مذہب علماء وقول فقہا یہی ہے تو محفل مولد شریف مین کھڑا ہونا شرک اور کفر ہرگز نہوا اور اگر اسکو بان زوری سے خواہ مخواہ خلاف علماء دین کے عبادت قرار دیتے ہو تو بہی ہم جواب دینگے کہ اگر یہہ عبادت ہے تو یہی اللہ ہی کیواسطے ہے یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا ہمارے لئے بڑی نعمت ہے اور اللہ تعالی کی رحمت ہے جسوقت اس ظہور نعمت کا بیان ہوتا ہے ہم تعظیما کھڑے ہو جاتے ہین یہہ بہی کہی ***

قولہ اب اس مین دو احتمال ہین الخ **اقول** دونون احتمال نہین مولف کی نظر فہم کا قصور ہے پہلا امر خلاف قیاس ہے کہ روضۂ مطہرہ پر سلام عرض کرنے مین منقول ہوا ہے وہ علی قاری کرمیلانی جائز کہتے ہین وہ ہی اوسکو اور مواضع مین حرام لکھتے ہین صلوۃ جنازہ مین مردہ کو آگے رکھکر نماز پڑھنا درست ہے حالانکہ دوسری جگہہ درست نہین نور الانوار مین لکھا ہے وانکرہ صلوۃ الجنازۃ فی نفسہا بدعۃ مشابہۃ عبادۃ الاصنام اور شرح مقاصد و تفسیر عزیزی کے کلام سے کچھہ ثابت نہین پہلے گذر چکا اور تعظیم فخر عالم کے واسطے قیام درست تہا اگر بیان مولود مین منظان شرک ہے لہذا ناجائز ہے گو جہلا کے حق مین خود شرک ہے اور دوسرا احتمال مولف کا محض مغالطہ اور تلبیس مولف کا ہے کیونکہ اطاعت سفیر کی عین اطاعت امیر مرسل کی ہوتی ہے اور اوسکی اہانت امیر کی اہانت کیونکہ سفیر مبلغ ہوتا ہے اسکا قول قبول کرنا عین اطاعت وقبول قول مرسل کا ہے علی ہذا بیعت اصل سے ہوتی ہے اور وکیل سفیر محض واسطہ ہوتا ہے یہی معنی روح البیان وغیرہ کے ہین مگر تعظیم سفیر و امیر مین فرق ہے کہ تعظیم امیر کی سفیر سے زائد ہوتی ہے اور خواص تعظیم امیر کی سفیر کے ساتھہ درست نہین ہوتی اسکو ہر عاقل جانتا ہے پس اطاعت وبیعت کو مقیس علیہ بنا کر تعظیم حق تعالی کی فخر عالم کے ساتھہ کرنا اور اوسکا درست جاننا عین شرک ہے سجدہ کرنا آپکو حرام ہے اتفاقا اگر یہہ قاعدہ مولف کا چاہتا ہے کہ آپکو سجدہ بہی درست ہو جیسا مولف قیام مین کہہ رہا ہے اور یہہ قول باطل و شرک ہے

ارواح انبیا کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے معراج کی حدیثون مین وارد ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہین کہ مین نے اپنے تئین انبیا کی جماعت

مین دیکھا پھر موسیٰ علیہ السلام نماز پڑہتے ہین یہہ بیٹھے پڑھتے ہین یہ ابراہیمؑ پڑھتے ہین فحانت الصلوۃ فاممتہم یعنی پہر نماز کا وقت آگیا مین

اون کا امام ہوا روایت کیا اسکو مسلم نے اور قرطبی نے ابن عباس سے یہہ روایت کی ہے کہ بیت المقدس مین اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے لیکر کل انبیا کو

جمع کر دیا سات جماعتین حضرت کے پیچھے تھین اور فتاوی سراجیہ کے باب مسائل متفرقہ مین ہے امامۃ النبی علیہ السلام لیلۃ المعراج للارواح

الانبیاء علیہم السلام کانت فی النافلۃ روایات فقہ وحدیث سے ثابت ہوا کہ سب پیغمبرون کی روحین اپنے اپنے مقامات سے بیت

المقدس مین حاضر ہوئین اور تمام بیان آگے ہی اور مشکوۃ مین مسلم سے روایت ہے کہ ابن عباس فرماتے ہین کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ چلے جاتے تھے مکہ اور مدینہ کے بیچ مین جب ایک جنگل مین گذرے پوچھا حضرت نے یہ کونسا جنگل ہے صحابہ نے کہا یہہ وادی الازرق

ہے فرمایا حضرت نے گویا مین دیکھتا ہون موسیٰ علیہ السلام کو پھر حضرتؐ نے اونکا رنگ اور بالون کا حال بیان فرمایا اور فرمایا کہ دونون رکھے ہوئے

ہین دونون کانون مین اونگلیان یعنی جسطرح اذان مین دستور ہے اونچی آواز سے لبیک کہتے چلے جاتے ہین اس جنگل سے

کہا ابن عباسؓ نے کہ ہم آگے چلے تو ایک پہاڑ کی گھاٹی پر پہونچے پوچھا حضرت نے یہ کونسی گھاٹی ہے صحابہ نے کہا یہہ پہاڑ تو ہرتا

ہے یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا مین دیکھتا ہون یونس علیہ السلام کو سرخ اونٹنی پر سوار پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے اونکی اونٹنی کی مہار پوست

خرما کی ہے اسی جنگل مین چلا جاتا ہے حج کے لئے لبیک کہتا ہوا روایت کی یہہ حدیث مسلم نے کہا شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ اتفاق

است بر حیات انبیاء علیہم السلام بحیات حقیقی دنیاوی لیکن محجوب اند از نظر عوام پس بحقیقت تو والشان حبیب خود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

باذنہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہین اور اس عالم مین اگر حکم ہو تو آسکتے ہین اور صلوۃ وسلام ملائکہ پہونچاتے ہین اور احوال امت آپ پر پیش ہوتے

ہین اور جس وقت حق تعالیٰ چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہین اس مین کوئی مخالف نہین مگر یہہ کہ ہر جگہ محفل مولود مین اور دیگر

مجالس فرح مین ہر روز آتے ہون یا ہر صورت دنداء اور عرض وحالات دنیا کے ہر روز معلوم ہوتے ہون بدون اعلام حق تعالیٰ کے اسکو

تسلیم نہین کرتے اور یہہ کہ سب اشیاء کا علم حق تعالیٰ نے دیدیا ہے اسکو بھی قبول نہین کرتے بلکہ جسقدر علم دیا جاتا ہے اسیقدر کو جانتے ہین اور بس

علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین ثم اعلم ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا وذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر

باعتقاد ان النبی یعلم الغیب انتہی پس معترض کی تیسری قباحت یہہ ہے کہ جسکو یہ کہتے ہین کہ روح آپکی یہان آیا کرتی ہے اور یہان حاضر ہے تو

معترض دوام تشریف آوری کہتا ہے یعنی فعلیت کا دوام نہ امکان و وقوع احیانا پس مولف اگر اس امر کو ثابت کردیوے کہ آیا کرنے مین دائماً تو اوسکا

جواب ہو ویگا ورنہ امکان حضور سے کچھ فائدہ مولف کو نہو ویگا اور سب اقوال اوسکی فضول ہو وینگی **قولہ** ارواح انبیا کا چلنا پھرنا فقہ اور حدیث سے ثابت ہے الخ

اقول ان روایات معراج سے ارواح کا بیت المقدس مین جمع ہونا اور آسمانون پر جانا باذنہ تعالیٰ ثابت ہے مگر مولود کی مجلس مین آنا بھی تو ثابت ہے

نفس حرکت وتنقلب یہہ خاص تشریف آوری ثابت نہین ہو سکتی اور قیاس کا محل نہین باب عقائد قیاس سے خارج ہے حدیث مسلم مگر استدلال

مولف کا اس سے باطل ہے مشکوۃ کی حدیث مفرج کی کہ وادی ازرق مین دیکھنا حضرت موسیٰ کا اور ہرشا پر حضرت یونس کا سو یہہ تو ظاہر ہے

کہ آپ نے اوسوقت نہین دیکھا تھا بلکہ آپ حکایت کرتے تھے دیکھنے ماضی کی کیونکہ فرماتے ہین کانی انظر گویا دیکھ رہا ہون والفظ یا فانی انظر

یہ کلام بھی ہے قیل وقال و بے اشتباہ و بے اشکال اور قسطلانی نے بھی مواہب میں اسی معنی کیطرف اشارہ کیا ہے وقیل ہو علی الحقیقۃ لان الانبیاء احیاء عند ربہم

یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی ہذہ الحالۃ کما فی صحیح مسلم من انس انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی قائما فی قبرہ یصلی قال القرطبی حبب الیہم العبادۃ فہم یتعبدون بما

یجدونہ من دواعی انفسہم لا بما یلزمون بہ انتہی اور عبارات محدثین سے معلوم ہوا کہ ارواح انبیاء حج اور نماز وغیرہ عبادتین کرتی پھرتی ہین جو ان کے دلمین آوے اور مشکوۃ کے باب المعراج

مین بخاری اور مسلم کی حدیث سبکو یاد ہوگی کہ اوس مین بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے آسمان پر حضرت آدم ملے دوسرے پر حضرت یحیی اور

عیسی تیسرے مین حضرت یوسف چوتھے مین حضرت ادریس پانچوین مین حضرت ہارون چھٹے مین حضرت موسی ساتوین مین حضرت ابراہیم آپ دیکھئے آسمان پر

جانیسے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام ارواح کل انبیاء کی بیت المقدس مین ملی تھین وہ نماز حضرت کے پیچھے پڑھی تھی اب بعد اون انبیاء آسمانو

پر ملیں پس کسقدر حرکت ہوئی ہر آسمان اسقدر ہوتا ہے جسقدر پانسو برس کا رستہ ہو دوا زمین سے آسمان تک اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو

برس کا رستہ ہے پس اس تحقیق کے موافق ایک دم مین آدم علیہ السلام کی روح ایک ہزار برس کا رستہ اور عیسی و یحیی علیہما السلام کی روحین دو ہزار برس کا

رستہ علی ہذا القیاس ابراہیم کی روح سات ہزار برس کا رستہ طے کر گئے اس سرعت سیر کو یاد رکھو عنقریب ہم کچھ فائدہ اسپر مرتب کرینگے اور لکھا شرح مواہب لدنیہ

مین خاتمۃ المحدثین علامہ زرقانی نے لا یمتنع رویۃ ذاتہ علیہ السلام بجسدہ و بروحہ وذلک لانہ وسائر الانبیاء صلی اللہ علیہم وسلم احیاء ردت الیہم ارواحہم بعد ما قبضوا

واذن لہم فی الخروج من قبورہم للتصرف فی الملکوت العلوی والسفلی نقل کی یہ کلام زرقانی نے تنویر الحلک تصنیف جلال الدین سیوطی سے کہ وہ شاہ ولی اللہ

کے سلسلہ اساتذہ مشائخ مین ہین اور خود شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین مین لکھتے ہین رایتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور بصورتہ التی کان

علیہا مرۃ بعد مرۃ فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ بصورۃ جسدہ علیہ السلام وہذا الذی اشار الیہ بقولہ ان الانبیاء لا یموتون وانہم یصلون فی قبورہم ویحجون انہم

احیاء اور حضرت مجدد الف ثانی جلد اول مکتوبات کے مکتوب دویست و ہشتاد و دوم مین لکھتے ہین امروز در حلقۂ بامدادی دیدم کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی

نبینا و علیہما السلام الخ اس مین یہ ہے کہ معاملہ رویا کا ہے اور اگر یقظہ کا ہے تاہم حرج نہین معترض تقلیب ارواح کو باذن اللہ قبول کرتا ہے کلام یہ ہے کہ کسی حدیث

سے یہ ثابت نہین کہ ہر مجلس مین آیا کرتے ہین اور نصوص سے جو چلنا پھرنا محقق ہوگا اوس مین کچھ عذر نہین یہان قیاس کا باب مسدود ہی ہے پس

اس سے کچھ ثبوت مدعا نہین ہوتا علی ہذا شیخ عبد الحق کا قول اور مواہب کا حج کرنیکو جانا اور معراج کی شب مین آسمانون پر جانا مولف کو مفید نہین اور

باب نزاع پر کچھ دلالت اوسکو نہین اور زرقانی کی عبارت جو تنویر الحلک سیوطی سے نقل کی اوس مین بھی صریح ہے کہ خروج عن القبور باذن اللہ

تعالی ہے بقولہ واذن لہم الخ مگر تنویر الحلک کی عبارت مین ایک قلیل تصرف مولف کا ہوا ہے اوسکی عبارت یون ہے واذن لہم فی الخروج من

قبورہم والتصرف فی الملکوت الخ واو عاطفہ ہے نہ لام جارہ اور تصرف کے معنی یہی چلنا پھرنا ہے فی القاموس صرفتہ فتصرف قلبتہ فتقلب واصطرف

تصرف فی طلب الکسب انتہی مولف نے لام جارہ لکھا اور تصرف کے معنے عرفی اردو کے بنائے ہین مگر تاہم اوسکے مدعا کو مفید نہین چلنے پھرنے سے

عالم علوی سفلی مین تشریف آوری مجلس مولود کی لازم نہین آتی خصوصا یہ مجالس بدع و مکروہات اور پھر یہان مشہور معنوی حدیث سے کام چلیگا

نہ ایسے اقوال سے اور عبارت فیوض الحرمین سے بھی وہی مضمون نکلا جو حدیث مسلم مین تھا حیوۃ اور حج کرنا اور اپنے سامنے شکل مبارک کا

دیکھنا کہ مدینہ طیبہ مین مرقد مبارک پر حاضری کا قصہ ہے جو دہلی کا ہوتا جب بھی کوئی مطلب مولف کا نہین نکلتا جیسا آگے آتا ہے حضرت

مجدد کی دونون عبارت مین تلقی روحانی ہے اس مین انتقال کی ضرورت نہین اور متجسد ہونا اور انتقال کرنا بھی ہو تو بھی غرض مولف کی اس سے

نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بصورت روحانیان حاضر شدند و بتلقی روحانی حضرت خضر فرمودند کہ بازعالم ارواحیم حضرت سبحانہ تعالیٰ ارواح ما را قدرت کاملہ
عطا فرمودہ است کہ بصورت اجسام متمثل شدہ کارہائے کہ از اجسام بوقوع می آید از ارواح ما صادر مے یابد اور اسی جلد اول مکتوب صد و بستم میں ہے دریں
اثنا عنایت خداوندی در رسید و حقیقت معاملہ را کما ینبغی وا نمود روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ رحمت عالمیان است بیک
حضور ارزانی فرمودند و تسلی خاطر حزین نمود اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ انتباہ الاذکیا میں احادیث و آثار صحابہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اطراف زمین میں آمد و رفت برکت کے ساتھ فرماتے ہیں اور انبیا کا مرجانا یہی ہے کہ وہ ہماری نظر سے محجوب ہو گئے مثل فرشتوں کے نظر نہیں آتے مگر جس
ولی اللہ کو اللہ دکھا دے انتہی اور امام غزالی گفتہ کہ ارباب قلوب مشاہدہ می کنند در یقظہ ملائکہ و ارواح انبیا را کذا فی اشعۃ اللمعات فی کتاب الرؤیا اور
اسی جگہ لکھا ہے شیخ عبد الحق نے از شیخ ابو السعود کہ مصافحہ میکرد آنحضرت را بعد از ہر نماز اور اسی جگہ لکھا ہے شیخ نے قصہ غوث پاک کا کہ روزے غوث
الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ بر کرسی نشستہ بود و وعظ میفرمود قریب بدہ ہزار کس در پایہ وعظ وے حاضر و شیخ علی بن الہیتی در زیر پایہ
کرسی شیخ نشستہ ناگاہ شیخ علی ہیتی را خواب برد پس شیخ عبد القادر قوم را فرمود اسکتوا پس ہمہ ساکت شدند تا آنکہ جز انفاس از ایشان شنیدہ نمی شد
پس فرود آمد شیخ از کرسی و بایستاد باادب پیش علی مذکور و وی نگریست در وی پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبد القادر با وے کہ دیدی تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم را گفت نعم فرمود ازیں جہت ادب ورزیدم با تو و ایستادم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت بملازمت مجلس
تو پس شیخ علی گفت آنچہ من در خواب دیدم شیخ عبد القادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ دران روز از عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین
اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں ایک تو روح پاک مصطفوی کا مجلس خیر میں آنا دوسرے تعظیم روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت غوث اعظم سے پیر دستگیر
کا کھڑا ہو جانا یہ سند ہوئی استحباب قیام کیواسطے تشریف آوری ارباب فضل و اکرام کے تیسرے حضرت غوث پاک کی علو شان اور قوت ادراک کہ جسکو دوسرے
آدمی خواب میں دیکھیں آپ نے بیداری میں دیکھا قصہ مختصر یہ کہ روح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر آمد و رفت فرماتی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ

حاصل نہیں ہوتی اور پھر ان مکاشفات کو قبول کرنا احکام شرعیہ میں ضرور نہیں نہ اس سے حکم ثابت ہو مولف کا ایسے موقع استدلال میں نقل کرنا ان حکایات
و مکاشفات کا خالی ناواقفیت قواعد دین سے نہیں چنانچہ یہ مصرح ہے کہ الہام و کشف اولیا کا مفید حکم اور حجت علی الغیر نہیں ہوتا امام غزالی مشاہدہ کو غزالی
میں سو مشاہدہ کیواسطے ارواح کا مشاہد کے گھر میں آنا ضرور نہیں قلب منور بعید سے دیکھتا ہے مثل قریب کے باذن اللہ تعالیٰ جس وقت چاہے حق تعالیٰ
علی ہذا مصافحہ کرنا علی ہذا قصہ شیخ عبد القادر گیلانی کا کشف روحی اور رویا روحی ہے اس میں تدلی تنزل کی کچھ حاجت نہیں اور وقت انکشافات
کے جب حضور ہو گیا تو ادب ضرور ہی ہوگا پس مولف کا یہ کہنا کہ روح مصطفوی کا مجلس میں آنا نکلا محض ناواقفیت معاملہ کشفی سے ہے اگر کوئی خواب
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو مولف حکم کریگا کہ آپ اوس کے گھر تشریف لائے اب اس عقل مولف کو دیکھنا چاہیے اور استحباب قیام آنیوالے
کے واسطے ثابت ہے معترض نے کب انکار کیا ہے مولف کی عقل پر غشاوہ ہے اب شہود کے وقت مثل حیوۃ کے معاملہ ہونا چاہیے کلام اس میں نہیں مولف
کو اصل مطلب فہمی سے کام ہی نہیں اگر اہل محفل میلاد کو زیارت فخر عالم کی ہووے تو قیام کو کون منع کرتا ہے اور معترض لفظ آیا کرتی ہے پر شبہہ کرتا ہے
غرض معترض کچھ اور دلائل مولف کے کچھ اور عجب قصہ ہے **قولہ** اور اگر کوئی یہ سمجھے الخ **اقول** مولف نے آپ ہی اعتراض بنایا کہ آپ مستغرق
مشاہدہ میں ہیں تو حالی الدنیا کیونکر ہو سکتی ہے اور آپ ہی جواب دیا کہ آپ کی وسعت علم کو یہ مانع نہیں اور تفسیر عزیزی و زرقانی سے حجت لایا مگر عجب ہے

کی حضور عین مستغرق اونکو دنیا کی طرف کب توجہ ہوتی ہوگی جواب اوسکا یہہ ہے کہ شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہین والقمر اذا اتسق کی تفسیر مین وبعضے از

خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ درین حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ

باین سمت نمی گردد۔ جب اولیاء اللہ کا یہہ حال تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حال تو بدرجہا اس سے فائق ہوگا چنانچہ خاتمۃ المحدثین زرقانی صفحہ ۲۷

مقصد عاشر مین لکھتے ہین ولاریب ان حالہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البرزخ افضل واکمل من حال الملائکۃ ہذا سیدنا عزرائیل علیہ السلام یقبض الف مائۃ

روح او نہیں فی وقت واحد ولا یشغلہ قبض عن قبض وہو مع ذلک مشغول بعبادۃ اللہ تعالی مقبل علی التسبیح والتقدیس فنبینا صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ

یصلی ویعبد ویشاہدہ ولا یزال فی حضرۃ اقترابہ ی دنوہ متلذذا بسماع خطابہ کما کان شانہ وعادتہ فی الدنیا یفیض علی امتہ من سحابات الوحی الالہی

صلوات اللہ ولا یشغلہ ہذا الشان وہو شان افاضۃ الانوار القدسیۃ علی امتہ عن شغلہ بالحضرۃ الالہیۃ یعنی آپ کا قبر مین یہی حال ہے اور دنیا مین بھی

یہی تہا کہ امت پر فیضان جاری رہتا تہا اور خدمت سے لگے رہتے تھے ایدھر کی مشغولی سے اودھر کی مشغولی مین فرق نہ آتا تہا ہے ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق

مین شامل ہ خواص اوس برزخ کبری مین تہا حرف متعدد کا ہ پس یہہ ہے توسع ادراک علم وقوت استعداد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر اور ہر روح انبیا

کی سرعت سیر معلوم کہ حضرت ابراہیم معراج رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رات بیت المقدس سے ساتوین آسمان پر سات ہزار برس کا رستہ طے کرکے دقیق

فرصت مین پہونچ گئے چنانچہ ہم بروایت اسکی بیان کرچکے پھر کیا اشکال وبال جان ہو رہا ہے منکرین کو کہ صرف چند محافل میلادیہ جو چند شہر متعدد امین منعقد

ہو بھی رہی اون مین بسرعت سیر حاضر ہوجانیکی قدرت روح پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مین نہین مانتے وہ پیغمبر سید المرسلین جو ابراہیم خلیل اللہ سے

بھی افضل بالاتفاق ہین مفضول تو سات ہزار برس کی راہ طے کرے ایکدم مین اور فاضل افضل چند مقامات کی سیر نکرسکے کمال کم فہمی کی بات ہے

اور اوسپر طرہ یہہ کہ جو ایسا اعتقاد کرے اونکو مشرک قرار دین سبحان اللہ شرک کے معنی بھی یہہ حضرات خوب سمجھ واضح ہو کہ بہت مقامات مین حاضر ہوجانا ایک

زمانہ مین روح پاک کا جسکو یہہ لوگ شرک کہتے ہین اوسکی تشریح اس رسالہ مین گذر چکی جہان چاند سورج اور ملک الموت کی تمثیل ہے اور کتاب دافع الاوہام

مین کلام محققین مستندین سے ثابت کیا گیا کہ روح کاملین کی آن واحد مین مقامات متعدد مین جاسکتی ہے جسکو دیکھنا ہو اوسمین دیکھے اسیم تماشی کی بات سناتے ہین

دہرم بھی سیکا نام مولوی اسمعیل صاحب اپنی پیر کیواسطے کتاب صراط مستقیم مین روح خواجہ عالیشان روح غوث پاک کو بغداد و بخارا سے مہینہ بھر تک آنا بیان فرماتے ہین

گر اسکا معترض بالغ ہو اور نہ مولف کو کچھ فائدہ عبث اوراق سیاہ کرتا ہے معترض دوام تشریف آوری روح پاک کا ان مجالس مین انکار کرتا

ہے مولف امکان علم حضور ثابت کر رہا ہے نہ گھر کی خبر نہ اپنے ہوش اور حضرت عزرائیل کی مثال پر پھولا نہین سماتا پہلے اس کا جواب ہوچکا کہ

حق تعالی نے حضرت عزرائیل کو ایسی قوت وعلم دیا ہے اور اون کے متعلق یہہ خدمت کی ہے کہ اگر فخر عالم کو اس سے صدہا گونہ زائد ہو تو کیا عجب ہے

مگر کلام فعلیت مین ہے کہ یہہ ہوتا ہے یا نہین اب خلاصہ ونتیجہ دلائل وجواب مولف کا دیکھو **قولہ** پس ایدھر توسع ادراک وعلم الخ **اقول**

سبحان اللہ فہم مولف پر عجب ہے نہ توسع ادراک کا ذکر نہ سرعت سیر کا انکار کلام فعلیت حضور مین اور تشریف آوری دائمی

مین ہے اور قیاس عقلی مولف کا امکان مین حالانکہ عقائد کا ثبوت نص قطعی سے ہوتا ہے چند اقوال وہ بھی خارج بحث ذکر کرکے آنکھ

بند کرکے ایک ڈھکوسلا لکھدیا کچھ تو شرم کرنی تھی کہ عقائد کا مسئلہ اور اعتراض کے خلاف کیا اثبات کرتا ہون اور کیا کہہ رہا ہون

اور کیا واجب تہا اب باقی کلام لایعنی کا جواب ضرور نہین چاند سورج ملک الموت کا جواب سب مذکور ہوچکا اور سید صاحب کے قصہ

وہ تو آمنا و صدقنا ہی ہے دوسرون کے واسطے فتاوی بزازیہ کھولا جاتا ہے کہ من قال ان ارواح المشایخ حاضرۃ تعلم یکفر اس حیلہ داری اور حمیت پر کمال تعجب ہے **قال**
حاضر ہو جانا روح کا ممکن الوقوع تو ہے لیکن امکان وقوع کو وقوع ضرور نہین ہے یہ کسطرح معلوم ہوا کہ ان محفلون مین آجاتی ہے **جواب** روح کا آنا کوئی امر
حسی آنکھون سے دیکھنے کا نہین کہ کوئی دیکھکر بتا سکے بلکہ امر باطنی قسم عالم امر سے ہے اس کا ثبوت ارباب مکاشفہ سے ہو سکتا ہے کہ اون لوگون کا انکشاف
اور نفس اون کے کدورتون سے پاک اور نظر باطنی اونکی عمیق پس اس قسم کے آدمیون کو منامات مین بھی بشارت ہوئی کہ حضور کا گذر مولد شریف مین ہوتا ہے اور
بعض صلحا مجلس میلاد مین مشرف بہ زیارت بھی ہوئے محمد بن یحیی جو مکہ معظمہ مین مذہب حنبلی کے مفتی تھے علماء اعلام و مقتدایان دین اسلام سے نقل کرتے
ہین کہ عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یحضر روحانیتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسیطرح علامہ زین العابدین برزنجی جنکا مولد شریف منظوم دیار عرب کی محافل
مین پڑھا جاتا ہے وہ قیام قیام مین لکھتے ہین ~~ لقد سن اہل العلم والفضل والتقی + قیاما علی الاقدام مع حسن امعان + بتشخیص ذات المصطفی وہو حاضر
بای مقام فیہ یذکر بل دان + اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ مین تین مقام پر ایک جگہہ موقع سلام مین دوسری جگہہ خصائص مین تیسری جگہہ
تعلیم آداب تصور جمال روی مبارک مین تصریح کی ہے ساتھ حاضر ہونے روحانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ مین بھی یہ ذکر
فرمایا ہے جنکے دیدہ بینا ہون ڈھونڈ کر نکال لے یہ دونون کتابین کثرت سے موجود ہین اور اس مسئلہ کی رنگ دیو تو خود کلام شاہ ولی اللہ صاحب مین موجود ہے

لیکن جنہین دل کی بھی اطلاع ہو چکی ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور **قولہ** سوال حاضر ہو جانا روح کا ممکن الوقوع الخ **اقول** مولف نے یہ عبارات
نقل کین اور فی الحقیقت اصل مدعا کو اس سے کچھ مساس نہ تھا یہہ بھی ایک فریب ہی تھی کہ عوام تو یہان جانتے ہین کہ بہت سی روایات سے یہ مدعا ثابت
کیا ہے مگر اہل علم سمجھ جاوینگے کہ یہہ محض تطویل بے سود ہے لہذا بندہ نے ہر عبارت پر اشارہ کر دیا ہے کہ اسکو مدعا سے علاقہ نہین آخر مولف کو خود ہوش
آئی تو سوال جواب کرکے اوسکو رفع کرنا چاہتا ہے حاصل سوال کا یہ ہے کہ سب روایات سے تقلب ارواح کا معلوم ہوتا ہے پھر مجلس مولود مین آنا کسطرح
معلوم ہو کیونکہ معلوم ہونے کے طریق معتبر دین مین تین ہین یا حواس سو وہ تو یہان نہین دوسری عقل سو ظاہر ہے کہ وہ یہان مفقود ہے کیونکہ یہ امر
عقل سے ثابت نہین ہو سکتا تیسری خبر رسول وہ بھی اس باب مین غیر موجود پس مدعا پر دلیل کسطرح ہو سکتی ہے اب مولف کا جواب قابل سننے کے ہے
لکھتا ہے کہ یہان آنکھون سے تو علم ہو سکتا ہی نہین یعنی حواس کا کام نہین کہ اوس کو دریافت کرے اور اخبار متواترہ خبر رسول کی جو قطعی ہون وہ بھی مفقود
مگر ارباب مکاشفہ سے ثبوت ہو سکتا ہے الغرض مولف نے اقرار کیا کہ ہر سہ امر طریق علم کے جو معتبر شرع مین ہین یہان نہین پائی جاتی ارباب مکاشفہ کی خبر
معاملہ منے اور رویا سے ثابت ہوتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مولف نے اسقدر تطویل بے سود کرکے کہا تو یہہ کہا کہ خواب مین اور مکاشفہ مین لوگون کو معلوم
ہوا ہے اور خود محقق ہے کہ دین مین علی الخصوص اعتقاد مین رویا اور کشف کا اعتبار نہین اور اس سے کوئی حکم شرعی ثابت نہین ہوتا خصوصاً مسئلہ عقائد کا
تو اب سب ارباب عقل غور کرین کہ فقط مدار عقیدہ مولف کا خوابون اور مکاشفات پر ہے پھر اسقدر روایات بے سود نقل کرنا اگر فریب ہی نہین تھا تو کیا
تھا اول ہی سے لکھدینا تھا کہ خواب سے یہہ معلوم ہوتا ہے جو آخر کہا اول سے کہتا پس اب ہمکو جواب مین یہ کافی تھا کہ یہی کہدیتے کہ شرعاً یہہ سب غیر معتبر
ہین خدا تعالی مولف کو ہدایت کرے کہ کوشش ماتورد و حلق خود بلدید اور پھر مآل کار اوس ہی اپنی اصل پر آگیا اتنا رونا رویا اور دعوی کو دلیل سے ثابت
نہین اور جواب کو اعتراض سے علاقہ نہین توبہ توبہ اور شیخ عبدالحق نے مدارج النبوۃ مین بعض حکایات اولیا کی نقل کرکے یہہ آخر مین لکھدیا ہے کہ
بالجملہ دیدن آنحضرت بعد موت مثال است چنانچہ در نوم مرئی شود در یقظہ نیز می نماید و آن شخص شریف کہ در مدینہ آسودہ وی است ہمان متمثل می گردد

محمد محدث الحرمین فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ کے بیان میں جو مدینہ طیبہ میں جا کر حاصل ہوئے فرماتے ہیں ورائیہ مستقرا علی حالۃ واحدۃ متوجہا الی الخلق لا التباساً مسلّم

عظموت فاذا توجہ الیہ انسان بجمیع ہمتہ ولا ارید الانسان الا علی الہمت فقط بل کل ذی کبد یشتاق الی شئی ویتوجہ الیہ بقصدہ وشوقہ فانہ لینبسط الیہ ورائیہ صلی

اللہ علیہ وسلم ومدحہ۔ اس عبارت میں صاف بیان ہے کہ حضرت کا خوب دل کھلتا ہے خوشی سے اور سکیطرف جو پڑھے حضرت کی اور درود وسلام بھیجے

اور جسکو کوئی مشتاق عشق دلی سے بہت لگا تا ہے اور متوجہ ہوتا ہے حضرت کی طرف تو آپ اوترآتے ہیں اوسکے پاس یہ خلاصہ مضمون شاہ ولی اللہ

صاحب کا بعینہ اون کے الفاظ میں ہے اور جو کوئی زیادہ تحقیق چاہے تو اصل کتاب فیوض الحرمین کیطرف رجوع کرے یا دیکھا و بیری زیادہ تر تشریح اور

توضیح اس مطلب کی **سوال** روح مبارک کا حاضر ہو جانا تو چنداں بعید نہیں لیکن حاضر جب ہو سکتی ہے کہ یہ خبر ہووے کہ کہاں کہاں مجلس ہے

اور غیب کی خبر کسیکو نہیں ہوا سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نمل میں قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ اور نیز حکم کیا

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سورہ اعراف میں کہ کہدے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر

وما مسنی السوء اگر جانتا میں غیب کو بہت حاصل کرتا میں منفعت ورنہ پہونچتا مجھکو نقصان **جواب** اسکا یہ ہے کہ اگر آپ صاحب انکو ان آیتوں پر ایمان

تو بہت اچھی بات ہے لیکن آدمی کل قرآن پر ایمان لانے سے مسلمان ہوتا ہے یہ تو نہ چاہئے کہ کسی آیت پر ایمان ہو اور کسی سے انکار ہو جیسا

فرمایا اللہ تعالیٰ نے افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ پس تمکو چاہئے کہ دوسری آیتوں کو بھی سنو جانو سورہ آل عمران میں ہے وما کان اللہ

لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔ یعنی اللہ یوں نہیں کرتا کہ تم کو خبر دیدے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں

میں جسکو چاہے اور سورہ جن میں ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اپنی غیب کی بات کسی کو

نہیں کھولتا مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول ان چاروں آیتوں کے ملانے سے اہل سنت والجماعت کا جو مسئلہ اعتقادی ہے وہ کھل جاتا ہے یعنی اصل عالم الغیب

اور علام الغیوب اللہ تعالیٰ ہے زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں جو یقینی طور پر کسی بات کو بلا تعلیم والہام حق جان لے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے

برگزیدہ رسول کو جسکو چاہے خبریں غیب کی بتا دیتا ہے پس جو شخص یوں کہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی غیب کی بات نہیں جانتے وہ منکر ہوا

ہر یک آن خواص را در یقظہ عوام را در منام نیست پس دیکھو حقیقت انکشاف کی یہ ہے کہ ارباب قلوب صافی کے مخیلہ میں متمثل ہوتا ہے اور خود آپ

بجائے خود ہیں اور تشریف آوری اور حضور کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ان وقائع سے مولف تشریف آوری ثابت کرتا ہے اور ناواقفیت حقیقت

کشف سے ہے خود شیخ اوس کے معتمد نے مولف کے سب دلائل رد کر دئے مولف محض خواب و خیال پر ہی عقاید اپنے اور خلق کے برباد کر رہا ہے

افسوس علی ہذا شاہ ولی اللہ صاحب جو شخص قبر مبارک پر متوجہ ہوتا ہے اوس کا حال فرماتے ہیں اور اگر دور سے یہ امر ہو تو پھر وہ ہی تمثل ہے اور

پھر یہ قصہ کشف والہام کا ہے جو شرع کی دلیل نہیں اور پہونچ وصلوۃ وسلام میں خود وارد ہے فان صلوتکم معروضۃ علی الحدیث اور احادیث

میں تبلیغ ملائکہ کی موجود ہے پس مولف نے بغیر حقیقت کشف اور منام کے مطلع ہوکے اپنے فہم ناتمام سے تراش لیا کہ خود روح مبارک ہی صاحب

کشف کے گھر آجاتی ہے اور حجت بنا کر لکھدی کچھ غیرت نکی معاذ اللہ وآئے در دین نبی رخنہ گری پیدا شد اور کشف الغطاء میں لکھا ہے کہ یہ سب

منام و یقظہ میں دیکھنا مشاہدہ تمثال ہے نہ عین حقیقت آپکی پس سب تقوہ مولف کی ہدم و باطل ہوگئی **قولہ** سوال روح مبارک کا حاضر

الخ **اقول** یہ سب جواب محض تطویل اور کم فہمی ہے یہ کوئی نہیں کہتا اور اس اطلاع سے جو مولف نے لکھی حضور روح مبارک کا ہرگز ثابت

اللہ تعالیٰ کے کلام کا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے چھانٹ لیتا ہے واسطے اخبار غیبی کے جسکو چاہے اور نیز منکر ہوا وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کا کہ مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں روایت ہے عمرو بن اخطب انصاری سے کہ نماز جماعت پڑھائی ہمکو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فجر کی
اور منبر پر چڑھے ہمکو نصیحت فرمائی یہانتک کہ ظہر کا وقت آگیا تب اُترے منبر سے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر فرماتے رہے نصیحت پھر عصر کا وقت
آگیا پھر اُترے اور نماز پڑھی پھر چڑھے منبر پر یہانتک کہ چھپ گیا سورج اوس دن بتا دیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھہ ہونیوالا تھا قیامت
تک اب ہم میں زیادہ عالم وہ ہے جسکو اوس دن کی زیادہ باتیں یاد ہیں روایت کی یہ حدیث مسلم نے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بہت خبرین
غیب کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دی ہیں علاوہ اسکے بہت حدیثیں اس باب میں وارد ہیں بباعث طول کے اعراض کر کے شاہ عبد العزیز
صاحب کے کلام پر اقتصار کرتا ہوں شروع سیقول میں فرماتے ہیں کہ جو کچھہ حضرت نے خبرین دی ہیں حاضر غائب کی سب پر اعتقاد واجب ہے اور یہہ بھی
لکھا ہے اسی جگہہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے ہر اُمتی کو جانتے ہیں کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے فرشتے حضرت کو خبر پہونچاتے رہتے ہیں اور نور نبوت
سے حضرت پہچانتے ہیں سب اُمتیوں کو یہ عبارت ہم نقل کر چکے ہیں انوار اول کے لمعۂ ثانیہ میں اور نقل کر چکے اسی مضمون کی روایتین بزار و زرقانی و
قسطلانی وغیرہ سے اوسی مقام میں جب یہ باتیں ثابت ہو چکیں تو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو معلوم ہو جانا جمیع محافل میلاد کا کون بڑی بات
ہے علاوہ اسکے محفل میلاد شریف میں بوجہ اور کثرت سے درود و سلام پڑھا جاتا ہے جب یہ کثرت سے جلسہ کا درود و سلام فرشتے حضرت کو پہنچاتے
ہون گے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے پھر کیون نہیں خبر ہوتی ہوگی اس جلسہ کی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اور شاہ ولی اللہ کا کلام فیوض
الحرمین میں سے ہم نقل کر چکے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم متوجہ ہیں خلق کیطرف اور یہہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص کو توجہ کسی طرف ہوتی ہے وہ ادنیٰ چیز
پہونچنے میں کھنچا جاتا ہے اوسکی طرف اور یہ بھی اونہون نے لکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خوش ہوتے ہیں اوس سے جو اونپر درود و سلام اور مدح
اور نعمت پڑھتے ہیں پس خبر پالینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسطرح بخوبی ہو سکتا ہے نہ اہل سنت و الجماعت پر کبھی رہا لکہتا ہے کہ یہہ لوگ رسول مقبول
صلعم کو عالم الغیب جانتے ہیں اور نہ یہہ کہ ہر جگہہ حاضر ناظر اونکو جانتے ہیں اب فکر کرنا چاہیئے اون حدیثون میں جنکو علامہ زرقانی اور اسمعیل آفندی وغیرہ
علماء حدیث و تفسیر نقل کرتے ہیں اسطرح کہ سب پیغمبرون کو اونکی امت کے اعمال پر اور والدین کو اونکی اولاد کے اعمال پر ہر جمعہ میں مطلع کرتے ہیں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دو بار اطلاع کرتے ہیں ایک روز جمعہ اجمالاً جسطرح اور سب پیغمبرونکو اونکی اُمتون کے حالات پر مطلع کرتے ہیں اور دوسرا
ہر روزہ صبح و شام بطور تفصیل دو بار آپ کے آگے اعمال اُمت پیش کرتے ہیں گویا یہ درجہ حضرت کا دوسرے پیغمبرون پر زائد ہوا کہ آپکو بروز جمعہ
اجمالاً مطلع کیا اور نیز دو بار تفصیلاً ہر روز پس جو کوئی محفل کرتا ہے اکثر تو یہ ہے کہ ایک دو دن پہلے سے اوسکی اطلاع ہوتی ہے اور اوسکے سامان شروع
ہوتے ہیں ورنہ یہہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اگر شام کو محفل ہو تو صبح سے کچھہ انتظام شیرینی یا کہانے وغیرہ کا ہونے لگتا ہے اور اگر صبح کو محفل ہوتی
ہے تو شام سے شروع ہو جاتا ہے اور اطلاع آدمیون کو شروع ہو جاتی ہے تو سمجھنا چاہیئے جبکہ ہر روز دو مرتبہ صبح و شام حضرت کو خبر اعمال اُمت کی

نہیں ہوتا ایک لغو تر ہے یذریعہ ملائکہ کے درود و سلام کا پہونچنا اور کشف و اطلاع باذنہ تعالیٰ سب کچھہ درست مگر اصل مدعی کا حال اور یہ قول سے
معلوم ہو چکا کہ محض بنا دشنام و کشت پر ہے اور پھر وہ بھی محض قیاس عقل ناتمام مولف کا اور یہہ حجت شرعیہ نہیں کتب عقائد میں مذکور ہے اور جو آگے
شہ ہو رہے ہیں مخفی نہیں گو مولف کو علم نہیں سو اسکی فضول طویل کلام خود لغو ہو گئی مطلب سے کچھہ علاقہ اوسکا نہیں ظن و تخمین کا عقیدہ مولف کا علم

معانی ہے جسکے گھر مین شام کو محفل ہوگی جو کچھ اوس نے صبح کو سامان کیا ہوگا یا کسیکو خبر دی ہوگی وہ عمل صبح کو حضرت کے پاس اوسیوقت فرشتون
نے پہنچا دیا ہوگا بس حضرت کو پہلے ہی خبر ہوچکیگی کہ شام کو محفل ہمارے فلان امتی کے گھر ہوگی اور اگر اوسکے گھر صبح کو محفل ہونیوالی ہے اور
شام کو اوس شخص نے اسباب فراہم کیا ہوگا یا کسی کے سامنے منھ سے نکالا ہوگا کہ مین صبحکو محفل کرونگا اوسکی بھی خبر اسیقدر قبل انعقاد حضرت
کو فرشتون نے پہنچا دی ہوگی پس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جان گئے کہ علی الصباح محفل ہوگی علاوہ اوسکے تیسرا طریق اور چوتھا طریق حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبردار ہونیکا اور بھی ہے لیکن وہ دونون دقیق ہین عام فہم نہین ہین اسلیئے اون سے سکوت کرکے انہی دو طریق پر
اکتفا کیا اب جاننا چاہیئے جبکہ خبر ہوگئی اون وسائط سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حضرت خود متوجہ امت کیطرف ہین موافق قول شاہ ولی اللہ
صاحب کے اور نیز آپکی تعریف قرآن مجید مین ہے بالمؤمنین رؤف رحیم تو ہرگز حضور بندہ رحمت سے محروم نرکھینگے احادیث مین آیا ہے کہ حضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کیا تھے یہ قرآن آپ کا اخلاق تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن شریف مین یہ لفظ موجود ہے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان
تو یہ لابد اس آیت کی تعمیل بھی آپ کے اخلاق مین ہوگی اس مدح خوانی اور درود و سلام و تعظیم و آداب کے مقابل مین حضور بھی احسان و نوازش
فرماتے ہونگے چنانچہ ارباب مکاشفہ نے اون خیرات و برکات کی خبر دی ہے الحاصل آیات و احادیث و اقوال مشائخ و علماء سے بخوبی ثابت ہوگیا
کہ انعقاد محافل میلاد کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر بعض وسائط سے پہنچ جاتی ہے اور نیز روح مبارک ارباب محفل پر براہ عنایت و کرم
جلوہ نما ہوجاتے ہی اب دیکھیے اس بیان کو حقیقت کفر و شرک سے شمہ بھی لگاؤ نہین ہے اور طرفہ تر یہ ہے کہ یہ بیان محفل میلاد علی العموم
یہ اعتقاد نہین رکھتے کہ روح مبارک ہر جگہ موجود ہوجاتی ہے خواہ اوس محفل مین قاری مولد کوئی مرد دیندار محب رسول ہو یا کیسا ہی آدمی ہو
سامعین مہذب باادب ظاہر و باطن ہون یا نہون روایات صحیح طور پر بیان کیجاتی ہوون یا موضوع بھی باتین شاعرون کی گھڑی
ہوئی پڑھتے ہون کھانے اور شیرینی اور عطر مین مال زہد اور محنت کا کمایا ہوا ہو یا رشوت اور سود اور غصب کا مارا ہوا ہو دلون کو اچھی طرح اشتیاق
کے ساتھ حضور کے تصور مین لگا رکھا ہو یا نہین حاضرین جلسہ خوش اعتقاد ہون یا نہین ہمنے بہتیری مجالس مین دیکھا ہے کہ کسی کسی وجہ سے

ہو آپ ہی ایکدفعہ کہتا ہے بقولہ حضور بھی احسان و نوازش فرماتے ہونگے اور پھر آپ ہی کہتا ہے بقولہ جلوہ فرما ہوجاتے ہین سو ایسے تردد کا
عقیدہ مولف کو مبارک ہو **قولہ** طرفہ تر یہ کہ یہ بیان الخ **اقول** کیا طرفہ تماشا ہے کہ معترض تو خود یہ کہتا تھا کہ اہل مولود کا یہ اعتقاد ہے
کہ روح مبارک محفل مین آیا کرتی ہے اور حاضر ہے اسپر مولف بہت گرماگرمی و زور شور سے روایات پیش کرکے سرد ہوئے اور ناچار ہوکر منامات
و مکاشفات پر تنزل کیا جب اوس سے بھی کام چلتا نہ دیکھا تو اور کچھ غیب شب مارکے ظن و تخمین پر آیا اور کہا کہ آیۃ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان
لابد آپکے اخلاق مین ہوگی معاذ اللہ مولف کو کچھ تردد بھی ہے کہ فخر عالم علیہ السلام اس آیت پر عامل ہین یا نہین کہ بالفظ ہوگی بیان کرتا ہے
استغفر اللہ پھر قطعی حکم لگایا کہ جلوہ فرماتی ہے پس پھر یکدفعہ پلٹی کھائی تو کیا کہتا ہے کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی مجالس مین ہرگز نہین
تشریف لاتے سبحان اللہ کسقدر تعجب انگیز اور حیرت خیز تقریر ہے کہ جسکے مسلسل ہونیکا مولف بھی دم بھرتا ہے اور ناظرین کو تو طرب ہوتا ہی ہے
گہے برطارم اعلی نشینم * گہے بر پشت پائے خود نہ بینم - ایک ثبوت ایک مسئلہ اسقدر اقوال متحیرہ پس سنو کہ مولف دعوی کرتا ہے کہ قاری اگر
دیندار محب نہوگا تو روح پاک نہ آویگی اور سامعین مہذب باآداب ظاہر و باطن نہونگے تو بھی نہ آویگی یا موضوع روایت یا شاعری کا مضمون

بعض منکرین بدطینت و بد اعتقاد بھی آجاتے ہین حالانکہ ایسے شخصون کا حاضر ہونا ایک قسم کی کدورت محفل پاک مین پیدا کرتا ہے کیونکہ استسقا
مین جو طلب رحمت الٰہی کے واسطے ہوتی ہے فقہا شرط کرتے ہین کہ مین نماز مین جب اہل اسلام ایک خستہ اور شکستہ حال کے ساتھ مدتی ہوئی اور
عجز و نیاز کرتی ہوئی نکلین کوئی کافر اہل کتاب غیرہ اپنے ساتھ نلیوین کیونکہ وہ لوگ مستحق غضب الٰہی ہین اونکو نزول رحمت کی موقع مین ساتھ لینا
اپنا نقصان کرنا ہے چنانچہ یہ مضمون ہدایہ کی عبارت سے صاف واضح ہے ولا یحضر اہل الذمۃ للاستسقاء لانہ لاستنزال الرحمۃ وانما تنزل علیہم اللعنۃ
پہلا جب محفل مین آداب مذکورہ جنکا ہم ذکر کر چکے مد نظر ہونگے اور ہر قسم کے آدمی منکر و غیر منکر داخل ہونگے یہ شکلین روح مبارک حضرت رحمۃ للعالمین
کی تشریف آوری کی نہوت لہذا وہ ہین تقوی اور اخلاص پر بھی مدار ہے زمانہ سلف مین جو محفلین ہوتی تہین اون مین لکھا ہے یحضرہ فیہ اعیان العلما .
ومشائخ الطریقہ یکون فیہ اجتماع الصالحین اور اس زمانہ مین آدمیونکی صلاحیت اور عشق الٰہی اور تقوی و اجتناب مناہی کا حال معلوم اور عمل کا ثواب
باعتبار درجات قوت تقوی کے مختلف ہوتا ہے قاضی ثناء اللہ صاحب آخر کتاب مالا بد مین لکھتے ہین چون قلب اخلاص بہم رساند دو رکعت او بہتر
از لک رکعت دیگران باشد ہمچنین صوم و صدقہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اگر شما مثل کوہ احد زر در راہ خدا خرچ کنید برابر یک سیر یا نیم سیر جو نباشد
کہ صحابہ در راہ خدا دادہ اند این از جہت قوت ایمان و اخلاص شان است انتہی کلامہ اور اسیطرح نماز کے باب مین وارد ہوا ہے حدیث شریف مین
ان العبد اذا قام الی الصلوۃ رفع اللہ تعالی الحجاب بینہ وبینہ وواجہہ بوجہہ الکریم یعنی جب بندہ نماز پر کھڑا ہوتا ہے اللہ تعالی اوٹھا دیتا ہے حجاب
اپنے اور اوس کے بیچ مین سے اور سامنے اوسکے کر دیتا ہے اپنا وجہ کریم اور دوسری حدیث مین ہے کہ جب مسلمان وضو کرتا ہے شیطان اوس سے
دور ہو جاتا ہے زمین کے کنارون تک بھاگ جاتا ہے اس ڈر سے کہ یہہ بندہ اپنے بادشاہ کے پاس جانیکا ارادہ کرتا ہے جب وضو کر کے کہتا ہے اللہ
اکبر چھپ جاتا ہے ابلیس اور اللہ جل شانہ اوس بندہ کے سامنے ہو جاتا ہے اور ایک اور حدیث مین آیا ہے اپنے اللہ کی عبادت اسطرح کر گویا
تو اوسکو دیکھ رہا ہے خلاصہ یہہ کہ یہی نماز ہم غافل لوگ پڑہتے ہین ہمکو نماز مین کچہہ بھی نظر نہین آتا اور ایک اولیا اللہ کی نماز ہے کہ اونکو نماز مین مشاہدہ
ربانی حاصل ہوتا ہے اور مقامات ہوتے ہین اسی طرح مقبولیت محافل میلاد کے درجات ہین ؎ وانچہ بر شد نام ہر میوہ + نہ مثل سیدۃ ہر میوہ
روح مبارک کا تشریف لانا اعلی درجہ کی بات ہے پس ہر محفل مین کہ خواہ وہ کیسی ہی وضع سے مرتب ہو تشریف آوری کا دعوی کون کرتا ہے اگر مرد خوش
اعتقاد سامان پاکیزہ اور مال اپنے زور بازو کا کمایا ہوا صرف کرے اور روایات صحیحہ اور اشعار جائزہ بالحان خوش دنیت نیک و اعتقاد درست و ہیبت و ادب
و تعظیم شوق و ذوق کے ساتھ پڑہے اور سامعین مشتاق قلب خالص سے متوجہ ہون اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مد نظر ہو دلکو اوسی طرف لگا دین تو

ہو یا شبہہ کے مال سے تبرنی وغیرہ ہو یا خوب حضور علیہ السلام کے تصور مین دل نہ لگا ہو یا حاضرین خوش عقیدہ نہون تو بھی ورود روح مبارک کا نہین
ہوگا پس ایسی محفل ہندوستان میں تو شاید کہین ہو کہ ان سب امور سے خالی ہو خود مولف صدر الصلحا کی محفل مین بھی فساق و مبتدع ہر روز ہوتے ہین
عرب کی اور شام و مصر وغیرہ کی بھی محافل مین قطعًا یہہ بات نہین تو اب کہو کہ مولف نے قطعًا انکار حضور روح پاک کا کر دیا اور ان محافل کو محل نزول ہونیسے
بھی خارج بنا دیا تو اب یہہ عقیدہ بیان کرنا اور بعقیدہ حضور دست بستہ ہونا شرک ہوا یا نہوا مولف کے مونہہ مین جلیبی دینی چاہیئے کہ بڑی محنت و جانکاہی
کر کے اور تمام عالم کا دورہ و تلاش کر کے مدعی ثابت کر کے نمک کر ڈہرے ہین لاحول ولا قوۃ الا باللہ برین عقل و دانش بباید گریست وہ کونسی محفل ہے
کہ آداب ظاہری و باطنی سے مملو اور سب حاضرین ایسے ہون ہان اولیاء اقطاب اس وضع کے جمع ہو کر کرین تو ممکن ہے پس جب نہین تو حسب زعم مولف کے

یہ معتقد ہے کہ جیسا امام شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے فانتبدلی الیکا مضمون یعنی مع سن آیم بجان گر تو آلی بتن و ظہور فرماوے سابقاً جو بعض اولیا
کو مقامات میں اور اوقات میں حال تشریف آوری روح مبارک کا ظاہر ہوا اور عبارت محمد بن یحیی اور زین العابدین کا ذکر ہم کر چکے ہیں وہ محمول اسطرح کی
محافل معتقد مہذب کے لئے ہے اور اگر یہ تین حاصل نہین تو یہ دعوی روح مبارک کے آنیکا ہر محفل کے لئے نہین لیکن یہ بات کل کیواسطے کہی جاویگی جو کوئی
یہ محفل کریگا بلاوین سے نجات اور حصول مرادات کا ثمرہ پاویگا اپنے اخلاص کے موافق یعنی عامی عام طور پر اور تو اصل خاص طور پر نفع اوٹہاوینگے اور یہہ
وہ بہ سمجھا جاتا ہے کہ قیام کرنا وقت ذکر ولادت موقوف روح کے تشریف لانے پر نہین عالم العامل مقتدی الائمہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور اون کی
مجلس میں اکابر علما بیٹھے ایک شعر مدح کا سنکر کھڑے ہوگئے چنانچہ سیرت حلبی میں مذکور ہے اوس میں روح کا آنا کچھ بھی مذکور نہین بلکہ یہ ہے قام الامام السبکی
رحمہ اللہ جمیع من فی المجلس فحصل انس کبیر اسیطرح نقل کیا اسمعیل افندی نے تفسیر روح البیان میں اور سیرت شامی میں ہے جرت عادۃ کثیر من المحبین اذا
سمعوا بذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیما یعنی محبین رسول صلعم جب سنتے ہین ذکر ولادت شریف اٹھ کھڑے ہوتے ہین یہ نہین لکھا کہ
روح مبارک کو دیکھکر اوٹھ کھڑے ہوتے ہین اور رسالہ عقد الجوہر فی مولد النبی الازہر میں امام برزنجی نے لکھا ہے فقد استحسن القیام عند ذکر ولادۃ الشریفۃ ائمۃ
ذو روایۃ ودرایۃ اور یہہ نہین فرمایا استحسن القیام عند رویۃ روحہ او عند قدوم روحہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاصہ یہ کہ یہ قیام مخصوص واسطے قدوم روح مبارک
کے نہین اگر یہی ہوتا تو جسکو روح مبارک نظر آتی وہ کھڑا ہوتا جسکو نظر نہ آتی نہ کھڑا ہوتا حالانکہ عمل جمیع بلاد اسلامیہ کا عرب و عجم مشرق و مغرب میں اسی
بات پر ہے دیدن روح پر موقوف نہیں بمجرد سماع ذکر ولادت شریف جمیع اہل محافل کھڑے ہوجاتے ہین اگر کوئی یہہ کہے کہ اگر روح مبارک تشریف نہین لاتی پھر
تعظیم کس بات کی ہے جواب اوس کا یہ ہے کہ قیام فقط تعظیم تشریف آوری کے لئے نہین بلکہ شرع شریف میں چند مقامات پر قیام پایا گیا ہے
ایک آنیوالے کی تعظیم میں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا وقت تشریف لانے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام فرماتی تہین کذا فی المشکوۃ
دوسرا وضو کا بچا ہوا پانی پینے کے لئے کھڑا ہونا ترمذی نے روایت کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وضو کر چکے بچا ہوا پانی پیا کھڑے ہوکر اور یہہ
کہا مجھکو پسند آیا کہ دکھاؤن تمکو کس طرح وضو کرتے تہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہی اس سے معلوم ہوا کہ آپ بھی کھڑے ہوکر پیتے ہونگے تیسرے

بھی ان امور سے کوئی محفل خالی نہین ورنہ مانعین تو حسب روایت شرح منیہ اسکو کراہت و بدعت سے خالی جانتے ہی نہین لہذا معترض کا اعتراض
معقول و سالم مولف کے نزدیک ہوا قصد لئے ہوا اب مولف کی کج فہمی کا کیا بیان کرون اور اوسکے ذیل کی روایات استنقار اور اخلاص کا ہمکو
بہی تعاقب کرنا ہے کہ وہ ان روایات سے اپنا ہی گھر ہدم کرتا ہے **قولہ** لیکن یہہ بات کل کیواسطے الخ **اقول** یہہ کلام محض لغو و غلط ہے جب وہ
محل نزول روح مبارک کا نہین تو بالضرور بلوث بمعاصی ہے وہان حصول ثمرات کہان وہ تو موجب سیئات ہے وہان جانا شریک ہونا ناجائز ہے
بقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین چنانچہ سابقاً ذکر ہوچکا تو یہ فقرہ مولف کا بالکل مخالف نص قطعی کے ہے سوای عدم
رضاء حق تعالے کے ایسی مجالس کا ثمرہ ہرگز کچھہ نہین اور مجمع مولود کے معاصی و منکرات کا مشاہدہ سبکو حاصل ہے پس معصیت و منکر کے درخت
کو عصیان کا ہی ثمر لگیگا خیر الحمد للہ کہ حق تعالی نے مدعا مانعین کا مولف کے منھہ سے ثابت کرادیا وکفی اللہ المومنین القتال **قولہ** اور یہہ خوب
سمجھا جاتا ہے الخ **اقول** مولف نے ناچار قول معترض کا قبول کیا اب پھر رلا ملا کر اثبات قیام کا کرنا ملمع بیانی سے چاہتا ہے مگر سخت
غلطی ہے اور فہم سے بیگانہ جس جس موقع پر قیام مستحسن ہے کوئی بھی اوسکو منع اور انکار نہین کرتا اور یہان جو منع ہے تو اول تعین و تقیید مطلق

زمزم کا پانی کھڑا ہوکر پینا بخاری اور مسلم مین روایت ہے ابن عباس فرماتے ہین پلایا مین نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی زمزم کا پھر
پیا آپ نے کھڑے ہوئے الحاصل فقہا رحمہم اللہ ان دونون پانیون کو قبلہ رو کھڑا ہوکر پینا مستحب اور مندوب لکھتے ہین اس لفظ سے بھی
تعظیم معلوم ہوتی ہے اور بعضون نے یہہ مسئلہ ان الفاظ سے لکھا ہے پانی کھڑے ہوکر پینا مکروہ نہین اس سے بھی قیام تعظیمی ثابت ہوگیا
یعنی کھڑا ہوکر پینے کی جو کراہت شرع مین تھی وہ بباعث عظمت ان دونون پانیون کے ساقط ہوگئی اسلئے کہ زمزم کا پانی حصول شفا
کا سبب ہے اور اسیطرح وضو کا پانی بچا ہوا بھی موجب شفا ہے شامی نے لکھا ہے کہ میرے بزرگ عبد الغنی نابلسی جب مریض ہوتے تھے
وضو کا باقی پانی بارادہ حصول شفا پیتے تھے موافق فرمان سچے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس آرام ہوجاتا تہا اونکو انتہی کلامہ الشامی پس
ایک بات اور بہی حاصل ہوئی یعنی کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ ہے شرع مین لیکن جب آب زمزم اور آب بقیہ وضو کی عظمت پر خیال کرکے کھڑا
ہوکر پئے تو قصد تعظیم کے سبب کراہت جاتی رہتی ہے پس بفرض محال اگر قیام تعظیمی مکروہ بھی ہوتا تو بھی جو لوگ بارادہ تعظیم شان مصطفیٰ
کھڑے ہوتے ہین چاہیئے کہ اونکے لئے درست ہوجاوے مکروہ یا شرک یا حرام ہونیکے کیا معنی ہے **چوتھا** کھڑا ہونا ہے وقت عمامہ باندہنے
بعض فقہا اسکو مستحسن کہتے ہین **پانچوان** کھڑا ہونا وقت سماع اذان کے درمختار مین ہے ویندب القیام عند سماع الاذان وقعدتہ
برہنہ او روہ چون آواز اذان برآید باید کہ ناجی بایستد ونشستہ زانو زند ہرچہ بتعظیم نزدیک تر آن کند **چھٹا** کھڑا ہونا واسطے تعظیم مطلق ذکر کے اقتباس
مین ابن عمر اور عروہ بن زبیر اور ایک جماعت سے روایت ہے کہ وہ سب نکلے اور گئے عیدگاہ پھر وہ ذکر اللہ کرنے لگے اون مین سے بعضون نے
یہہ کہا کیا فرمایا نہین اللہ تعالیٰ نے یذکرون اللہ قیاما وقعودا تب وہ سب کھڑے ہوگئے اور ذکر اللہ کرنے لگے کھڑے ہوئے **ساتوان** کھڑا
ہوکر مدائح اور مفاخر رسول صلی اللہ علیہ سلم کی پڑھنی صحیح بخاری مین ہے کہ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہوکر اشعار فخریہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے پڑھتے تھے **آٹھوان** کھڑا ہونا دست بستہ وقت زیارت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روضۂ مطہرہ کے علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام الی یوم القیام جیسکہ ہم اوپر بیان کرچکے **نوان** جب کوئی اپنا پیشوا مجلس سے اوٹھے اوسکی معیت مین تعظیماً کھڑا ہوجانا
چنانچہ مشکوۃ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد مین ہمکو حدیث سناتے تھے جب آپ اوٹھتے ہم بھی سب
کھڑے ہوجاتے تھے اور جس وقت تک آپ گھر مین داخل نہوجاتے ہم کھڑے رہتے تھے علاوہ ان آٹھ مقامات کے اور بھی مواضع مین قیام آیا ہے
جسکی نظر فتاوی اور احادیث پر ہوگی وہ دیکھ لیگا الحاصل ان تمثیلات سے یہہ ثابت ہوگیا کہ قیام مخصوص فقط تعظیم آنیوالیکے لئے نہین بلکہ اور
بہی مقامات مین قیام پایا گیا ہے اور قدر مشترک سب مین یہ مضمون ہے کہ قیام جس امر مین کیا جاتا ہے اوس امر کی تعظیم کا فائدہ دیتا ہے اسی واسطے بزرگان دین

کی وجہ سے مکروہ کہا تہا پھر بسبب فساد عقیدۂ عوام کے شرک تک نوبت پہونچی سو علامہ سبکی کا شوق مین کھڑا ہوجانا محل انکار نہین اور
اس خصوصیت بہوتہ قیام پر کچہہ اس سے ثبوت واستدلال نہین اگرچہ بہہ قیام مولود بوجہ تشریف آوری روح مبارک کے ہو تو خصوصیت کی کراہت
تو موجود ہے مگر مولف کی کوتاہ فہمی غضب ہے کہ اب حضور ہی کو پلہ باندھ لیا اور سب امور سے اعراض اور نسیان ہوگیا اور استحسان قیام مین خصوصیت
ہے تو در اصل منکر ہوئی ہی مگر مولف سے کسی اعتراض اور کسی مسئلہ کا جواب ادلۂ اربعہ سے نہین دیا جاتا وہ ہی ایک راگ ہے کہ علما نے یون کہا
ہے یون کیا ہے سو اوسکا جواب بہی چند دفعہ ہولیا کہ دلیل شرعی کے مقابلہ مین کسی کا قول لایق التفات کے نہین اگرچہ صد ہزار ہون

حدیث کے مواقع تعظیم میں قیام پایا گیا ازانجملہ احمد ابن حنبل و علی بن مدینی وغیرہ جلسہ تعلیم حدیث میں کھڑے رہتے تھے چنانچہ ہم یہ
روایت سابقہ لکھ چکے ازانجملہ بہاء الدین ملک ظاہر کا وزیر قصیدہ بردہ کو بہت پا اور برہنہ سر کھڑا ہو کر سنا کرتا تھا اور اسکے گھر مین بہت
خیر و برکت دین و دنیا کی اس سے حاصل ہوئی کشف الظنون میں درباب قصیدہ بردہ لکھا ہے ولما بلغت الصاحب بہاء الدین وزیر
الملک الظاہر استنسخہا و نذر ان لا یسمعہا الا حافیا واقفا مکشوف الراس وکان یتبرک بہا ہو واہل بیتہ وراوا من برکاتہا امورا عظیمۃ
فی دینہم ودنیاہم ازانجملہ کھڑا ہونا ہمارے شیخ الطریقت امام الشریعت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واسطے
تعظیم روضہ مرشد کے شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین گنج شکر اپنے پیر قطب صاحب کے ملفوظات مسمی بہ فوائد السالکین مین
لکھتے ہین کہ ایکبار خواجہ معین الدین قدس سرہ درباب سلوک وعظ فرما رہے تھے جب اپنی طرف نظر پڑتی تھی کھڑے ہو جاتے تھے
دیکھ کر کھڑے ہوئے لوگ حیرت مین تھے بعد اختتام جلسہ ایک بے تکلف آدمی نے یہ عرض کی کہ آپ کیون بار بار کھڑے ہوتے
تھے فرمایا جب میری نظر میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے روضہ پر پڑتی تھی مین کھڑا ہو جاتا تھا اسلئے کہ پیر کی تعظیم حالت حیات
و ممات مین برابر واجب ہے بلکہ بعد موت کے زیادہ انتہی کلامہ ازانجملہ جسوقت کسی صاحب معرفت کو عشق الہی مین وجد صادق ظاہر
ہو تو جمیع حاضرین کو کھڑا ہو جانا چاہیے ذکر کیا یہ مسئلہ امام حجۃ الاسلام غزالی نے احیاء العلوم مین مرد منصف حق مطلب کو مجموع ان
احادیث و آثار صحابہ اور فعل مشائخ طریقت و مشائخ حدیث سے جو کچھ ہمنے یہان تک لکھا غور سے واضح ہو جاویگا کہ بیشک قیام تعظیمی مخصوص کسی
کے ساتھ نہین بلکہ اور امور کی تعظیم مین بھی قیام پایا گیا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ قیام مروجہ محفل میلاد شریف کو تعظیم قدوم روح فیض لزوم
کی وجہ سے کیا جاوے بلکہ اس مین محض تعظیم شان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر رکھی جاوے اور بیان اسکا یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالے
نے سورہ حج مین و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب یعنی جو کوئی تعظیم کرے نشانیون اللہ تعالی کی یہ دلون کی پرہیزگاری
سے ہے مولوی اسمعیل صاحب نے اولیاء اللہ کی محبت کو تعمیل اس آیت اور تعظیم شعائر اللہ مین شامل کیا ہے عبارت انکی صراط مستقیم
مطبوعہ میرٹھ صفحہ ۱۴۲ مین یہ ہے اگر نیک تامل کنی دریابی کہ محبت امثال این کرام خود شعار ایمان محبت ملامت تقوی است ذلک
و من تعظیم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب انتہی کلامہ جب اولیاء اللہ شعائر اللہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معظم شعائر
اللہ ہوئے چنانچہ حجۃ اللہ مین شاہ ولی اللہ نے بیچ صفحہ ۷۱ مطبوعہ بریلی مین آپکو معظم شعائر اللہ مین شمار کیا ہے جب آپ معظم شعائر اللہ
ٹھہرے اسی ظن سے ہم ان کے فعل کو محمل حسن پر حمل کرتے ہین جیسا مذکور ہو چکا کیا بار بار تکرار کیا جاوے مولف کا تو یہی متمسک ٹھہرا
ہر بار وہی حدیث ستر اور پڑھتا ہے پس کسی نے نہین کہا کہ رویت مقدم روح پر قیام منحصر ہے محض مولف کی سوء فہم ہی نہین ہر قسم قیام
مین کسی فرد کی تخصیص دائمی پر کراہت و بدعت کا دعوی اور اثبات ہے مگر مولف کم فہم کے فہم کی کوتاہی ہے بعد اسکے مولف نے مواقع قیام
شمار کئے ہین ہمکو انکے رد و قدح کی ضرورت نہین کیونکہ یا ان مواقع مین نص ہے یا ادب استحسان مشائخ کا کہ مستنبط نص سے ہی اور
وہ مواقع مندوب اس محل سے مناسبت نہین رکھتے کلام تخصیص مین ہے اگر کسی فرد قیام کے قیام منصوص و مندوب مین بھی تخصیص ہو دے
مثلاً کسی فرد وضو مین خصوصاً تو وہ بھی مکروہ ہو ویگا جیسا تخصیص سورۃ کی صلوۃ مین بحث ہو چکی پس یہ کلام محض لغو ہے اور مسلم ہے کہ

ہوئے تو پیدا ہونا آپ کا گویا ظہور ہے اعظم شعائر اللہ کا اور ہمکو چاہئے کہ اعظم شعائر اللہ کی عظمت دلمین پیدا کرین اور اس نعمت عظمیٰ کو بہت
عظیم سمجھین جسکو فرمایا اللہ تعالے نے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور احسان رکھا اللہ تعالے نے ہماری گردنون پر اونکے وجود باجود کا جیسے
قال تبارک و تعالی لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا الآیہ پس جسوقت تذکرہ آپ کا باآداب تعظیم اور ظہور جاہ و جلال جو وقت
ولادت باسعادت آفاق عالم مین وہ انوار و آثار جلوہ گر تھے بیان ہوتا ہے دیکھنے کی ریشہ مین اوسوقت کا جلوہ سما جاتا ہے اور آنکھون کے آگے نقشہ حضور
ملائکہ و حور مین کا جو وقت میلاد شریف تھا کھنچ جاتا ہے لابد دل بھر جاتا ہے عظمت شان حضور سے اور پیدا ہوتی ہے دلمین تعظیم عظیم اوسوقت کھڑے
ہوجاتے ہین سب باآداب و تعظیم اور بیٹھتے ہین ہیئت جلوس پر قیاس ہے چنانچہ شرع شریف مین ظاہر کو عنوان باطن قرار دیا ہے اگر قلب مین توحید و
رسالت کی تصدیق ہے تو اقرار بلسان اوسکی تطبیق ہے اسی طرح اگر دلمین خدا تعالی سے کسی چیز کی خواہش اور حاجت ہو تو دعا مین دونون ہاتھ بھیک
مانگنے والون کیطرح پھیلا دینا سنت ہے تاکہ نقشہ ظاہر و باطن کا ایک ہوجاوے اسی طرح جو باب عرض کو بہت مثالین شرع شریعت سے ملینگی انکا
چند مثالین انفع المرام مین دربارۂ نیت عمل مذکور ہین خلاصہ یہ کہ اوسوقت اظہار عظمت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے جو کہ دلمین بھری ہوئی ہے قیام کیا
جاتا ہے تاکہ ظاہر و باطن دونون ایک ہوجاوین جسطرح دل کے اندر حضور کی عظمت ہے اوسیطرح قیام باآداب تعظیم اور عظمت کا نقشہ اوسوقت ہو اگرچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسوقت مجلس مین حاضر نہون لیکن آپ کا ذکر ظہور تو موجود اور ظاہر ہے ذکر ظہور کی تعظیم بعینہٖ آپکی تعظیم ہے مولوی اسمعیل حسب صراط مستقیم
مطبوعہ مجتبائی کے صفحہ ۶۰ مین لکھتے ہین از فروع حب منعم است تعظیم شعائر او مثل تعظیم نام او و کلام او و لباس او انتہی جب آپکی تعظیم دلمین ہوئی تو آپ کے
نام اور بیان اور ذکر کی تعظیم بھی دی گئی تو یہہ ذکر کی تعظیم بھی بعینہٖ آپکی تعظیم ہے اور آپکی تعظیم خدا کی تعظیم ہے جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے صفحہ ۶۹ حجۃ اللہ
مین لکھا ہے حتی صار تعظیمہا عندہم تعظیما للہ یعنی اون شعائر کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم ہے اونکے نزدیک اور موافق اس مضمون کے ہم آیتین بھی لکھ
چکے ہین ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ **سوال** جب قیام واسطے تعظیم ذکر کے ہوا تو ذکر اول سے آخر تک
آپ ہی کا ہے پھر شروع مین یا تمامی یا کسیوقت مین قیام ہوجایا کرے خصوصیت وقت ذکر ولادت نہ کیا کی گئی ہے **جواب** تخصیص اس محفل
کا نام محفل مولد شریف ہوا ہے وہ یہی ذکر ولادت باسعادت ہے کیونکہ مولد مین معنی ولادت کے موجود ہین یہہ ذکر نماز اور ہمام جہاد اور بیماری اور معراج وغیرہ کا

قیام حضور و قدوم مین حصر نہین مگر تخصیص فرد کی تو سب انواع قیام مین بدعت و مکروہ ہے نہ معلوم کہ اس بحث سے کیا فائدہ اور کیا حاصل سوائے تطویل کے
حاصل ہے پس یہی جواب سب کا ہے کہ جسقدر انواع مولف نے شمار کی ہر ایک نوع مین اگر تخصیص کسی فرد کی ہوویگی وہ مردود ہوگا اور قیام ذکر ولادت کا اگر
بلا عقیدہ حضور کے شرک نہین مگر تعین کی بدعت سے بھی خالی نہین ہوسکتا پس ساری طویل تقریر مولف کی محض تکرار بیسود ہے اور اس قیام تعظیم
جسکو وہ ثابت کرتا ہے کوئی منکر نہین **قولہ** سوال جب قیام واسطے الخ **اقول** مولف نے اپنے فہم رسا کے دھند مین بہت کچھ سر مارا مگر اثبات
تخصیص رفع نہوئی سو یہہ سوالات ثلثہ لکھکر اوسکو رلا ملا نا چاہتا ہے مگر سوائے حرمان کے اور ظہور خوبی فہم عالی کے کوئی ثمرہ نہین مولف جو دلیل
تعین کا یہہ دیتا ہے کہ یہہ مجلس اوسکے نام سے مسمی ہوئی اور ذکر ولادت کے واسطے ہی منعقد ہوئی تو غرض موضوع لہ مجلس کا ذکر ولادت ہے اور وجہ تسمیہ
بھی یہی ہے اسواسطے مقصود اصلی پر قیام کی تخصیص ہوتی ہے تو اب کوئی مولف کے ذہن مین شکر ڈالے کہ موضوع لہ اور تسمیہ ہونے سے خصوصیت
کا ہونا بھی نو وہی تخصیص مطلق کی ہے اس تخصیص کی کیا دلیل ہے موضوع لہ و وجہ تسمیہ محفل کا ہونا تو دلیل شرعی نہین پس یہہ تو عین تقیید بالرائے

اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے جل جلالہ وغیرہ الفاظ تعظیم کچھ بھی زبان پر نہین لاتے پس اسیطرح حال قیام ہے کہ بعض حالات مین نام رسول آتا
ہے درود بھول اور غفلت ہوتی ہے برخلاف مجلس کے کہ یہان تو ہر قسم کے سامان آداب تعظیم موجود ہین خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھین کھل
جاتی ہین تعظیم بجا لاتے ہین دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم قیام کو فرض یا واجب کہتے تب یہ اعتراض پڑتا کہ کسی موقع مین بھی ترک جائز جب فرض

ہو چکا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ مولف کا فہم خبط ہو گیا ہے تیسرا سوال بھی وہی سوال اول ہے کہ ذکر ولادۃ محفل کو مطلق ذکر ولادت سے کیون
تخصیص بقید مکیا اور وہ بھی تخصیص مطلق کی بیان بھی ہے تو اوس کا جواب مولف نے نہایت عجیب علم و فہم کے ساتھ دیا کہ بیٹا خلاصہ یہ ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیام ذہول دائما ہوتا ہے مجلس مین یاد آجاتا ہے پس اول تو وجہ تخصیص قیام کی ذکر فخر عالم مین ہے کیا ہے
ذکر اللہ تعالیٰ اونی تھا کچھ ذکر فخر عالم مین ذکر ولادت کی کیا تخصیص ہے کوئی کسی طرح کا ذکر ہو اوس مین قیام ہووے پھر ولادت مین بھی مجلس
ہی کی کیا وجہ تقیید ہے کسی وقت ہو اور پھر مجلس مین بھی خاص اوسی وقت مین کہ ذکر کیفیت ولادت کا آوے ان سب خصوصیات کو حذف اور
بس پشت ڈالکر ایک خصوصیت کا ذکر کرتا ہے اور پھر غفلت تمام عالم خاص و عام پر ایسی لگتی ہے کہ ہرگز آنکھ نہین کھلتی کیسا ہی آپکے نام و احوال مذکور ہون
والے وقت مخصوص کے ہوش نہین آتی اور ذکر حالات عین بھی جو ذکر ولادت ہو جاوے جب بھی خبر نہو خاص کیفیت مخصوصہ کے وقت غفلت
نہ ہو یہ کسقدر کذب محض ہے اور معہذا شان فخر عالم سے کسقدر اظہار اپنی غفلت کا ہے اور اس معصیت کے بیان مین کیسی جرات ہے
اور پھر دعوی اتباع اور محبت کا معاذ اللہ اور حق تعالیٰ کے نام پاک پر تو کبھی رات دن مین ایک آدہ دفعہ جل شانہ یا کوئی کلمہ کل ہی جاتا ہوگا مگر
فخر عالم کے نام یا ذکر و حالات ولادت پر تو قیام کبھی یاد آتا ہی نہین اور قیام حق تعالیٰ کے نام پر تو گویا مشروع رہا ہی نہین خاص فخر عالم کی ولادت
اور ولادت مین بھی خاص ایک وقت و کیفیت سے ہو گیا ہے کیسا کذب محض اور جرات ہے گویا تمام دنیا مین غفلت کا ابر چھا گیا معاذ اللہ نہیں
بلکہ سب معاصی اور آفات اپنے اوپر لینا اور تمام دنیا کو غافل بنانا محض اپنی بدعت عذر کذب کے واسطے ہے اور بس مولف کو شرم نہین آتی کیسے
عجیب کلام گستاخ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ایسے لوازم تعظیم دیکھکر خواہی نخواہی ہر عامی کی بھی آنکھین کھل جاتی ہین سو اول تو خواہی نخواہی
اوسی وقت آنکھ کھلنی اس شوخ چشمی کو دیکھو دوسری عام کو تو کیا مولف اور جملہ خواص کی بھی خواہی نخواہی اوسیوقت آنکھ کھلتی ہے اور
باقی تمام عمر غافل تعظیم سے رہتے ہین اور جو یہ کہے کہ اور تعظیم درود و سلام کی کرنے مین قیام کی نسبت یہ ہے تو اگر قیام تعظیم ضروری ہے تو پھر وہی تخصیص کا
اعتراض رہا اور جو بدون اس کے تعظیم ہو سکتی ہے تو یہی اس کی بیان خصوصیت مناقشہ طلب ہی جواب ہی کیا خاک مولف نے اپنے
منہ مین بھرا ایسا شوخ کلام بھی کیا شان فخر عالم سے اپنی غفلت و بے پروائی بھی بیان کی اور پھر کچھ بھی نہوا اور کیسی غفلت کہ کوئی مذکر ہی اسکا
نہین سوا ہو سامان عشرت اور اختلاط بدعت کے لاحول ولا قوۃ الا باللہ لہذا اس خواہی نخواہی قیام تعظیم کو ہی بدعت ضلالۃ مانعین کہتے
رہینا جس کے بیان تخصیص مین مولف چکر کھا رہا ہے اور اپنے دین و دنیا کو خراب کر رہا ہے اور ادنیٰ بلا وجہ نقض گستاخی کا کرتا ہے اور اپنی
شوخی و گستاخی کو خیال بھی نہین کرتا جو حق و واقعی ہے استغفر اللہ اور دوسرا جواب کہ قیام فرض نہین کہ ہر دفعہ کرنا ضرور ہو جہان سب اسباب تعظیم
او سے بھی کرتے ہین تکمیل کے واسطے ورنہ جہان کوئی نہو تو یہ بھی نہو تو کیا حرج ہے استغفر اللہ استغفر اللہ یہ جواب کسقدر بے معنی اور بے ادبی کا
کیونکہ مانعین کب فرض کہتے تھے وہ سب جگہ اسکو مندوب ہی کہتے ہین کہ سب جگہ تو ایسا مندوب کہ بالکل متروک ہی ہے اور یہان یہ مندوب

نہین بلکہ مستحب اور مستحسن کہتے ہین تو موضع محفل مین کہ وہان جمیع امور استحسان و آداب موجود و مہیا ہین قیام بھی کرتے ہین تاکہ لوازم اکرام تمامہ
مکمل ہوجاوین اور جہان جمیع لوازم آداب مستغنی ہین وہان بیٹھے ہو تو کیا حرج ہے خالی قیام کیا بکار کریگا باقی رہی یہہ بات کہ تلاوت قران شریف
و قراءت حدیث مین یہہ ذکر آدو وہان کیون نہین کھڑے ہوتے جواب دیگر یہہ ہے کہ ہر عمل کی ایک خاصیت ہوتی ہین کہ وہ سب جگہہ نہین کے
جاسکتے اس وقت ایک مثال کہی جاتی ہے اور مثالین اسکی بہت ہین شاہ ولی اللہ صاحب قول جمیل مین لکھتے ہین جب کوئی کسی زبردست سے
ڈرتا ہو جس وقت اوسکے سامنے جاوے پڑہے کہیعص کی فیت اور ہر حرف پر ایک انگلی داہنے ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر پڑہے حمعسق حمیت
اور ہر حرف پر ایک انگلی بائین ہاتھ کی بند کرتا جاوے پھر اوس حاکم کے سامنے دونون مٹھی کھولدے انتہی آپ سمجھنا چاہیئے کہ مٹھی کا بند کرنا

ہے کہ مجلس مین تکمیل آداب کے واسطے کرتے ہین ہر جگہہ ہو تو کیا حرج ہے وہی حضرت خفا کو تسلیم کرلیا تو گویا کہا کہ یہان بدعت سے تو کرتے ہین
کیونکہ یہان تکمیل کے واسطے ہے ورنہ بدا ہوتا ہے تو مثل واجب کے ہوا اور جسقدر ہو مین کچھ حرج نہین تو کبھی ہونا ہی نہین یہی تو بدعت تھا
یہی معترض کہتا تھا اسکو ہی مولف تسلیم کررہا ہے بھلا اس عقل کو دیکھنا چاہیئے اس سے بڑھکر یہہ کہتا ہے کہ جہان سب اسباب تعظیم مرتفع ہون تو
کبھی ہو تو حرج ہو یہ کیسی سخت گستاخی ہے کیونکہ تعظیم نبی ہر دفعہ واجب ہے گو ایک مجلس مین تداخل کا مذہب ہے مگر ہر جلسہ مین ایکدفعہ
آپ کے نام مبارک پر تعظیم ضروری ہے جب سب اسباب تعظیم مرتفع ہون تو قیام ہی کرنا چاہیئے تاکہ عظمت سے خالی نرہے یہہ کہتا ہے کہ کوئی
امر تعظیم ہو تو قیام بھی ہو تو حرج نہین تو تمام اوقات مین سوائے وقت خاص کے تعظیم کی اگر کوئی فرد بھی ہو تو مولف کم عقل کے نزدیک
حرج نہین الہی توبہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم ان یقولون الا کذبا اور پھر کہتا ہے کہ خالی قیام کیا بکار کریگا تو معلوم ہوا کہ قیام تعظیم کی
فرد کچھہ مفید نہین لغو ہے تنہا کچھہ بکار نہین کرتی این گلے دیگر شگفت اگر مولف کے نزدیک یہہ قیام کچھہ تعظیم کی بکار نہین کرتا تھا تو
کیون اسقدر اوراق اپنے سیاہ کئے اور ایسی حرکت لغو کے اثبات مین وقت ضائع کیا افسوس انہماک بدعت نے مولف کو ایسا خوار کیا
کہ شان فخر عالم مین بھی گستاخ کلامی کرائی اور فہم کلام غیر سے تو عاری تہا ہی اپنے بھی کلام کا حاصل و مآل نہین سمجھتا اگر یہہ کہے کہ قیام تکمیل
تعظیم ہے خود امر تعظیم نہین تو قطع نظر اس قول کے غلط فاحش ہونے کے پھر وہی نقض ہوگا کہ تکمیل تعظیم سوائے ذکر ولادت کے کیون نہین
ہوتی یہان کیون مثل واجب ٹھیری اور دوسری جگہ کیون مثل مکروہات کے متروک بنی غرض یہہ کیسی واہی بے معنی اور گستاخ کلام ہے کہ
العظمۃ للہ تعالے اب زیادہ کیا لکھون مگر تعجب ہے کہ اول اولیاء و علماء پر زبان درازی کی تھی اب رفتہ رفتہ فخر عالم کی شان مین بھی زبان
چل گئی گو قصد گستاخی نہو مگر زبان جس امر کی معتاد ہوتی ہے اور جو کچھہ قلب مین بھرا ہوتا ہے وہی نکلتا ہے الاناء یترشح بما فیہ وہ زعم علم کا
اور کبر و خودپسندی کا اپنا ظہور سب جگہ کرتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** باقی رہی یہہ بات کہ تلاوت الخ **اقول** خصوصیۃ اعمال اخروی
و عبادت کی شارع کے ارشاد سے معلوم ہوتی ہے عقل کو دخل نہین ثواب عقاب اور حدود تعظیم اور محال توقیر کماً کیفاً سب خلاف قیاس
ہین شارع کے امر بغیر معلوم ہرگز نہین ہوسکتے اگرچہ صحابی ہی ہو عقل سے نہین کہہ سکتے پس یہہ خصوصیت قیام اس وقت خاص مین کس
نص سے معلوم ہوئی مولف بتادے تمام نصوص تو اس تخصیص کو بدعت بتلارہی ہین مگر یہان مولف نے عمل آخرت کو عمل دنیا جیسا ہی جانا ہے

اور کھولنا خاصہ اس عمل کا ہے تو اب اگر کوئی اوسکو کہنے لگے کہ دیکھو قرآن شریف کے حروف ہیں جب قرآن میں کوئی کہیعص حمعسق پڑھا کرے وہاں بھی اونگلیاں بند کیا کرے اور کھولا کرے سب عاقل کہیں گے کہ ای بھائی وہ تو خاصہ اس عمل کا ہے اوسی عمل کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے جب قرآن پڑھیں تو قرآن کے آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں پس اسی طرح مولد شریف ایک عمل ہے واسطے حصول خیر و برکت وغیرہ کے چنانچہ ابو سعید [illegible] وملا علی قاری وغیرہم نے اس عمل کرنے سے برکات کثیرہ کا حاصل ہونا بیان کیا ہے کہ حصول منافع دینی و دنیوی کیلیے اس عمل کو بہت اہل اسلام بلاد اسلامیہ میں کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کسی سے مخفی نہیں کہ مشائخ عظام او علماء کرام نے اس عمل میں خاصۃً نزدیک ذکر ولادت کے قیام کیا ہے پس خاصہ ٹھہر گیا یہ قیام اس عمل کا اس موقع میں بنا علیہ جاری نکیا جاویگا یہ قیام جمیع مواقع خارجی میں مثل تلاوت قرآن اور احادیث کے پس قرآن شریف پڑھنے میں جو کچھ حفظاً یا ناظراً قرآن کے آداب معینہ ہیں وہ بجا لاوینگے اور اس عمل میں خصائص اس عمل کے اور جواب اس اعتراض کا دافع الاوہام میں بطور تقریر سے مذکور ہے طالب حق کو چاہیے اوسکو بھی دیکھ لے واضح ہو کہ پیش کیا تھا اس عاجز پر ایک عالم نے [illegible] یہ اعتراض جسوقت پایا مجھسے یہ جواب ساکت ہوا اور باقی اعتراضات متفرقہ در باب قیام مجلس میلاد لمعہ سابعہ میں آوینگے **لمعہ سادسہ** یہ اعتراض کہ محفل مولد شریف میں اشعار مخاطبانہ پڑھتے ہیں بہ نسبت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حالانکہ آپ غائب ہیں نظر سے یہ شرع میں جائز نہیں بلکہ کفر ہے **جواب** اسکا یہ ہے کہ یہ بات تو معلوم ہوتی ہے کہ عالم الغیب بالذات وہی ایک ہے جل جلالہ آسمان و زمین میں کوئی نہیں جو بغیر اللہ کے الہام و کشف کر دینے کے خود بخود یقینی طور پر

کہ مثال کہ قول جمیل کہے دیتا ہے یہ قول جمیل کا عمل امور دنیا کا ہے اس میں کوئی ثواب عقاب کی بات نہیں عقل سے یہ امور نکالے ہیں دنیاوی امور ہیں امور آخرت تو ایسے نہیں ہوتے ذرا ہوش کرے مولود تو مولف کے نزدیک نجات آخرت کے واسطے تمام اعمال سے بڑھا ہوا ہے کیا اب اس تقریر بدعت کے چکر میں آکر ہو لگیا یہ عمل تو ابولہب کافر نجس کو بھی تخفیف دینے والا ہے پس اسکی خصوصیات رائے سے کس طرح ثابت ہونگی بالآخر جب کچھ کام نہ چلا تو مولف پا ی بندی تجویز اس قیام میں کہتا ہے کہ یہ عمل تو خیر و برکات کا پس اگر محض دنیا کی زیادہ کا عمل ہے تو قصہ طے ہوا اور جو مرکب ہے تو پھر بوجہ آخرت کے عمل ہونیکے خصوصیت کیواسطے نص چاہیے ہے حاصل خبط کلامی مولف پر تمام مبنی اور سوء فہم کا اسپر خاتمہ ہے ایک گھر بناتا ہے دس گھر گراتا ہے آگے پیچھے کی کچھ تمیز نہیں اور نہ فہم سے کچھ تعلق محض الفاظ کی تطویل مد نظر ہے اور پھر آخر میں مولف نے علماء کرام کو اپنی کم فہمی کا شریک بنایا اور وہی فعل علماء کی حجت لایا کہ بدون اوسکے کوئی چارہ مفر اوسکو نہیں ملتا اور نہ کوئی اوس کے پاس دلیل سوائے اسکے ہے اور اوس کا حال بھی لکھا گیا کہ اون علماء کے فعل کو بھی مولف نہیں سمجھتا پس اب طالبین حق کا تو مل مولف کی اس ہی تقریر سے سیر ہو گیا اور سب حب فخر عالم کی اور اتباع اور دیانت اور علم و فہم اوسکا واشگاف ہو گیا ایسے رفع الاوہام بھی مولف صاحب کا ہی تالیف ہو نتیجہ افکار رد اللہ ہے اوسکو دیکھکر سنکر کیوں کان کے کیڑے جھاڑیں گے اور کسی طفل جاہل کو شاید آپ نے یہ جواب دیا ہوگا ورنہ عالم تو اس تقریر سے کیا ساکت ہوتا ہاں اگر مولف کو لا یعقل جانکر ساکت ہو گیا ہو تو کیا عجب ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ **قولہ** لمعہ سادسہ یہ اعتراض کہ محفل مولود میں الخ **اقول** چونکہ مولف کی عادت ہے کہ سائل کے سوال کو ناتمام سمجھکر نقل کرتا ہے لہذا اصل تقریر کرتا ہوں کہ ناظرین اسکو خیال رکھیں یہ عقیدہ اتفاقی ہے کہ ندا و خطاب فخر عالم کا اس عقیدہ سے کرے کہ آپ بلا واسطہ استقلالاً سنتے ہیں شرک ہے خواہ [illegible] صلوٰۃ ہو خواہ بغیر اوس کے کسی قسم [illegible] ہو اور جو یہ قید نہیں بلکہ یہ عقیدہ ہے کہ جب حق تعالی چاہے جس شے کو چاہے آپ پر منکشف کرد [illegible]

امور غیبیہ کو جانے اور یہ بھی کہ کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لیکر تا تحت الثریٰ ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر ناظر ہو لیکن
یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر کونسی کتاب نازل ہوئی ہے جس میں یہ الفاظ لکھے ہیں کہ غائب کی بہ نسبت الفاظ حاضر بولنے کفر ہے ہم اس بات میں جزئی
نظائر پیش کرتے ہیں شرح مواہب قسطلانی و زرقانی وغیرہ محدثین لکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے ان المصلی یخاطبہ بقولہ السلام علیک
ایہا النبی والصلوٰۃ صحیحۃ ولا یخاطب غیرہ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ نمازی بیچ نماز میں خطاب کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور حاضر کا لفظ
بولتا ہے کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی التحیات میں کہتا ہے سلام ہو تیرا اوپر اے نبی اور اس خطاب کرنے میں نماز صحیح ہے اور دوسرے کو نماز
میں خطاب نہیں کر سکتا یعنی اگر کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے انتہی اور بعضے آدمی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقل نکال لیتے ہیں قصہ معراج کی اس میں حق تعالیٰ نے
حضرت کو انہیں سے [illegible] ہو گیا اور اسکا قول اس عبارت وہ ہے جو نقل کی کہ اس میں صریح خطاب موجود ہے [illegible] شامی نے بھی رد کیا ہے کہ
لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج اور در مختار میں بھی رد کیا ہے ویقصد بالفاظ التشہد الانشاء کانہ یحیی علی نبیہ اور فقیہ ابو اللیث
سمرقندی نے السلام علیک ایہا النبی کی اسی طرح شرح کی ہے کتاب تنبیہ میں یعنی یا محمد علیک السلام غرضکہ جمیع عقلاء فقہا محدثین اس قول کو
[illegible] میں امر تحقیقی یہی ہے کہ اس میں ارادہ کرے خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ سلام ہو آپ پر یا نبی اللہ اور اگر حکایت قصہ معراج کا ارادہ
کریگا تو کم نصیب محروم رہیگا تعمیل امر الٰہی سے جو لفظ سلموا قرآن میں وارد ہے اسلیے کہ قرآن میں سلام اس شخص سے خود مقصود تھا وسنے اپنی طرف
سے سلام نہ کیا بلکہ نقل حکایت کا ارادہ کیا الحاصل یہ ہے کہ بیچ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے غائب ہیں پر بھی آپکو خطاب حاضر ہو رہا ہے
اور ملائکہ درود اور سلام پہونچاتے ہیں [illegible] در اصل [illegible] ہیں اور درست ہے [illegible] شوق میں [illegible] کلمات ہیں یہ بدون
اس عقیدہ سابق والی کے وہ بھی جائز اور یہی حالت [illegible] ہے اس عقیدہ میں [illegible] مانعین کے [illegible] معترض کہتا
ہے کہ [illegible] بالعلم مستقل لیحضر عالم کے نداء و خطابات تو شرک ہے اور جو بدون اس عقیدہ کے ہے تو [illegible] فساد عقیدہ کی [illegible] کہ عوام
[illegible] عقیدہ علم مستقل کا ہے اور اس عہد میں ہر قسم کے مبتدع و فساق موجود ہو رہے ہیں لہذا اگر عقیدہ [illegible] کا درست ہوگا عوام کی وجہ سے
مکروہ یا ناجائز ہے اور یہ فساد عوام کے شرح منیہ سے نقل ہو چکا کہ صلوٰۃ رغائب [illegible] مکروہ ہی ہے [illegible] در مختار میں ہے وکرہ بحق رسلک
اسکی شرح میں توجیہات جواز کی لکھکر لکھا ہے ومجرد ایہام اللفظ لا یجوز کاف فی المنع لما قدمنا انتہی اور رد المحتار نے تحقیق لفظ معقد العز من
عرشک میں لکھا ہے ان مجرد ایہام اللفظ المعنی المحال کاف فی المنع من التلفظ بہذا الکلام وان احتمل معنی صحیحا ولذا اطلق المشائخ لقولہم
لانہ یوہم ونظیرہ ما قال فی ناموس ان شاء اللہ تعالیٰ فانہم کرہوا ذکرہ ان قصد التبرک دون التعلیق لما فیہ من الایہام کما قررہ التفتازانی
وابن الہمام انتہی اسے کھولا ہے لفظ موہم معنی ناجائز کا بولنا مکروہ ہو الیس خلاصہ اعتراض یہ ہوا کہ عوام کا عقیدہ شرک کا ہے ایسے مجمع میں
خواص کو صالح عقیدہ سے بھی بولنا ایسے کلمہ کا ناجائز ہے بس اب مولف کے جواب کو ملاحظہ کرنا چاہئے کہ اس اعتراض کا تو جواب ندارد ہے بلکہ حضرات
[illegible] عقیدہ معترض کا لکھا ہے مگر خواہ مخواہ ایک جزو لکھ ڈالا کہ جسکا اعتراض کے جواب سے کوئی مناسبت نہیں **قولہ** لیکن یہ معلوم نہیں ان لوگوں پر
اقول مانعین پر کتاب اللہ نازل ہوئی ہے کہ جس میں علم غیب مطلق خاصہ حق تعالیٰ کا لکھا ہے اور مولف نے [illegible] کفر ہے پس اس
عقیدہ کا خطاب شرک ہے اعتراف مولف اور معترض بھی اسی کو شرک کہتا ہے اور بدون اس عقیدہ کے بسبب ایہام شرک کے مکروہ کہتا ہے

نماز مین بعضے کہتے ہین یہہ امر تعبدی ہے منقول اسی طرح ہوا ہے جواب یہہ کہ امر تعبدی ہونیسے کام تمہارا نہین چلتا اسلئے کہ خطاب جائز کہنے کی روایت تو موجود ہے اب یہہ بتاؤ غائب کو خطاب کا لفظ بولنے کی حرمت اور کراہت پر کونسی آیت یا حدیث ہی پیش کرو عقلی گھڑی ہوئی باتون کو الگ کر دو اور یہہ سمجھو کہ جب عبادت مین شریک کرنیکا حکم نہین اور خاص دسی نماز مین خطاب آپکا شریک کیا گیا تو باہر منع ہونیکی کیا دلیل اب ہم جوازکی روایت سنو شاہ ولی اللہ صاحب واسطے پڑہنے اوراد فتحیہ کے انتباہ مین لکھتے ہین فریضہ نماز بامداد گذاردہ درود و سلام دہد باوراد فتحیہ قوائد مشغول شود کہ از برکات انفاس ہزار و چہار صد ولی کامل شدہ است الخ حالانکہ اس اوراد فتحیہ مین جسکا دل چاہے شمار کرے ستر بار ندائے رسول صلعم ان الفاظ سے ہے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا حبیب اللہ یا خلیل اللہ الی آخرہ علاوہ اسکے خود مولوی اسحق صاحب مائۃ مسائل مین لکھتے ہین اگر کسی یا رسول اللہ بگوید بہ رسانیدن درود یا سلام جائز است انتہی یہ دیکھیے علما باہر نماز کے بھی خطاب کے یا رسول اللہ کا جائز لکھتے ہین اور شاہ ولی اللہ صاحب تو خود دوام کرتے ہین لیکن ابھی تک مانعین کو گنجائش ہے یہہ کہہ سکتے ہین کہ یہہ خطاب تو درود و سلام کے ساتھ ہے اسکو فرشتے پہنچا دیتے ہین اس لئے ہم ایسی نظیر پیش کرتے ہین جس مین درود و سلام کے پہونچنے کی نیت سے خطاب نہین بلکہ وسیلہ پکڑنا ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کشف حاجت مین ابن ماجہ قزوینی باب صلوۃ الحاجۃ مین روایت لائے ہین عثمان بن حنیف انصاری صحابی سے کہ ایک اندھا آدمی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا کہ میری آنکھون کیلئے دعا کیجیے آپنے فرمایا اگر تو چاہے اسیطرح رہنے دے یہ تجھکو اچھا ہے اور اگر چاہے دعا کرا تا تو دعا کرون اوسنے کہا دعا فرمائیے آپنے حکم دیا اچھی طرح وضو کر دو رکعت نماز پڑھو اور یہہ دعا پڑھے اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجہت بک الی ربی فی حاجتی ہذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی یعنی یا اللہ مین تیری حاجت مانگتا ہون تجہسے اور متوجہ ہوتا ہون تیری طرف وسیلہ پکڑ کے حضرت محمد کا جو نبی رحمت ہین یا محمد مین متوجہ ہوتا ہون اپنے پروردگار کیطرف آپ کا وسیلہ پکڑ کے اپنی اس حاجت مین تاکہ روا کی جاوے حاجت یا اللہ حضرت کی شفاعت قبول کیجیے میرے حق مین انتہے

چنانچہ ردمحتار سے نقل ہوا اور جو کچھ مولف نے زرقانی سے نقل کیا ہی نہ اوسمین یہہ عقیدہ شرکیہ ہے اور نہ بسبب واجب ہونے تشہد کے ایہام کی کراہت ہو سکتی ہے کیونکہ فرائض و واجبات مین ایسے امور کا لحاظ درست نہین کہ واجب من اللہ تعالی ہو چکا ہے مدعی خوانی تمام جہلاء عوام مین کونسی حدیث سے ایسی خطابات واجب ہین مولف اوسکو بتاوی تاکہ یہہ بھی درست ہو جاوے اور منع ایہام کا رفع ہووی اور پھر تشہد اخفا بھی ہے خلاف اشعار ہے کے ہان اگر تشہد مین بھی کوی کا عقیدہ علم غیب کا بالاستقلال ہووی گا وہ بھی مشرک ہو جاویگا اوسمین کیا کلام ہے اطلاقات نصوص قطعیہ اسکی شاہد ہین پس ناظرین دیکھین کہ مولف کا یہ جواب کس اعتراض کا جواب ہے خواہ مخواہ روایت نقل کر دی ہے پس حکایت کی تقریر کی ضرورت نہ امر تعبدی کہنے کی حاجت خواہ مخواہ ایک طول کلام کرتا ہے معترض کا مطلب یہہ قرآن شریف سے اور روایت فقہ سے ثابت ہو لیا کوی عقلی بات نہین کہی البتہ مولف کی عادت ہے کہ عقل ناتمام کے تکلی گھڑا کرتا ہے جیسا چہلم وغیرہ مین اور مولود مین لکھتا ہے **قولہ** اب ہمسے جواز کی روایت الخ **اقول** اوراد فتحیہ مین سب جگہہ صلوۃ سلام مین خطاب ہے جیسا تشہد مین تہا علی ہذا مولوی محمد اسحاق صاحب کے کلام مین درود و سلام مین فتوی جواز ندا و خطاب کا ہی اور یہہ بوجہ ایصال ملائکہ کے ہے چنانچہ مسلم وغیرہ کی حدیث مین مصرح ہے اگر اوس مین بھی عقیدہ شرکیہ ہوویگا حرام ہو جاویگا بلا خلاف پس جواب معترض کا اس سے بھی حاصل نہین ہوا **قولہ** ابن ماجہ قزوینی الخ **اقول** اس قصہ مین تو خود فخر عالم زندہ اس عالم مین تھے

سو دیکهیے یهه نماز حل مشکلات کے لیے حضرت نے تعلیم فرمائی اور اوس مین اپنا خطاب یعنی یا محمدؐ کہنا تعلیم فرمایا ہے اس مقام مین ایک تماشا
ہوا ہے یعنی ایک بڑے عالم مشہور و معروف نے اس حدیث مین اعتراض کیا اور لکهدیا کہ اسکی اسناد مین ایک راوی عثمان بن خالد بن عمر آتا ہے اور
تقریب مین اوسکو متروک الحدیث لکہا ہے اس عاجز نے ابن ماجه اور ترمذی مین یهه حدیث نکالکر اسکی اسناد دیکہی تو اون دونون محدثون کی
اسناد مین عثمان بن عمر نکلا اوسکو تقریب مین متروک الحدیث نہین کہا اور عثمان بن خالد بن عمر کو بیشک متروک الحدیث لکہا لیکن وہ اور آدمی ہے
والحمد لله علی ذلک اور یهه حدیث تو محدثون کی پرتالی ہوئی ہے کسطرح ضعیف اور غیر معتبر ہو سکتی ہے لکہا ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح اور
بیہقی نے صحیح کہا اسکو بیہقی نے کذا فی شرح المواہب ورنہ لکہا ابن ماجه نے قال ابو اسحق ہذا حدیث صحیح اور روایت کیا اس حدیث کو آٹهه ائمه حدیث نے
ابن ماجه- ترمذی- نسائی- حاکم- بیہقی- طبرانی- ابونعیم نے اور بہتون نے اپنی تصنیفون مین لکہا ایسی حدیث پر زبان درازی کرے اگر کوئی
متعصب لگے تو کب ہوسکتا ہے مقصود یهه کہ یہ روایت ... کہ یہ دعا اونکی تو بخاری اور بیہقی کی روایت مین ہے فقام وقد
ابصر یعنی وہ اندها اوٹهکهڑا ہوا اور آنکهه اوسکی روشن ہوگئی اور روایت کی طبرانی نے کان لم یکن به ضر یعنی ایسی روشن ہوگئی گویا اوسمین کچهه خلل
ہی نہین ہوا تها واضح ہو کہ یہ دعا و نماز اور یہ خطاب یعنی یا محمد کہنا آپکے زمانه مبارک مین خاص آپکی تعلیم سے ہوا اور شرح ابن ماجه مین اور نیز
جذب القلوب مین ہے کہ یہ عمل عہد صحابه مین بعد وفات رسول صلی الله علیه وسلم کے بهی کیا گیا ہے طبرانی نے معجم کبیر مین روایت کی ہے کہ ایک آدمی کو
حضرت عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه سے ایک حاجت تهی بار بار جاتا حضرت عثمانؓ اوسکی جانب التفات نفرماتے اوس آدمی نے عثمان
بن حنیف انصاری صحابی سے شکایت کی عثمان بن حنیف نے کہا وضو کرکے مسجد مین آ اور دو رکعتین پڑهه پهر یهه دعا پڑهه اللهم انی اسئلک
واتوجه الیک بنبینا محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی- اور یهه دعا پڑهکے تو اپنی حاجت کو عرض کردیجیو
غرضکه وہ آدمی موافق تعلیم عثمان ابن حنیف کے کیا اور وضو نماز دعا جسطرح اوسنے بتائی تهی پڑهی بعد ازان حضرت عثمان بن عفان رضی الله تعالی
عنه کی در دولت پر حاضر ہوا اوسوقت دربان نے اس شخص کا ہاتهه پکڑا اور اندر لیگیا حضرت عثمانؓ نے اوسکو اپنی مسند خاص پر پاس بٹهلایا
اور پوچها کیا حاجت ہے اوسنے بیان کی آپ نے حاجت پوری کردی اور یہ فرمایا کہ اب سے جو کچهه مشکل یا حاجت پیش آیا کرے مجهسے آکر بیان
کیا کرو وہ آدمی بہت خوشحال حضرت عثمان کے پاس سے نکلا اور عثمان ابن حنیف کے پاس شکریه ادا کرنیکو گیا اور کہا جزاک الله خیرا میری طرف عثمان
نظر بهی نہین فرماتے تهے اب شاید تمنے اونسے کچهه میری سفارش کی ہے عثمان ابن حنیف صحابی نے جواب دیا قسم الله تعالے کی مین نے حضرت
عثمانؓ سے کچهه نہین کہا لیکن اصل بات یہ ہے کہ مین ایک بار رسول الله صلی الله علیه وسلم کے پاس حاضر تها ایک اندها آیا اوسنے فریاد کی یا رسول
الله میری آنکهه جاتی رہی آپنے فرمایا صبر کر وہ بولا کوئی میرا ہاتهه یا لاٹهی پکڑکے لیجانے والا نہین مجهپر بڑی مصیبت ہے تب حضرت صلی الله علیه
وسلم نے یہ نماز اوسکو اور یہ دعا تعلیم کی تهی وہی قصه ترمذی اور ابن ماجه والا جو ہم اوپر بیان کرچکے عثمان بن حنیف نے بیان کیا الحاصل
بعد وفات صلی الله علیه وسلم کے عہد صحابه مین بهی اس خطاب یعنی یا محمد کہنے پر عمل ہوا اوسوقت سے ابتک یہ نماز تعلیم ہوتی چلی آتی ہے اور

اور آپ کے ہی حکم سے یہ عمل ہوا تها آپکی خدمت مین جو حاضر تهے تو اوس وقت مین تو کوئی ضرورت جواب توجیه کی نہین اور بعد آپ کے
جو معمول ہے تو اسی طرح سمجهکر ہے کہ آپکی خدمت مین تبلیغ ہوتی ہے بلا انکه پہنچتے ہین علم مستقلا الہی ... اس ... ہے اور نہ اس عقیده سے پڑهنا اسکا

جزری رحمۃ اللہ علیہ کتاب حصن حصین مین فرماتے ہین من کانت لہ ضرورۃ الی آخرہ یعنی جس کسیکو ضرورت اور حاجت مشکل آپڑے تو پڑھے نماز حاجت اور
یہہ دعا پڑھے اور کتب فقہ حنفیہ مین بھی اسکی تعلیم ہے ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح کبیر منیہ مین جو نوافل تعلیم کئے ہین اونمین صلوٰۃ الحاجات
دو لکھی ہین ایک کو بیان کیا اور کہا کہ یہہ ضعیف ہے اور دوسری یہہ نماز لکھی جو عثمان بن حنیف کی روایت سے ہم ذکر کر چکے ہین حلبی نے اسکی لکھکر اسکی
قوت بیان کی اور قال الترمذی حسن صحیح اعلام حاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور صحابہ کی تلقین اور محدثین کی تفصیل اور فقہا کی دقت وسعی
تصحیح سے اب تک یہہ خطاب یا محمد جاری ہے علاوہ بریں اور بھی خطاب کے صیغے ہم نقل کرتے ہین اشعار وغیرہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
پھوپھی صفیہ نے بعد وفات آپکے بہت اشعار غم مین پڑھے اونمین سے یہہ ہین ~ الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا ✦ وکنت بنا برا ولم تک جافیا
فعوان بب الناس الخ بی ... اولکن امرہ کان ماضیا ✦ اور حضرت حسان نے صحابی نے آپکی وفات کے غم مین یہہ پڑھا ~ کنت السواد
لناظری ✦ فعمی علیک الناظر ✦ من شاء بعدک فلیمت ✦ فعلیک کنت احاذر ✦ اسی طرح اور بھی صحابہ کے اشعار بعد وفات پائے گئے ہین جسمین
خطاب ہے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قاضی عیاض نے کتاب شفا کے باب لزوم محبت مین روایت کی ہے کہ ایک بار پانو حضرت
عبداللہ بن عمر کا سو گیا یعنی سنسنانے لگا اور بیحس و حرکت ہو گیا کسی نے کہا ایسے آدمی کو یاد کرو جو تمکو بہت پیارا ہو تب وہ چلا کر پکارا او ہو یا محمد
اوسیوقت اون کا پانو درست ہو گیا اور قوت آگئی انتہی یہہ عبداللہ بن عمر کیسے جلیل القدر صحابی اتباع سنت مین نہایت عالی مگر باوجود حالت غیوبت
بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلفظ ندا یا محمد خطاب کرتے ہین اور فتوح الشام مین صفحہ ۵۰ مین ہے جبکہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے
قنسرین سے کعب بن ضمرہ کو بارادہ حلب روانہ کیا ایک ہزار سوار دیکر اور کعب بن ضمرہ کی لڑائی یوقنا سے پڑی اور اسکی پانچہزار سپاہ تھی اور یہہ لڑائی
ہو رہی تھی کہ پانچ ہزار سپاہ یوقنا کی اور دوسری طرف سے مسلمانون پر آ پڑی غرضکہ دس ہزار کا مقابلہ ہو گیا اوسوقت مسلمان جانبازی کر رہے
تھے اور کعب بن ضمرہ نہایت بے آرام اور بیچین گرد آوری بے تھے اور پکارتے تھے یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل اور مسلمانون کیطرف متوجہ ہو کر کہتے تھے
یا معاشر المسلمین اثبتوا انما ہی ساعۃ وانتم الاعلون یہہ ایک نظیر ہے خطاب کی حالت غیبت مین اور یہہ کعب بن ضمرہ بھی صحابی ہین یعنی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو کر بھی انہون نے جہاد کیے تھے غرضکہ صحابہ کے وقت سے یہہ خطاب اور ندا رسول اللہ باوجود غیبوبت کے جاری
رہی علامہ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ تو فی ۶۹۴ جو مقبولیت بردہ کا سبب تھی اونکا قصیدہ بردہ امراد مشائخ مین اعلی نہایت مقبول بابرکت ہے اور
بہاء الدین وزیر کا حال ہم نقل کر چکے کہ وہ کمال تعظیم سے برہنہ سر برہنہ پا کھڑا ہو کر اس قصیدہ مقبولہ کو سنا کرتا تھا اور حلبی و زرقانی اور قسطلانی جو
صاحب بردہ کے مداح ہین اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس قصیدہ کو پڑھا اور اسنا د حاصل کی رسالہ انتباہ مین لکھتے ہین وا ما قصیدہ دائیہ

فاخیرنا ابو طاہر عن شیخ احمد النخلی عن محمد بن العلاء البابلی الی ان قال عن ناظمہا شرف الدین محمد بن سعید بن حماد البوصیری رحمۃ اللہ علیہ انتہی
الحاصل اس مقبول قصیدہ مین خطاب حاضر اختیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا ہے از انجملہ دو مقام مین تو خاص ندا بطور فریاد اور دادخواہی
کے موجود ہے ~ یا اکرم الخلق ما لی من الوذ بہ ✦ سواک عند حلول الحادث العمم ✦ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرتے ہین کہ اے بزرگترین خلائق

درست تو ایسی حالت مین یہہ بھی شرک ہو جاویگا اور نہ اس مین کچھ عوام کا خدشہ کیونکہ صحیح لاس کو پڑھتے ہی نہین پس اعتراض بحال خود اور یہہ
صلوٰۃ مولف کو غیر مفید ہے علی ہذا اشعار حضرت صفیہ کے اور حسان کے اور دیگر صحابہ کے اور معاملہ پانو سونے کا ابن عمر کا اور قصہ فتوح شام کا اور دیگر

پنجم غیر مخصوص دوستِ پیغمبری — اب اس دور آخری میں بھی جو علماء وصلحاء اہل سنت والجماعت ہیں وہ خطاب حاضر یارسول اللہ کہنا جائز رکھتے ہیں
چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالی جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی محمد قاسم صاحب مصنف تحذیر الناس اور مولوی محمد یعقوب صاحب
نانوتوی مدرس دیوبند وغیرہم چند علماء کے پیر و مرشد ہیں اپنی کتاب ضیاء القلوب مطبوعہ مطبع مجتبائی کے صفحہ ۹۰ میں واسطے حصول زیارت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھتے ہیں بدین عبارت کہ بعد نماز عشا با طہارت کامل بجامہ پاک و استعمال خوشبو با ادب تمام بطرف مدینہ منورہ نشیند
والتجی از جناب قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلی اللہ علیہ وسلم شود و دل را از تصحیح خطرات خالی کردہ صورت آنحضرت
صلعم بلباس سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی نور تصور کند و الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ در راست و الصلوۃ والسلام علیک
یا نبی اللہ در چپ والصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ در دل خود ضرب کند الی آخرہ اور نیز یہی حاجی صاحب سلمہ اللہ نے ایک قصیدہ اردو زبان
میں لکھا ہے جسکا مطلع یہ ہے ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ۔ مجھے دیدار تم اپنا دکھا دو یا رسول اللہ اس قصیدہ کے چند اشعار
معہ مخمسہ نور دوم میں ہم نقل کر چکے ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے اشعار بھی وہاں نقل کئے گئے ہیں جن میں یا نبی اللہ وغیرہ الفاظ
خطاب موجود ہیں **توجیہات جواز خطاب یارسول اللہ** واضح ہو کہ بعض محبین درجہ عشق کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ جیسے
حضرت ابو الحسن شاذلی وغیرہ کہ اون کو ایکدم مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فوت نہوتا تہا ایسے آدمی اگر خطاب کریں تو اونکے نزدیک
تو وہ خود حاضر ناظر ہیں حاضر کے معنی موجود اور ناظر کے معنی دیکھنے والا جب موجود ہوئے تو دیکھنے والے بھی ہونگے ایسے شخصوں کے حق میں تو خطاب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا کچھ محل کلام ہی نہیں باقی رہے دوسری طرح کے آدمی کہ اونکو حضوری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاصل نہیں اونکے حق میں بھی خطاب کرنا درست
ہے قطب ربانی امام شعرانی میزان میں لکھتے ہیں کہ محمد بن زرین ایک مداح رسول تہا اکثر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں زیارت کرتا تہا
ایک بار اوس سے ایک آدمی نے اپنے واسطے سفارش حاکم سے چاہی یہ گئے اور حاکم نے انکو اپنی مسند پر بٹھلایا اوسی دن سے دیکھنا منقطع ہوگیا
اس مقام میں خاص عبارت میزان کی یہ ہے فلم یزل یتطلب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرؤیۃ حتی قرء له شعرا فتراءی له من بعید فقال تطلب
رؤیتی مع جلوسک علی بساط الظلمۃ فلم یبلغنا انہ راٰہ بعد ذلک انتہی یعنی پھر ہمیشہ وہ مداح سوال کرتا رہا حضرت سے کہ اپنا دیدار مبارک دکہا
دیجیے یہاں تک کہ ایکدفعہ شعر پڑھا تب حضرت صلعم دور سے کچھ کچھ دکہائی دیئے اور فرمایا تو دیدار کا سوال کرتا ہے اور بیٹھتا ہے ظالموں کے فرش پر پھر
ہمکو خبر نہیں ملی کہ اوسکو حضرت صلعم پھر نظر آئے یہانتک کہ وہ مر گیا انتہی اب دیکھئے کہ محمد بن زرین مداح باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسکی نظر سے
غائب تہے اور نظر نہیں آتے تہے وہ اوس حالت غیبت میں بھی حضرت سے سوال کیا کرتا تہا کہ صورت مبارک دکہا دیجئے انتہی پس اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر وہ
آدمی جنکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتے وہ بھی درخواست کریں اور کہیں ؎ ذرا چہرہ سے پردہ کو اوٹھا دو یا رسول اللہ ۔ مجھے دیدار تم
اپنا دکہا دو یا رسول اللہ تو صحیح اور جائز ہے اگرچہ ملا خطرۂ ایمان اسکو شرک بتا دے اور یہ کہے کہ تم رسول اللہ کو عالم الغیب جانتے ہو کیونکہ اصل عالم
الغیب بالذات اللہ تعالی ہی ہے لیکن اللہ تعالی اپنے رسول کو غیب کی خبر دیدیتا ہے تو اونکو خبر ہو جاتی ہے حضرت شاہ عبد العزیز کا کلام جو اونکی تفسیر

ہوا اور معترض کا اعتراض کس طرح رفع ہوا علی ہذا نقل شغل ضیاء القلوب جسمیں ندا و خطاب صیغہ صلوۃ وسلام میں ہے اور قصیدہ کے اشعار شوقیہ
ہیں بعد اسکے جسقدر نقول یا کچھ مولف نے چند اوراق لکھے کوئی اصل اعتراض کو نہیں اوٹھاتا اعتراض بحال خود ہے اور مولف لکھ سکا

اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر امتی کے درجہ کو پہچانتے ہین کہ اسکا ایمان کس درجہ پر ہے اور فرشتے سب امت کے اعمال حضرت کے
پاس پہنچاتے ہین سو نتیجے ملاحظہ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہرقل بادشاہ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا بروایت بخاری
ذکر الفاظ یہ ہین واما بعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم اس مین خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو حالانکہ آپ ملک عرب مین تھے اور وہ روم مین تھا
اور خطاب کی شکل یہ تھی کہ حضرت کا خطاب اوسکے معلوم کر لیتا لیکن چونکہ یہ اعتقاد تھا کہ قاصد اوس خط کو لیجاکر اوسکے ہاتھ مین دیدیگا یہ خط اوسی کے سامنے
ہوگا تو خطاب صحیح ہو جاویگا اسیطرح اینک اسم ہماری ہر ایک ... مین کو جو لیکو ... خطوط لکھدیتے ہین کہ فلان چیز بھیجدو اور تاکید جانو قطاع
... قاصد یہ خط اونکو دیدیگا تو ہمارا خطاب حاضر کہنا صحیح ہو جاویگا ... ہوئی سائل کے اعتقاد پر یہ خطاب حالت غیبت مین جائز ہو
ملائکہ جو ہرگز اللہ کا عصیان نہین کرتے اور جو اونکو خدمت ہوتی ہے ممکن نہین کہ اوس مین تخلف ہو ... اونکے اعتقاد کیموافق خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو جائز ہو جب بواسطہ ملائکہ ہمارا ... اونکو صبح و شام پہنچتا ہے تو درود مثل ... اگرچہ ہماری آنکھون کے سامنے جمال مبارک نہین ہے خطاب حاضر کرنا جائز ہے
اور اگر ضعیف الایمان آدمی اس تقریر پر بھی راضی نہو تو تیسری توجیہ یہ بھی ہے یعنی جسکو کسی کا عشق ہوتا ہے اسکا نقشہ آنکھون مین پھرا کرتا ہے اس اعتبار سے بھی حاضر جانکے
خطاب کیجاتا ہے اشعار عرب مین یہ بات کثرت سے ہے از انجملہ دو شعر عبد السلام ابن ... جو بالعدت نقل کرتا ہون ؎ علی ساکنی البطن العقیق سلام + وان
اسہرتنی بالفراق ونام + حظرتم علی النوم ثم حللتم + وحللتم التعذیب وھو حرام + اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بی بی زلیخا کا حال جو مولوی جامی صاحب نے لکھا ہے وہ سبکو یاد
ہوگا کہ شروع عشق مین جبتک نکاح نہوا تہا کس طرح تصورات مین باتین کیا کرتی تھی از انجملہ دو شعر اوس مقام کے لکھتا ہون ؎ خیال یار پیش دیدہ
بنشستہ + بہم از دیدہ ... گوہر ... کہ ای پاکیزہ گوہر از چہ کانی + کہ از تو دارم این گوہر فشانی + دلم بردی و نام خود نہ گفتی + نشانے از مقام خود نگفتی
پس زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام سے غیبوبت مین خطاب کر رہی ہین نہ یہ شرک ہے نہ کفر پھر اسی طرح سمجھ لو کہ یہ اشعار شوقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی جناب مین بطور خطاب حاضر کے ہین وہ اسی سے ہین چونکہ تصور آپکا دل مین جما ہوا ہے غلبہ اشتیاق مین خطاب حاضر بباعث تصور کی ... کے
کرتے ہین لیکن چونکہ تم لوگون کو ایسا تصور اور ایسا خیال بندہا ہوا نہین تمہاری سمجھ مین یہ نہین آتی کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ کلام الٰہی تو خطاب ہم
پوچھتی تو سیدہ خطاب کی ... قرآن شریف مین وارد ہے یاحسرة علی العباد یہان لفظ یا حرف ندا ہے جسکے معنی طلب حاضر کو پکارا کرتے ہین یہ لفظ یا داخل
ہوا ہے حسرت پر اور حسرت ایسی چیز ہے ادراک شعور ہے کہ اوسکو قیامت تک یہ خبر ہوگی کہ مجھکو کوئی پکارتا ہے امام رازی کا کلام اس مقام مین یہ ہے
المقصود ان ذلک وقت الحسرة فان النداء مجاز والمراد الاخبار غرضیکہ سب مفسرین اس مقام پر لکھتی ہین کہ یہ ندا کلام عرب مین شائع ہے اور مراد
اس سے یہ ہوتی ہے کہ یہ وقت حسرت کا ہے یعنی یہ نہین کہ حسرت کو پکارتے ہین اور بلاتے ہین اس مقام پر ندا مجاز ہے جب یہ بات ثابت ہوئی کہ بعض
ندا مجازانہ ہوتی ہے اور مراد اس سے خبر دینا ہوتا ہے پھر اسیطرح اس مقام مین سمجھ لو جو کوئی کہتا ہے ؎ تمہارا عزام یہ زبان یا رسول اللہ + فدا ہی تیرے
میری جان یا رسول اللہ + اوسکا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اوسکی جملہ خبریہ ہے گو کہ اوس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور ہے کہ
یون کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر ناظر جانکر پکارتا ہے ہان البتہ یہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگون کے ذہن مین جمانے ہو یہ کہکر کہ لفظ یا نہین ہوتا مگر واسطے

مطمئن ہوتا ہے ہمکو لفظ لفظ کے جواب کی تحریر مناسب نہوئی اور چند خطا جو اس تقریر مین مولف نے کی چونکہ تطویل بے سود ہے اور ہمارے مقصود
کے کچھ خلاف نہین اور مولف کا علم سب پر ظاہر ہی ہو چکا ہے ان چند خط پر توجہ نہین اور جو کچھ زبان درازی نسبت مانعین بدعت کے کی ہے اوس کا

حاضر کے اوخطاب نہین کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہہ قاعدہ غلط ہے کلام صحابہ مین غائب کو خطاب و ندا موجود ہے روایت ہیکہ حضرت علیؓ جب
وقت خلافت حضرت عثمانؓ مین ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد مین کثرت سے روشن ہین تو حضرت عمرؓ کو دعا دی اسکے الفاظ سیرۃ حلبی جلد
ثانی صفحہ ۳۵۳ مین یہہ ہین نورت مساجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب یعنی روشن کیا تونے ہماری مسجدونکو اللہ روشن کرے تیری قبر کو دیکھئے خطاب
کیسے دیکھئے بعد حضرت عمرؓ کے حضرت علیؓ خطاب فرماتے ہین بعد وفات عمرؓ اور یہان حضرت عمرؓ کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا یا بلانا یوقت ندا انکا ہوتا ہی مقصود
نہین غرض اونکی دعا دینی ہے یعنی اللہ روشن کرے عمرؓ کی قبر کو چنانچہ بعض راویون نے جو روایت بالمعنی کرتے ہین معنی مقصود کو قائم رکھا یون ہی معا الکر
روایت کردیا ہے نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا اب ایک مسئلہ فقہ کا بھی لکھتا ہون در مختار اور قہستانی وغیرہ کتب فقہ مین لکھا ہے کہ جسوقت اذان مین
موذن کہے الصلوۃ خیر من النوم یعنی نماز بہتر ہے سونے سے اسوقت چاہیے سامعین جواب اسکا یہہ دین صدقت و بررت یعنی تونے سچ
کہا اور بھلا کہا لکھا فقیہ شامی نے کہ یہہ جواب بینا حدیث مین آیا ہے واضح ہو کہ یہ جواب بینا کتب فقہ مین ہر گز مقید اس بات کے ساتھ نہین کہ موذن
کے پاس آ کے جواب دین اور سامنے پڑھین لیکن اسواسطے یہ مسئلہ ہمارا ہے بوقت صبح صادق کو موذن اذان کہتا ہے اور آدمی اکثر اسوقت اپنی اپنی منزل
اور مکانات مین ہوتے ہین نہ اونکو موذن وہان نظر آتا ہے غائب ہی نظر سے نہ اور نہ موذن خود اونکے جواب اور اونکے خطاب کو سن سکتا ہے باینہمہ اس
حالت غیبوبت مین جہان موذن نے کہا الصلوۃ خیر من النوم سب بلا ذان آدمی جواب دیتے ہین صدقت و بررت یعنی تونے سچ کہا اور بھلا کہا یہان
لونظ بہ حاضر کا ہوتا ہے لیس چاہیے اس فقہا متاخر الزمان کے نزدیک یہہ سب جواب دینے والے کافر ہون حالانکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہین اگرچہ انہون نے
خطاب کیا لیکن مراد اونکی یہہ ہے کہ موذن نے سچ بات کہی ایسا ہی یہ طرح جو شخص کہتا ہے ع ماسوا ذکر یا رسول اللہ از برائے تو یا رسول اللہ اگرچہ خطاب
کیا ہے لیکن مراد یہہ ہے کہ ہر مخلوق کو اللہ تعالی نے رسول اللہ کے واسطے یعنی اونکے سبب پیدا کیا ہے اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اسکی نسبت
ہم یہہ کہتے ہین کہ شرح ملا اور غایۃ التحقیق وغیرہ مین ہے کہ لفظ یا بمعنی ادعو ہے اور ادعو کے معنی ہین سنادی ہین کہ مین پکارتا ہون پس جس نے کہا یا رسول اللہ
اسکے معنے قاعدہ عربی سے یہہ ہوئے کہ پکارتا ہون رسول اللہ کو یعنی اونکو یاد کرتا ہون انکا نام لیتا ہون کہو اسمین کیا شرک کیا کفر ہو گیا الغرض پناہ دیجیے فہمی
معاندین ہی الحاصل ہم خطاب کو چند توجیہات سے ثابت کر چکے اور نیز نبوت کا حال ہی چکے عہد رسالت ہی اسوقت تک آنحضرت کو بالفاظ خطاب بصیغہ حاضر یاد کرنا
نماز مین اور خارج نماز دعا اور غیر دعا مین نظم و نثر مین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیا و علماء حنفی ہو مقبولین سے آج تک ہوتا رہا ہے کہ یہہ سب مقبولین باوجود حالت
غیبوبت کے خطاب کرنیوالے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاذ اللہ معاذ اللہ منکرین کے نزدیک کافر ہین یا خود ہی کافر ہین جو اونکو کافر قرار دین ہمارے سچے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ متفق علیہ یعنی صحیح مسلم اور بخاری مین ہے کہ جو شخص کسیکو
کافر یا اللہ کا دشمن کہیگا حالانکہ وہ ایسا نہین تو وہ کفر اور لعنت اوسی کہنے والے پر اولٹ آتی ہے انتہی اب چاہیے کہ مانعین اپنے ایمان کی خیر مناوین ایسا نہو
برائی بدشگونی مین اپنی ناک کٹے **لمعۂ سابعہ** اعتراضات متفرقہ کہتے ہین کہ جب مولد شریف پڑھتے ہین منبر یا چوکی پر بیٹھکر پڑھتے ہین اور قرآن شریف ہمیشہ

بھی جواب لکھنا ضرور نہین لہذا ختم کرتا ہون ناظرین کو حال سخن فہمی مولف کا معلوم ہو لیا اور سلیقہ جواب نویسی روشن ہو گیا مولف اپنے منہ میان
مٹھو ہین اور اسی طرح سوال مین بھی اسکی بحث گذر چکی ہے **قولہ لمعہ سابعہ** اعتراضات متفرقہ کہتے ہین جب مولد شریف پڑھتے ہین منبر الخ **اقول**
چوکی منبر فی اصلہ غرض صحیح کے واسطے جائز ہے معترض یہہ کہتا ہے کہ مجلس مولود مین اگرچہ قلیل آدمی ہون کہ حاجت بلند مکان نہو لیکن قاری مولود کی نمود

نیچے بیٹھے پڑھتے ہین کتاب مولد شریف کا درجہ قرآن سے بھی زیادہ کردیا جواب تحقیقی اسکا یہہ ہے کہ درجہ قرآن کا نہایت عظیم ہے قرآن کو ہاتھہ لگانا
بے وضو جائز نہین اور کتاب مولد شریف کو اگر کوئی بغیر وضو ہاتھہ مین لیلے تو اوسکو گناہگار نہین کہا جاویگا یہہ دلیل صریح ہے کہ ہم کلام اللہ کو بڑا سمجھتے ہین
منبر چوکی پر بیٹھکر پڑھنا ایک سبب سے ہے تاکہ قاری مولد سب اہل مجمع کو نظر آوے اور سب اوسکو نظر آوین اور اوپر بیٹھنے سے آواز اپنی حالت پر بلند ہوکر خوب پہنچتی
ہے نیچے بیٹھنے سے آواز کسیقدر دب جاتی ہے اور تلاوت قرآن مین یہہ باتین مقصود نہین ہان اگر کوئی موقع ایسا ہو کہ قرآن اعلان سے لوگون کو سنایا جاوے تب
منبر پر بیٹھنے کو بھی ہم مناسب ہوگا اور جواب الزامی یہہ ہے کہ یہہ اعتراض مجلس وعظ پر کیون نہین جاری کرتے ہین مولوی عبد الرب صاحب وغیرہ کے وعظ مین
نا دیکھا لوگونکے وعظ مین قرآن شریف کی آیتین کسقدر پڑھی گئی اور قصے حکایتین کسقدر اور طعن مقابلین پر کسقدر اور تہمتی اور لعن بازی کسقدر اور شعر کسقدر
پیران صاحبون کا حال یہہ ہے کہ اس قسم کا وعظ تو سب اوپر بلند جگہہ پر بیٹھکر کہتے ہین اور خالص قرآن شریف کو نیچے پڑھتے ہین جو جواب اونکا وہی ہمارا
اعتراض جب قرآن پڑھتے ہین نہ فرش بچھاوین نہ خوشبو لگاوین نہ کچہہ سامان کرین مولود پڑھنے مین کیا کیا سامان کیا جاتا ہے **جواب**
عیدین کی نماز کے لئے جو فرض نہین ہے نہانا کپڑے عمدہ پہننا خوشبو لگانا طرح طرح کے تکلفات ہوتے ہین پانچون وقت کی نماز جو فرض قطعی ہے اوسکے
لئے یہہ کچھ بھی نہین سواے وضو اور استنجا کے وجہ اوسکی یہی ہے کہ وہ برس روز مین دو بار ہے اور یہہ ایک ایک دن مین پانچ بار عید کی طرح سے سامان کرنا حرج ہے

بھی اہتمام سے چوکی منبر کی نہ ضرورت ہے اور اسی واسطے مثل لوازم ضروریہ مجلس کے ہوگیا ہے اور اگر قرآن کسی حافظ قاری سے سنین تو باوجود کثرت
کے بھی اس کا انتظام نہین ہوتا جیسا اون استقامات کا سال ہے کہ اس مجلس کیواسطے سب طرح کا اہتمام لباس فرش عطر سب کچھ قصداً ضروری ہوتا
ہے خلاف قرآن کے پس اسی وجہ سے معترض کہتا ہے کہ بوجہ اس اہتمام کے اس مجلس مین اور عدم اہتمام کے قرآن مین ایہام تفضیل مولود کا قرآن
پر ہوتا ہے بلکہ عوام کا اعتقاد بھی یہہ ہوگیا ہے اور یہہ مکروہ اور بدعت ہے پس مولف کا جواب دیکھو کہ کیا خوب ہے کہتا ہے کہ آواز پہونچانے کیواسطے
اور دیکھنے دکھلانے کے واسطے اوپر بیٹھتے ہین سبحان اللہ معترض تو تصریح کرتا ہے کہ اگر ایسی حالت ہو کہ بدون چوکی کے بھی آواز پہونچے اور ترائی
متحقق ہو تب بھی اہتمام اسکا ضرور ہوتا ہے اور اس امر سے عوام کا ضروری جاننا اور ایسے اہتمامات سے مولود کا افضل قرآن سے اعتقاد کرنا موجود ہے
مگر مولف کچہہ نہین سمجھا اور کہدیا کہ رفع صوت اور ترائی کے واسطے ہے اور کراہت التزام وفساد عقیدہ عوام کا نہ جواب فہم اور خود جو کچھ اوسکی سمجھ آئی ہین
فائین محض اعتراض کا اقرار اوس میلاد ضد کرنیسے اپنا عقیدہ افضلیت قرآن کا لکھدیا حالانکہ معترض اس معاملکی وجہ سے اعتراض کرتا
ہے پس دیکھو کہ جواب کو سوال سے کچھ بھی علاقہ ہے عجب جواب ہے سو یہہ تو تحقیقی جواب تہا ماشاء اللہ الزامی تو کیا کہنا اگر وعظ مین ایسا ہی حال
ہو جاوے تو معترض اوسکو کب جائز کہتا ہے اوس کے نزدیک یہہ وعظ وہ صورت در ایسی حالت کی چوکی منبر بھی مکروہ اور بدعت ہے یہہ الزام جب
ہو کہ معترض اوسکی تصویب کرتا ہو **قولہ** اعتراض جب قرآن پڑھتے ہین نہ فرش الخ **اقول** تقریر سوال تو پہلے اعتراض مین ہوچکی کہ غرض سائل
کی وجہ اہتمام سے ایہام تفضیل بلکہ خود تفضیل عوام کے نزدیک مولود کی قرآن پر ہے مگر مولف کا جواب بھی قابل غور کے ہے سنو کہ عیدین مین بحکم
شارع علیہ السلام کے احسن لباس اور غسل اور تطیب وغیرہ بوجہ عید اسلام ہونے کے مستحب ہوا ہے کہ یہہ لوازم سرور سے ہے اور طبع بھی ایسی حالت
مین مائل حسن لباس وہیئت کے ہوتی ہے اور صلوات خمسہ مین عید نہین لہذا وہان حکم استحباب حسن لباس کا نہوا پس دونون مین فرق
ظاہر ہے اور یہہ امر کہ عیدین بعد سال کے ہین اور صلوات پانچ بار اس مین حرج ہے یہہ بھی درست ہے مگر قرآن اور مولود دونون ذکر ایک

مین اسکے جواب مین کہتا ہون الحمد للہ آپ کی زبان سے اتنا تو نکلا کہ قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ کے ہونا چاہیے خیر اسقدر آپکا تسلیم
کرلینا بھی بس ہے مصرع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است و بعد اسکے یہ فرمانا آپ کا کہ ہر روز کونسی ولادت مکرر ہوتی ہے نعوذ باللہ نہایت بیجا
ہے اور اس کے بعد جو خرافات فرضی اور کنہیا کا سانگ وغیرہ الفاظ لکھے ہین وہ تو نہایت درجہ کی بیادبی اور گستاخی ہے یہ خیال نکیا کہ یہ پس
عالیجناب کا ذکر ہے ادنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین ہوشیار ہو کر الفاظ سوچ کر منہ سے نکلے مصرع ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم..

متن کا حکم شرعی لکھدیا مگر یہ کہ مطلق ذکر فخر عالم مین قیام مندوب ہے بلا تقیید و تخصیص یہ نہین لکہا اور سوال مسائل مین استفسار نہیا پر
اس ایک شق کا یہ جواب لکہا ہے کہ اگر قدوم روح مبارک کی وجہ سے یہ قیام ہے کہ وہ نہ معنی قدوم کے ہے اور قدوم پر تعظیم مندوب ہے تو یہ
اس وقت قدوم نہین بلکہ ذکر قدوم معنوی کا ہے کیونکہ ولادت مکرر نہین ہوتی ایک دفعہ ہو چکی اور اپنے ذہن مین ولادت فرض کرکے قیام کرتے
ہین تو اسکی کوئی نظیر شرع مین نہین کہ فرضی امر کے ساتھ معاملہ اصلی شے کا کیا جاوے تو مولف کہتا ہے کہ **قوله** مین اس کے جواب مین کہتا
ہون الخ **اقول** مولف کو فہم مطالب سے تو یون بعید ہی ہے کہتا ہے کہ الحمد للہ آپ کے منہ سے یہ بات نکلی یہ فقرہ مولف کا محض نادانی ہے کیونکہ
یہ اس وقت لائق تہا کہ اول یہ ثابت کردیتا کہ قیام تعظیم قادم کو مجیب منع کرتے ہین اور ہرگاہ کہ یہ امر ثابت نہین تو پھر یہ کلمہ التعجب کا خود مولف سے
نہم تعجب کا ثمرہ ہے مولف مقر ہو چکا ہے کہ حکم مقید کا بوجہ قید کے ہوتا ہے پس یہ قول مجیب کا الحاصل قیام وقت ذکر ولادت کے الخ خود [illegible]
کرتا ہے کہ یہ قیام مخصوص بوجہ خصوصیت کے مورد تقسیم احکام کا ہے قیام مطلق اس سے خارج ہے پس اپنے مسلم قاعدہ کے خلاف کو نا [illegible]
التعجب اور دیانت سے دور ہے معہذا صریح اس فتوی مین مذکور ہے کہ یہ بات کہ خود جناب علیہ الصلوۃ کے واسطے کوئی کھڑا ہوا خارج بحث ہے
الخ مگر مولف کے چشم حق بین کہان ہے کہ دیکھے پس ہرگاہ کہ نسبت قیام یہ مذہب ہے کہ جس مقام مین قیام التعظیم شرعا ثابت ہے وہان مندوب ہے
اور جہان کوئی وجہ منع کی ہے ممنوع اور قادم کے واسطے بشرط عدم مانع کے اور ذکر اللہ تعالی اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے
مندوب مگر تخصیص مطلق کی بدون نص کے بدعت ہے تو پھر گنجایش اعتراض کی مولف کو کہان ہے بلکہ یہ محض عناد ہے **قوله** بعد
اسکے یہ فرمانا آپکا الخ **اقول** مولف کو فہم مطالب سے تو کہین کام نہین ہوتا ہے سوچے جو جیا ہا کہدیا نہ شرم نہ اندیشہ آخرت بھلا مولف جو البیان
سے فیدا کر تعجب کرتا ہے اور گستاخی کا بہتان لگاتا ہے وہ کونسی گستاخی ہے مجیب نے جو کہا کہ یہ قیام مخصوص اگر بوجہ تشریف آوری روح پاک عالم غیب
عالم شہادت مین ہے تو یہ قیام وقت ولادت شریفہ کے ہوتا اب جو اہل بدعت کرتے ہین تو کیا اس وقت ولادت مکررہ ہوتی ہے پس
یہ فقرہ استفہام انکاری کا ہے کہ ولادت مکررہ نہین اس مین کونسی گستاخی ہے یہ امر صحیح اور درست ہے پھر مجیب نے لکہا ہے الیس یجی ہر روز اعادہ
ولادت الخ یعنی ہرگاہ کہ تعظیم تو ولادت کی ہے اور ولادت یہان اب مین موجود نہین تو اہل بدعت گستاخ اعادہ ولادت فرضا کرتے ہین
یعنی کہ معدوم ماضی کو موجود فرض کرلیا اور فرضی موجود کو حقیقی تصور کرلیا جدید ایجاد کرتے ہین پس ایسا کام کرنا سخت گستاخی اور زبون حرکت
ہے معاذ اللہ تو شان فخر عالم میں سب گستاخی کی مجیب نے ہرگز نہین کی وہ اس فرضی ولادت کو گستاخی کہتے ہین اور منع کرتے ہین تو گستاخی کرنیوالے
مولودی ہین نہ مجیب اور جو اس ذکر پر قیام کو تشبیہ دینا گستاخی ہے بزعم مولف کے تو بھی بیجا ہے کیونکہ اس وجہ مخصوصہ پر تو قیام مشابہ فعل ہنود کے ہی ہے
کہ وقت ولادت کنہیا کے ہنود بھی ولادت فرضی کرکے ایسی تعظیم کرتے ہین گویا اب پیدا ہوا ہے سو یہ قیام خود ممنوع ہے تو اس فعل منع کو تشبیہ دینا

لیکن جب آپ بیان پر لاسے تو جواب اوسکا دینا ضرور ہوا کہ حضرت جس چیز کا ذکر آدمی بیدار دلی سے کرتا ہے اوسکا تصور بالضرور ہوتا ہے اوسوقت
وہ نظیر میں لکھتا ہوں بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو قبل احرام باندھنے کے خوشبو لگائی تھی جب حضرت
عائشہ نے بعد مدت اس حال کو ایک موقع میں روایت کیا تو فرماتی ہیں کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی
گویا میں دیکھ رہی ہوں چمک خوشبو کی سر مبارک رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ حدیث صحیحین میں ہے اور ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
پہنے حلہ سرخ ہوئے تھے کانی انظر الی بریق ساقیہ یعنی گویا میں دیکھ رہا ہوں چمک پنڈلیوں مبارک کی یہ حدیث حاشیہ ترمذی کی باب الاذان میں ہے ان
روایتوں سے معلوم ہوا کہ بنا محبت ہوتی ہے اسوقت ذکر محبوب کے وہی شان جمال جملہ پیش نظر ہوتی ہے پس آپکا کلام کوئی ہر روز ولادت

اس طرح گستاخی ہوئی مولف کو فہم نہیں حد درجہ ہے **قولہ** تو جواب اوسکا دینا ضرور ہوا الخ **اقول** مولف نے دو روایت نقل کیں دونوں
میں تصور حلیہ خاص عالم کا ہے اور کانی کا لفظ مدد ہے پس مولف ہوش کرکے سن لے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی جب کسی گذشتہ امر کو حکایت
کرتا ہے تو وہ محکی ذہن میں پیش نظر ہو جاتا ہے تو صحابہ جب حالات فخر عالم کے بیان کرتے تھے تو وہ محکی پیش نظر میں آجاتا تھا
اور وہ حلیہ ہوتا خواہ اور کوئی قصہ ہوتا اور اس کی یاد پر سرور یا رقت یا کوئی حال مناسب آتا تھا اور یہ امر کچھ سب انسان میں عام ہی
ہے اور احادیث میں بکثرت موجود ہے پس یہ امر تو دونوں روایت سے معلوم اور مسلم ہے مگر عید تو دیکھو کہ اس حکایت اور صورت ذہنیہ کے
ساتھ معاملہ خود محکی کا ہوا ہو یہ ان دونوں روایتوں سے ہرگز کچھ ثابت نہیں ہوتا اگر کسی روایت میں یہ معاملہ ثابت ہوا ہو تو مولف اوراہ کے
صدق اپنی اشاعت دیوں کہ ولادت کے ذکر میں یا گھر سے باہر تشریف لانیکے ذکر میں یا غزوات سے آنے کے ذکر میں کسی نے وقت اس ذکر کے
قیام کیا ہو یا مصافحہ کیا ہو یا سلام علیک یا کچھ اور معاملہ محکی کا ذکر وحکایت سے کہیں ہوا ہو پس ان دونوں روایت میں فقط آئینہ کو
ہو تو کر گویا میری نظر میں ہے مولف نے مدعی کا کیا خیر ہوا اثبات تو اس بات کا کہ حکایت سے معاملہ محکی کا ہو مولف پر واجب ہے جیسے
یہ ثابت نہیں کیا کہ وقت حکایت کے محکی ذہن حال میں نہیں آتا کہ مولف ان دونوں روایت سے اسکا اثبات کرے اور اس تصور کے
ساتھ معاملہ تعظیم محکی کا نہیں ہوتا جیسے لکھتے ہیں سو یہ ان دونوں روایت سے ہرگز ثابت نہیں ہوا لہذا مولف ہوش کرے دو روایت مولف نے
اپنی عادت کے موافق دھوکا دہی کرتا اور اپنی عقل کے تو یہ جتلانے لگا کہ بیشک محبوب کی شان پیش نظر ہوتی ہے مگر اس شان
پیش نظر کے ساتھ شرع سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ محبوب کا سامنا ہو اور اس کے ساتھ شرع میں ثابت ہو یا عقل میں درست ہو اگر
عاشق فریفتہ اور مجنون ہو جاوے وہ قاعدہ شرع وعقل سے خارج ہے اور اس کا ذکر ہی نہیں پس مولف کا قول کہ اگر ولادت مکرر نہیں تو ذکر ولادت
تو مکرر ہے کسقدر بے معنی ولغو ہے کیونکہ ذکر ولادت کے مکرر ہونے سے قیام کا ثبوت کس طرح ہوجاویگا نہ مولف کی دو نظیر سے ثابت نہ کسی حدیث
سے نہ عقل کا تقاضا کہ حکایت کو قایم مقام محکی کا کرکے محکی کا معاملہ کرے اس ہی حماقت نے راہ بت پرستان کا مارا ہے اور صورت حاصلہ
فی الذہن علم کو کہتے ہیں علم شے کا خود شے معلوم ہو کر معظم و مکرم خارجی اعضا سے مثل معلوم خارجی کے ہونے لگے یہ درجہ تو مشرکوں سے
بھی بڑھ گیا اونھوں نے تو خارج میں ایک تصویر قایم مقام بھی کر دی تھی یہاں وہ بھی نہیں معاذ اللہ عن ہذا الفہم الردی الحاصل ذکر
مبارک آپکا لاریب موجب کمال سرور مومن کا ہے مگر اس ذکر کے وقت صورت حاصلہ فی الذہن سے معاملہ خود ذات مبارک کا معلوم ہونے

فرعون کا ڈوبنا اور موسیٰ علیہ السلام کا نجات پانا اور اس شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام کا روزہ رکھنا اور کہاں یہہ ہمارا زمانہ کہ اب تک وہ روزہ چلا جاتا
ہے حالانکہ یقیناً نہ وقوع واقعہ غرق فرعون و نجات موسیٰ تو اوسی روز میں ہوئی تھی بات اصل حقیقت موجود نہیں ہے جبکہ آپ قائل ہوئے کہ وقوع
ولادت میں قیام ہونا چاہئے تو اگرچہ وہ حقیقت اب موجود نہیں لیکن ہمیشہ تعظیم کا جاری رہنا لیے ان القصہ سے اصل اوسکے انظیر صوم عاشورا سے
ثابت ہو گیا اور دوسری نظیر ایک اور بھی ہے جب سرور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو مدینہ میں بخار کی بیماری تھی مشرکوں نے
یا اون لوگوں کو مدینہ کے بخار نے سست و زرد و نزار کر دیا ان سے طواف بھی نہ ہو سکیگا پہاڑ قعیقعان کی طرف کو مشرک لوگ ان کا تماشہ

دیکھنے لگے پھر اصل بنا دیا یہہ محض خیال فاسد ہی ہے اسواسطے کہ وہاں اعادہ سرور ولادت کا مثل یوم ولادت میں تہا جیسا سرور عاشورا نزول
یوم نجات میں تہا غرض ہر دو یوم تو مناسب ہیں اور یہاں تو محض مولف کا امر فرضی ہی ہے اور فرضی امر ٹھہرا کر جسکا کہیں خارج میں وجود
نہیں معاملہ اوس کا کرتا ہے اور جیسے اسکو ہی رد کیا ہے کہ جو وقت چاہے ذہن میں تصور ولادت کا کر لیا اور زبان سے حکایت اوس ولادت کی
کر دی اور اوس تصور ذہنی یا الفاظ حکایت کی تعظیم مثل عین ولادت کے کرنے لگے تو بیان مولف کو واجب تہا کہ اپنے مدعی کے اثبات میں ایسی
نظیر بتلاتا جو زبان سے حکایت کر کے اوس حکایت کے ساتھ تعظیم عملی کی ہو یا ذہن میں تصور ہا کر اوس صورت ذہنیہ کی تعظیم قیام خارجی سے کی
جاوے تا کہ مدعی اوسکا ثابت ہوتا ورنہ اس تقریر سے اوسکو کیا نفع ہے اپنے معلوم ہوا مولف کے نزدیک ولادت حقیقیہ ماضیہ کے قائم مقام فقط
تصور ذہنی ہے یا حکایت لفظ لسانی ہے یا دونوں ہیں جنکے واسطے قیام تعظیم ہوتا ہے بہرحال اس فرضی تصور یا حکایت واقعہ کی تعظیم جو
زمانہ گذشتہ ہوا ہے اس نظیر صوم عاشورا سے کچہ معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یوم عاشورا بجنسہ امثال ہر سال عود کرتا ہے کو غرق فرعون و نجات بنی اسرائیل
عود نکرین مگر یہود تعظیم اوس یوم کی کرتی تہے اور عید مناتے تہے نہ یہ کہ تصور غرق و نجات کا کر کے عید کرتے ہوں یا ذکر غرق و نجات کا پڑھکر عید مناتے
ہوں بخلاف مولف کہ وہ مجلس تصور اور الفاظ حکایت و ذکر کو قائم مقام عین ولادت کی کرتا ہے اور تعظیم اوسکی مثل تعظیم عین ولادت کے ہوتی ہے دیکھو
فعل یہود یا فعل مولف میں زمین آسمان کا فرق ہے یہود کے فعل کو تو کچہ مناسبت بھی کہ زمانہ زمانہ مماثل ہے مگر مولف کے فعل میں کچھ بھی
مناسبت نہیں محض مغایرت ہی اور یہود جیسا فرضی معاملہ ہے اور خیال پرستی کا قصہ ہے معاذ اللہ کیا سو فہم ہے سکہ بدون سوچے سمجھے جو چاہے
کہہ دیوے اور شرم نکرے شکر نجات حضرت موسیٰ کا دائمی تہا اور مثل یوم واقعہ کو شکر کے واسطے مقرر کر دیا عید منانا تہا ایسا ہی شکر ولادت فخر
عالم علیہ السلام کا دائمی ہے اور اوس کے یوم ولادت کو ٹھہرا دینا عید منانا ہے اس مناسبت سے اگر ٹھہراتے یوم عاشورا کو نظیر سرور یوم ولادت کی
تھی کو اصل میں بھی اصل بنانے کی اصل نہا کیونکہ صوم فخر عالم اس سبب سے ہرگز نہیں تہا اور سرور و تعظیم کا آپنے رد ہی کر دیا تہا لیکن صورت غرق
فرعون و نجات موسیٰ کو ذہن میں ٹھہرا کر یا ذکر غرق و نجات کا کر کے اور اصل واقعہ کے قائم مقام فرض کر کے تو عید نہیں بنایا تہا جیسا کہ مولف
ہیاہ و حکایت واقعہ ولادت کے کہ حاضر ہوتا لکہتا ہے کہ یہود تو اس فکر کو سوجہی تہی نہ یہود نے یہہ فرضی کام کیا تہا واقعہ در شہر اگر اپنی اصل لیے
اصل کو خیال کرے کہ شرع محمدی میں تصور ولادت و حکایت ولادت کو مقام عین ولادت کے قائم و فرض کر کے خیال و لفظ پرستی کرتا ہے حالانکہ
شرع میں یہہ محض بے اصل امر ہے اور توبہ کرے **قولہ** اور دوسری نظیر الخ **اقول** رمل میں قوت دکہانا کافی ہوتا اگر دوسری علت کا ہونا
کہاں ہے متحقق ہوا کہ سوائے اسکے کوئی علت نہیں تہی ایک شئے کی کئی کئی علل بھی ہوتی ہیں بس ابتداء مکہ کے اگرچہ یہہ علت مرتفع ہوئی

دیکھنے لگے تب حضرت نے صحابہ کو فرمایا کہ ان مشرکون کے سامنے طواف کے وقت رمل کرو اونھون نے رمل کیا یعنی جسطرح پہلوان لوگ وقت لڑائی
کے کاندھے ہلاتے ہوے اور مونڈھون کو ہلاتے ہوے بہادرانہ چال چلتے ہین اوسی طرح صحابہ ان مشرکون کے سامنے چلتے تھے اور کفار یون بولے اوسکے
یہ لوگ ہرن کی طرح چوکڑیان بھرتے ہین یہہ روایتین صحاح ستہ مین موجود ہین خلاصہ یہہ کہ رمل یعنی کود اوچھلکر مونڈھے ہلا کر چلنا اوسوقت قوت
دکھانے کفار کے لیے کیا گیا تھا لیکن پھر بعد اس زمانہ کے جو حجت الوداع واقع ہوا اوسوقت بھی قوت رفتار رمل کے طور پر وقوع مین آئی حالانکہ
اوسوقت کوئی مشرک وہان نہ تھا قطعًا اور قایم رکھا اوسوقت مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس فعل کو اور پھر قایم رکھا بعد آپکے
خلفاء راشدین نے پھر تابعین نے یہانتک کہ ابتک بھی وہی پہلوانونکی چال کود اوچھلکر وقت طواف کیجاتی ہے اب دیکھیے یہہ معاملہ حقیقت
کا سا بعد منقضی ہوجانے اصل حقیقت کے کیا جاتا ہے الی یومنا ہذا اور جاری رہیگا الی یوم القیمہ حالانکہ اصل علت موجود نہین یعنی اب
حرم شریف مین ایک بھی کافر نہین جسکو اپنی طاقت اور جوانمردی اور بہادری کی چال دکھلاویں چنانچہ صاحب ہدایہ اس معنی کی طرف اشارہ
فرماتے ہین ثم بقی الحکم بعد زوال السبب فی زمن النبی علیہ السلام وبعدہ اور شیخ دہلوی نے شرح سفر السعادت مین لکھا ہے معلوم شد کہ بعد از زوال
علت نیز این حکم باقی ست تو حضرت صاحب اصل حقیقت کا سا معاملہ بعد انقضا ئے حقیقت بھی اونکی نظیرین شرع مین موجود ہین اور جس چیز
کی نظیر پائی جاوے وہ موافق قاعدہ مولوی اسمعیل صاحب کے بدعت نہین ہوتی الحاصل جب آپ قائل ہو چکے کہ اصل حقیقت یعنی وقوع ولادت
شریف مین قیام ہونا چاہیے اور ہم کہتے ہین کہ واقعی آپ اس امر مین حق پر ہین چنانچہ بعض روایات مولد مین آیا ہے کہ اوسوقت ملائکہ اور حورین کھڑی
مگر دیگر علل کا رفع ہونا کیونکر معلوم ہوا لیس اولًا یہہ جزم کہ دوسری علت نہین تھی صحیح نہین بلکہ یہان دوسری علت کا احتمال بلکہ قرینہ وجود اوسکا
ہے جس کا ذکر اب آتا ہے نہایت یہہ کہ ایک علت کو شارع نے بیان کیا دوسری علت کو مجتہدین کے استنباط پر رکھا جیسا اکثر نصوص میں
بیان علت نہین فرمایا اگر ہم تسلیم کرین کہ دوسری علت نہین تھی تو حجۃ الوداع مین آپکا رمل کرنا اور کرانا یہہ بھی علت ہے لہذا باتباع آپکے فعل کے ہوا
اور آپنے تقریر فرمائی پس یہہ علت نہایت قوی ہے تو نص علت رمل کی موجود ہے ہر چند اس مین بھی استخراج علت کا امکان ہے مگر سلمنا
کہ یہ نص خلاف قیاس کے ہے کہ فقہا کے فہم مین اسکی علت نہ آئی پس جو نص خلاف قیاس ہوتی ہے وہ اصل کسی شئے کی نہین ہوتی اور مقیس
علیہ نہین بنائی جاتی تعدی حکم اوس سے ناجائز ہے اور حکم اوس کا مقصور بمحل نص ہی رہتا ہے پس اس رمل سے قیاس مولف کا محل نزاع
مین باطل ہوا اور نظیر اسکی کہنی لغو ہوی اب دیکھو علی قاری شرح مناسک مین کیا لکھتے ہین لا یقال الاصل فی الحکم ان یزول بزوال العلۃ فانا
نقول قد فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال الشرو مینہ تذکر النعمۃ الامن بعد الخوف لیشکر علیہا فہذہ علۃ اخری والحکم قد یثبت بعلل
متبادلۃ وانتفاء شخص علۃ لا یوثر فی انتفاء نوع الحکم ولئن سلم فالحکم ہہنا مع عدم العلۃ فہو غیر معقول المعنی انتہی اور قول صاحب ہدایہ کا جو نقل
مولف نے کیا ہے اوسکے یہہ معنی ہین کہ بعد زوال اوس سبب کے جو اوس وقت آپنے اظہار فرمایا تھا مطلق [illegible] سبب رمل کا کیونکہ اگر کوئی
نہین تو فعل شارع کا تو خود علت حکم کی موجود ہے کہ اصل علت نص ہی ہوتی ہے مگر مولف کا فہم لا وے تو سمجھے پس شیخ کا یہہ لفظ [illegible]
ہے کیونکہ طواف کی مثل طواف ہے مع کل الوجوہ طواف طواف سب ایک ہین یہان بھی اعادہ سبب کا موجود ہے کوئی فرضی امر نہین [illegible]
اظہار قوت کا ہوا اور رمل کیا ہو یا نہ کہ صورت ذہنیہ واقعہ کی کرکے رمل کیا ہو اصل معترض کا اعتراض اور رد کرنا تو فرض شئے کا ہے

جہل حقیقی آدمی کا تو وہان گذر نہتھا اور جس کا گذر ہتا وہ حالت قیام مین ہتا تو اب بھی جب فرض کرادے تو وہی قیام اُمت مین جاری رہے تعظیماً تو ہرگز مخالف

اصل شرعی کے نہین ہوسکتا اور تماشا یہ کہ آپ یعنی حضرت مصنف صوفی بھی ہین اور آپکے یہان تصور شیخ کا قاعدہ بھی چلا آتا ہے آپکے بزرگوار فرماتے

ہین وارکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علے وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ انتہی اور شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ انتباہ مین لکھتے ہین ۔

فینبغی ان تجعل صورۃ الشیخ بالکتفان الایمن اور شاہ ولی اللہ صاحب کے خلیفہ محمد عاشق پھلتی جنسے شاہ عبد العزیز صاحب نے بعد وفات والد اپنے کی

تکمیل سلوک کی ہے اپنی کتاب سبیل الرشاد مین مُرشد کا تعظیم کیا بہ ملاحظہ لکھتے ہین ۔ گر وقت ذکر شیخ کے استفاضت خواہد طریقش آن است

کہ تاریخ داند و سا ختہ نماز گذارد و ہمانجا انشستہ صورت شیخ کہ از وے فیض میجوید بجمع ہمت در دفع خطرات ملاحظہ نماید انتہی اور امام ربانی جلد

اول مکتوبات کی مکتوب سی ام مین کثرت تصور شیخ کے لئے لکھتے ہین ایں قسم دولت سعادتمندان را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط

خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند ۔ اور حاجی امداد اللہ صاحب ضیاء القلوب مطبوعہ کے صفحہ ۲۰ مین سطر ۱ مین اشارہ فرماتے ہین اگر در حالت ذکر

خطرہ در آید بشاہد جمال مرشد آن خطرہ را دفع سازد باز بذکر مشغول شود اور مولوی اسحق صاحب نے بھی مائۃ مسائل مین اسباب کو نور کردیا کہ پیر کو عالم

الغیب نجانے لیکن تصور بطور رابطہ قلبی کے ذکر کیا اور اسکو منع نفرمایا بلکہ صریح علامت جواز کی ہے عبارت اونکی یہ ہے اگر تصور صورت شیخ بطور رابطہ باشد

ن نظر مین یہ صورت علمیہ درحقیقت عمل ہوتا ہے حکایت لفظیہ پر مبنی جیسا ذکر ولادت پر ہوتا ہے اگر مولف کو ہوش ہے تو کوئی اکیا کرے ولادت مین کسی کو

سمجھے اپنے جواب کی لیبت سے مطلع ہوا حاصل دونون نظیر مین مثل موجود ہے مگر مولف کے قیام ولادت مین کوئی مثل ولادت ہین محض صورت

وصفی اور حکایت ہے کہ ان دونون کو یا ایک کو بین ولادت فرض کرکے قیام اور بھی تعظیم کا کرنا ہے پس مُرف کسقدر ہویدا ہے ہ گر نبا ند بروز شپر

چشم * چشمۂ آفتاب را چہ گناہ * پس ہرگاہ تمہ مولف کا معلوم ہوچکا تو صاف تحقیق ہوگیا کہ مولف خیال پرستی مین ہے اور یہہ امر ہرگز نہ شرع مین

ثابت اور نہ عقل مین جائز اور نہ ہرگز یہہ وجہ قیام کی درست ہے اور نہ ہوسکتی ہے شرعاً فقط **قولہ** اور آپکے یہان تصور شیخ الخ **اقول**

بدیہی امر ہے کہ اگر کوئی اپنے دوست محبوب کا تصور کریگا تو اوس صورت ذہنیہ کے ساتھ حب لازم ہوویگی اور دشمن کے تصور مین بغض لازم ہوگا اور

معظم کے ساتھ تعظیم اس مین کسی عاقل کو تامل نہین پس جب کوئی اپنے شیخ مربی کا تصور مثلاً کریگا تو باضرور محبت و عظمت اوس صورت ذہنیہ کو

لازم ہوویگی طبعاً پھر وہ اوس صورت علمیہ کو خواہ مواجہ خیال کرے یا ذہنی یہہ حب و تعظیم اوسکو لازم ہے مگر یہہ تعظیم قلبی تو یہان بحث نہین کیونکہ سب

تعظیم فخر عالم علیہ السلام کی لازم قلب مومن کو ہے ہر دم و ہر لحظہ یہان کلام اعمال تعظیم کی جوارح سے اس صورت کے ساتھ بجالانے مین ہے

و خاص قیام تعظیم اس مین کہ ہمین سو یہہ کسی اہل طریقہ نے نہین لکھا اور نہ کسیکا معمول ہے کہ اس صورت کے ساتھ معاملہ مقصود کا کرنا چاہئے پس

البلا کی تحجت سے اگر مراد مولف کی یہہ ہے کہ تعظیم تصور کی کرتے ہین ولادت کی بھی تعظیم لازم آئی تو یہہ محض خطا ہے اسواسطے کہ ابھی بیان

ہوا تصور منظم کے ساتھ تعظیم لازم ہوتی ہے سو ولادت کے تصور کے ساتھ بھی تعظیم لازم ہوویگی مگر تعظیم قلبی سے تعظیم بجوارح و قیام تو نہین لازم

تو اس کے اثبات مین مولف بیکار لکھا رہا ہے اور جو منکر تعظیم قلبی تصور ولادت کا ہو وہ بیشک محبت ہوویگی [illegible]

بالا ہوئی یہان تعظیم قیام و جوارح کا انکار ہے سو یہہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت اور نہ [illegible]

[illegible] ہے پس قول جمیل و انتباہ و سبیل الرشاد و مکتوبات و ضیاء القلوب و مائۃ مسائل نے جو کچھ [illegible]

پس معمول بعض مشائخ است خلاصہ یہہ کہ جیسے مرید طالب پیر کے سامنے مودب بیٹھتے ہین اور تعظیم مد نظر رکھتے اس سے دو فائدے پیدا ہوئے ایک یہ کہ جب تصور شیخ سے مرید کو فلاح و خیر حاصل ہوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ہادی سبل اور مرشد کامل ہین اونکا تصور غلبہ محبت کے ساتھ کیونکر نفع نہ بخشیگا دوسرا فائدہ یہہ کہ جب تعظیم مرشد حالت تصور مین بھی ہے تو جیسے حقیقت کا معاملہ عدم موجودگی حقیقت مین کیا جاتا ہے پس قائم ہوئی سعت پر بھی بہت ہی از روے طریقت اور قائم ہوئین دو جہتین صوم عاشورا اور رمل کے ساتھ چلنا حالت طواف مین از روے شریعت اور وہ جو حضرت نے شدت غیظ قلبی سے اسبات کو محض حماقت اور حرام اور تشبیہ کفار اور جہنم کہنا اور سانگ سا قرار دیا ہے اسکا جواب ہم کچہ نہین دیتے ہان یہہ دعا کرتے ہین کہ خداوند کریم جناب کی زبان کو ایسے کلمات کہنے اور الفاظ غلیظ سے آزاد کرے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **اعتراض** کہتے ہین کہ شامی جو مجوزین عمل مولد شریف مین شمار کیا جاتا ہے وہ خود قیام کو بدعت لا اصل لہا لکہتا ہے تو ہر قیام بدعت سیئہ ضلالت ہوا اور عبارت اوسکی یہہ ہے

شامی مین یہہ عبارت ہے عادۃ کثیر من المحبین اذا سمعوا ذکر وضعہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یقوموا تعظیما لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہذا القیام بدعۃ لا اصل لہا

وہ مجمل ہے اصل نقل عبارات سے دو امر واضح ہوئے ایک یہہ کہ جیسا تصور شیخ اور تصور محبوب مین محبت قلبی لازم ہے ایسی ہی فخر عالم کی ذات کے حالات مین بھی وہ تعظیم لازم ہوتی ہے اور جیسا ان مجبوبان کے تصور مین قیام وغیرہ امور جوارح کی تعظیم منقول نہین فخر عالم کے تصور مین بھی نہین ہونا چاہیے تصور جہان تشبیہ کفار کا لازم آوے جیسا تصور ولادت مین اوسکو بدیکہا سنا ہوگا کہ حالت عقل مین تصور زوجہ کے ساتھ ہو اور ذکر سے بالتصور قدوم والدین مین قیام ہتلا دوسرے یہہ کہ جیسا حب قلبی فخر عالم اور اون کے احوال کے موجب قوت ایمان ہے ایسا ہی وہ فعل مشروع کو ایسی حالت ذکر و تصور مین بجالانا تشبیہ کفار کے ساتھ باعث بہلک سمت آپکا ہے اور موجب نقصان ایمان فاعل پس ہر دو حجت مولف کی منقلب ہو کر سبب پشیمانی اوسکی کا ہوگئی اور جو کچہ تمامت تشبیہ کے عدم فہم کی وجہ سے اوس نے لکہا اوسکا جواب کہنا ضرور نہین مگر اطلاعاً لکہا گیا کہ جب صحابہ نے ایک امر مباح کیواسطے عرض کیا تہا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ذات انواط مقرر فرماویں تو آپنے یہ تشبیہ فرمائی تہی اجعل لنا الہا کما لہم آلہۃ یہہ کلمہ کفر کا تہا پس مباح کی طلب فعل مین آپنے تشبیہ کلمہ کفر کی فرمائی اور حدیث ما شاء اللہ وشئت مین ہر گز قائل کی نیت مین شرک نہ تہا معنی درست تھے مگر بظاہر جو موہم لفظ شرک کو تہا تو آپنے فرمایا جعلتنی للہ ندا تو یہہ ہی معنی تہے کہ مجکو تو نے خدا تعالی کا شریک بنایا یعنی مشرکین جیسا کلمہ کہا کہ ظاہر مین شرک کی بو دیتا ہے اور حالت قیام کو صلوۃ مرض قدیم مین فرمایا ان کدتم آنفا لتفعلون فعل فارس والروم اور فارس اور روم کا فعل حرام غیر مرضی ہی تو تہا کہ قیام صلوۃ مشروع کو بوجہ مشابہت کے تشبیہ حرام قیام سے فرمائی اب مولف ہر نظیر مین دیکہ لیوے کہ بوجہ مشابہت کے فخر عالم نے افعال مباح و مشروع و واجب کو تشبیہ شرک و حرام سے دی ایسا ہی یہان بھی حالت ذکر فخر عالم مین جو مندوب تہا اوس فعل قیام کو جو مشابہ ہنود کے تہا تشبیہ فعل ہنود سے کیا تہا تو کونسی وجہ اشکال کی آگئی خود مولف کو تو مسجد کو مندر سے تشبیہ دینا جائز ہوا اور فخر عالم کا ہتک بقولہ کہ اگر سب اسباب تعظیم کے ہوئین قیام کی تعظیم بھی ہو کیا حرج ہے ایسے کلام گستاخ کو نادرست رکہا اور دوسرون کی کم فہمی کے کلام حق تعالی اس مولف کو ہدایت کرے کہ ہنوز ہے کو ظلمات بدعت مین ممنوع ہے **قولہ** اعتراض کہتے ہین کہ شامی الخ **اقول** جو امر محدث کہ قرون ثلثہ مین اصل نہ رکہے صرف احداث و دلالۃ وہ بدعت ضلالہ ہے اور بحسب تقسیم بدعت کے وہ سیئہ ہی کہلاتی ہے چنانچہ اوسکی تحقیق گذر چکی ہے جسجا صاحب سیرت شامی نے لا اصل لہا کہا بدعت ضلالہ اوس کے نزدیک ہوگی اور بدعت ضلالہ ہونا اوس کا اس رسالہ سے بھی محقق ہوگیا

نہین آئی پس سیرت شامی مین بدعت لا اصل لہا کہنے سے قیام کا ضلالت اور سیئہ ہونا ثابت ہوا اور جبکہ ٹوٹ گئی دلیل تعین کی تو ابتک پیش
کرین ہم وہ قراین و دلائل کلام سیرت شامی کی جو قیام کے بدعت حسنہ ہونے پر دلالت کرتی ہین وہ یہ ہین کہ اوسنے یہ لفظ لکھے ہین جرت عادۃ کثیر من
المحبین حال تو لفظ اجرا ہی عادت ایک قسم کے مستند ہونے پر دلیل ہے جیسا کہ صاحب ہدایہ نے باب الاحرام مین لکھا ہے بذلک جرت العادۃ الفاشیۃ وہی
من احدی الحجج - تو عادت فاشیہ یعنی ظاہرہ اگر عہد صحابہ سے ہو تو کمال درجہ کی قوی حجت ہے اور اگر مابعد کی عادت ہو تو بھی ایک طرح کی سند ہے عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے ما راٰہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن اور مسلمون سے صحابہ مراد رکھنا غیر صحیح ہے اسلئے کہ مخالف ہے
وہ فتاوی اور شروح ہدایہ وغیرہ کے جو بہت اکابر مفتیان دین - خاص روایت سے سند پکڑی ہے استحسان امور مروجہ مابعد پر جنکو علما دین نے مستحسن
رکھا ہے اور مفتیان دین جا بجا یہ الفاظ فتوی مین لکھتے ہین علیہ العمل علیہ المسلمون و بہ جری التعامل و ہو المتوارث - امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ قیام کی
تحقیق مین جلد دوم احیاء العلوم مین لکھتے ہین ولکن اذا لم یثبت فیہ نہی عام فلا نری بہ باسا فی البلاد التی جرت العادۃ فیہ باکرام الداخل بالقیام
دوسرا قرینہ یہ کہ شامی نے عادت لکھی تو کثیر کی اور گروہ کثیر اہل اسلام کا ایک عمل پر قایم ہوجانا یہ بھی ایک سند ہے شامی شارح ردمختار نے
لکھا ہے والاعتماد علی ما علیہ الجم الکثیر اور حدیث شریف مین ہے اتبعوا السواد الاعظم پس عمل سواد اعظم کا ہونا یہ بھی ایک دلیل استحباب کی ہے تیسرا قرینہ

اور نص صریح ہے ورنہ اصل کلی عطا و ہبہ کی نصوص مین موجود ہے تہادوا و تحابوا الحدیث وغیرہ اور یہان بھی لفظ بدعت کا ذکر نہین اور عاقل
جانتا ہے کہ استحسان وصلہ مندوب ہے پس لا اصل لہ کے معنی جو مولف سمجھا کسطرح درست ہوتے ہین بلکہ مراد یہ ہے کہ اس جزئیہ خاص پر نص صریح
نہین گو اصل کلی موجود ہے پس ہر دو بحث مولف کی محض کم فہمی تھی سو رد ہوئی اور شامیہ کا قول ضلالۃ ہونے پر نص ہے **قولہ** اب پیش کرین
ہم وہ قراین الخ **اقول** عادت فاشیہ کے یہ معنی ہین کہ کسی قرن مین اوس کا تعامل بلا نکیر ہوا ہو سو قرون ثلثہ مین اگر یہ شیوع ہوا تو دلیل شرعی
ہے ورنہ نہین چنانچہ تحقیق بدعت مین مذکور ہوا اور جو بعد قرون ثلثہ کے شیوع ہو تو شرط اوسکی یہ ہے کہ کوئی عالم بھی اوس کا خلاف نہ کرے اور کوئی نص
شرعیہ بھی اوس کے خلاف نہو پس ایسی عادت فاشیہ کے حجت ہونیکی دلیل عینی نے یہ حدیث ما راٰہ المسلمون حسنا الخ لکھی ہے سو یہ عادت فاشیہ
اجماع ہے اور خود اجماع مین انفراد ایک کا بھی قاطع اجماع کا ہے پس مولف کی خوش فہمی قابل تحسین ہے کہ اول تو قیام مروج پر نص سے منع
و نہی وارد ہے کہ تعین مطلق نص کا کرنا ہے اور تشبہ کفار کا حرام ہونا پہلے محقق ہو چکا دوسرے ہر ہر زمانہ مین علما اس مجلس مروجہ اور قیام پر انکار کرتے رہے
ہین پس اسحالت مین عادت فاشیہ کہان رہی جو مولف ناز کرکے ذکر کرتا ہے اور یہ روایت جنایات الاحرام کی ہے پس جرت کے لفظ سے استدلال مولف
کا باطل ہوا اور شرح حدیث ما راٰہ المسلمون کی پہلے لکھی گئی ہے جس سے یہ سب تقریر مولف کی لغو ہے کیونکہ اس حدیث مین ہر ہر قرن کا اجماع مراد ہے
بشرطیکہ خلاف نص کے نہو اور کوئی ایک بھی مخالف نہو اور یہی معنی علیہ العمل و علیہ المسلمون و جری التعامل و ہو المتوارث کی ہین اگر فہم و علم ہو تو ظاہر ہے
اور احیاء العلوم مین خود یعنی نفی نہی کے کہتا ہے اور بلاد کا جریان تعارف اعتبار کرتا ہے اسواسطے کہ اصل قیام تو درست ہی ہے شبہ تخصیص کا تعارف بلاد سے
رفع کر دیا مگر فہم درکار ہے **قولہ** دوسرا قرینہ الخ **اقول** واضح ہو چکا کہ خلاف نص کے کثیر کیا تمام دنیا کا بھی تعارف معتبر نہین اور سواد اعظم سے مراد اہل
سنت ہین اور جم غفیر کا جب قول معتبر ہوتا ہے کہ فریقین کے پاس کوئی دلیل نہین محض رای ہو تو اکثر کا قول معتبر جانتے ہین اور نص کے ہوتے جو موافق نص
کے ہو اگرچہ دو تین ہی ہون وہ کہو دن کے مقابلہ مین تو یہ معتبر جم غفیر و سواد اعظم ہو گا پہلے بھی اسکو واضح لکھا ہے **قولہ** تیسرا قرینہ الخ **اقول** اگرچہ کسی امر

ایسے کہ وہ کثیر جنکا عمل ہے وہ کون ہیں محبین اور یہ بات ظاہر ہے احادیث صحیحہ سے کہ اہل ایمان میں بڑے کامل وہی ہیں جنکو محبت ہے
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین پس جبکہ ایمان کامل انہیں کا ہوا جو اہل محبت
ہیں لہذا اہل محبت کا عمل اس قیام پر ہوا تو بڑی نادانی کی بات ہے جو فعل ایسے مومنین کاملین کے گروہ کا ضلالت یا سیئہ قرار دیں چوتھا قرینہ یہ کہ شامی
سنہ وغیرہ اونکے قیام کی نسبت کوئی غرض نفسانی یا ہوائے شیطانی کیلئے قیام نہیں کرتے بلکہ خاص اسلئے تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے
اور یہ بات سب اہل اسلام جانتے ہونگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شرع میں مطلوب ہے یا نہیں اور یہ کہ بہ نیت ادب کھڑا ہونا مفید تعظیم
ہے یا نہیں پھر جبکہ قیام [illegible] تعظیم پر بالضرور مستحب اور مستحسن ہوگیا پانچواں قرینہ یہ کہ اگر محدث شامی کو منع کرنا قیام کا منظور ہوتا تو وہ اوس
قسم کے الفاظ لکھتا جو [illegible] قیام منع لکھے ہیں جیسا جونپوری صاحب نے فرمائے ہیں۔ قیام عوام عند ذکر وضع خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام
پس [illegible] دوسرے عراقی صاحب لکھتے ہیں [illegible] اہل الشام [illegible] لا اصل لہا [illegible] کتاب ولا سنۃ منہا
القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] تو قیام کرنیوالوں کو [illegible] بلکہ شدت غیظ وغضب
[illegible] وغیرہ الفاظ سے ذکر کرتے ہیں [illegible] قرائن [illegible] عبارت ماقبل ومابعد شامی اور قطع نظر تمام
سیاق وسباق اوسکی سے دلالت صریح کرتے ہیں کہ مراد محدث شامی کی یہ ہے کہ اصل اس قیام کی فعل صحابہ سے تو نہیں پائی گئی لیکن جائز
بدعت [illegible] مستحب جانکر کرین وہ بھی بدعت حسنہ ہے اور [illegible] شامی نے بدعۃ لا اصل لہا کہدیا تو کسطرح جائز ہوگیا اور فعل محبین کا حجت ٹھہر گیا
[illegible] ہوتا ہے پس خطا ہوا یہ ہے [illegible] صحابہ سے لیکر آج تک یہ فعل ہے مگر مولف کا یہ عقیدہ کہ محبت
[illegible] بدعت نہیں ہوتی مردود ہے نصوص قطعیہ سے **قولہ** چوتھا قرینہ الخ **اقول** تعظیم قابل اعتبار کے وہ ہے کہ موافق قاعدہ شرعیہ کے
ہو ورنہ مردود ہوویگی اگرچہ حسب فخر عالم میں کرین اسمیں وجہ [illegible] کہ سب جانت [illegible] غرض تعظیم وحسب شرع عام کا ہونا اور غرض
نفسانی [illegible] واقع ہو حضرت معاذ صحابی نے محض حسب تعظیم فخر عالم کی وجہ سے سجدہ آپکو کرنیکی اجازت چاہی آپنے رد کردیا اور بہت دلائل ایکی
احادیث میں موجود ہیں [illegible] یہ قرینہ محض خطا و ضلال ہے باقی رہا ذکر بدعت سب اہل اسلام جانتے ہونگے الخ تو یہ کلمہ محض عجب اللہ ہونیکا ہے کہ تمام
عالم کی جہالت سے اس علم میں مولف کو تردد ہے خود آپ ہی عالم ہے اور آپ ہی مجیب ہے اور جواب قیام تعظیم کی جواز اور اس قیام خاص کے عدم جواز
کا خوب محقق ہو چکا سو یہ قیاس مولف کا فاسد ہے کیا حاجت اعادہ جواب کی ہے **قولہ** پانچواں قرینہ الخ **اقول** لفظ بدعۃ لا اصل لہا سے
زیادہ بڑھکر کونسا کلمہ ہوگا کہ خود فخر عالم فرماتے ہیں کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار اور شامی کا تعبیر [illegible] قیام کو بلفظ محبین یہ بوجہ
[illegible] اون کے ہے یا واقعی یا محض ظن سے اونکو محب جانتا ہے اور خطا سے مبتلا اس فعل کا کہتا ہے سو یہ قرینہ محض سوء فہم ہے ۔
قولہ الحاصل الخ **اقول** یہ سب قرائن مولف کے معلوم ہوا کہ محض جہل تھا اور سوء فہم معنی کا اور بدعۃ لا اصل لہا کے معنی تمام اہل علم ودیانت
کے نزدیک بدعت سیئہ کی ہوتی ہیں پس کلام علما کے سمجھنے کو علم کا مادہ اور نقل کرنیکو دیانت کا ہونا ضرور ہے جو دونوں سے عاری ہو وہ کیا
سمجھے اہل علم کی کلام کو سمجھیگا اور جو خود خائن ہو وہ کیا کسی اہل دیانت کو متدین پہچانیگا مثل اپنی تصور کریگا اور مادہ علمی وفہم مولف کا اس رسالہ
[illegible] سے واضح ہو چکا اور خیانت مولف کی بھی نقل [illegible] تذکیر الاخوان میں اور اخفاء روایت ردمحتار میں محقق ہوچکی اور جو کچھ مولف

صحابہ واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام نہیں کرتے تھے جیسا کہ ترمذی میں ہے پھر اب قیام کس طرح ہو جواب اوس قیام نہیں کرتے
تھے لیکن وہ طرح کا قیام جو بیت المال عجم میں تھا کہ جب رعایا اپنے بادشاہ کو آتا دیکھتی اوسی وقت سے کھڑی ہو جاتی اور جب تک وہ بیٹھا رہتا تخت
پر اوس وقت تک سامنے اوسکے کمال تواضع کھڑے رہتے ایسا قیام فی الواقع ممنوع شرعی ہے جبکہ بادشاہ یا امیر متکبر ہے اور پسند کرے
اور قیام اوس محفل میلاد شریف میں یہہ بات تو نہیں کہ اوس محفل میں منبر یا چوکی یا تخت پر کوئی بادشاہ بیٹھا ہوا ہے اور سب لوگ وسکے
آگے کھڑے ہیں یا یہہ کہ وہ بادشاہ حکم کر رہا ہے کہ تم میرے آگے قیام کرو یہاں تو یہہ بات ہے کہ ذاکر منبر پر کھڑا ہوا اسلام و درود و اشعار

بنایت یا سیاست ہے یا عدم فہم اصل عبارت یہہ ہے وقیام عند ذکر ولادت ثبوت آن بزمان صحابہ تابعین وتبع تابعین ومجتہدین
اسلام نشدہ در زمان حیوۃ آنحضرت صحابہ برائے آنحضرت قیام نمی کردند بوجہ آنکہ حضرت را خوش نمی آمد بعد وفات آنحضرت وجود
قیام عند ذکر ولادت در قرون ثلثہ نشد تمت یعنی الخ پس اس عبارت میں یہہ مضمون ہے کہ صحابہ آپ کے واسطے قیام نہیں کرتے تھے بطور
ترقی کے ہے کہ ذکر ولادت پر قیام کیا ہوتا خود آپ کے مقدم پر بھی نہیں ہوتا تھا مولف اپنی کارروائی سے یہہ سمجھا کہ یہہ قیام ممنوع بالشرع
تھا لاحول ولا قوۃ الا باللہ وہ قیام جو بطور عجم کے ہے وہ تو حرام ہی ہو چکا تھا اور یہہ قیام منقول از حدیث ترمذی قیام تعظیم کا ہے کہ
خود حدیث میں صریح ہے کہ لم یقوموا اذا راوہ لما یعلمون من کراہیتہ لذلک کیا صحابہ ممنوع قیام کو کرتے معاذ اللہ نہیں بلکہ اس قیام تعظیم کو
سائل یا مستحب سمجھتے اور بسبب ناخوشی حضرت کے ترک کرتے تھے لیکن تکدر یان ارضا خاطر محبوب کا منظور تھا نہ ہوا ئے نفس کا اتباع
یعنی اپنے نفس کی رغبت سے اس زمانہ میں ہے الغرض حدیث ترمذی کا ترجمہ مولف نے بالکل غلط کیا اب حدیث میں بھی مولف اپنے نفس کی رغبت سے

تحریف کرنے لگا اس کی شرح طیبی کرتا ہے قال الطیبی لعل الکراہۃ للمحبۃ والاتحاد الموجب لرفع التکلیف والحشمۃ یدل علیہ قولہ لم یکن شخص
احب الیہم من رسول اللہ علیہ السلام انتہیٰ پس دیکھو کہ طیبی نے اس قیام کو تعظیم کا قیام لکھا ہے جو مباح و مستحب ہے اسی واسطے توجیہہ
کی ہے اور خود حدیث میں دلیل ہے قولہ لم یکن شخص و بقولہ اذا راوہ کے لفظ میں مگر مولف محض اپنے جہل سے معنی حدیث کے غلط بناتا
ہے اور وہ قیام جو خود حرام ہو چکا تھا اوسکے ترک کیواسطے یہہ اعتذار عدم قیام کا کیا دفع کلام خفا فہم درکار ہے کیونکہ مقام مدح
صحابہ میں یہہ ذکر ہے کہ رضا و خاطر عالم کے واسطے باوجود واجب ہونے کے یہہ قیام مستحب بھی نہیں کرتے تھے اگر یہاں وہ قیام حرام ہوتا
تو کیا مدح تھی کہ باوجود واجب ہونے کے بھی حرام کام نہیں کرتے تھے اسکو تو کوئی بھی عاقل نہیں قبول کریگا کیونکہ حرام کام تو ابتدا ہی سے آپکی نفی اور
اوس کا ترک خود فرض تھا یہہ کون عاقل کہہ سکتا ہے مقام مدح میں کہ صحابہ ایسے محب تھے کہ رسول اللہ کی حرام کئے کام کو نہیں کرتے تھے یہہ کیا مدح
ہے الحاصل یہہ قیام تعظیم جائز ہے اور اوسکو فخر عالم اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے بوجہ بے تکلفی کے اور جہاں معلوم ہوتا تھا کہ آپ راضی ہیں
وہ کرتے بھی تھے جیسا حضرت فاطمہ نے کیا اور خود آپنے بھی کیا اور وہ جو کھڑا رہنا مثل اعاجم کے ہے وہ حرام ہی ہے وہ کسی حال درست نہیں
پس مولف ہرگز نہیں سمجھتا اور غلط توجیہہ حدیث کی کرتا ہے اور پھر وہ ایک اپنے فرضی معنی حدیث کے ٹھہرا کر جواب دیتا ہے کہ محفل میلاد
میں تو قیام حرام ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ محفل میلاد مولف میں وہ قیام ہے کہ قرون ثلثہ میں نہ تھا یہہ حادث ہوا مولف خود قبول کرتا
ہے اور بدعت حسنہ اوسکو کہتا ہے اور یہہ قیام محدث بسبب مشابہت ہنود کے اور تعیین مطلق کے محظور ہو گیا اسکی تحقیق گوش گذار مولف

نعت و مدح پڑھ رہا ہے یہ خود فعل صحابہ سے ثابت ہے صحیح بخاری مین ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یضع لحسان منبرا فی المسجد فیقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان کیواسطے منبر رکھتے تھے مسجد مین اور کھڑے ہو کر حسان کھڑے ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیان کرتے تھے پس محفل میلاد شریف مین بھی تاری مولد منبر پر کھڑا ہو کر فخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتا ہے غرضکہ اس قیام مین اور ترمذی کی روایت کے قیام مین جسکو مانعین سند لاتے ہین بہت فرق ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ صحابہ کسیواسطے قیام نہین کرتے تھے نہ وقت ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور نہ وقت تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ بالکل غلط ہے اسکو ہم تسلیم نہین کرتے حضرت حسان کا قیام وقت بیان ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بروایت بخاری ابھی بیان ہو چکا اور وقت تشریف آوری صلی اللہ علیہ وسلم کے بی بی زہرا رضی اللہ تعالے عنہا کھڑی ہوتی تھین اور منبر کھڑے ہوئے صحابہ اسواسطے آپ کے اور منبر کھڑے ہوئے آپ واسطے آنے حلیمہ سعدیہ کے اور منبر وقت آنے پدر رضاعی اپنے کے یہہ سات روایتین رافع الاوہام مین بتوضیح حوالہ کتب مذکور مین

کے پہلے ہو چکی ہین غور کرکے دیکھیے بھلا مولوی صاحب نے کب منع کیا کہ منبر پر کھڑا ہو کر مدح پڑھنی جائز نہین اگر حاجت منبر کی ہو بیٹھو اور حدیث ترمذی مین کہان یہہ معنی ہین جو مولف نے وضع کیے مقصود شارح علیہ السلام کا حرام کرنا قیام اعاجم کا ہے اور باعث قیام تعظیم کی مقام بے تکلفی مین اپنے واسطے پسند نہین کرتے تھے اگرچہ مندوب ہے مولف اپنی کج فہمی سے کہین سے کہین جا رہا ہے اسے استدلال جواز قیام پر مولف کا دیکھو **قوله** صحیح بخاری مین ہے کان الخ **اقول** استدلال جواز قیام کو دیکھنا لازم ہے اس قصہ مین خود فخر عالم اور جملہ اصحاب قاعد ہوتے تھے اور ایک حسان قائم اشعار پڑھتے تھے اور یہہ قیام او منبر کا اعلان صوت کیواسطے تھا نہ تعظیم کے واسطے کہ خود فخر عالم زمین پر ہوتے تھے اور حسان منبر پر چڑھے ہوتے تھے اگر تعظیم کا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر کس طرح ہوتے اور حسان منبر پر کیونکر چڑھتے پس یہہ قیام نہ تعظیم فخر عالم کا تہا نہ تعظیم مدح فخر عالم کے واسطے تھا اور نہ قدوم فخر عالم کے واسطے تھا غرض جسقدر وجوہ قیام مولود مین ہین سب کے خلاف تھا کیونکہ اگر تعظیم رسول اللہ کو ہوتا تو آپ زمین پر بیٹھے تھے حسان منبر پر کسواسطے چڑھتے اور سب صحابہ کسواسطے بیٹھے رہتے اور اگر قدوم کا ہوتا تو وہان قدوم کسی جہہ سے نہین تہا نہ حقیقی نہ معنوی اور جو تعظیم ذکر مدح کو ہوتا تو سب صحابہ کیون بیٹھتے نہین بلکہ فقط مثل خطیب کے اعلاء صوت کیواسطے تہا پس ایسے قیام سے قیام مولود کا اثبات یا قیام تعظیم کا جواز مولف جیسے عاقل کا ہی کام ہے کسی اہل علم سے تو ہرگز یہہ نہین ہو سکتا البتہ اگر مولود خوان منبر پر کھڑے ہو کر بیان مولود پڑھے اور تمام سامعین بیٹھے رہین تو یہہ ہیئت اس حدیث سے جائز نکلتی ہے مگر اس قیام کا تو کسیکو انکار اور نہ یہہ قیام مولف کو کچھ مفید نہ اس خود قیام تعظیم ثابت ہو جسکو مولف عقلمند ثابت کر رہا ہے مگر فہم کی کوتاہی ہے آسمان ریسمان مین کچھ تمیز نہین نہایت تعجب ہے اس فہم پر جو علماء کے جواب مین کتاب لکہتا ہے اور تعظیم قادم کو نہ مولوی صاحب نے منع لکہا اور نہ کوئی بالغ بدعت منع کرے خود مولف اپنی کوتہ فہمی سے سمجھہ گیا پس حضرت فاطمہ کا قیام مسلم ہے مگر اس حدیث ترمذی کا اس مین ہرگز معارضہ نہین کیونکہ یہہ قیام مباح ہے کسی وقت احتراز طبع کی وقت جائز رکھتے تھے کسیوقت پسند نہین کرتے تھے نہ بوجہ کراہت شرعی کے بل بوجہ کراہتہ طبعی کے اور یہہ ہی شان مباح کی ہے مدعیہ بدعت کی ہے الغرض ایجاد اعتراض کا خود مولف کے ذہن کی خوبی تھی اور جواب بھی کمال بلاہت مولف کی ہے اور کیا کہا جاوے فہم حدیث اور مطابقت

اعتراض بانیان محفل میلاد شریف منکرین قیام پر ایسی ملامت کرتے ہین جیسے تارک فرض و واجب پر **جواب** جو لوگ قیام نہین کرتے اکثر اون مین سے ایسے ہین کہ اونکے عقائد وہابیہ نجدیہ کے طور پر ہین اور وہ قیام کو کفر و شرک اعتقاد کرتے ہین پس اس مین ایک تو یہ بات ہوئی کہ اس شخص نے نزدیک فاعلین قیام مشرک اور کافر ٹھہرتے ہین اگر کسی کو اس بات پر غیظ آجاوے ہاتھ یا زبان سے کچھ سرزد ہو کچھ بعید نہین دوسری یہ بات کہ اس ایک حرکت سے اوسکے دوسرے عقائد خبیثہ کا بھی خیال آجاتا ہے تیسری یہ بات کہ اوس فرقہ کو دیکھتے ہین کہ یہ لوگ نئے نئے طور کے پوشاک اور معاملات مین خلاف صحابہ و خلاف قرون ثلثہ کرتے ہین اور فقط قیام کرنے اور مولد شریف کی محفل مین بیٹھنے سے کہ قرون ثلثہ مین نہین ہوئی کرتے ہین اور باہم عناد و فساد پیدا کرتے ہین اس وجہ سے بھی محبین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان مفسدون پر غیظ آجاتا ہے ہان اگر معلوم ہو جاوے کہ اس شخص کے سب عقائد عمدہ ہین اور قیام کرنے والونکو بھی برا نہین جانتا تو اوس شخص کو ہرگز کوئی اوسی زجر و توبیخ نکریگا ہان البتہ یہ تو کہینگے کہ آداب محفل کا مقتضا یہہ تھا کہ سب کے ساتھ آپ بھی قیام کرتے تو بہتر ہوتا جیسا امام غزالی نے

اس دل جواب کی کبھی کسی نے ایسی ندیکھی نہ سُنی ہوگی اور کیون نہو مولف نے جیسے پر بڑھا اسیری اعتراض اوراونکی تو خدمتین کیتا تو دیا نام نہین ہین شستہ خدا نخواستہ جیسا اس انوار ساطعہ مین برعکس نام نہند زنگی کو کافور ظلمات بعضہا فوق بعض کنون ہین ایسا ہی واقع الاوہام مخزن کا لوکہ واہ ہام واقع ہوئی پس اوس کے مطالعہ کے کہنے سے مولف کو بھی یہ علم نامبارک مبارک رہے **قولہ** اعتراض بانیان محفل الخ **اقول** مولف نے اس اعتراض کو تو قبول کیا کہ مولودی منکر قیام پر مثل تارک فرض کے ملامت کرتے ہین اور مستحب نام مندوب کو واجب بنانا ہی جسکو شرع مین تغیر حکم اور بدعت کہتے ہین پس اعتراف بدعت ہونے قیام کا تو ہو لیا مگر علامت مذمت کی تحقیق کرنا ہے سننا چاہیے کہتا ہے اکثر منکر قیام عقیدہ وہابیہ کا رکھتے ہین اور قیام کو شرک اور قیام کرنیوالے کو مشرک جانتے ہین دوسرے انکی حرکت سے اون کے دیگر عقائد کا خیال آجاتا ہے اور اس سے طبیعت بھڑک جاتی ہے تیسرے یہ کہ وہ بہت امور خلاف صحابہ کے کرتے ہین اور سبب قیام و محفل مولد مین کلام کرتے ہین یہ تین سبب غیظ کے ہین پس مولف نے ملامت اور سب و شتم کو تو تارک قیام پر مسلم کیا اور سبب اوسکا یہہ تین امر قرار دیا ہے اور غرض مولف کی یہہ ہے کہ ہم قیام کو واجب جاننے کے سبب ملامت نہین کرتے قیام مستحب ہی ہے مگر یہ تین امر سبب باعث ملامت کے ہوتے ہین پس یہ تقریر مولف کی محض لغو ہے اسواسطے کہ اگر یہی امور باعث دست و گریبان ہونے کے ہین تو اہل بدعت اور فساق فجار و ظالمون اور رشوت خوارون سے تو جو اہل سنت کو کافر جانتے ہین اور مخالفت حدود اللہ تعالیٰ کی کرتے ہین اور خلق اللہ کو سخت اذیت دیتے ہین اون سے کبھی مولف ناراض نہوا الحمد للہ بلکہ ہر روز اون سے الفت سے ملتے رہا اور ہم پیالہ و ہم نوالہ کبھی محبت دین اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر امر بالمعروف و نہی عن المنکر جو فرض عین ہر شخص پر ہے کبھی منہ سے نکلا بلکہ مدح و ثنا کرکے اذا مدح الفاسق اہتز عرش الرحمن و غضب الرب کا مورد ہوا اور الحمد للہ مسلم کا مصداق بنتا رہا اگر یہی امر و نہی مثل ان معاصی کے ہوتا تو کیا خصوصیت اسکی ہے بالضرور اسکی زیادہ موکد ہونیکا عقیدہ ہوگا ورنہ نہین تو یہہ محض لغو بات ہے اگر دیگر اہل بدعت کہ اونکے عقائد شرک تک پہونچے ہوئے ہین اور فساق فجار تو بھی ایسا کرتے تو یہہ عذر بیان بھی معتبر ہوتا ورنہ محض حیلہ حوالہ اور دفع الوقتی ہے کہ قابل اعتبار کے نہین فی الحقیقت معاملہ اس مستحب کا مثل واجب کے ہے لہذا منکر اس مستحب کو مثل تارک واجب و فرض کے جانتے ہین اگر مولف کو شاید یہہ وجہ ہو تو دیگر ہم مشربان سکی کا قطعا یہی عقیدہ اور یہی معاملہ ہے اور محض انکار بدیہی امر کا ہے **قولہ** ہان اگر معلوم ہو جاوے الخ **اقول** مولف کی بیدار مغزی دیکھنے کے

لکہا ہے باب السماع مین کہ یہ باب آداب حقوق صحبت کے خلاف ہے کہ کھڑا ہونے مین موافقت نکرے پس اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ غصہ
آجانا تارک قیام پر اور سبب ہوتا ہے سنا اس سبب سے کہ فاعلین قیام فرض وواجب جانتے ہین قیام کو یہ تو بالاتفاق فتاوی مین حنفیان [illegible]
تصریح فرما چکے ہین کہ یہ کھڑا ہونا فرض وواجب نہین بلکہ تحسن و تعظیم وادب کی بات ہے اور غور سے دیکھئے تو بعض اوقات مین یہ تارک قیام
نص قرانی کا مخالف ہوتا ہے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم واذا قیل انشزوا فانشزوا
یعنی اے ایمان والو جب تمکو کہا جاوے کہ کھل بیٹھو مجلسون مین تو کھل بیٹھا کرو اور جب کہا جاوے اوٹھ کھڑے ہو تو اوٹھ کھڑے ہوا کرو اب معلوم کرنا چاہیے
کہ جب قاری مولد نے پڑھا اوٹھو ذکر میلاد حضرت ہے اب یا اسطرح پڑھا ع چاہئے آداب سے کرنا قیام یا یہ کہ اوس وقت کھڑے

قابل ہے کہ جناب مولوی احمد علی صاحب نے اپنے جواب مین یہ افادہ فرمایا تھا کہ تارک [illegible] بدتر از تارک جماعت دانند اوس مین سے مولف نے
یہ اعتراض نکالا ہے مگر چونکہ مولف قیام کے استحباب کا قائل ہوتا ہے گو معاملہ واجبات جیسا کرتا ہے تو سوچا کہ اگر تارک پر ملامت کا اقرار
کرونگا تو بات خلاف دعوی ہو جاویگی تو تقریر اعتراض مین بجائے تارک کے منکر بنایا اور یہ نفس انکار مستحب کو بھی باعث لوم کہنا تو یہ عذرات
کذب بیہدہ ایکے تھے جو مذکور ہوئے آخر دروغگو را حافظہ نباشد اس قول مین اپنی اصل پر آگیا کہ ہان جو معلوم ہو جاوے کہ ہمارے عقیدے کے
موافق ہے اور پھر ترک قیام کرے تو توبیخ تو نہین دیتے مگر موافقت کی فہمایش اور تعلیم ادب کرتے ہین پھر جب اس مین بھی خدشہ نظر آیا تو آیت
سے استدلال پیدا کیا کہ جس سے بادی الرای مین تاکد بلکہ وجوب مفہوم ہو لیس یہ تقریر مسلسل قابل تحسین مولف کے در عجیب ہے پہلے اوسکی
بناوٹ کذب کی تلمیع تو ظاہر ہو چکی کہ کوئی رفض و خروج مثل انکار قیام مولود کے نہین سب سے دوستی و مداہنت کے ساتھ معاملہ ہے مگر تارک
قیام کے ساتھ زجر و توبیخ سے پیش آتے ہین اوسکو سنو کہ مسجد مین لوگ نوافل پڑھین اور ایک آدمی نہ پڑھے تو اوس کو موافقت ادائے مستحب
پر ادب نہین سکھلاتی تراویح کی ادا مین سب قائم ہون ایک شخص قاعدا پڑھے محض کاہلی سے اوسکو استحباب کا حکم نہین ہوتا علی ہذا
صدہا امور مین بلکہ مکروہات کے ارتکاب پر بھی حکم موافقت کا ترک مکروہات نہین ہوتا مگر یہان یہ حکم کرنا موافقت کا باد ادائی [illegible] ترک
کرنا مخالفت کا ترک مستحب ایسی ضروری ہے کہ سنو اوس مین ادب کی تلقین ہوتی ہے یہ ہی نفس کی چوری ہے کہ سب مستحبات مین سے
اسپر زیادہ اصرار اور درپردہ وجوب کا معاملہ ہوتا ہے مگر مولف داشتہ داشتہ کہتا ہے تا کوئی سند اصل مدعا پر ہو جاوے اور امام محمد
غزالی کا قول باب سماع کا مجھت مل گیا دیوانہ را ہوے بس است حالانکہ وہ ایک امر مباح مین موافقت طلب کرتے ہین اور مولف امر مکروہ
مین موافقت چاہتا ہے اور فتاوی مین قیام تعظیم کو جائز لکہا ہے معترض بھی انکار نہین کرتا مگر کہ اوس وقت جائز ہے کہ کوئی محظور شرعی
نہو ورنہ ناجائز ہے مگر بہر حال اس ادب مستحب ہونے قیام سے مولف کو خدشہ ہوا کہ اب عوام بے پروائی کر کے چھوڑ دوینگے تو انتظام
بگڑا اور خواہش نفسانی کے خلاف ہوا تو کہتا ہے **قولہ** اور غور سے دیکھیے تو الخ **اقول** جب غور سے دیکھا تو مولف کی چالاکی معلوم
ہوئی کہ صیغہ فانشزوا امر کا صیغہ ہے اور موجب اوس کا وجوب ہوتا ہے تو اس آیت سے ایجاب قیام ثابت کرنا مدنظر ہے اور یہ خوب
محقق ہوگیا کہ مولف کو ہرگز فہم نہین اس آیت مین یہ حکم ہے کہ جب تمکو حکم ہو کہ کھڑے ہو جاؤ تو وسعت مکان کے واسطے یا خدمت فخر عالم
سے چلے جاؤ یا جہاد و صلوۃ کی طرف چلو یا کسی امر مامور کیطرف تو اوٹھ جایا کرو تو اس مین امر مشترک یہ ہے کہ مامور کی طرف اوٹھا کرو اور

موضوع انہون نے اوس آدمی کو اشارہ کیا کہ اوٹھ کھڑا ہوا اور اوس نے نہ یہ کیا کہ کھڑا ہو جاتا نہ یہ کیا کہ اوٹھکے باہر نکلجاتا تو دیکھیے وہ اوسوقت بین منافی احترام خداوندی کا ہوگیا کیونکہ نزول اس آیت کا منشا یہی ہوا تھا کہ لوگون کو وہ بات تعلیم کیجیے کہ آپس مین محبت پیدا ہو نہ بغض و عناد و حشت چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر مین اسی آیت مذکورۃ الصدر کی شروع مین لکھا ہے اعلم انہ تعالی لما نہی عبادہ المؤمنین عما یکون سببا للتباغض والتنافر امرہم الآن بما یصیر سببا لزیادۃ المحبۃ والمودۃ اب سب ارباب انصاف خیال فرماوین کہ اگر وہ شخص کھڑا ہو جاتا تو اتحاد و مودت باہمی کا سبب ہو جاتا اور کھڑا ہونا بغض اور نفرت کا سبب ہوگیا تو یہہ فعل اوسکا کسقدر منشاء حکم خداوندی سے بعید جا پڑا فاعتبروا یا اولی الابصار **اعتراض** قیام کرنے والونکو اگر اسبات کی تعظیم منظور ہوئی کہ حضرت کے قدوم کی تعظیم کیجاوے تو فقط وقت ولادت کے کیا خصوصیت تھی چاہیے تہا کہ جب ذکر سنتے کہ فلان وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین یا مجلس مین تشریف لائے یا حج یا جہاد کو گئے غرضکہ ہر قدوم کا ذکر سنکے کھڑے ہو جایا کرتے جواب ان قدومات مین اور قدوم وجودی یعنی ولادت شریف مین بڑا فرق ہے یہہ سب قدوم جزئی ہین مثلاً گھر سے جب مسجد یا مجلس مین تشریف لائے تو وہ دولت مخصوص اوسی جماعت کیو اسطے ہوئی دوسرے جہ یا ماسوا ایسا ہی اوس کے واسطے قیام و نشوز فرض کا فرض مندوب کا مندوب ہیں اگر یہہ قیام مولف کا مندوب ہی ہوتا اور امر فرض سے مکروہ نہ ہوتا جب بھی وہی استحباب نکلتا تھا اور مولف کی مراد حاصل ہوئی تھی چہ جائیکہ شرح سے اس قیام مخصوص کا وجہ مخصوص بدعت ہونا امر کراہت ثابت ہوگیا پھر کس طرح یہہ قیام اس آیت مین داخل رہ سکتا ہے اول اوسکو مندوب ثابت کرنا تہا بعد اوس کے یہہ آیت پڑھنی تھی اگر مولف کا فہم معلوم لیکن ہان یہہ معنی ہین کہ جس وقت یہہ امر بدعت کیا جاوے تو تم وہان سے اوٹھکر چلے جاؤ کیونکہ معصیت کے مجمع سے اوٹھکر چلا جانا بھی ماموراس آیت سے ہے اب تفسیر کبیر کی عبارت جو مولف کہا ہے اوسکی حقیقت سننے کے قابل ہے یہہ عبارت اعلم انہ تعالی لما نہی الخ جو مولف نقل کرتا ہے کبیر نے پہلے اس آیت سے ربط کیو اسطے لکھی ہے کہ پہلے آیت مناجات وسرگوشی کی احکام مین تھی یہان سے اوسپر حکم شروع ہوا یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا الآیہ تو کہتا ہے کہ سرگوشی کرنا جو پہلے مذکور ہوا موجب تھا تباغض کا اوسکی نہی فرماکر وہ امر ارشاد کیا کہ جس سے اتحاد ہو وہ یہہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کیواسطے فسحت کرے اور شریک تیر و راحت کا ہووے کہ موجب زیادۃ حب کا ہے اور نشوز جو یہان ہے ایک معنی پر توسعہ مجلس کے واسطے ہی مراد لیا گیا ہے تو وہ موجب حب کا ہے تو اوسکو اس قیام پر حمل کرنا سوء فہم ہے کیونکہ اگر یہہ امر مندوب ہوتا حسب زعم مولف کے تو اس مین کسی کی اہانت یا راحت متصور نہین ہر شخص اپنے عمل مین مشغول ہے تو اس آیۃ سے اسکو کیا علاقہ ہے کوئی مجلس وعظ درس مین مربع بیٹھے اور سب دو زانو بیٹھین تو یہہ ترک ادب موجب کسیکے ملال کا نہین اور نہ باعث تکلیف کا پس یہ تفسیر محض خیال مولف کا ہے کیونکہ اوس کے خیال مین وجوب قیام ہی ہے اور البتہ ترک واجب مین مخالفت ہوتی ہے پس دیکھو کہ مولف نے کیسا ناکام کام کیا کہ نہ تفسیر کبیر کی مراد سمجھا اور نہ قران کو مفسرین کے موافق تفسیر کیا اپنی رائے سے تفسیر کی اور پھر بھی مدعا حاصل نہوا فاعتبروا یا اولی الابصار **قولہ** اعتراض قیام کرنیوالون کو الخ **اقول** خلاصہ جواب مولف کا یہہ ہے کہ قدوم ولادۃ کا تمام عالم کے واسطے ہے اور دیگر قدومات خاص صحابہ کے واسطے تھے لہذا اس قدوم ولادت کو دیگر قدومات پر زیادہ شرف ہے اسی واسطے ولادۃ پر رواج قیام کا ہوا مگر یہہ جواب نہایت بے معنی ہے اول تو معترض کی غرض یہہ ہے کہ آپ کے سب قدوم لائق

لوگون کا اوسمین کیا حصہ ہے برخلاف قدوم وجودی کے کہ وہ قدوم کلی ہے یعنی آپ کا عالم وجود مین آنا رحمت ہے تمام عالم پر جو کوئی اوسوقت
دنیا مین موجود ہے یا نہین اور جو کوئی قیامت تک پیدا ہوتا چلا جائیگا اور جو چیز تحت الثری سے عرش تک ہے کل کے لئے آپکا پیدا ہونا رحمت ہے
وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین پس اس قدوم اور قدومات مذکورہ مین بڑا فرق ہے اسلئے قیام کرنا اس اعلیٰ درجہ کے قدوم مین کہ حضرت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم مین رائج ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسی قدوم کا احسان اہل اسلام پر ظاہر فرمایا ہے لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا الخ قدومات
تعظیم کے ہین شریعت و شرافت کا فرق نہین ہے چنانچہ حضرت فاطمہؓ اور بعض صحابہ نے ان ہی قدومات پر قیام کیا تھا اور قدوم ولادۃ مین وقوع قیام
بظاہر ہماری نہین ہیں اگرچہ ولادۃ اعلیٰ ہے ہونا ہم دیگر قدومات لائق تعظیم کے ہین اور نص سے قابل تعظیم ہونا اونکا معلوم ہوا جیسے
جیسے قدوم ولادت کی تعظیم مین قیام ہے قدومات دیگر مین بھی چاہئے تو اوس کا جواب مولف دیتا ہے کہ ولادۃ اعلیٰ ہے پس یہ کسقدر بیجا
جواب ہے کہ سوال کچھ جواب کچھ معترض کہتا ہے سب قدوم اعلیٰ او ادنےٰ لائق تعظیم ہین مولف جواب دیتا ہے کہ ولادت قدوم اعلیٰ ہے کیا اب
بولو کہ یہ مولف کا جواب ہے یا کچھ اور ہے ہان اگر یہ ثابت کرتا کہ سوائے ولادت کے دیگر قدوم لایق تعظیم قیام کے نہین تو البتہ جواب تھا
تو غلط ہے مگر جواب تھا دوسرے یہ کہ آپکے ان قدومات کی خصوص صحابہ ہونے سے کیا مراد ہے اگر یہ ہے کہ نفع زیارت و صحبت کا اوس جماعت
کو تھا تو ولادت کے قدوم کی بھی یہ دولت با ین وجہ صحابہ کو ہی تھی سو ولادت کی تعمیم کچھ نہ ہی اور اگر نفع بعثت کا کہ علم اور دین کی اصلاح ہے
مراد ہے تو وہ آج تک چلا جاتا ہے کہ صحابہ نے آپسے حاصل کرکے ہم تک پہونچایا ورنہ کیونکر آتا لیس معلوم کہ مولف نے کیا مراد رکھا ہے کیونکہ زیارت
و صحبت تو ولادت و وجود کے باعث صحابہ کو ہی تھی مثل دیگر قدومات کے اور نفع مطلق دارین کا سوائے صحبت کے قیامت تک سب ہے
سب قدومات کا مثل وجود کے سو ایسی ہیمئی تو یہ ہے کیا نفع مولف دیتے سوائے مضحکہ ہونے کے تیسرے یہ کہ مولف ان قدومات پر
قیام تعظیم کو آپ ہی بڑے شد و مد سے ثابت کرکے اوسکو مقدس علیہ قیام ذکر ولادت کا بنا چکا ہے اب اسکو ادنی غیر قابل تعظیم و لکھنے لگا
تو گویا فعل صحابہ سے جو قیام تعظیم ثابت ہوا وہ چندان معتبر نہ تھا اوس کا ذکر بھی قابل تعظیم قیام کے نہین ولادت کا ذکر جو متفرع ہے وہ
زیادہ قوی اور قابل تعظیم قیام کے ہے اور قدوم شریف مین قیام لایق نہین قدوم اشرف مین لائق و احق ہے سو یہ بات راسنے ناقص مولف
کی خلاف نص کے ہے اسکو نص سے ثابت کرنا واجب ہے ورنہ ہرگز قابل التفات نہین چوتھے یہ کہ تخرجی جو مولف لکھتا ہے اگر باعتبار نفع
عام و خاص کے ہے تو دونون کا نفع عام معلوم ہو چکا اور جو باعتبار مقصود کے ہے تو اصل مقصود رسالۃ کا یہی ہے قدومات ہیں جن مین
تلقین تعلیم دین کے فرماتے تھے اور وجود شرط و موقوف علیہ رسالت کا ہے اور شرط و موقوف علیہ اصل مقصود نہین ہوتا مقصود ہی اعلیٰ ہوتا ہے
شرط سے پانچوین مولف دلیل شرافت ولادت مین جو آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ذکر کرتا ہے اور آیۃ لقد من اللہ علی المؤمنین
ان دونون آیت مین مبعوث کرنے اور رسول بنانیکا احسان اور فضیلت ہے یہ دونون امر منت کے بعد ولادت کے چالیس سال بعد
ہوئے فضل ولادۃ مین آیات سے حجت لانا نہایت جہل لغت اور مراد حق تعالیٰ سے ہے اور مقصود رسالت و بعثت سے جو ہے
ثمرات و نتائج قدومات جزئیہ کے ہین اور وجود کا شرافت پر اسکی دلیل بواسطہ ہے پس یہ استدلال اور یہ جواب محض بلاہت ہے اور
جو موقوف بعثت کا ہونیکی وجہ سے فضیلت ہے تو جو موقوف علیہ اقرب الی المقصود ہوتا ہے وہ اعلیٰ ہوتا ہے تو شرح صدر مثلا اعلیٰ الخ

تشریف لانیکی بابت نہین فرمایا من اللہ علی المومنین اذ اخرج رسولا من بیتہ الی المسجد یہ اسلئے کہ وہ تشریف آوری دولتخانہ سے مسجد تک
مخصوص اونہی چند ادمیون کے حق مین تھی جو قید احاطہ مسجد مین تھی لیس منت اوسکی اللہ تعالی کل آدمیون پر کسطرح ظاہر فرماتا بخلاف
پیدائش حضور کے کہ وہ کل ہیکے لئے ہے اسلئے اوسکی منت کل پر ظاہر فرمائی اسلئے کل کا دستور ٹھہر گیا کہ جب اس قدوم کلی کا ذکر آتا ہے
اوسیوقت قیام کرتے ہین بخلاف اور قدومات کے کہ وہ جزئیہ ہین **اعتراض** قیام وقت ذکر ولادت نہایت الامر یہ ہے کہ اگر کوئی
عرق ریزی کرے تو جواز و اباحت تک نوبت آویگی مگر مباح کو سنت و واجب جاننے سے یہ بدعت ہونے کے درجہ تک پہونچیگا۔ **جواب** جو شخص کہ
نمود کے دلیل اسکی اباحت ثابت کریگا یہ صریح عقل مین آ سکے وہ خود مباح کہکر واجب جاننے لگے یہ تو کوئی ذی شعور مسلم نرکھیگا باقی رہی یہ

ہونا چاہیے اور یہ نکتہ فہمی مولف کی کہ حق تعالی نے آیت مین خرج عن البیت کو نہین فرمایا سو ان اللہ لمبا علم ہے یہ نہ سمجھا کہ حق تعالی
نے لقد من اللہ علی المومنین اذ خرجت کو تو نہین فرمایا جس سے ولادت کا فضل مخلصا اور ثابت از مومنت کے معنی ہین نہ ولادت کے پس
ان جزئیات کو اسواسطے نہین فرمایا کہ یہ سب افراد رسالت وبعثت کے ہین اور آپ کا ہر ہر بروج و دخول حرکت و انتقال سب اثبات
شریعت و احکام دین کرتا تھا لہذا عام جامع کلمہ فرمایا سبحان اللہ مولف دعوی قرآن فہمی کا بھی رکھتا ہے باین علم و فہم اصل حج
ذکر فخر عالم مین قیام مسدس سے تھا گر مولف نے ذکر قدوم مین بوجہ مناسبت جمع کیا تھا اب ولادت مین خاص کر دیا اور سب پہلی تقریرات کو ہوا کر
گیا اور اپنے گھر چلنے کو عام کردیا اور یہ کلمہ گستاخی دوسکا کہ آپکے گھر سے تشریف لانے اور غزوات سے سالم قدوم مبارک مین اور آپکی
تبلیغ وغیرہ مین سوائے صحابہ کے کسی کو کیا نفع ہوا ہے جو اوسکے فحوای کلام سے نکلا صریح بے ادبی ظاہر اور مخالفت نص قرآن شریف کی ہے
وما ارسلناک الا کافۃ للناس کلمہ مطلقہ عامہ مین از بعثت فہم سوا ان دونون وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین مین تمام قدم قدم آپکے افعال اقوال کو نعمت بتاتا
ہے نعمت عامہ الی یوم القیمۃ اور یہ مولف سوائے صحابہ کے سبکو محروم ٹھہراتا ہے بجائے نفع ولادت کے سب بجز فیض رسالت کے عموم اور
ابدیت سے انکار کرتا ہے کو نہین سمجھتا اور لائق احسان کے نہین جانتا معاذ اللہ ناظرین اس شوخ کلامی اور کوتہ فہمی اور نا عاقبت اندیشی
کو غور فرماوین کہ اپنی بدعت تخصیص قیام کے جواز مین کیا کیا تکلف دور از دین و دانش لکھتا کر کے دین کو برباد کرتا ہے بس زیادہ
کیا کہون **قولہ** اعتراض اگر نہایت عرق ریزی کوئی کرے الخ **اقول** مراد معترض کی یہ ہے کہ قیام مطلقاً ذکر فخر عالم مین بے سند ہے
اور تخصیص ذکر ولادت کی بدعت ہے اور اگر کوئی محنت کرکے بالفرض اباحت تخصیص اس قیام کی ثابت کردیوے تو پھر بھی جب عوام
اوسکو واجب جاننے لگے تو اون کے حق مین بدعت ہوا اور خواص کو اوسکا کرنا مکروہ ہوا نہ موجب افساد عقیدہ عوام کا ہے تو مولف
کیا خوب سمجھا جواب دیتا ہے کہ اگر کوئی اباحت ثابت کریگا وہ واجب کسطرح جانیگا سبحان اللہ معترض کب کہتا ہے کہ خود مستدل
واجب جانیگا معترض یہ کہتا ہے کہ ہر چند کوئی اسکی اباحت ثابت کرے مگر تاہم جو عوام اوسکو اصرار و دوام کے سبب واجب جانتے رہے
ہین اونکے حق مین بدعت ہی ہو ویگا اور مفید جواز کو نہو گا مگر مولف عالی فہم مطلب کا دیر کو ہی اوڑتے ہین پس مولف کا یہ قول محض عینی
ہے پس مندوب مستحب کو واجب جاننا بدعت ہے اور جس فعل خواص سے عوام کو یہ امر پیدا ہو وہ امر خواص کو اعلان و دوام سے کرنا مکروہ

ہوتا ہے کیونکہ سبب مذموم کا مذموم ہے قال الحلبی فی وجوہ کراہۃ صلوۃ الرغائب ومنہا ان العامۃ یعتقدونہا سنۃ فیکون فعلہا سببا لکذبہم علیہ

بات کہ مبادا اوسکے دوام سے عوام کو واجب ہونیکا دہوکا لگے سو صورت اسکی یہہ ہے کہ یہہ معنی تو بدعت کے نہین کہ کوئی شخص فعل مباح یا مستحب کرتا ہو اور
دوسرا آدمی اوسکو اپنے خیال مین واجب سمجہہ جاوے تو اصل فاعل کے حق مین وہ امر بدعت ہو جاوے ہان بعض فقہا کے کلام سے
یہہ تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض مسائل مین ڈرا کرتے تھے کہ ہم کس کسکو کہتے پہرینگے مبادا عوام لوگ اسکو فرض خیال کرین سو اس مسئلہ
خاص مین یہہ علت مفقود ہے کیونکہ علماء عرب کے فتوی چھپ چکے تفسیر روح البیان اور سیرت حلبی چھپ چکی اور علماء فرنگی محل و علماء کلکتہ و
رامپور و بمبئی وغیرہ بلاد ہندوستان و عجم کے رسالے اور فتاوی چھپ چکے کتنی صدیان گذر گئین یہہ اعلان کرتے ہوئے کہ مجلس پاک و قیام
کرنا مستحسن ہے پس اسقدر اعلان و اشتہار کرنیکے بعد وہ علت باقی رہی اور اشتباہ کا محل نرہا تو اس قیام کی التزام دائمی مین جو صورت کراہت
عند بعض الفقہا متصور تھی وہ بھی نرہی اور بدعت ضلالت ہونا تو کسی طرح ثبوت ہی نہین رکھتا اور اعتراض آیندہ مین بھی اسکا ذکر کیا گیا ہے

اعتراض یہہ لوگ اگر قیام کو مباح یا مستحسن جانتے ہین تو واجب کی طرح دائمی یا التزام کیون کرتے ہین حالانکہ امر مستحب بھی اصرار کرنیسے

صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوگیا کہ فعل خواص کا جو عوام کی خرابی کا باعث ہو وہ مکروہ ہوتا ہے مولف اس امر کو بعض علماء کی طرف
نسبت کرتا ہے حالانکہ جملہ امت کا اتفاق اسپر ہے مگر مولف وہان لکہتا ہے نہ اصل مراد معترض سے خبردار اور نہ قواعد دینیہ سے واقف
نہ فہم سے علاقہ جو چاہا منہہ سے نکال دیا اور یہہ قول مولف کا کہ عام علماء نے استحباب کو طبع کرا دیا ہے اس وجہ سے علت کراہت رفع ہوگئی یہہ
قول کسقدر دور از فہم ہے کیونکہ صلوۃ رغائب کی کراہت اور بدعت ہونا علماء نے تحریر و تقریر سے تمام عالم مین اشتہار کیا اگر تسپر بھی عوام جہلا نے
نچہوڑا اور کسی عالم نے نہ کہا کہ اب اشتہار عدم سنیت اسکا ہو چکا اب خواص کو مکروہ نہین دوسرے یہہ کہ جب خواص زبان سے کہین
کہ واجب نہین مگر عملدرآمد اس التزام سے کرین کہ ترک اوس کا مثل سنت مؤکدہ کے مذموم جانین تو عوام کو زبانی کہنا کیا نافع ہوگا اور تحریر فتاوی
اور طبع اوس کا عوام کو کیا مفید ہے کہ نہ پڑہ سکین اور نہ سمجہین اور نہ اونکو ان امور کا خیال اور نہ تحقیق کا فکر کہ رسائل خرید کر پڑہین سو سمجہنا
طبع کسقدر عذر غیر معقول المعنی ہے تعیین سورۃ کا مسئلہ دیکہو کہ باوصف شہرت کے و تحریر کتب کے ابھی علماء اسکو مکروہ ہی کہہ رہے ہین چنانچہ پہلے
اوسکی تحقیق ہو چکی اور دوسرے مسائل پس ایسے لچر پوچ عذرات سے مولف کو شرم نہین آتی افسوس کہ خلاف کتب دینیہ کے کسطرح اوسکا قلم ایسے کلام
لا یعنی پر چلتا ہے الحاصل ہر روز فقہاء ایسی حالت مین تحریر اور اشتہار پر قناعت نہین کرتے بلکہ دوام کو مکروہ ہی کہتے رہے ہین بلکہ چاہئے کہ
گاہ گاہ ترک بھی کر دیا کرے تاکہ عوام کو یہہ خدشہ نہو مگر مولف ہر روز جدید قاعدہ خلاف امت کے شرع مین نکالتا ہے کیونکہ شرع نے تو اس صورت
کو مکروہ ٹھہرایا تہا اسواسطے کہ فعل علماء خواص کو ہر عام دیکہتا ہے پس اوسکے دوام سے خود عوام واجب جان لیوینگے اور تحریر کا یہہ حال ہے
کہ لاکہون مین ہزارون پڑہے ہوئے ہوتے ہین اور ہزارون مین صدہا غافل بے پرواہ اور صدہا مین عدید آدمی فہمیدہ ہوتے ہین پس تحریر
سے نفع نہین ہوتا مگر مولف اوسکو اپنی رائے سے نافع کہہ رہا ہے اور نفع فوائد فقہاء کا وہ سمجہو کہ فہم من اللہ تعالے اوسکو عطا ہو ہر عامی کا کام
نہین کہ اپنی رائے سے قواعد فقہاء کو رد اور اپنی رائے ناقص سے ایجاد کیا کرے پس یہہ قول مولف کا بالکل غلط خلاف عقل اور نقل کے ہے
کہ اس طبع اور اشتہار سے علت کراہت مرتفع ہوگئی **قولہ** اعتراض کرتے ہین کہ یہہ لوگ قیام کو مباح الخ **اقول** اول اس امر کو محفوظ رکہنا
ضرور ہے کہ مولف کو ہنوز دوام اور اصرار مین بھی تمیز نہین ہوئی سنو کہ دوام مستحب کا شرع مین محمود ہے بشرطیکہ اوسکے ادا سے کوئی محظور شرعی لازم

مکروہ ہو جاتا ہے جواب التزام امور مستحبہ کا مکروہ نہیں ہے علی العموم بلکہ بعض صور خاصہ میں بعض فقہا تحریر فرماتے ہیں وہ ہمارے فوائے کلام
سے سمجھ لیجیو تحقیق اصل مسئلہ قیام کی یہ ہے کہ ہم اسکو مستحسنات میں سمجھتے ہیں مذہب جمہور یہی ہے اور اسی پر عمل ہے تمام بلاد اسلامیہ میں اور
منکرین میں ایک فرقہ ایسا ہے کہ اس قیام کو حرام کہتے ہیں اور بعضے اون میں کے بدعت مطلقہ اور بعضے اونمیں کے بدعت ضلالت اور بعضے
اونمیں کے شرک قرار دیتے ہیں پس اس صورت میں مجوزین قیام بھی اگر ترک کر دینگے تو سب کے دلوں میں سما جاوے یہ بات کہ یہ قیام بلا شک
ممنوع ہے کہ انھوں نے بھی ترک کر دیا تو اس صورت میں بدلجاویگا حکم شرعی اور ثابت کر چکے ہم دلائل شرعیہ سے اس کتاب میں اباحت و استحسان

شئ آجاوے اور دوام عبارت ہے ہر روز کرنے سے اور اصرار کہتے ہیں کسی امر پر بند ہو جانا اور اثر کرنا ایسا کہ ترک اوسکا شوار ہو مثل ترک ضروریات
کے پس اصرار مندوب کا شرع میں مذموم ہے بقولہ علیہ السلام ان اللہ یحب ان یؤتی رخصہ کما یحب ان یؤتی عزائمہ او مصر علی المندوب گویا
محرم رخصت کا ہوتا ہے اور اسکا ہی نام تعدی حدود اللہ تعالی ہے اور مدیم چونکہ مصر نہیں ترک بھی کر سکتا ہے لہذا وہ محرم جانب مقابل
کا نہیں پس اصرار مستحب کا مکروہ ہوا کہ تعدی حدود اللہ کی ہے اور ادامت مکروہ نہیں البتہ جبکہ عوام کو مضر ہو اب سنو کہ معترض اصرار قیام کہتا ہے
یعنی از طلب قیام جو مستحب تھا اوسپر ایک فرد میں الب الالتزام و اصرار کہ ترک اوس کا مثل واجب ناگوار جانتے ہیں اور یہ تعدی حد اللہ تعالی
سے کی جاتی ہے پس پہلے اعتراض میں تو بوجہ خرابی عقیدہ عوام کے اعتراض تھا اور اس میں خود مرتکب کے اصرار کی وجہ سے اعتراض ہے
اور دونوں میں فرق واضح ہے اسکا خیال رہے **قولہ** جواب التزام امور مستحسنہ کا مکروہ نہیں الخ **اقول** جس امر مستحب میں التزام و اصرار
پیدا ہو جاویگا وہ مکروہ ہو جاویگا البتہ دوام محض مکروہ نہیں بشرط عدم مانع مگر چونکہ مولف کو دوام و اصرار میں تمیز نہیں تو کم فہمی سے تغیر العمل
اور دوام علیہ کو پیش نظر کر کے یہ لکھ رہا ہے حالانکہ اسکو اور اوسکو بہت فرق ہے جیسا واضح ہوا پس قول اوس کا کہ التزام علی العموم مکروہ نہیں محض
غلط ہے کیونکہ کم فہمی سے سرزد ہوا ہے حالانکہ روایت مجمع واستنبط منہ ان المندوب ینقلب مکروہا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ اور عبارت طیبی کی
فیمن اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال دونوں تمام ہیں کیونکہ ان میں اصرار ہے
اور حدیث میں دوام پر بشارت ہے نہ مخالفت پس اب قول مولف کا کہ اصرار علی العموم مکروہ نہیں غلط ہے اصرار مندوب کا علی العموم مکروہ ہی
جیسا کہ مجمع اور طیبی سے ثابت ہو گیا اور دوام محمود ہے جبتک کہ دوام سے عوام کو مضرت نہو اور قیام میں مولویوں کو اصرار ہے جیسا کہ تحریر
مولف سے خود معلوم ہوتا ہے **قولہ** ہم اسکو مستحبات میں الخ **اقول** مطلق ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نفس قیام
جائز ہے کوئی اوس کا منکر نہیں مگر ہاں جب تخصیص مطلق یا تشبیہ یا اصرار عارض ہو جاوے یا عقیدہ حضور روح فخر عالم کا بعلم استقلال
ہو تو اوس وقت اوسکو مکروہ و بدعت و شرک کہتے ہیں ورنہ نفس قیام میں خلاف نہیں مولف کوتہ فہمی سے جو چاہے سمجھ لیوے **قولہ**
پس اس صورت میں الخ **اقول** اس کلام سے واضح ہوا کہ مولف مصر علی القیام ہے کیونکہ ترک قیام میں جب وہ تعدی حد اللہ کا
قائل ہے تو ترک قیام حرام ہوا اور قیام واجب ٹھہرا تا کہ تعدی نہ ہو پس اصرار علی القیام لاریب ثابت ہوا اور مستحب کا واجب ہونا
محقق ہو گیا پس اصرار علی المستحب یہ ہوا کیونکہ قیام درجہ استحباب سے تو نکلا ہی نہیں اور مستحب کو واجب کرنا بھی پایا گیا فقد کرہ شرعا پس مولف
نے یہ اقرار حق اپنے اور سب مولویوں کے اوپر کر لیا اور قول طیبی کا فقد اصاب منہ الشیطان اور قولہ تعالی ومن یتعد حدود اللہ فاولئک

قیام ہیں جبکہ امر مباح و مستحسن کو لوگ شرک و کفر یا حرام سمجھنے لگین تو اس سے زیادہ تعدی حدود اللہ مین کیا ہوگی جو طرح سنت یا مکروہ واجب سمجھنا مین تغییر شرع ہے۔ اسیطرح مباح کو حرام اور شرک قرار دینے مین تبدیل احکام اللہ و تعدی ہے بنا رعلیہ مناسب سمجھا گیا کہ نہ ترک کیا کرین اس قیام کو واسطے اس مصلحت کے ہان اگر یہ قیام ایسا ہوتا کہ کسیکو اسکے استحباب مین کلام نہوتا تو اوس صورت مین التزام و اہتمام اوس کا بقول اون بعض فقہا کے کیا جاتا کیونکہ ایسا امر جو سب کے نزدیک محمود بالاتفاق ہوا اور کوئی اوس مین انکار نکرتا ہو بلکہ سب اسکو کمال اہتمام سے بجالاتے ہون تو اسکی مداومت

ہم بالظالمون۔ لاتہ یا اقرار مولف اونپر صادق آگیا سبحان اللہ مولف کے فہم پر ہزار آفرین اب اس کج فہمی کی حقیقت سنو کہ معترض کے اعتراض کا حاصل اصرار علی المستحب کیا تہا اسکا جواب مولف اپنی کج فہمی سے عوام کے تبدیل عقاید کا دینے لگا غور نہین کیا کہ اصل منشا اعتراض کا کیا ہے یہ بولا کہ مجوزین سے ترک مین عوام کا عقیدہ فاسد ہوتا ہے کہ وہ اس مستحب کو مکروہ و ممنوع کہنے لگے سو دیکہو کہ اصرار مستحب جو اصل اعتراض تہا اوس کا کچھ جواب انکا نہین دوسری بات فساد عقیدہ عوام کا اثبات ہونے لگا اور اپنے اوپر اصرار کو اس ضرورت سے قبول کر لیا اور عوام کی حفاظت کیواسطے آپ عاصی بنگیا دوسری خرابی یہہ کہ اس سے پہلے اعتراض کے جواب مین مولف نے لکہا ہے کہ فتاوی علماء حرمین محترم بکثرت شایع ہو گئے ہین اسیلئے مستحب ہونا اس قیام کا روشن ہو گیا ہے تو اب التزام قیام مین خدشہ فساد عقیدہ عوام کا نہین کہ علت کراہت کی رفع ہو گئی اور اس جواب مین کہتا ہے کہ اون فتاوی کا اثر بالکل بہی دنیا مین نہین ہوا وہ بالکل لغو ہو گئے ناچار التزام سے استحباب ثابت کیا ورنہ کراہت ہو جاتی کیونکہ اگر فتاوی کثیرہ بزعم مولف عوام کو استحباب کا اثبات کر دیتے جیسا پہلے کہتا تہا تو اب کسیلئے حرام و بدعت کہتے کیون عوام سمجھتے پہر کیا اندیشہ عوام ہوتا و دلوانہ التزام مجوزین سے نزاب ہوتے نہ فتوی تحریم یا العیاذ بگڑتے پس نہ التزام تہا و بال کیون اوٹہانے کی وجہ پڑتا کہ اصرار مستحب اور تعدی حدود اللہ اپنے سر رکہی گئی بزعم مولف بہرحال یہہ تہافت اقوال غور طلب ہے کہ وہان تو فتاوی علما بزعم مولف کہ دوام عمل سے عوام کو کچھ حرج نہین تہا اور یہان غیر کافی ہو گئی شاید ایک ساعت مین پرانی ہو کر قوت زائل ہو گئی اور وہان باوجود فتاوی کے التزام کا موثر ہونا مصرح تہا اور یہان بدون التزام کے صورت نجات کی ہی نہین ہے فتاوی مین اثر ہی نہین رہا جو کچھ اثر ہے دوام ہی مین ہے مولف کو کچھ ہوش نہین کہ کتاب مین کیا کیا قلم درج کر رہا ہے اپنے جہل مرکب کے نشہ مین سرشار ہے تیسرے یہ کہ مولف مستحب کو واجب جاننا خود داخل تعدی حدود اللہ کرتا ہے خواہ عوام کو یہہ پیش آوے خواہ خواص کو پس جس تعدی سے عوام کو بچایا ہے وہی تعدی اپنے اوپر لازم کرتا ہے چنانچہ اسکے کلام سے واضح ہو لیا حالانکہ اگر اس قیام کو گاہ گاہ ترک کر دیتا تو عوام کا حرام جاننا بہی رفع ہو جاتا اور خود بہی گناہ تعدی اور اصرار مستحب سے پاک رہتا کیونکہ اگر فعل مجوزین قیام کا عند العوام معتبر ہے تو گاہ گاہ کر لینے حلت کا ثبوت ہو جاتا اور جو انکا فعل لغو ہے تو یہ التزام بہی کچھ نافع نہوگا اور بزعم خود تعدی حدود اللہ عبث سر پر لی اور عوام کو فائدہ کچھ نہوا چوتھے یہہ کہ اصرار کو تو تعدی بہرحال لازم ہے اگرچہ مسئلہ مختلفہ ہو گیا ہو اس واسطے کہ جو فعل ایسا ہے کہ ایک فریق اوسکو حلال مستحب کہے دوسرا حرام کہے مثلاً زعفران سے ریش کا خضاب کرنا ابن عمر مستحب کہتے ہین اور ابو حنیفہ اور ائمہ دیگر حرام تو اب اگر کوئی بتقلید ابن عمر ریش کو خضاب زعفران کا کرے مستحب جانکر اور اصرار کرے تو بالضرور حسب رای ابن عمر کے مصر علی مستحب اور متعدی ہوا اور عوام کے افساد عقیدہ کا سامان کیا کہ اپنے مستحب مزعوم کو عوام پر واجب کرتا ہے پس یہہ قاعدہ مولف کا کسقدر غلط او ہے کہ کوئی معنی اسکے نہین کہ مستحب مختلف مین اصرار و تعدی درست ہے یہ کیسا جہل اور مخالفت شرع کی ہے معہذا امر قبیح ہے کہ مولف نے غیر

البدعۃ مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اوسکو دو قسم کرتے ہین ایک حسنہ اور ایک سیئہ پس اونکے نزدیک محفل میلاد بدعت حسنہ
مین داخل ہے اور مستحب ہے اور جو علماء تقسیم بدعت کے قائل نہین وہ بدعت کی تعریف یہہ کرتے ہین ما احدث علی خلاف الحق المتلقی
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان علماء کے نزدیک محفل میلاد خود سنت مین داخل ہے کیونکہ گو یہہ محدث ہے لیکن محدث علی خلاف
الحق نہین ہے کہ کوئی حکم قران یا حدیث یا اجماع کا بدلتی اور تغیر دیتی ہو پس اصل حال تو یہہ ہے کہ محفل میلاد شریف ہر دو طائفہ کے
نزدیک مستحسن ہے باقی جو بعض علماء کو انکار درپیش ہوا ہے وہ نہین پہنچے اس امر دقیق کو اور اصل بدعت کی تعریفین سلف سے وہ ہین
جو بیان کی گئین اب ہم دونون سے یہہ لوگ یہہ تقریر سیکھے ہین کہ بدعت وہ ہے جو مطلق کو مقید کردین یا مقید کو مطلق کردین حالانکہ اگر ہم اسکو
تسلیم بھی کرلین تب بھی بدعت مولد شریف کی ثابت نہین ہوتی اسلئے کہ ہم دعوی کرتے ہین کہ محفل مولد شریف مین کسی مطلق کو مقید نہین کیا
یعنی روایات میلاد و معجزات کا پڑھنا جسطرح ماہ ربیع الاول مین ہوتا ہے دوسرے مہینون مین بھی پڑھ لیتے ہین پھر مطلق مقید کہان ہوا
اور جسطرح ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرتے ہین اسی طرح اور بھی چند مقامات مین قیام کرتے ہین چنانچہ وہ مواقع بیان تحقیق قیام مین
لکھے گئے پس قیام بھی مقید نہوا کہ ہر قیام کسی مکان اور کسی زمان اور کسی موقع مین مگر خاص مولد شریف مین اور اسی طرح تقسیم شیرینی
یا کھانا کھلانا اور بھی تقریبات دین و دنیا مین ہوتا ہے مثل ختم قران تراویح و مجلس بسم اللہ و عقد نکاح وغیرہ اور منبر یا چوکی وعظ مین بھی کھچتی ہے
اور فرش کا بچھانا وعظ مین بھی ہوتا ہے اور مجلس نکاح وغیرہ مین اور پڑھنا قصائد و مناقب کا جیسا محفل مولد مین ہوتا ہے بعض غیر مجالس مین بھی
ہوتا ہے اور بعض آدمی تنہا بھی شوقیہ پڑھتے ہین اب بیان فرماوین یہہ صاحب کہ مقید کردیا ہے کونسے مطلق شرعیہ کو اس طرح کہ نہ جائز سمجھتے ہون

مخالفت حکم شارع کے ہوا کہ عہد شارع مین نہ تھا دونون حد دیکھو اسپر ظاہر صادق ہو رہے ہین اسکا بھی پہلے بیان ہو لیا ہے پس یہہ محفل مروج
بسبب قیود کے داخل بدعت مین سب حدود کے موافق ہوگئی بداہتہ اسمین کوئی دقیق و خفی نہین اگرچہ مولف کے فہم پر غطا ہے کہ وہ نسخ
مضامین کو بھی کچھ نہین سمجھتا اور حالانکہ خود تقیید مطلق کو قابل زجر و توبیخ کہہ آیا ہے غور طلب ہے کہ مولف کہان تک **قولہ** ہم دعوی کرتے ہین کہ محفل مولد الخ
اقول دعوی مولف کا اسر غلط اور کور فہمی ہے اور ہنوز مولف معترض کے مطلب کو بھی نہین سمجھا ساری عمر گذاری اور کچھ خبر نہین معترض
یہ کہتا ہے کہ ذکر فخر عالم علیہ السلام کا مطلق بلا کسی قید کے مندوب ہے اور کسی ہیئت اور قیود سے مقید کرنا اوسکا اگرچہ وہ قیود امور مباحہ
یا مندوبہ ہی ہون مکروہ و بدعت ہے پس تقرر تاریخ اور فرش معمول اور شیرینی مروج اور روشنی کثیر اور تداعی و اہتمام وغیرہ اگر سب یا بعض جیسا
مروج ہے ذکر مولود کے ساتھ ہووین گے تو وہ محفل بوجہ ان قیود کے اطلاق سے نکلکر بدعت ہوجاویگی اور جو امور غیر مشروعہ محفل مین ہووین گے
تو مکروہ بن جاویگی پس معترض یہ نہین کہتا کہ زمانہ اور شیرینی وغیرہ کو محفل مین مقید حصر کردیا کہ انکا وجود اور کہین نہین رہا بلکہ یہہ کہتا ہے کہ ذکر کو
ان قیود کے ساتھ مقید کیا کہ بدون ان قیود کے سب یا اکثر کے یہہ ذکر ہوتا ہی نہین جس سے معلوم ہوا کہ ان قیود کا ہونا ضروری ہوگیا ہے
پس ذکر ولادت جو مطلق عن القیود تھا مقید بقیود کردیا یہ ذکر بدون قیود کے ہوتا ہی نہین گویا لازم غیر منفک ہین اگرچہ قیود دوسری جگہ بھی ہین
تو قیود کو مقید کرنا نہین کہا مگر مولف نہین سمجھتا اور قیام جو سبب ذکر فخر عالم مین مندوب تھا اوسکو خاص ذکر ولادت مین حصر و مقید کیا کہ سوا اسکے ذکر ولادت
کے کہ محفل مخصوص مین ہو اور کسی ذکر پر نہین ہوتا تو مطلق قیام ذکر فخر عالم بھی مقید ہوا اگر مولف کا فہم عالی ہے کچھ کا کچھ سمجھتا ہے مولف

ہم اوس مطلق کو کسی ہیئت یا قید ہان یہہ بات تو ضرور ہے کہ مجلس خیر میں جسقدر حسنات و امور خیر کی کثرت ہوا ور جسقدر تعظیم و محبت کا ظہور ہو اوسی قدر موجب خیر و برکت ہوگا و تقید مطلق اوسکا نام نہیں ہے یہہ بات ہر مرد سلیم الطبع پسند اور دل سے قبول کریگا **اعتراض** سلامی جواب مثل روافض ہے معین کرتے ہیں **جواب** یہہ بات تو ملک عرب میں بھی رائج ہے کہ جب مولد شریف میں کوئی روایت قاری مولد سلام کرنیکو ہوتا ہے وقت حاضرین مجتمع ہوکر درود پڑھتے ہیں اور وہ اکثر شعر ہوتا ہے حالانکہ اہل الحرمین روافض کے دشمن ہیں ممکن نہیں کہ وہ اعداء دین سے یہہ بات اخذ کرتے بلکہ یون معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب نے یہہ بات حضرت سید العرب والعجم کے فعل سے استنباط کی ہے صحیحین میں انس سے روایت ہے کہ صحابہ مہاجرین و انصار خندق کھودتے اور مٹی نکالتے جاتے تھے اور زبان سے یہہ پڑھتے تھے ؎ نحن الذین بایعوا محمدا * علی الجہاد ما بقینا ابدا * اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون کے جواب میں پڑھتے تھے ؎ اللھم لا عیش الا عیش الآخرہ * فاغفر للانصار والمہاجرہ * کذا فی المشکوٰۃ فی باب البیان والشعر لیس یہہ بات قابل طعن نہین ہان اگر قواعد موسیقی کے طور پر بغنی کرتے ہیں تو یہہ البتہ علماء دین میں مسئلہ مختلف فیہ ہے اور محفظ اپنی آواز کا حسن ظاہر کرنے کو پڑھتے ہیں اور اغراض جو ضرور ہے کہ دل میں نہو تو بالاتفاق ممنوع ہوگا جیسے بعض قاری خوش الحان محض دنیاداری کے واسطے ان مجامع میں پڑھنے لگتے ہیں لہذا اس نیت سے پڑھنا منع ہے امور خیر میں اخلاص ضروری ہے وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین **اعتراض** مولوی محمد ہاشم صاحب میرٹھی فتویٰ ثانیہ مطبوعہ مطبع ہاشمی کے آخر صفحہ ۲ میں اپنی مہر لگاکر رقم فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی کا درباب مولد شریف کے اگر فرضاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس عالم دنیا میں زندہ ہوتے اس عمل کو پسند فرماتے یا نہیں نزدیک فقیر کے

کہ ہر گز پسند نہ فرماتے اور قیام بھی مقید نہ ہوا سبحان اللہ عجب تماشا ہے علی ہذا الطعام و شیرینی و فرش کو کہ مقید اوس کا سمجھ گیا ہے لیں یہہ دعوی مولف کا محض غلط نکلا کہ ذکر مولود اور قیام مقید نہیں ہوا بلکہ مقید ہونا اوسکا بدیہی ہے اور یہہ فہم مولف کا کہ شیرینی اور فرش وغیرہ کو مقید کرنا ہے محض خطاء فاحش لیسے واضح کلام کے فہم سے بھی عاری لا حول ولا قوۃ الا باللہ **قوله** اعتراض سلامی الخ **اقول** بحث تشبہ میں نہایت ہو چکا کہ تشبہ ممنوع کیسے واسطے ضرور نہیں کہ اوس قوم سے ہی دیکھکر اخذ کریں بلکہ عام ہے سو اگر کسی امر کو مسلمان کرتے ہیں بشرطیکہ وہ شعار بھی کفار فساق کا ہو اور ہی اور مؤکد شرعی نہو تو بسبب تشبہ حادث کے ممنوع ہو جاتا ہے دست چپ میں خاتم کا پہننا حدیث سے ثابت ہے پھر جب شعار روافض کا ہوگیا تو اب تمام فقہاء مکروہ لکھتے ہیں کیونکہ یہہ سنت موکدہ نہ تھا ایسا ہی بحق رسلک کا لفظ حدیث سے ثابت اور بسبب شعار حادث معتزلہ کے فقہاء نے منع لکھدیا مولف کو کاش خبر ہوتی لیس یہہ سوال وجواب کو عرب میں ہو اور قصہ حدیث سے بھی لیا گیا ہے مگر تاہم اب بسبب تشبہ شعار مجلس روافض کے مکروہ ہوگیا ہے اور قصہ عالم اول تو مشابہ روافض کے نہیں تھا کیونکہ اوسوقت روافض کہاں تھے دوسرے روافض کی مجلس مرثیہ میں یہہ ہوتا ہے مگر قطع نظر اسکے اب جو مجلس مولود میں تشبہ حادث ہوگیا گو یہہ کہیں سے لیا ہو ممنوع ہوگیا ہے جیسا مسئلہ تختم اور لفظ بحق کا معلوم ہو لیا **قوله** اعتراض مولوی محمد ہاشم الخ **اقول** مولف کی عادت مستمرہ ہے کہ دوسرے کلام کو ہرگز نہیں سمجھتا اور اپنے نزدیک اوس کے کچھہ معنی ٹھہراکر زبان درازی شروع کردیتا ہے حاصل مطلب مولوی محمد ہاشم کا سنو یہہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ مجکو تردد تھا کہ مجلس مروجہ مولود جائز ہے یا نہیں مگر اب ان فتاوی کے مطالعہ سے اور امام ابوالحسن اور حضرت مجدد صاحب کی تحریر دیکھنے سے تردد رفع ہوگیا اور نامشروع ہونا معلوم ہوگیا اور پھر اس فتوی کی عبارت تو نقل نکی کہ خود موجود تھی مگر ترجمہ امام ابوالحسن اور حضرت مجدد کی عبارت کا نقل کیا تو غرض مجیب کی

کہ اس سے مراد آپ نہیں پاتے ہیں اور پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی ہوگئی کہ حضرات این یقین فقیر آن ست کہ ہرگز ایشان تجویز نے فرمودند۔ اسلئے کہ دوسرا آدمی کہہ سکتا ہے کہ پرائے دل کی کیا خبر ہے کچھ تعجب نہیں کہ وہ جائز فرماتے ہوں ہرگز کوئی دلیل یقینی قابل استناد نہیں ہے اب یہ ماجرا اصل مطلب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے اور اس مکتوب کا بیان کرتا ہے اول تو یہ ہے کہ او سہوان نے مولد شریف نام رکھا ہے اشعار پڑھنے کا خواہ وہ قصائد کسی طرح کے ہوں چنانچہ عبارت خاص انکی یہ ہے مولود کہ عبارت از قصائد نعت و اشعار غیر نعت خواندن است دیکھئے اول تو

منقبت اگر مراد ہیں حسب زعم مولف کے تو پھر واجبا حرام قول نہ ہو گیا بلکہ محض قول حضرت مجدد کا اور حکم یقینی اون کا ہی ہے پس مطلب مین کچھ نقصان نہیں البتہ مولف ہی نہیں سمجھتا اور اپنے زعم مین اگر کسی کی ذرا لفظی غلطی بھی مطلع ہو جاتا ہے تو کپڑون مین نہیں سماتا اور گویا مولف کا علم و فہم الفاظ مین منحصر ہے اول کتاب سے آخر تک دیکھو کہین بھی کوئی مطلب نہین سمجھا کوئی غلط مضامین ہی موضوع لاس کتاب کے ہیں خود تو سمجھا نہیں اور ہوا اختلافات لفظی سے ہمکو غرض نہین ورنہ ہم بھی دکھلایا جاتا مگر چونکہ یہ دستور اہل علم کا نہین لہذا اسپر التفات نہین لیکن مولف کو کونسے دلیل حق سے متحقق ہوا کہ جناب سید عالم یہاں مراد نہین اہل سنت میں رسمًا فخر عالم کو دیکھنا مذکور ہے اسکے بعد دو سیان مین خواجہ احرار کا ذکر بطور اعتراض کیا اور پھر صاحبزادہ کا سوال بیان کرکے فرماتے ہین کہ خواب کا کچھ اعتبار نہین اگر حضرت فخر عالم علیہ السلام زندہ ہوتے تو یقین ہے ہرگز جائز نہ فرماتے ایسی تقریر کی ہو تو مولف بتاوے کہ کون حجت مانع ہے اور کیا دلیل قطعی ہے کہ اسکے سلامت کی ہے اور یہ دلیل کہ حضرت الیشان پر درود نہیں لکھا اور اوسکو مولف دلیل صریح کہتا ہے تو یہ مولف کے کمال کوتہ فہمی پر دال ہے کیونکہ اس کتاب مین تلاش کرکے مولف دیکھے تو بہت جگہ آپکے نام پاک پر درود مکتوب نہین وہ او ناہی کاتب کی ہے نہ حضرت مجدد صاحب کی مگر مولف کی ہر روز یہ عادت رہی کہ کاتب اور اہل مطبع اگرچہ کوئی کیسی ہی غلطی اُسکو ہی لکھے تو مل بعضرت تک پہونچا کر بہتے ہیں یہ دلیل کسقدر بے اصل ہے اگر مجیب یا کوئی کہدے کہ کاتب نے صلوۃ و سلام نہین لکھا اصل کتاب میں تھا تو پس مولف کی جُہکی تمام ہوئی ہان مولف کے پاس حضرت مجدد کے ہاتھ کا لکھا ہوا مکتوب ہو گا جو یہ جزم ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ ایسی بیہودہ دلیل پر اسقدر زور و شور غرض ایسی ضعیف دلیل پر مولف کا ایسا اعتماد اور پھر خواہ مخواہ اعتراض کسقدر عجیب بات ہے پس مطلب بھی درست ہے اور مجیب کی خطا بھی محقق نہیں مولف کا یہ غیظ و غضب محض نادانی ہے **قولہ** پھر یہ کونسی دلیل شرعی قطعی الخ ۔

اقول دلیل قطعی تو آیۃ قرآن شریف کی اوصاف معلومہ اور حدیث متواتر اور اجماع قطعی ہی ہے باقی سب آپکی کتاب دلائل ظنیہ سے بھری ہے بلکہ مولف تو اپنی وہمیات سے بھی اثبات اپنی مطلب کا کرتا چلا آرہا ہے اور مراد مولوی محمد ہاشم کی تو یہ تھی کہ حضرت مجدد کے نزدیک یہ محقق ہے اور ایسا یقینی ہے کہ حضرت الیشان پر بھی یقین رکھتے ہین کہ یہی فرماتے اور وقوع مین احتمال خلاف کا ہی ہے مگر حضرت مجدد کا یہ یقین تھا تو مجیب نے حضرت مجدد کے حکم سے اپنا رفع تردد لکھا ہے نہ حضرت الیشان کے حکم سے ذرا ہوش کر و مطلب سمجھو پس یہ اعتراض مولف کا کہ دوسرا کہہ سکتا ہے کہ دوسرے آدمی کی دل کی کیا خبر ہے الخ کسقدر کم فہمی ہے کیونکہ یہ اعتراض حضرت مجدد پر ہے کہ تمنے کیون ایسی بات دوسرے شخص پر لگہدی ہے مین مولوی محمد ہاشم پر کیا اعتراض ہے وہ تو حضرت مجدد کے علم الیقین سے استدلال لاتے ہین حضرت احرار کی قول سے نہ ذرا ہوش کرو یہ کوبت لیس یہ حضرت مجدد کا قول دلالت قطعی کہتا ہے کہ حضرت مجدد کی نزدیک یہ فعل ناجائز تھا اور یہی مراد ہے مگر مولف کے فہم مین خلل ہے **قولہ** اب یہ ماجرا اصل مطلب الخ **اقول** یہ مولف کا

ہماری مجلسین ایسی عبارت سے بری ہوگئین کیونکہ ہم روایات میلاد و معجزات و خصائص کا بیان کرتے ہین اور جو اشعار پڑھتے ہین نعت و حمد کے
پڑھتے ہین اور اشعار غیر سے ہمکو کچھ کام نہین ثانیاً یہہ کہ مجدد صاحب نے اوس اشعار غیر نعت سے جو منع کیا ہے وہ اس لیے نہین کہ اوس مین
قباحت شرعی ہے بلکہ اپنی طریقہ کے خلاف سمجھکر منع فرمایا ہے اس لئے کہ ایسے اشعار پڑھنے مین طرز سماع پیدا ہوتا ہے اور سماع اونکے طریقہ مین درست
نہین چنانچہ اوسی مکتوب مین منع کرنیکا سبب بیان فرماتے ہین مبالغہ فقیر در منع بواسطہ مخالفت طریقت خود است حضرت خواجہ نقشبند
فرمودہ اند نہ ایں کار میکنیم و نہ انکار میکنیم اور واضح ہو کہ یہہ منع فرمانا مجدد صاحب کا مبنی اس بات پر ہے کہ اونکے وقت مین کسی نے تالی بجا بجا کر

کمال فہم ملل ہے کہیہ بہی دنیا ہے غزلیات و اشعار کا نام مولود خوانی ہے شرعاً یا لغتاً یا عرفاً ایسی بادہوائی بات تو مولف کو ہی نصیب ہے کہ نوشہ
و نمود اکی غزلیات کو مولود کہا جاوے استغفر اللہ خوب ہی علانیہ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اوس مجلس مین ذکر مولود اور قصائد مدح کے ہین اور اشعار غیر مدح
کے بھی طبع اوبھارنے کو ہوتے ہین نہ یہہ کہ خالص غزلیات کو مولود خوانی کہتے ہین حاشلوکلا اوس مین جمع کے جو معنی اوسکے نہین جیسا مولف سمجھا کہ
کہ اصل معنی حقیقی کو چھوڑ کر بلا قرینہ مجازی معنے لیتا ہے دوسرے مکتوب کی عبارت جو خود مولف نقل کرتا ہے اوس زعم مولف کو رد کرتی ہے فرماتے ہین -
در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و قصائد منقبت خواندن چہ مضائقہ است الخ اب دیکھو کہ مولود مین قرآن و قصائد
منقبت کو آپ ہی فرماتے ہین اور اوسمین کبھی عدم جواز کا ارشاد ہے اگر کوئی محظور شرعی اوس مین منضم ہوجاوے جیسا لغمہ و تصفیق و تحریف و
تبدیل کلمات و حروف قرآن مثلاً پس دیکھو مولف کی غفلت کو کہ خود ہی مولود کی معنے نقل کرتا ہے اور یہی آپ ہی اوسکے خلاف کہتا ہے اور اگر ہم علم
رکھین کہ اصطلاح حضرت مجدد کی مین مطلقاً اشعار خوانی کا نام مولود تہا تو بھی یہہ ایک فرد مطلق مولود کی ہی جو کہ حضرت مجدد نے فرمائی ہے قرآن و قصائد
خواندن پس اگر اس مین بھی محظور شرعی ہو مینگا وہ بھی ممنوع ہوگی بارشاد حضرت مجدد کے وہو المراد پس مولف کی توجیہہ کسقدر لغو ہوگئی اور مدعا
مولوی محمد ہاشم صاحب کا ثابت ہوگیا بہرحال مجالس مروجہ ہرگز اس تقریر حضرت مجدد سے خارج نہین ہوسکتی کیونکہ ذکر ولادت و اشعار
مناقب اسمین بھی ہین اور محظورات شرعیہ بھی موجود ہین حضور امارد و فساق مثلاً جیسا پہلے ذکر کیا گیا کچھ خصوصیت تصفیق و تحریف حروف
قرآن کی تو نہین بلکہ سب مناکیر کے ضم سے کراہت حاصل ہوجاتی ہے پس مولف کی مجالس حسب ارشاد حضرت مجدد کے جملہ بدعت و منکر ہوگئی
مگر مولف کو ہرگز فہم و ہوش نہین **قولہ** ثانیاً یہہ کہ مجدد صاحب نے اول اشعار غیر نعت الخ **اقول** یہہ مسلم کہ اشعار غیر نعت کو خلاف طریقہ اپنے
کے ہونیکی وجہ سے منع فرمایا مگر اشعار مناقب کا پڑھنا بھی اونکے طریقہ کے خلاف ہے خصوصاً جب اوس مین کوئی محظور ہو تو بہرحال ممنوع ہے پس
اس تقریر سے مولف کی کوئی غرض صحیح معلوم نہین ہوتی کہ کیا ہی اسواسطے کہ اشعار نعت یا غیر نعت کا نام مولف نے مولود فرض کیا اور جسمین مولود مین
امر محظور ہوگا وہ ممنوع ہوجاویگا خواہ کوئی مولود ہو اور جو امر محظور کے محظور ہوجاویگا جیسا کہ خود حضرت مجدد کے ہی کلام سے ظاہر ہے اور جسمین کوئی
محظور نہوگا دونون جائز ہووین گے مگر خلاف طریقہ حضرت مجدد کے ہی کہ اشعار کی نسبت وجدیہ ہوتی ہے اور اون حضرات کی نسبت سکینہ ہے
پس یہہ فقرہ اول ہی توجیہہ کی تتمیم ہے جسکو مولف ثانی امر ٹھیراتا ہے مگر بہرحال یہی مقصود مولوی محمد ہاشم کا ہے اگرچہ مولف خواہ مخواہ تطویل
کر رہا ہے **قولہ** اور واضح ہو کہ یہہ منع فرمانا الخ **اقول** مولف خود مطلق اشعار خوانی کا نام مولود باصطلاح حضرت مجدد کے ٹھیرا چکا ہے پس
اب خود کہتا ہے کہ مولود مین اوس وقت کسی نے تالی بجانا اور قواعد موسیقی سے پڑھنا جاری کیا تھا اوسکو منع کیا سو اول تو غیر اشعار نعت کو خلاف

اعتقاد موسیقی و نغمات کی رعایت سے مولد شریف پڑھا تھا چنانچہ جلد ثالث مکتوبات سے صاف کہا جاتا ہے وہی حسام الدین احمد جنکو مکتوب ۳۰ جلد اول مین واسطے منع کے لکھا ہے انہی حسام الدین احمد کو بار دویم جلد ثالث مین مکتوب ۷۲ لکھا ہے اوسکی عبارت یہ ہے در باب

مولود خوانی اندراج یافتہ بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است ممنوع تحریف و تغییر حروف قرآن

است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردید صوت بآن بطریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بنحوے خوانند کہ تحریفے در کلمات

قرآنی واقع نشود و در قصائد خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آنرا ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است الی آخرہ اب سب ارباب انصاف خیال فرماوین

کہ یہ تحریر مجدد صاحب کی اس درجہ مین ہے کہ جسکو مولوی محمد ہاشم صاحب حجت قطعی جانکر مطمئن ہوگئے کہ اب مجکو کچھ شک باقی نہ رہا ہرگز اس مجلس کا

ہونا ہی ہے یا حضرت اگر آپ مجدد صاحب کے کہنے پر چلتے ہین تو فقط اپنے مریدون کو منع کیجئے دوسرے لوگون پر کیون انکار فرماتے ہو مجدد صاحب کی

دلیل تو اوس مکتوب مین بھی اسپر ہے لہذا انکا مسکین ہونا انکا مسکین ہوا مکتوب پڑھکر دیکھو اگر یا اقرؤا الصلوٰۃ پڑھا ہے تو وانتم سکاریٰ بھی

پڑھو والسلام علی من اتبع الہدیٰ **اعتراض** محفل مولد شریف مین مرد و عورت جمع ہوتے ہین اب مولوی حفیظ اللہ اور عبد الرب وغیرہ کے

طریقہ مجدد یہ کے ہے جنسے ممنوع کہتا تہا اور اب ہی مطلق مولود کو بوجہ محظور شرعی کے منع بتانے لگا تماشا ہے اور جو یہ مراد ہے کہ اشعار غیر نعت کی وہ

دیکھو اور اشعار نعت کی یہ وجہ ہے تو یہ تفرقہ بہی غلط ہے کیونکہ محظور شرعی سے تو سب اقسام ممنوع ہو جاتے ہین مگر تاہم ملاحظہ مطلقہ ہے لفظ کا

دیکھو اگرچہ بیانات مولف کا پریشان ہوران ہے کہ مطلق مولود کی وجہ کراہت کسی محظور کا اوس مین متسلط ہو جانا ہے یعنی تو اصل کر مباح ہے مگر اختلاط

محظور سے ممنوع ہو جاتا ہے تو یہ مولف نے اسقدر تقریر طویل کر کے حاصل نکالا۔ حالانکہ یہ ہی مجیب نے کہا تہا بعینہ چنانچہ ہر ادنیٰ عاقل پر بھی ظاہر ہے

اب مولف سے کوئی پوچھے کہ اعتراض مجیب کا تو تو خود قبول کرتا ہے اور اوسکی ہی شرح و بسط کرتا ہے تو نے جواب کیا دیا اور کیا رد کیا فقط ایک مرجع حضرت

ایشان کا کہ وہ بہی محتمل المعنی ہے اوسمین تشکیک ظاہر کر دی اور بس مگر کیا عجب العجائب ہے کہ مولف کو لکھنے ہی کا شوق ہے سمجھ کا خیال ہی نہین مجوزہ

تو رد تقریر مجیب کا کیا اور دلیل نے دعویٰ مین خود مجیب کا مطلب ثابت کیا سبحان اللہ کیا فہم عجیب ہے **قولہ** اب سب ارباب انصاف الخ **اقول** اب

سب ارباب انصاف خیال فرماوین کہ مجدد صاحب نے تو مطلق مولود کو بوجہ ضم امر غیر مشروع کے ممنوع شرعاً کہا ہے اور اشعار کو مطلقاً اپنے طریقہ کے خلاف

کہا ہے اگرچہ شرعاً مباح ہون اور مولف ہرگز نہین سمجہا اور اپنی کج فہمی سے طعن مجیب پر کیا مگر مجیب کے مقصود کا اعتراف کرتا ہے اور حاصل مولف

کا کچھ نہین محض غلط جیسے موقع ہے سارے مکتوب کو زیر و زبر کیا نہ سمجہا خواہ مخواہ اوتہتا ہے حق تعالیٰ اوسکو ہدایت فرماوے **قولہ** اعتراض محفل میلاد مین الخ

اقول حاصل اعتراض یہ ہے کہ جس مجمع مین مرد و عورت و امرد جمع ہوویں محل اندیشہ فتنہ کا ہے خواہ کہین ہون شادی غمی ہو یا وعظ مولود

کیونکہ ایسا مجمع خلاف شرع کے ہے تو مولف جواب یہ دیتا ہے کہ یہ امر مولوی عبد الرب اور مولوی حفیظ اللہ کے وعظ مین بھی ہوتا ہے سبحان اللہ

تو مولوی عبد الرب و مولوی حفیظ اللہ کا فعل کونسا حجت شرعیہ ہے کہ اوسکو دلیل جواز بنانا مولف کے نزدیک مقبول ہوا مگر ہان مولف تو ایسی

ہی بکواس لکھتا رہتا ہے سو یہ خود مردود ہے دوسرے معترض نے یہ کب کہا ہے کہ ایسا مجمع وعظ مین درست ہے بلکہ ایسا مجمع اگر وہان ہو گا وہ بہی ممنوع

ہوگا پھر وعظ و مولود مین فرق ہی ہے مگر ہمکو اوسکے بیان سے بحث نہین اور جو یہ جواب مولف نے الزامی دیا ہے تو معترض کب معترض جواز ایسے مجمع

وعظ کا مولوی عبد الرب مین ہوا ہے جو اوسکو جواب الزامی ایسا چرپوز دیا گیا پھر آخر مین قول مولف کا کہ اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس وعظ کو بھی

وعظ مین بھی بہت عورتین جمع ہوتی ہین اگر یہی دلیل حرمت کی ہے تو مجالس وعظ کو بھی حرام ٹھہراوو **اعتراض** مولود شریف مین روایات
موضوعہ بے اصل پڑھتے ہین **جواب** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہونا اور دایہ حلیمہ کا دودہ پلانا چالیسوین سال نبوت کا ہونا اور معجزات کا
واقع ہونا اور آپ کا سید المرسلین ہونا یہ سب کچھہ مولد شریف مین پڑھا جاتا ہے یہ سب صحیح ہے اگر شاید فضائل مین کوئی حدیث مطعون فیہ
یا موضوع بھی بیان ہو گئی تو اتفاقی بات ہے خاص اون لوگون کو منع کرنا چاہیے کہ ایسی روایت نہ پڑھین اس مین ہم بھی تمہارے ساتھ
ہو جاوینگے اور یہ بات انصاف سے بہت بعید ہے کہ اگر کسی ناواقف نے کوئی ایسی روایت پڑھدی تو اوسکو تم ذریعہ اپنے خیال فاسد کا ٹھہرا کر علی العموم
محفل میلاد کو حرام کہے تو یہ نہایت نا شایستہ ہے کہ واعظین آجکل کی تقریرون مین موضوع بیان کیے جاتے ہین کہ تمیز بھی نہین کرتے تو
چاہیے بعض واعظون کی جہالت سے علی العموم کل مجالس وعظ حرام ٹھہرا دین **اعتراض** بعضے سربا ندھتے زریں خلاف شرع پہنکر محفل میلاد

حرام شیر اور سخت کرتی ہے مجالس وعظ فی حد ذاتہ حلال و مشروع ہے جیسا کہ مولود مشروع ہے اور جب کسی امر ممنوع سے مختلط ہو نے سے وہ مکروہ اور
حرام ہو جاتا ہے یہ بھی ممنوع ہو جاتا ہے یہ فقرہ کسقدر مہمل مولف نے لکہا ہے مجالس وعظ کو کون حرام کہتا ہے مگر غلط ممنوع سے ممنوع ہو جاتا ہے علی ہذا
حال مولود کا ہے مگر اس مولف کے بحال صواب نہین رہتے جو کچھ کہے **قولہ** اعتراض مولود مین روایات موضوعہ الخ **اقول** درست ہے روایت
موضوع پڑھنے کا اعتراض اوپر ہی ہے جو ایسی روایت پڑھے اگر مولف اس سے بری ہے تو یہ ملامت مولف پر رفع ہو گئی اور دیگر جو غیر مشروع
جو پہلے مذکور ہو چکے ہین وہ تو مولف کی مجلس مین موجود ہین اس پر مولف نے اسکے ممنوع ہونیکا اقرار اور اوسپر بدعت ہونیکا اقرار کیا جو
ہوکر دیگر امور سے بھی ایسا ہی برات حاصل کرے کہ اعتراض اونکی فیلہ تا کہ نا اب ہو وہ تو پہر ادنی اہل سنت بھی اس پر غیرت کرتے
کی عادت سے معلوم مگر یہہ ثابت ہو گیا کہ مولف کے نزدیک بھی جو محفل مین روایات موضوعہ پڑہدین کہ وہ قابل ترک ہے ایسا ہی سب منہیات
کی وجہ سے ممنوع ہونا اس محفل کا ضروری باقرار مولف ہو گیا بعلت شرکیہ ہے جو محفل مین مدارات فساق کی اور مداہنت امر بالمعروف
ونہی عن المنکر کی ہوویگی وہ بھی ممنوع ٹھہریگا سو مولف کی مجلس ہر روز ایسی ہی ہوتی ہے کیا امر مولف سے واقف نہین اسلئے انکار کرتے ہو
کہ یہ مسئلہ تو ایسا ہے کہ عوام بھی جانتے ہین اور مولف تو بحر العلوم ہے باقی پہر دیکہی جاویگی الغرض کوئی امر بجز اس کے نہین مولف
کو بجز اندیشہ کساد بازاری کا ہے کیا کیجیے کہ اس ضرورت نے محظورات کو عند المولف مباح بنا رکہا ہے پس اتنے امور قیود سے ایک روایت موضوعہ
کا بیان مولف کے یہان نہین تہا اوس کا ہی انکار اور ممنوع ہونا اس کا اقرار کر لیا باقی اپنے عیب کو کس طرح قبول کرتا نہ مانا بات ہی کیونکہ یہ
حرام اتفاقیہ ہے اوسکے تلبس کا کیا جواب دیتا ہے **قولہ** اعتراض امراء اہل بدعت الخ **اقول** یہ جواب ہے اس بات کا کہ امرا
اور معترض نے یہ لکہا ہے کہ ایسے لوگون کو کیون بلاتے ہو اور اونکے سروت کا اظہار اور مدارات کرتے ہو اور امر و نہی جو فرض ہین اسکو
ترک کرتے ہو تو چونکہ انکا ہی سب جلوہ اور ان سے ہی رونق و شہرت ہے تو مشکل جواب روایات موضوعہ کے یہ تہ کہدیا کہ یہ امور حرام وغیرہ
مشروع ہین اور ایسی محفل مولود جسمین مدارات فساق و مداہنت فی الدین ہو جانا مکروہ ہے بلکہ توجیہ جواز کی شروع ہوئی کہ عیدین اور نکاح
مین ہی یہ لوگ ہوتے ہین تو مولف کی یہ مراد ہے کہ جیسا باوجود اونکے ہونیکے عید و نکاح مین جانا درست ہے اوس مجمع مولود کو بھی غیر محظور کہنا چاہیے
اور یہ جواب مولف کا سراسر خلاف حق کے ہے اور اطلاق کسے نہی ہے کیونکہ معترض کب کہتا ہے کہ نکاح مین یا عیدگاہ مین یہ امر مشروع ہے نہین بلکہ

جو زیادہ رات گئے فارغ ہو کر سوتے ہین تو صبح کو شاید اگر کسی کی نماز مین دیر ہو گئی یا سو آدمیون مین ایک کی نماز قضا ہو گئی تو کمال جہالت سے
اس بات کو دلیل عدم مذمت مولد شریف کی ٹھہراتے ہین حالانکہ اگر یہی دلیل برائی کی ہے تو محفل عقد نکاح کے اہتمام مین اگر آدمیون کی نماز
مین دیر پیش ہو جاوے اور اکثر ہو جاتی ہے اور نیز رمضان مین سحری کھانیکو اوٹھتے ہین بعضون کی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے چاہیے اس
دلیل سے نکاح اور سحری بھی حرام ہو جاوے یہ بیہودہ اعتراضات واہیہ ہمارے خیال کرنے قابل نہ تھے لیکن چونکہ ہمنے دیکھا کہ بعضے
علم بھی اپنی زبان ان مقالات بیہودہ سے آلودہ کرتے ہین اور بعضے ادان انکو کمال درجہ کے حجج ساطعہ اور براہین قاطعہ سمجھتے ہین اس واسطے
چند الفاظ اونکے جواب مین بھی لکھ گئے اور عطر لوبان و پھولون وغیرہ کا ذکر اور زیب و زینت محفل کا بیان اور چوکی یا منبر پر بیٹھکر پڑھنے کی اسنادیہ
سب باتین رسالہ راہ الاوہام مین ہین طالب حق اوسکی طرف رجوع کرے اب ہمکو زیادہ گنجایش اس رسالہ مین نہین وقت شروع تحریر رسالہ ہذا
یون سمجھا گیا تھا کہ شاید دو تین جزو مین تحریر مکمل ہو جاویگی لاکن کیا کیجے ہر چند قلم کو روکا گیا پھر بھی اسقدر طول ہو گیا اور اطناب کلام اس مین
خصوصا فقرہ انکار ہی کے سبب واقع ہوا بلکہ اور بھی چند رسائل منکرین کے مغالطات و شبہات کا رد کرنا منظور ہوا جو شخص اس رسالہ کو اور
دافع الاوہام کو خوب جمیع شقوق اور قیود سے بغور ملاحظہ کریگا ذہن مین آجاویگا امید خداوند کریم سے یہی ہے وہ دہوکا اور مغالطہ نکہاویگا اور منکرین کے
رسائل پر غور کی تردید ان مین صراحتہ یا اشارۃ پاویگا بنا بر علیہ یہ ضروری سمجھا گیا کہ عنان سمند خامہ کو یاشہ کی وادی طول تک ہے
اور بعض بعض سے نماز بھی قضا ہوتی ہے اور مستحب امر مندوب سے بہتر اسیا ہوا اور امر مندوب کا کرنا منع ہے بخاری مین ہے وکان یکرہ النوم
قبلہا والحدیث بعدہا عسقلانی اسکی شرح مین لکہتا ہے والسمر بعدہا قد یودی الی النوم عن الصبح اوعن وقتہا المختار او عن قیام اللیل وکان عمر
یضرب الناس علی ذلک یقول اسمرا اول اللیل ونوما آخرہ انتہی دیکھو کہ خدشہ فوت وقت مختار اور تہجد مین حدیث صحیح سے مسامرہ کا دو ہی اور
حضرت عمر کا مارنا اسپر ثابت ہوا قال فی شرح المنیہ ومنہا ان فی صلوۃ الرغائب مخالفۃ السنۃ فی تعجیل الفجر انتہی ہر گاہ بہ ترک سنت اسفار
یہ صلوۃ مکروہ ہوئی تو محفل مولود واجب کے ترک مین تو حرام ہے ہونا چاہیے پس اسکو کمال جہالت کہنا مولف کا اپنا کمال جہل مرکب مولف کا ہے
کہ حدیث اور قول فقہا کو اپنی راہ نا قص ... رد کرتا ہے اور پھر مولف نے وہی نظیر نکاح شادی کی لکھی اور بدستور خود نہایت تحیر کو کام فرمایا جائے
یہ محض ذہل ہے لاریب اگر اہتمام شادی و نکاح مین نماز با جماعت فوت ہووے تو وہ حرام ہے اور ایسا کام کرنا بھی حرام ہے اسکو کہان شرع نے جائز
کیا ہے مگر مولف بیخبر ہے علی ہذا اگر سحر کے کھانے کی سبب جماعت فوت ہو تو ایسے شخص کو سحور بھی حرام ہے علی قاری شرح مناسک مین لکھتے ہین ثم اعلم
انہ قیل یشترط الضمان کون الحاج متمکنا من اداء المکتوبات علی الوجہ المفروض فی الاوقات قال الکرمانی لانہ لایلیق بالحکمۃ ایجاب فرض علی وجہ
یفوتہ فرض آخر یہہ لکھتے لکھتے آخر مین لکھتے ہین ویوید الاول ایضا ما قال ابن الحاج المالکی لو ضیع صلوۃ واخرہا عن وقتہا الاجل فریضۃ الحج
لایجوز اجماعا ... قال علمائنا فی المکلف اذا علم انہ یفوتہ صلوۃ واحدۃ اذا خرج الی الحج فقد سقط الحج عنہ انتہی اب مولف ذرا آنکھہ کھولکر دیکھے کہ خدشہ
فوت ایک صلوۃ مین حج ہی ساقط ہوتا ہے چہ جائیکہ سحور مستحب کا کھانا حلال ہو یا نکاح کی سامان مباح کا کرنا جائز ہو یا مولود مستحب کی شرکت
درست ہو چہ جائیکہ مولود بدعت کی پس واضح ہوا کہ ایک نماز کی فوت یا تاخیر سے یہہ سب حرام ہو جاتا ہے اب بھی اگر کسیکی چشم نابینا حق بین نہو تو
پس من یضلل اللہ فلا ہادی لہ کا مضمون ہے اور پس اب ہر ناظر بالانصاف دیکھے کہ کون جاہل ہے تارک فرض صلوۃ کا اور تارک واجب جماعت کا

(۱۳) ابن الشیخ آق شمس الدین ذکرہ صاحب کشف الظنون (۱۴) المولی حسن البحری (۱۵) الشیخ محمد بن حمزة العربی الواعظ (۱۶) الشیخ شمس الدین احمد بن محمد السیواسی (۱۷) ملا حافظ ابو الخیر سخاوی (۱۸) سید عفیف الدین الشیرازی (۱۹) ابو بکر الدنقلی (۲۰) برہان محمد الناسمی (۲۱) برہان الواصل انکے مولد شریف کا نام ہے فتح اللہ حسبی وکفی فی مولد المصطفے (۲۲) الشمس الدمیاطی المعروف بابن السنباطی (۲۳) برہان بن یوسف القاقوس ان کا مولد شریف چار سو شعر سے زیادہ ہے (۲۴) حافظ زین الدین عراقی (۲۵) مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی شیرازی صاحب قاموس ان کے مولد شریف کا نام ہے النفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ (۲۶) امام محقق ولی الدین ابو زرعہ العراقی (۲۷) ابو عبد اللہ محمد بن النعمان (۲۸) جمال الدین العجمی الہمدانی (۲۹) یوسف الحجاز (۳۰) ابو ... بن علی بن رزاق الشامی الاصل المصری المولد (۳۱) ابو بکر الحجاز (۳۲) منصور بشار (۳۳) ابو موسیٰ الزرہونی (۳۴) الشیخ عبد الرحمن بن عبد الملک المعروف بالمخلص (۳۵) ناصر الدین المبارک الشہیر بابن الطباخ (۳۶) امام العلامہ ظہیر الدین ابن جعفر ... (۳۷) فاضل عبد اللہ بن شمس الدین الانصاری (۳۸) الشیخ الامام صدر الدین موہوب الجزری الشافعی (۳۹) علامہ ابن حجر عسقلانی (۴۰) شیخ جلال الدین سیوطی مجدد مائۃ تاسعہ (۴۱) محمد بن علی الدمشقی مصنف سیرت شامی (۴۲) شیخ شہاب الدین قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ وشارح صحیح بخاری (۴۳) نور الدین علی حلبی شافعی مصنف سیرت حلبی (۴۴) علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی شارح مواہب وغیرہ کتب احادیث (۴۵) علی بن سلطان محمد ہروی معروف بملا علی قاری انھون نے اپنے مولد شریف میں ثابت کیا ہے عمل مولد شریف تمام ملکون مصر وشام وروم واندلس ومغرب وبلاد ہندوستان ومکہ ومدینہ زادہما اللہ شرفا وجمیع بلاد اسلامیہ میں پس درحقیقت یہ ایک اثبات گویا اقالیم سبعہ کا ثبوت ہے اور لکھا ہے اوس مین علی قاری نے کہ اس محفل کی عظمت بیہ ہے

ظاہر کر چکا ہے کہ مولف کے پاس کوئی دلیل ادلہ شرعیہ سے اپنے مقصود پر کہ اثبات جواز قیود وہیئت مروجہ کا ہے نہین محض قول علماء کا اور تعامل اونکا پیش کر دیتا ہے اگرچہ ابتدا مین کوئی نص لکھتا ہے مگر چونکہ اوسکے مدعا پر وہ دلیل نہین ہو سکتی ناچار مضطر ہو کر وہی تعامل علماء کا پیش کر دیتا ہے وہ نص محض تبرکا اور دھوکا دہی عوام کیواسطے ہے ورنہ ہرگز مثبت اوسکے مدعی کے نہین ہوتی چنانچہ ناظرین نے سارے رسالہ کو اوس کے ملاحظہ کر لیا ہے پس معلوم ہوا کہ اوسکے پاس کوئی دلیل اثبات جواز ہیئت مروجہ کذائیہ مین نہین سوا اس فقرہ کے کہ اکابر علماء کرتے رہے ہین اب اس لمعہ ثامنہ مین بھی اپنی مبلغ علم اور دلیل معتمد حجیت مستند کو لکھتا ہے کہ جسکے سہارے پر یہ کتاب لکھنو کی اور اس نے ہمت کی تہی تو گویا اوسکی ساری عمر کی تحصیل اور تمام ایام کی تحقیق کا یہ ثمرہ ونتیجہ ہے مگر یہ بھی اوسکا محض خیال باطل اور سودائے لا حاصل ہے کیونکہ یہ دلیل بھی مثل ادلہ اربعہ کے مولف کے مدعا کا اثبات نہین کرتے اور اس تعامل کو بھی اوسکی مراد سے مطابقت وموافقت نہین چنانچہ یہ تقریر پہلے کہہ چکا ہے اب بطرز ابسط سے لکھتا ہون کہ یہ علماء معدودین کہ بعدد سینتالیس یہان مولف نے لکھی ہین بعض تو ان مین وہ ہین کہ اونہون نے کتاب ذکر فخر عالم علیہم السلام کی لکھی تہی اور اوسکا مذاکرہ کیا پس ان سے تالیف وتذکیر سے سوا اس بات کے کہ ذکر فخر عالم اور سیر آپکی تالیف کرنا اور پڑہنا عمدہ عمل ہے اور کچھ ثابت نہین ہوتا سو اس کا کوئی بھی منکر نہین اس سے عمل مولد کا کسی قسم کا جواز نہین ظاہر ہوتا اور بعض وہ ہین کہ انھون نے عمل مولد کیا اور وہ عمل مولد جوسن چہ سو تو میں ایجاد ہوا اور آخر تک جاری رہا وہ ہے کہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ حسن المقصد سے بندہ نقل

گو کوئی مشائخ و علماء سے انکار نہین کرتا اس مین شامل ہو نیسے (۴۶) عبد الرحمن صفوری شافعی صاحب نزہت المجالس (۴۷) نور الدین ابو سعید ہمانی انھون نے بھی کل ملکون سے مولد شریف کا ہونا ثابت کیا ہے اور بادشاہ مصر کے حال مین لکہا ہے کہ بادشاہ مصر سائبانی ساختہ بود کہ دوازدہ ہزار کس در سایہ او می نشستند در غایت آراستگی از جہت آنکہ درین شب و روز آنرا بر افراز ند در غیر آن پیچیدہ باشند (۴۸) سید شاہ جعفر برزنجی ان کا مولد شریف نثر عبارت مقفی فصیح مشہور ہے دیار عرب مین بہت پڑھا جاتا ہے (۴۹) سید زین العابدین برزنجی کا مولد شریف منظوم دیار عرب شریف مین رائج ہے (۵۰) شیخ احمد ابن علامہ ابو القاسم بخاری انکا نسب محمد بن اسمعیل بخاری تک پہنچتا ہے (۵۱) شیخ اسمعیل حقی افندی اعظم واعظ مصنف تفسیر روح البیان (۵۲) احمد بن محمد قشاشی مدنی (۵۳) محمد بن عزب مدنی (۵۴) شیخ عبد الملک کردی (۵۵) فاضل ابراہیم باجوری (۵۶) امیر محمد استاد ابراہیم باجوری (۵۷) شیخ سقاط استاد الاستاد باجوری (۵۸) شیخ عبد الباقی پدر استاد علامہ زرقانی (۵۹) شیخ محمد علی (۶۰) علامہ احمد بن حجر در تحفۃ الاخیار کہ مولد مختار (۶۱) حافظ ابن رجب حنبلی (۶۲) ابی زکریا یحیے ابن عائذ حافظ کبیر اندلسی (۶۳) سعید بن مسعود کازرونی انکے سوا بہت ملکون کے علماء و صوفیہ سے مولد شریف ہونا ثابت کیا ہے (۶۴) مولانا زین الدین محمود نقشبندی (۶۵) حضرت مولانا جمال الدین کہ

گریہ ہے کہ جمع ہو کر کچہ قران پڑھین اور ذکر آپ کا کر کے کہانا لکہا کر چلے جاوین اور اس سے زیادہ کچہ نہو تو اس عمل مین ذکر مندوب پر اجتماع یوم معین اور انعام طعام زائد ہوا ہے اور یہہ دونون امر بالاصالہ مباح ہین چونکہ اوس زمانہ مین نہ یہہ مرسوم کہ عملی ہوئی تہی اور نہ عوام کو کوئی اس سے مضرت تہی بزعم اون علماء کے لہذا اس مجلس مین کراہت نہ تہی بلکہ مباح تھے اگرچہ جن علماء کو اس مین التزام کا خدشہ تہا انھون نے اوس کو مذموم کہا تہا پس یہہ بالاتفاق ہوا پس چونکہ اس مین کوئی امر منکر نہین تہا محض یہہ دو امر مباح تھے خواص و عوام مین علماء و علما اپنے مدرسہ سے نہین خارج ہوئے تھے تو وہ محافل مباح رہی اور مورد انکار شرع کی نہوئی اور بسبب اس کے عمل در آمد رہا پس ابتداء ایجاد اس محفل سے آخر تک یہی وضع مباح رہی اب شاہ ولی اللہ صاحب کی محفل کی کیفیت سنو کہ جن کو مولف خاتم الاسماء بنا رہے ہیں فیوض الحرمین مین فرماتے ہین یہہ عبارت بعینہا اون کی نقل کرتا ہون وکنت قبل ذلک بمکۃ المعظمۃ فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم ولادتہ والناس یصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویذکرون ارہاصاتہ التی ظہرت فی ولادتہ ومشاہدہ قبل بعثتہ فرایت انوارا سطعت دفعۃ واحدۃ لا اقول انی ادرکتہا ببصر الجسد ولا اقول ادرکتہا ببصر الروح واللہ اعلم کیف الامر بین ہذا و ذلک فتاملت تلک الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذا المشاہد وبامثال ہذہ المجالس ورایت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ انتہی بلفظہ اب ناظرین غور فرماوین کہ شاہ ولی اللہ مولد النبی مین اپنا ہونا فرماتے ہین تو مولد النبی وہ مکان مکہ معظمہ مین ہے جسمین آپکی ولادت ہوئی تہی وہان ایک قبہ بنا رکہا ہے اوسکی زیارت کرتے ہین اور وہان لوگ جو جمع ہوئے یوم ولادت مین تو زیارت مکان کیواسطے جمع ہوئے اور وہان جو صلوۃ و سلام اور ذکر آپکی حالات کا تہا وہ نفس ذکر آپ کا تہا چنانچہ بالکل ظاہر و بدیہی ہے پس اوس مین نہ اجتماع بتداعی ہوا تہا نہ وہان طعام و شیرینی کا ذکر ہے نہ وہان فرش و فروش کا نشان ہے نہ منقہ تجیرہ بلباس و زینت مکروہ کا پتہ ہے فقط وہان مجمع ناس کا ہونا اور آپکے حالات کے ذکر اور صلوۃ کا ہونا مذکور ہے جسکو مولف مجلس مولود قرار دیتا ہے اور اپنی ہیئت کذائیہ پر دلیل لاتا ہے ذرا انصاف درکار ہے کہ اس مین تو وہ دو امر مباح کہ سیوطی کے عمل مولد مین منقول تھے وہ

(۶۶) علامہ محمد رقی علی منی الساکن فی زقاق البدور (۶۷) قاضی ابن خلکان شافعی (۶۸) شیخ محمد بن طاہر محدث مصنف مجمع البحار (۶۹)
شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۷۰) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فیوض الحرمین میں اپنا شریک ہونا محفل مولد شریف میں اور دیکھنا انوار کا ودس میں
بیان کرتے ہیں اور ان کے کلام سے یہ ظاہر ہے کہ جس جگہ ایسی مجلسین ہوتی ہیں وہاں سب جگہہ فرشتے انوار رحمت لاتے ہیں کما قال فتاملت تلک
الانوار فوجدتہا من قبل الملائکۃ الموکلین بامثال ہذہ المشاہد و بامثال ہذہ المجالس ایت یخالط انوار الملائکۃ انوار الرحمۃ۔ صحیح ہو کہ ہم شروع رسالہ ہیچ
میں کہ حضرت شاہ ولی اللہ جمیع مفتیان فتوی انکاری کے مستند و مقتدا اور سند منتہی الیہ اسناد ہم ہیں اپنی فاتحہ طعام بھی ہمنے ان سے ثابت کردی اور اب
نسبت مولد شریف کے اثبات بھی اونہیں کے نام پر ختم کیا اور خاص اونکی زبان سے اس مجلس کا محل نزول ملائکہ و مورد رحمت ہونا ثابت کردیا و کفی بہ حجۃ
نقل ہوا مہر علما عرب حضرت مولنا احمد سعید فقیہ محدث دہلوی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ میں جو مولوی عبد السمیع جعفری کے جواب
میں لکھا ہے علما حرمین مفتیان مذاہب اربعہ کا فتوی درباب قیام نقل فرماتے ہیں المعہد کے غایۃ المرام مطبوعہ کلکتہ کو بھی میں بھی وہ فتوی عرب کا منقول ہے
اسکو بعینہ تلخیص ترک تطویل للہناہون (۷۱) قد اجمعت الامۃ المحمدیۃ من اہل السنۃ والجماعۃ علی استحسان القیام المذکور وبدعۃ مستحسنۃ مافیہ من اظہار الفرح
والسرور والتعظیم قالہ بفمہ وامر برقمہ عثمان بن حسن الدمیاطی الشافعی المقیم بالمسجد الحرام (۷۲) انعم استحسنہ کثیر ون کتبہ عبد اللہ بن محمد المیرغنی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ
بھی نہیں نفس فخر عالم کا بیان ہے اپنی طرف سے اور یہہ عمل جو مولود ابتدا سے شاہ ولی اللہ تک جو ثابت ہوا مولف کی محفل اور دعوی کو اوس سے کیا مناسبت
ہے کیونکہ اوسوقت کی محافل میں بارہا مذکور ہو چکا کہ منکرات شرعیہ جو بہ جملہ مکروہ و حرام ہیں موجود ہوتے ہیں اور وہ امور جو فی نفسہ مباح تھے اور اب وہ واجب
سمانا یا علانا ہو گئے ہیں اور مکروہ و بدعت بن گئے ہیں ضرور موجود ہوتے ہیں پس ان علمار حمہم اللہ جو کچھہ مولف نے ثابت کیا بالفرض کہ بہت یا مخلوط
با مکروہ جیا اباحت میں ہی ہے اور مولف کے مولود میں خود منا کیر بھی موجود ہیں اور مباحات بھی منا کیر ہو گئے ہیں پس ان علمار کے قول افعال سے کس طرح اثبات
ہو سکتا ہے کہ اسیہ مرجیہ کا ممکن ہے کوئی ما قال الغ ایسی ! اسکے بیچ کا تک ہے کہ جس امر کا مانعین انکار کرتے ہیں اوس کا اس افعال میں نام و نشان نہیں اور
جس کا دعوی مولف کرتا ہے اوسکا یہاں نشان بھی نہیں اور یہہ حجت جواز کی بن جاوے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا غیاوۃ و غفلت ہے اور کسقدر کوتہ فہمی
و جہل ہے پس صاف ظاہر ہو گیا کہ یہہ مولف کی اسم نویسی علما کی محض رسم شماری و دہوکا دہی عوام کی ہے ورنہ کوئی حجت اوسکی اس میں نہیں اسواسطے کہ شاہ
ولی اللہ صاحب کا قصہ بیان ہولیا کہ جسپر مولف کو نہایت شور تھا اور جلال الدین کی تحریر سے تمام حال عمل مولد کا واضح ہولیا کہ جسپر مولف کو کمال اعتماد تھا
کہ اوسوقت سے لیکر برابر استعمال علما معدودین کا رہا ہے اور واضح ہو گیا کہ یہہ متعامل ہرگز مانعین کی خلاف رائے نہیں تا اگر تھوڑا سا فہم ہو تو یہی بس
ہے اب مولف کا یہ قول کہ شاہ ولی اللہ کی زبان سے اس محفل کو محل نزول ملائکہ ہونا ثابت کردیا کسقدر رخو ہے کیونکہ نفس ذکر مولود کا نہ انکار ہے نہ اوسکی
نزاع ہے قیود میں کلام ہے سو اوسکا یہاں نہ نام ہے نہ نشان ہے تا مولف کو بالکل جہل ہے اور اوسکا کوتہ فہم ہونا ہر ناظر عاقل پر ظاہر و عیاں ہے
قولہ نقل ہوا مہر علما عرب الخ **اقول** اوپر تو مولف نے شاہ ولی اللہ تک کے اقوال سے اثبات جواز مجلس مولود مروج کا چاہا تھا سو وہ تو اوس کے
مدعا کا مثبت ہرگز نہوا جیسا واضح ہولیا اب علما عرب کے اقوال سے قیام کا اثبات کرتا ہے اور یہہ علما مندرجہ صاحب جناب مولانا احمد علی محدث
کے ہیں نہ اونکا ہونا ممدوح پر تقدم رکہا ہی وجہ ہے اور نہ سبق علمی ہم رجال و نحن رجال کا مضمون ہے اور نہ بیہودہ حاصل کہ سوائے ایک مولانا احمد علی
صاحب کے سب کا اتفاق استحسان اس قیام پر بالخصوص ہو کیونکہ ہزارہا علما اس عصر کے محض منکر اس قیام کے ہیں اور یہہ امر مخفی نہیں پس ان علما

شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب واللہ اعلم۔

علی بن احمد باصبرین | عباس ابن جعفر ابن صدیق | احمد فتاح | محمد سلیمان | احمد عباس

محمد صالح | احمد عثمان | احمد بن عجلان | محمد سدقہ | عبد الرحیم بن محمد سید

جواب علماء حدیدہ قراءة المولد الشریف مع الاتیان بالقیام عند ذکر المولد ... المذکورة جائزة بل تحبۃ ثواب فاعلہا فقد اتفق علی ذلک اعلما وھو اعلی قاعدۃ تلو الانکار الا مبتدع فعلے حاکم الشرع تعزیرہ

الفقیر الی اللہ یحیی ابن اکرم

محمد بن عبد اللہ | علی طحسان | احمد بن ابراہیم شبری | علی بن عبد اللہ | احمد بن سالم الشبری | [illegible]

محمد بن داؤد بن عبد الرحمن

عبد الرحمن بن علی حضرمی | احمد بن محمد ابن الخلیل | علی بن محمد حساب | علی بن ابراہیم الزبیدی

واضح ہو کہ یہ چاروں جواب یعنی علماء مکہ معظمہ و مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً و نیز علماء جدہ و حدیدہ اوسی ایک سوال کے جواب ہیں جس میں جمیع قیود یا ہم تزیین مکان وغیرہ جلی مذکور ہیں پس علماء عرب بقاہم اللہ و سلمہم نے اس ہیئت کذائی کے منکر کو بالاتفاق تعزیر کا حکم دیتے ہیں نقل کیجاتی ہیں مُہریں ہندوستان کے علماء مستندین کے جو اپنے وقت کے فرد کامل تھے **از انجملہ علماء فرنگی محل** کہ یہ مہریں و دستخط رسالہ مولد شریف مولوی محمد مفتی صاحب کے مطبع مصطفائی میں جو مطبوع ہوا تھا جسکو اوسکی مضامین بالتفصیل مرکب نہ ہوں کتاب مذکور ہم پہونچا کر دیکھ لیں خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ مولد شریف کی تعیین ماہ ربیع الاول کے ساتھ فرض و روا جب تو نہیں ہاں البتہ بہت علماء و محدثین نے مستحب اور مستحسن فرمایا ہے اور یہ بات کہ جو چیز قرون ثلثہ میں نہ ہوئی ہو وہ بدعت سیئہ ہے صحیح نہیں ورنہ بیکہ آیۃ کریمہ تعزروہ و توقروہ سے تعظیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوئی کھڑا ہونا محفل میلاد میں وقت ذکر ولادت شریف جو بلا افراد التعظیم ہے اچھی طرح ثابت ہو گیا یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں الخ

ابو البرکات رکن الدین محمد المدعو بتراب علی عفی عنہ ۲ محمد ... لعبد عفی عنہ ۳ محمد لطف اللہ عفی عنہ ۴ ابو الاحباب محمد المدعو با لنعیم ۵ ابو الحسنات محمد صالح ۶ محمد عبد الوحید

از انجملہ علمائے محمد عبد الحلیم ۱۲۶۶ | محمد حی ۱۲۶۲ | نعیم اللہ ۱۲۳۰ | حفیظ اللہ ۱۲۲۲ | ابو البقاء محمد عبد الحکیم ۱۲۳۲

دہلی و بریلی و رام پور افغانان واضح ہو کہ محفل مولد شریف اور قیام کے جواز میں ایک کتاب غایۃ المرام طرح علوی کلاں کو بھی ہیں واقع سنہ یکہزار دو صد و ہفتاد و یک مطبوع ہوئی تھی اوس میں علماء و فضلاء دہلی و بریلی و رام پور وغیرہ چند مقامات کے علماء مستندین کے فتوی جمع کر کے چھاپے گئے اور چونکہ سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ بادشاہ دہلی بھی استحباب محفل میلاد شریف کا اعتقاد رکھتا تھا اور رئیس مسلمان اسلام کے

کی مراد پہلے واضح ہو چکی ہے اب اس فتوی سے علم علماء عرب کا ہر اہل علم پر واضح ہو جاویگا اور قول اون کا مخالف نص کے ہرگز معتمد و ملتفت نہیں ہو سکتا اور ان کے اقوال کے قیود مذکورہ کو درجہ اباحت میں اگر کوئی دعوی کر لیوے تو پھر مولف کو کوئی جواب نہیں گو بظاہر الفاظ فتاوی کی ان قیود کی تاکید کو تقاضا کرتے ہیں اور خلاف نص کے ہو کر مردود بن جاتے ہیں اور یہی جواب فتاوی ہندیہ کا ہے کہ منجملہ مفتیوں مولف کے بہادر شاہ اور حکیم احسن اللہ خان اور حکیم امام الدین خان بھی ہیں اور دیگر اشخاص کہ خواہ مخواہ تصریح نام کی حاجت نہیں اور جسقدر ہیں مجوز ہیں اس سے چندگونہ زیادہ علم و عقل اور عدد میں مانعین موجود ہیں مگر ہمکو بعد دلائل ادلہ اربعہ کے کیا حاجت مردم شماری کی ہے یہی طریقہ مولف کا تو دلیل عجز کی اثبات حجت شرعیہ سے ہے اور پھر آخر میں مولف مانعین کو جمع یسیر اور خود کو تسلی کو کہتا ہے شرم کی آنکھ ہو تو جواب ہے کہے اور سواد اعظم

تقریظ کتاب براہین قاطعہ چکیدہ قلم فیض رقم جناب سید المحققین زبدۃ الفقہاء والمحدثین عمدۃ الصلحاء والکاملین حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مد فیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ امابعد اس احقر الناس خادم الطلبہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ نے اس کتاب مستطاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا الحق کہ بندہ کے نزدیک یہہ رد اور جواب کافی اور الزام وحجت وافی ہے اور فی الواقع یہہ براہین قاطعہ اپنے مصنف کی وسعت نور علوم دینیہ وسعت ذکا وفہم وحسن تقریر وبہار تحریر پر دلیل واضح اور اقوال مخالف کے باحسن البیان فاضح ہے لہذا یہہ احقر الناس اس کتاب کو ملقب بالدلائل الواضحہ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحہ کرتا ہے حق تعالے اسکے مولف کے علم وفہم مین برکت اور اوسکی خیرات ومبرات مین عموماً اور اس تالیف نفیس مین خصوصاً کرامت قبولیت عطا فرماوے اور اسکو موجب ندامت وتوبہ اہل بدعت کا اور سبب استقامت اور تثبت متبعین سنت کا بناکر مقبول مقبولین ومعمول عاملین فرماوے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز واللہ تعالے ولی التوفیق وصلی اللہ تعالے علی سید الکائنات وآلہ وصحبہ اہل الدرجات عدد ما یحب ویرضے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ فقط

تاریخ طبع اول کتاب براہین قاطعہ از جناب قامع البدعۃ محی السنۃ مولوی محمد حسین صاحب فقیر

قطعۂ تاریخ

چون اختطاف برق براہین حق رسید	شد باعث ذہاب بانوار ساطعہ
تاریخ اوست سے سر طغیان وگفتگو	بدعات قطع کرد براہین قاطعہ

۱۳

تاریخ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل خط فیض نمط حضرت سیدنا و مرشدنا جناب حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکہ معظمہ سلمہ اللہ تعالیٰ

التماس مشتہر

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح رائے ناظرین ہو کہ امسال جو بعض حجاج مکہ معظمہ سے بعد فراغ حج بیت اللہ و زیارت روضہ اطہر جناب سرور عالم فخر بنی آدم رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ، و زیارت حضرت حجۃ الاصفیا تاج الاولیا زبدۃ المقربین عمدۃ الواصلین شمس الحقیقۃ والعرفان بدر الطریقۃ والاحسان حجۃ اللہ تعالیٰ البالغۃ برہان اللہ تعالیٰ الساطعۃ مرجع العالم منبع الفیض الاتم بحر الحقائق والاسرار مصدر العلوم والانوار صاحب المقامات العلیۃ والافضال والدرجات الرفیعۃ الصدیق الاعظم والقطب الافخم مولانا و سیدنا الحاج شاہ امداد اللہ الفاروقی الچشتی المہاجر فی المکۃ المعظمۃ لا زالت شموس فیوضہ بازغۃ و بدور برکاتہ مطالعۃ ہندوستان کو واپس آئے تو ایک نقل نامہ والا حضرت موصوف الصدر سلمہ کی جو ذیل میں درج کیجاتی ہے ساتھ لائے کہ جسکی تحریر کی وجہ حضرت سلمہ کو یہ پیش آئی کہ ایک شخص مولوی نذیر احمد خان نامی ساکن رامپور فی الحال مدرس مدرسہ احمد آباد گجرات نے ایک خط طویل جس مین چند اعتراضات براہین قاطعہ کے مضامین پر کئے ہین روانہ خدمت عالیہ حضرت حاجی صاحب سلمہ کیا اور اس خط مین علاوہ اعتراضات کی تحقیر علماء ربانیین کی نوبت پہونچائی چنانچہ ان اعتراضات کا خلاصہ ذیل مین درج کیا جاویگا الحاصل اس نامہ والا حضرت موصوف سلمہ کو دیکھکر اور اسکے مضامین سے بقدر استعداد واقف ہو کر یہ خیال مین آیا کہ چونکہ اس تحریر مین حضرت سلمہ نے افراط و تفریط سے اغماض فرما کر طریق وسط کو جو خیر امت کی علامت ہے اختیار فرمایا ہے اور اصلاح خلق اور رفع اختلافات کو مد نظر رکہا اور حق گوئی مین پرواہ مطاعن طاعنین نہین فرمائی علاوہ ازین بیان بھی ایسا مدلل اور قوی ہے کہ باوجود اختصار کے مطالب مرقومہ بوجہ احسن منکشف ہین صاف صاف الفاظ مین مسائل متنازعہ کو ایسی طرح بیان فرمایا کہ کسیکو گنجایش چون و چرا نہی عقل و نقل و شریعت و حقیقۃ کو باہم ایسا ارتباط دیا کہ کسیکو سوائے تسلیم مجال گفتگو نہین اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ اس خط حضرت حاجیصاحب سلمہ کو طبع کرا دیا جاوے کہ اس تحریر سراپا ہدایت کو اہل انصاف علی الخصوص معتقدین و مریدین حضرت سیدنا جناب حاجیصاحب موصوف سلمہ دیکھکر اختلاف باہمی سے کنارہ کرین اور تحریرات طرفین کے لئے یہہ خط محاکمہ ہو جاوے اور نیز یہہ بھی معلوم ہو جاوے کہ حضرت سیدی و مرشدی جناب حاجی صاحب عم فیضہ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سلمہ اللہ

تعالے جو خاص خلیفہ[1] حضرت سلمہ کے ہین ان مسائل مین متفق ہین کسی قسم کی مخالفت باہم[2] نہین جیسا کہ عوام مین مشہور ہوگیا اور اس تحریر بابرکت کے دیکھنے سے حلم و اخلاق حضرت سلمہ کا سب پر عیان ہوجاویگا کہ باوجودیکہ سائل یعنی مولوی نذیر احمد خان اپنے خط مین بہت کچھ سب و شتم و تکفیر و تضلیل کو کام مین لائے ہین لیکن حضرت سلمہ نے کوئی امر خلاف داب علماء تحریر نہین فرمایا اور نہ اونکی سب و شتم کا جواب ترکی بترکی دیا بلکہ نفس مطلب بحث فرمائی اور اصلاح باہمی مد نظر رکھی علاوہ ازین یا چونکہ حضرت عم فیضہم سنے وقت تحریر جواب یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی عبد السمیع کو بھی انہین مسائل مین شبہ ہے ایک نقل اسکی اونکے پاس بھی جانی مناسب ہے اسلئے طبع کرانے مین یہ بھی نفع سمجھا گیا کہ مولوی عبد السمیع یا کسی اور صاحب[3] کو ان مسائل مین اشتباہ ہو اس جواب سے رفع ہوجاوے

---

[1] چنانچہ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب سلمہ ضیاء القلوب کے صفحہ ۰۰ مین ارقام فرماتے ہین و نیز ہر کس کہ ازین فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجائے من فقیر راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند گرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے من و من بمقام اوشان شدم و صحبت اوشان را غنیمت دانند کہ اینچنین کسان درین زمان نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشان فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ درین رسالہ نوشتہ شد در نظر شان تحصیل نمایند انشاء اللہ تعالے بے بہرہ نخواہند ماند اللہ تعالے در عمر شان برکت دہاد و از تمامی نعماء عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداناد و بمراتبات عالیہ رساناد و از نور ہدایت ایشان عالم را منور گرداناد و تا قیامت فیض اوشان جاری داراد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد انتہی بلفظہ احقر کاتب الحروف کہتا ہے کہ خدای پاک نے حضرت حاجی صاحب سلمہ کی دعا ان حضرات کے بارہ مین قبول فرمائی چنانکہ اونکے نور ہدایت سے عالم کو منور فرمایا اور نیز جناب حاجی صاحب سلمہ نے یہ فرمایا کہ جو کچھ ضیاء القلوب مین ان حضرات کی شان مین کلمات لکھے گئے ہین وہ مین نے اپنی طرف سے نہین لکھے بلکہ بامر حق جل و علی بالہام غیبی لکھے گئے و کفی بہ فضلاً و الحمد للہ تعالے پس حضرت مولانا رشید احمد صاحب سلمہ پر طعن کرنا بعینہ حضرت حاجی صاحب سلمہ پر طعن ہے مخالفین اپنا انجام سوچ لین ہم تو تابع ہون وما علینا الا البلاغ ۱۲

[2] کیونکہ جو کچھ حضرت سیدنا جناب حاجی صاحب نے مسائل متنازعہ کی نسبت اس خط مین تحریر فرمایا ہے بعینہ وہی مسلک حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا ہے ۱۲

[3] چنانچہ مولوی احمد حسن صاحب پنجابی ملازم مدرسہ کانپور وغیرہ کو بھی اس مسئلہ مین اشتباہ واقع ہوا اور صرف اسی لئے کہ انہین کلام مین لفظ محال و ممتنع دیکھکر قدرت جناب باری کی نفی کرتے ہی حالانکہ وہی حضرات دوسری جگہ خلاف وعدہ کو داخل قدرۃ فرماتے ہین پس معلوم ہوا کہ وہ حضرات وقوع کذب کو محال لکھتے ہین اور اونکی مراد محال و ممتنع سے محال بالغیر و ممتنع بالغیر ہے ورنہ خداء پاک قادر علی الاطلاق کو خلاف وعدہ و وعید خلاف مقدر کے کرنے مین مجبور کہنا پڑیگا وہو باطل بالاجماع تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مثلاً زید کی تقدیر مین عالم ہونا اور عمرو کی تقدیر مین جاہل ہونا لکھا گیا یا ایک شخص کے لیے جنت کا وعدہ ہوا اور دوسرے کو دوزخ مین ڈالنے کا حکم ہوا اگر اس تقدیر یا وعدہ وعید کا خلاف ہوگا تو لوح محفوظ مین یا وحی مین خلاف واقع ہونا ثابت ہوگا اور یہی کذب ہے مگر اس سے عدم قدرت یہ لازم نہین آتا کہ خدا تعالی کو خلاف کرنیکی قدرت ہی نہ ہی ورنہ زید عالم کا جاہل کرنا اور عمرو جاہل کا عالم بنانا اور جنتی کا دوزخ مین بھیجنا اور اسکا عکس قدرت خدای پاک سے خارج ماننا پڑیگا بلکہ یہ لازم آئیگا کہ تمام کائنات کیلئے جو کچھ لکھا یا مقدر کردیا گیا اسکے خلاف سے خداے تعالی عاجز ہو معاذ اللہ مولوی احمد حسن صاحب بلا تدبیر و تفقد رسالہ لکھنے کو تو موجود ہوگئے پر یہ نہ سمجھے کہ اس مسئلہ کے انکار اور اہل حق کی تضلیل سے بالکل خدا تعالی کا عجز لازم آتا ہے اور عقیدہ اہل سنت بلکہ اہل اسلام کے خلاف پر عوام کو جما تے ہے لفظ کذب سے گھبرا کر کمال قدرت جناب باری کی نفی کرنا بعینہ ایسا ہے جیسا کوئی شخص خنزیر وغیرہ انواع مخلوقات کو دیکھکر یا افعال و اعمال سیئہ و شرور انسانی کو ملاحظہ فرما کر خدا تعالی کو ان چیزونکا خالق کہنے سے انکار کرے اور خدا تعالی کی تنزیہ اسیمین سمجھے اور یہ کہنے لگے کہ خدا تعالی اس سے پاک ہے کہ ایسی بری افعال اور بدترین مخلوقات کو پیدا فرماوے سو جیسا اس شخص کا یہ کہنا اہل عقل کے نزدیک مسلم نہین بلکہ سب جانتے ہین کہ مخلوقات کے نقص سے خدای پاک تک نقص نہین پہنچتا اور اسکے تنزیہ مین کچھ فرق نہین آتا اسیطرح قضیہ کاذبہ خلاف واقع کے پیدا کرنے سے خدای پاک مین کیون نقص آئیگا جو بدین وجہ قادر مطلق کی قدرت کا انکار کیا جاوے

حاجی صاحب سے اپنی تسکین کر لے اور چونکہ اس تحریر کی اشاعت سے صرف اصلاح ذات البین و رفع فتنہ خلاف باہمی مقصود ہے نہ اظہار نفسانیت و عناد پس اگر کسی صاحب کو اس تحریر کی حقیقت میں شبہ ہو تو حضرت سیدی و مولائی جناب حاجی صاحب سلمہ سے بذریعہ تحریر تصدیق کر لے اور مولوی نذیر احمد خان صاحب مکتوب الیہ کے پاس بھی یہ تحریر موجود ہے امید ہے کہ وہ بھی بے کم و کاست اظہار واقعی فرماوینگے اور اصل تحریر کو بھی چھپا دینگے اور نیز جناب مولانا مولوی حاجی محمد عزیز الرحمان صاحب دیوبندی جو قریب ایک سال ہوا حرمین شریفین میں تشریف لیگئے تھے بوقت تحریر صحیفہ ہذا بھی حضرت حاجی صاحب سلمہ کی خدمت میں حاضر تھے اس امر کے شاہد ہیں اور نقل اصل خط حضرت موصوف کی اپنے پاس بھی رکھتے ہیں اور چونکہ کاتب حروف کی غرض اشاعت سے صرف اصلاح و تسکین فتن ہے اسلئے بمصداق حدیث الدال علی الخیر کفاعلہ امید اجر رکھتا ہے اور امید مجھ جیسا ہی جناب باری جل و علا میں ملتجی ہے کہ اس تحریر حضرت والا سلمہ کو باعث رفع فتنہ و نزاع باہمی بنا ئے اور نیز ناظران حق بین و دانصاف پرست کی خدمت والا میں ملتمس ہے کہ اس تحریر کو بغور ملاحظہ فرمائیں اور کاتب کی اس اشاعت کو کسی اور غرض پر محمول فرما کر مطعون و ملام نفرمائیں نقل سوال اسائل میں سائل کے نفس مطلب کو بوجہ اختصار لکھتا ہوں سب و شتم و تکفیر و تضلیل جو اصل خط سائل میں مندرج ہے وہ بوجہ تطویل درج تحریر ہذا نہیں کیا اصل خط منشی جی کے پاس موجود ہے جواب حضرت سلمہ بجنسہ نقل ہوگا ✦

خلاصہ اعتراضات

پہلا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہے اس مسئلہ کی وجہ سے کتب الہیہ میں احتمال جھوٹ کا پیدا ہوسکتا ہے یعنی مخالفین کہسکتے ہیں کہ شاید یہ قرآن ہی جھوٹا ہو اور اسکے احکام ہی غلط ہیں اور براہین قاطعہ کی اس تحریر کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوگئے ✦

دوسرا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بشریت میں مثل جملہ مخلوقات کے کہکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سبکی برابر کر دیا اور ہامان و فرعون بھی اس اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر ہوگئے یہ بات کفر کی ہے ✦

تیسرا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں مجلس میلاد کو بدعت ضلالہ کہا اور فاتحہ و محفل میلاد کرنیوالوں کو ہنود اور روافض لکھا ✦

چوتھا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں دیوبند کو حرمین شریفین پر ترجیح دی ✦

پانچواں اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ جو ایک وتر نہ پڑھے اُسکے ایمان کا کیا ٹھکانا ہے پس یہ اعتراض امام صاحب و صاحبین وغیرہ تک جو تین وتر کے قائل ہیں پہنچتا ہے اُس سے لازم آتا ہے کہ اُنکے ایمان کا بھی ٹھکانا نہو معاذ اللہ ✦

چھٹا اعتراض:۔ براہین قاطعہ میں یہ صاف لکھدیا کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیۃ الشافعیہ میں بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرلے فقط۔

نقل خط حضرت حاجی صاحب سلمہ

نحمد اللہ العلیم القدیر العیان الذی کشف بمحض فضلہ علی من اصطفے امن عبادہ حقائق العلوم والبیان ۔ ونصلی ونسلم علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی اشرف الرسل والانبیاء سیدنا محمد ن المصطفے وآلہ وصحبہ النجباء الاتقیاء ۔ اما بعد از فقیر امداد اللہ چشتی

فاسق عفا اللہ عنہ بخدمت مولوی نذیر احمد خاں صاحب بعد سلام تحیۃ الاسلام آنکہ آپکا خط آیا مضمون سے مطلع ہوا بوجہ بعض وجوہ کے عدم تحریر جواب تھا مگر بغرض اصلاح اور توضیح مطلب براہین قاطعہ بالاختصار کچھ لکھا جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ نفع بخش ہو جاوے ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ

جواب اول: واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپنے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح ومن اصدق من اللہ حدیثا وان اللہ لا یخلف المیعاد وغیرہا آیات کے وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع وعدم وقوع خلاف وعید ہے جسکو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے وہ دراصل کذب نہیں[1] صورت کذب ہے اسکی تحقیق مطول ہے **الحاصل** امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اسکے خلاف پر بھی قادر ہے اگرچہ وقوع اسکا نہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شی ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اسکو استحالہ[2] لاحق ہوا ہو چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام صوفیہ کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے پس جو شبہات آپنے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع[3] ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں ہے یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے[4] بیان کرنیکا نہیں اسکی حقیقت کے ادراک سے اکثر اہنا زمان قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے ایک ایک مثال قرآن وحدیث کی لکھی جاتی ہے۔ ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا الآیۃ اور دوسری جگہ فرمایا وما کان اللہ

---

[1] کیونکہ فساق مومنین کیلئے مثلاً جو کچھ وعید وتہدید آیات واحادیث میں فرمائے گئے ہیں وہ عموماً باعتبار استحقاق عذاب وسزا ونفس اعمال بلا تخصیص مقرر فرمائے گئے ہیں پھر اسکی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ہم جسکو چاہیں بلا تعذیب بخشدیں پس اس وعید کا خلاف کذب نہیں چنانچہ بعض اہل عصیان مومنین کا بلا تعذیب جنت میں جانا اور خدا تعالیٰ کا انکو محض اپنی رحمت سے بخشدینا احادیث میں مصرح ہے البتہ کفار کے لئے دوزخ میں جانا وعید قطعی ہے اسکا خلاف کذب ہے اسلئے کفار جنت میں نہ جاوینگے مگر کفار کا جنت میں داخل کرنا قدرت خداوندی میں داخل ہے یہی معنی امکان کذب کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کذب پر قادر ہے پر وقوع اس کا نہ ہوگا ۱۲۔

[2] جیسے رسول خدا خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا مثل اصل میں ممکن ہے یعنی خدا تعالیٰ قادر ہے کہ آپکا مثل پیدا کرے کیونکہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ مثل الممکن ممکن پس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں واجب نہیں مخلوق ہیں خالق نہیں تو آپکا نظیر بھی ممکن افعیینا بالخلق الاول۔ مگر چونکہ وعدہ الہی ہو چکا کہ باب نبوت ورسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی اور آپکے بعد کوئی نبی نہوگا اسلئے وقوع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محال ہوگیا یعنی محال بالغیر علی ہذا زید مثلاً جسکی تقدیر میں عالم ہونا لکھا گیا اسکا جاہل ہونا بالذات ممکن یعنی خدا تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے پر چونکہ خدا تعالیٰ کا لکھا ہوا بدلتا نہیں اسلئے زید کا جاہل ہونا محال بالغیر ہوگیا اسیطرح غیر متناہی مثالیں اسکی موجود ہیں ۱۲

[3] معترض کے شبہات کی بنا وقوع کذب پر تھی کیونکہ قرآن شریف میں مثلاً احتمال کذب اسیوقت ہے کہ کذب کے وقوع کا کوئی قائل ہو ہرگاہ وقوع کذب باری محال گو یہ استحالہ کسی وجہ سے ہو احتمال کذب بکلام اللہ بھی غلط اور نیز واضح ہو کہ ہرگاہ جناب حاجی صاحب سلمہ نے جمیع محققین اہل اسلام وصوفیہ کرام کا مذہب امکان کذب بمعنی دخول تحت القدرۃ تحریر فرمایا تو اب منکرین اپنا انجام سوچیں کہ وہ کس گروہ میں داخل ہیں ۱۲

[4] مگر جب دیکھا کہ اس زمانہ کے جہلا بسبب عدم مطالعہ معترضہ کے بہروسے قدرت خداوندی کی نفی کرنے لگے اور اہل حق کی تکفیر وتضلیل پر آمادہ ہوئے تو بضرورت اظہار اس مسئلہ کا پڑا ۱۲

[5] اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے تمہارے اوپر عذاب بھیجنے پر اور آیۃ ثانیہ کا حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں عذاب آئیگا پس اس وعدہ کی وجہ سے دنیا میں عذاب بیشک نہ آئیگا مگر آیۃ اولیٰ سے اسکا قدرت الہی میں داخل ہونا معلوم ہوا وہو المدعی ۱۲۔

یعنی نہ ہوا نت فیہم الآیۃ آیۃ ثانیہ مین نفی وقوع عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اسکا خلاف ہو تو کذب[1] لازم
آیگا آیۃ اولی سے اسکا تحت قدرۃ باری تعالی داخل ہونا معلوم ہوا پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرۃ باری تعالے
جل علاہ ہے کیونکہ نہو وہو علی کل شئی قدیر۔ احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ[2] مثلاً بالیقین جنتی بارشاد نبوی جو حقیقۃً وحی
الٰہی جل وعلا ہے ہو چکے پر چونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ خداوند پاک مجبور نہین[3] اسلیئے نظر بقدرۃ وجلال کبریائی ڈرتے ہی
رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات جنکی شان مین لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر ہے
فرماتے رہے ہیں۔ واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم[4] او کما قال واللہ تعالی یحق الحق وہو یہدی السبیل۔
جواب[5] ثانی: علی ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشریت مین شریک ومثل ہونا جملہ بشر کے نص قرآنی سے ثابت
ہے اسکا انکار نص کا انکار ہے مگر ایک وصف مین مثل ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ جمیع اوصاف مین مثل ہوا کرین سو
برابری کا دعوی کوئی نہین[6] کرتا خود براہین قاطعہ مین آیۃ انما انا بشر مثلکم کی شرح کے بعد صاف لکھدیا ہے کہ جملہ یوحی
الی سے علو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امتیاز معلوم ہو گئے شاید آپنے براہین کی اگلی عبارت کو بنظر انصاف
نہین دیکھا اسلیئے تکفیر علماء صلحاء پر مبادرت کرکے اپنا خیال نکیا یہ طعن تو درپردہ خود سرور کائنات بلکہ خالق موجودات
تک پہونچتا ہے کیونکہ انما انا بشر مثلکم کے اظہار وبیان کا ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب باری جل وعلا کی
طرف سے ہوا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

---

[1] بدلالۃ عرف وعقل ثابت ہے کہ خلاف وعدہ کے قدرۃ مین داخل ہونے سے کذب کا داخل قدرۃ ہونا لازم آتا ہے بلکہ احادیث مین صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف وعدہ وعہد کو کذب سے تعبیر کیا ہے چنانچہ قصہ حضرت ابو ہریرہ مین جو انکو شیطان لعین کے ساتھ غلہ صدقہ مین پیش آیا اور شیطان نے یہ عہد کیا کہ مین پھر نہ آؤنگا مگر چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شیطان پھر آئیگا اور اپنا وعدہ وعہد پورا نکریگا اسلیئے اسکو کاذب فرمایا لفظ کذبک حدیث مین موجود ہے شاہد عدل ہے یعنی شیطان تجھسے جھوٹ بولگیا بس بعض لوگون کا یہ کہنا کہ وعدہ کا خلاف کرنا تو داخل قدرت جناب باری ہے پر کذب داخل قدرۃ نہین محض غلط خلاف عقل ونقل ہے ۱۲ [2] اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی حادثات وممکنات خواہ برے ہون یا اچھے سب اسکی قدرت مین ہین ذات وصفات خداوندی جو ازلی ابدی ہین اونمین حدوث ممکن نہین اسلیئے وہ اس سے خارج ہین ۱۲ [3] عشرہ مبشرہ یعنی دس صحابی جنکو ایکدفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول جنت کی بشارت دی ۱۲ [4] کیونکہ اللہ تعالی قادر ہے کہ جسکے لئے قطعاً جنت کا وعدہ فرمایا اسکو دوزخ مین ڈالدے اور دوزخی قطعی کو جنت مین داخل کردے اگرچہ اسکے عدل وکرم سے ایسا نہ ہوگا پر اسکی قدرۃ وجلال کے سامنے چون وچرا کی مجال نہین وہو القاہر فوق عبادہ وہو الحکیم الخبیر ۱۲ [5] تا کہ بخشے اللہ تعالی تمہارے گناہ اگلے اور پچھلے ۱۲ [6] قسم اللہ کی نہین جانتا ہون مین حالانکہ مین رسول خدا کا ہون کہ کیا کیا جاوے گا ساتھ میرے اور نہ یہ کہ کیا معاملہ ہوگا ساتھ تمہارے ۔ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا۔ نظر بعظمۃ وجلال کبریائی ہے ورنہ آپکو وعدہ الٰہی پر پورا وثوق تھا ۱۲ [7] معترض کا یہ کہنا کہ ہامان وفرعون کو برابر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کہدیا نہایت درجکی بلادت اور گستاخی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے کمالات تو اور انبیا کو بھی عطا نہین ہوئے اور کوئی نبی کمالات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر نہین چہ جائیکہ فرعون وہامان مگر یہ خوش فہمی معترض کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اور مخلوق کہدینے سے فرعون وہامان کی برابری ثابت کردی کیا معترض کے نزدیک جملہ بشر انبیا اور امتی اور مومنین وکفار یکسان ہین معاذ اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا دیگر انبیا معترض کے نزدیک مخلوق وبشر ہونیسے خارج ہین یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر انبیا کا کمال تو عبدیت مین ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ۱۲۔

جواب ثالث :- اسیطرح صاحب براہین قاطعہ نے نفس ذکر میلاد کو بدعۃ ضلالۃ نہیں کہا قیود[1] زائدہ محرمہ کو کہا ہے اور نفس ذکر و قیام کرنیوالونکو ہنود و روافض نہیں لکھا بلکہ عقیدہ باطلہ پر حکم حرمت و مشابہت روافض و ہنود کا لگایا ہے۔ چنانچہ خود فتوی جناب مولوی احمد علی صاحب مرحوم اور مولوی رشید احمد صاحب سلمہ مین یہ امر مصرح موجود ہے کہ نفس ذکر میلاد کو وہ باعث حسنات و برکات لکھتے ہین اور براہین قاطعہ مین مکرر اسکو ظاہر کیا ہے انصاف شرط ہے ٭

جواب رابع :- ایسے ہی براہین قاطعہ مین دیوبند کو حرمین پر ترجیح نہین دی ہے جو موجب استبعاد ہو بلکہ اُس مین صاف لکھدیا ہے کہ دیوبند کو مثل بازار کی جو شر البلاد ہے سمجھو اور حرمین کو مثل مسجد کے جو خیر البلاد ہے مگر فتوی مین اعتبار عالم ربانی متقی کا ہے گو وہ کسی جگہ کا ہو سو بنظر تحقیق اس مین کسکو کلام ہو سکتی ہے ٭

جواب خامس :- ایسے ہی ایک تر کی بحث مین جو آپنے لکھا ہے کہ صاحب براہین کا اعتراض امام صاحب و صاحبین تک پہونچتا ہے یہ محض تعصب یا سفاہت ہے صاحب براہین اُس شخص کو رد کرتے ہین جو عموماً ایک تر پڑھنے والون پر طعن کرے کیونکہ ایک تر پڑھنے والے بعض صحابہ و ائمہ بھی ہین حضرت امام و صاحبین نے کب ایک تر پڑھنے والون پر طعن کیا ہے اور وے کب طعن کر سکتے ہین کہ اس بات کی بھی صحابہ کبار و ائمہ[2] خیار ہین۔ صاحب انوار ساطعہ نے چونکہ بالعموم ایک تر پڑھنے والون کو مطعون کیا تھا حالانکہ اونمین صحابہ و ائمہ بھی ہین اُسکو متنبہ کیا ہے اور اس گستاخی سے روکا ہے ٭

جواب سادس :- صاحب براہین نے کہین نہین لکہا کہ مسائل مختلف فیہا بین الحنفیۃ و الشافعیۃ مین بلا ضرورت دوسرے کے مذہب پر عمل کرنا درست ہے اس مضمون کسی جگہہ نہین شاید آپ کو نقل قول امام ابن ہمام سے جو در باب تراویح لکہا ہے یہہ شبہہ پیدا ہوا ہے اُسکا یہہ مطلب ہرگز نہین اول تو امام ابن ہمام حنفی ہین شافعی نہین پھر صاحب براہین نے اوسپر عمل ہونا نہین لکہا اور نہ اُسکو ترجیح دی فقط و اللہ الموفق و الہادی و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین و الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین ٭

---

[1] حضرت مولانا صاحب سلمہ نے جیسا اس تحریر مین قیودات زائدہ سے منع فرمایا ایسے ہی زبانی بھی بارہا قیودات زائدہ سے منع فرمایا اور نیز حضرت سلمہ کی دیگر تحریرات سے معلوم ہوتا ہے بس اس صورت مین اگر حضرت سلمہ نے کسی کو اجازت میلاد شریف کی دی تو اُسکو نفس ذکر میلاد شریف پر محمول کرنا چاہیے ١٢

[2] پر معترض کا یہ کہنا کہ براہین کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب و صاحبین رحمہم اللہ تعالے کے ایمان کا بھی کیا ٹھکانا نہایت حمق و شقاوت ہے کیونکہ ان حضرات نے ایک تر پڑھنے والون بلکہ ائمہ کو بھی طعن نہیں کیا اور نہ کلمات تحقیر اون حضرات کی شان مین لکھے بخلاف انوار ساطعہ نے بالعموم ایک تر پڑھنے والون کی نسبت کلمات ناشایستہ لکھے اسلئے اُسکو ... سمجھایا گیا ہے کہ تحقیر احادیث و تحقیر سلف مین ایمان کا ٹھکانا نہین اگر مؤلف انوار ساطعہ کو یہ سمجھ ہی حضرات صحابہ و ائمہ فاعلین پر عمداً اعتراض کرنا نہین تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ اُس کتاب مین بالتعمیم ایک تر پڑھنے والون پر اعتراض کیا ہے حکم شرع ظاہر ... اور پھر سلف ہون یا خلف جس امر مین وہ متبع حدیث نبوی ہین اُس فعل پر اعتراض نہین ہو سکتا اور نہ اُسکی تحقیر زیبا اعتراض جب ہے کہ کسی کی حدث یا اتباع ہوس کی وجہ سے ورنہ چاہیے کہ فرق باطلہ و اہل ہوا جن عقائد و اعمال مین اہل حق کے موافق ہین ان عقائد و اعمال پر بھی اعتراض کیا جاوے پھر جب ایک تر کے قائلین بھی صحابہ و ائمہ اہل سنت ہین تو اس فعل پر کب اعتراض ہو سکتا ہے فقط ١٢

تمام شد